"پیش لفظ"

تم اپنے کس درد کی بات کرتے ہو روحان جبیل؟

میں نے اُم حانم کو کو تاریک راتوں میں سسکتے دیکھا ہے۔۔

"سلفائٹ" وہ ناول ہے جسے میں ابھی لکھنا نہیں چاہتی تھی۔

مجھے لگتا تھا لفظ "سلفائٹ" اپنے اندر اتنے معنی لیے ہمہ تن گوش ہے کہ اسے بیان کرنے کیلئے مجھے صدیاں درکار ہوں گی۔ لیکن قدرت کا قانون ہے ہر چیز اپنے وقت پر تخلیق پاتی ہے، پر حادثہ اپنے وقت پر ہی رُونما ہوتا ہے۔کچھ اسی طرح کب؟ کیسے؟ اور کیوں لیکن سلفائٹ چھ مہینوں کی ان تھک محنت کے بعد تخلیق پاگیا۔ اسے کیوں لکھا گیا؟ اس سوال کا جواب ناول میں ہی موجود ہے ہاں البتہ

لکھنے کی وجہ اس کائنات کی دو معزز ہستیاں ہیں ایک (محترم استاد ڈاکٹر ذاکر نائک) جنہیں اللہ نے بے پناہ علم سے نوازہ ہے تو دوسرے (جنید جمشید) جنہوں نے ہدایت کا راستہ چُنا۔

اسی طرح ناول کے دو مرکزی کرداروں نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ ایک جس نے جنت روڈ پر دوسرے کو جہنم جیسی گہری کھائی دھکیل دیا تھا۔ چونکہ یہ سوشل میڈیا پر لکھا گیا ناول ہے تو اِسکی پوسٹنگ کے دوران مجھے تنقید کا سامنا کرنا پڑا کبھی کبھی سوچتی تھی اسے لکھنا چھوڑ دوں۔ شاید سلفائٹ میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن سچ تو یہ کہ سلفائٹ لکھتے وقت ہی میں نے لکھنا سیکھا ہے۔ اللہ کی رضا تھی اور یہ تخلیق پا گیا اور اُسی ذات کا میں بے پناہ شکر ادا کرتی ہوں جس نے سلفائٹ کو اتنی پذیرائی دی اور وہ نہ چاہتا تو کچھ ممکن نہیں تھا۔

آج میں ایک "سلفائٹ" کے طور پر جانی جاتی ہوں اور یہ اُن قارئین کا کمال ہے جنھوں نے ناول پڑھا اور اِسے سمجھنے کی کوشش کی۔ ناول میں جو بیان کیا گیا ہے اُس سے بہت سے لوگ پہلے سے واقف ہوں گے لیکن بہت سے میرے جیسے ہیں جو وقت وقت کے ساتھ ساتھ سیکھتے ہیں اور ایسے پڑھنے والوں کیلئے سلفائٹ کسی معجزے سے کم نہیں۔

آپ سب کی رائٹر "**نور راجپوت**"

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔۔۔

بوندوں نے گر کے غضب سا ہے ڈالا

موسم میں موسم عجب سا ہے ڈالا

یہ بارش کا بادل بھی مجھ سا ہے رنج

جو چھلکا ذرا، سب بدَل سا ہے ڈالا

ہلکی پھلکی بوندا باندی نے جب موسلا دھار بارش کا روپ دھارا تو ایلا نے چونک کر اس پاگل لڑکی کی طرف دیکھا جو آنکھیں موندے دونوں بازو پھیلائے محبتوں کے شہر میں طلسم خیز جگہ پر بے فکر گھوم رہی تھی ہواؤں کے سنگ جھوم رہی تھی!

"ماہی" ایلا نے جو شان و شوکت اور پر اسرار انداز میں کھڑے ایفل ٹاور، جسے دنیا کو خوبصورت ترین ٹاور ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اس کی خوبصورتی کو کیمرے کی آنکھ میں قید کرنے میں محو تھی، آخری سی کوشش کرتے ہوئے اسے پکارا،

"ماہی بس کر جاؤ اب اور کتنا انتظار کرو گی؟

دیکھو بارش اب تیز ہو رہی ہے ہمیں چلنا چاہیے۔۔"

کسی بھی خطرے کے پیش نظر وہ پہلے سے اُسے وارن کر رہی تھی۔ مگر وہ سب چیزوں سے بیگانہ اپنی دھن میں سرد ھنتی بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ایلا نے قریب جا کر چھاتہ اس کے اوپر کیا جو لاپروائی سے بھیگ رہی تھی۔ کچھ لمحات یوں ہی گزر گئے بارش کی بوندیں چہرے پر نہ پا کر ماہی نے آنکھیں کھولیں، اوپر کی جانب سر کو جنبش دی اور چھاتے کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔

"بس کر جاؤ ماہی پاگل پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے" ایلا نے ڈپٹا۔

"تمہیں پتا ہے ایلا آج 2 نومبر ہے، یہ دن میرے لیے بہت خاص دن ہے، یہی وہ دن ہے جب مجھے وہ شخص پہلی بار یہاں اسی جگہ ملا تھا۔" ماہی نے اک جذب سے کہا۔

"اور تم پچھلے تین سالوں سے لگاتار یہاں تشریف لا رہی ہو، وہ دوبارہ ملا کیا؟؟" ایلا نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اب باقاعدہ چلنا شروع کر دیا تھا جبکہ ساتھ ساتھ وہ اپنی ناراضی اور غصے کا اظہار کر رہی تھی۔

"رکو ایلا، ابھی صرف شام کے چار ہی تو بجے ہیں، میں مزید اس دشمن جاں کا انتظار کرنا چاہتی ہوں، کچھ لمحات اس کی یاد کے نام کرنا چاہتی ہوں، اس نے کہا تھا میں اسی جگہ ملوں گا دوبارہ۔۔"

"پاگل مت بنو ماہی، اب میں مزید تمہاری بکواس برداشت نہیں کر سکتی" ایلا نے غصیلے لہجے میں ڈپٹا۔ سردی کی بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ماہی کے خوبصورت گلابی لب اب نیلے پڑنے لگے تھے۔ ایلا اس کی کپکپاہٹ واضح طور پہ محسوس کر چکی تھی جو ٹھنڈ کے باعث کپکپا رہے تھے۔

"لیکن۔۔"

"ایک دم چپ تمہاری آواز نہ آئے۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایلا اسے سختی سے خاموش رہنے کا عندیہ دے کر اس کا ہاتھ تھامے تیزی سے گاڑی کی جانب رواں تھی۔ماہی نے ایک الوداعی پر شکوہ نظر ٹاور پر ڈالی اسکی آنکھوں میں شکوہ ابھرا۔

"آج پھر وہ نہیں آیا۔۔"جیسے جیسے وہ اس جگہ سے دور جا رہی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا وہ بہت کچھ پیچھے چھوڑ رہی ہو،اک شدت سے وہ گزری منزل کی جانب نظریں واہ کئے ہوئے تھی شاید وہ کہیں سے ایک بار اسے نظر آ جائے پر اس کی خواہش کی تکمیل نہ ہوئی۔اس کا دل ہمیشہ کی طرف افسردہ تھا اور ڈوب رہا تھا،وہ لمبے کڑے انتظار کے بعد بھی نظر نہ آ سکا تھا۔

گاڑی کے پاس پہنچتے ہی ایلا نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا اور اندر بٹھایا۔

"تو یہ طے ہے مجھے اسکا ایک لمبا انتظار کرنا ہے"آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

"اب وہ دیدار میسر ہے نہ قُربت نہ سخن
اِک جُدائی ہے جو تقدیر ہوئی جاتی ہے"

ماہی نے اک بار پھر سے آب و تاب سے بارش میں نہاتے ٹاور کو دیکھتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے سوچا،اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی ایلا زن سے گاڑی آگے کی جانب بڑھا چکی تھی۔

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا۔ہوا میں خنکی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔آرام دہ بستر پر پر سکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں کہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا

لیمپ کی مدھم روشنی میں چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لہر اس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔ حواس بحال ہونے پر اس نے غصے سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچے گرا دیا۔ سسکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز اسکی روح کو کسی تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ بے بسی سے چلایا۔ وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اس آواز سے بچنا جا رہا تھا۔۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم کھا رکھی تھی۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز نے اُسکا پیچھا نہ کیا ہو۔ ایک بھی رات وہ سکون سے نہیں سو پایا تھا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھا۔۔ اب اسکا رخ اس شفیق ہستی کے کمرے کی جانب تھا جسکی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔ اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہونگی۔

" "آجاؤ" دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔ وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھیں سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"بی جان" وہ تڑپ کر انکی طرف بڑھا۔ بی جان نے سورہ یسین کو عقیدت سے چوم کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔

"شاہ بیٹا تم۔۔ سب خیریت تو ہے نا۔۔؟" بی جان کے چہرے پر پریشانی ابھری۔

"وہ بی جان۔۔ وہ میں۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی برا خواب دیکھا کیا۔۔؟"بی جان پیار بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔ جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔

"کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان۔۔کیسے۔۔؟"وہ اذیت سے دوچار لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ بی جان نے اسکی بات پر ایک گہرہ سانس لیا۔

"کوئی تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی جان، ایک بھی رات وہ چپ نہیں ہوا،کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے۔۔؟" بی جان کا کلیجہ جیسے اپنے بیٹے کی بات پر چھلنی سا ہو گیا تھا۔

"کیا وہ شخص تھکتا نہیں بی جان؟ کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو؟ وہ چپ کیوں نہیں ہوتا بی جان؟ کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے،۔۔۔"

وہ بار بار ایک ہی سوال دہرا رہا تھا۔

"زخم گہرا دیا ہے تم نے بیٹا۔۔اتنا گہرا زخم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر پھونک ماری جیسے ساری بلائیں ٹالنا چاہتی ہوں۔

"اُسے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی بی جان، چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے۔۔"وہ کہہ رہا تھا،اور بی جان نم آنکھیں لئے سن رہی تھیں۔

کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دہراتا رہا اور پھر تھک ہار کر یا شاید اس سکون کے باعث جو اسے بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار پھر نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔

"گیلیٹ برگس

(Gelett Burgess)

نے دنیا کے انسانوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ایک بروما ئڈز

(Bromide)

اور دوسرے سلفائٹس

(Sulphites)

بروما ئڈ عام لوگ ہوتے ہیں جنکی سوچ ایک سی ہوتی ہے جبکہ سلفائٹس خاص لوگ ہوتے ہیں جو کہ نایاب ہوتے ہیں۔ جو عام لوگوں سے ہٹ کر سوچتے ہیں جو اپنی سوچ اور اپنے عمل دونوں سے لوگوں کو چونکا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جو غیر معمولی کام کو معمولی طریقے سے جبکہ معمولی کام کو غیر معمولی طریقے سے سرانجام دیتے ہیں۔" کلاس روم میں ٹیچر کی آواز گونج رہی تھی۔ یہ بی ایس سی کی کلاس تھی اور اس وقت انکا انگلش کا لیکچر تھا۔ وہ دونوں دوسری قطار میں بیٹھی تھیں۔ ایک طرف لڑکوں کی قطار تھی تو دوسری جانب لڑکیوں کی۔

"اوہو امی نے کل کہا تھا کہ چھت پر سیمنٹ لگا دینا میں پھر بھول گئی۔۔" آسمان پر چھائے گہرے بادلوں کو دیکھ کر اس نے سوچا۔ پچھلے کچھ دنوں سے ہوتی لگاتار بارش نے انکے ایک کمرے کی چھت کو ٹپکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کاش میں سیمنٹ لگا ہی دیتی، اب امی کو محنت کرنی پڑے گی اور اگر انہیں بھی یاد نہ رہا تو آج رات پھر۔۔۔"

"مس اُم حَانم" وہ مزید سوچ نہیں پائی تھی کہ کلاس ٹیچر کی سخت سی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت میں لے آئی تھی۔

"یہ۔۔یس۔۔میم۔۔" وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔

دھیان کدھر ہے آپکا؟" میم نے غصے سے پوچھا۔"

"جج۔۔جی۔۔وہ۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن الفاظ دم توڑ گئے۔

'اگر آپ جیسے سٹوڈنٹ کلاس میں ایسارویہ اپنائیں گے تو باقیوں کا کیا ہو گا؟" غالباً میم کافی غصے میں تھیں۔ لڑکوں کی دبی دبی سی ہنسی کی آوازوہ صاف سن سکتی تھی۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ واقعی اسکا دھیان کلاس میں نہیں تھا۔

"بیٹھ جائیں اور آئندہ ایسی حرکت مت کیجیے گا" میم کو شاید اس پر رحم آگیا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس نے سنا ہی نہیں تھا کہ سلفائٹس کیا ہوتے ہیں؟ اسکا ذہن تو بس چھت سے ٹپکتے پانی میں الجھا تھا جو برتن میں گرتا اور ایک عجیب سی آواز پیدا کرتا تھا اور آواز اسے انتہائی بری لگتی تھی۔

میز پر رکھا ہوا کافی کا کپ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اُسکی نظریں گلاس ڈور سے باہر تیزی سے گزرتی گاڑیوں پر جمی تھیں۔ جانے کس احساس کے تحت وہ چونکی اور نگاہیں اپنے کپ کی جانب مرکوز کیں۔ کپ اٹھایا تو کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک گہرہ سانس لینے کے بعد اس نے وہ کڑوا اور ٹھنڈا مشروب اپنے اندر انڈیلا۔ میز پر رکھے موبائل کو اٹھا کر اسکی چمکتی سکرین پر ابھرنے والی گھڑی سے وقت دیکھا۔

"اووہ صرف دس منٹ رہ گئے ہیں" وہ بڑبڑاتے ہوئے کھڑی ہوئی، کافی کے پیسے اس نے میز پر رکھے اور دروازے کی طرف قدم بڑھادیئے۔ یہ اسکی تقریباً روزانہ کی روٹین تھی۔

"گھڑی پہننے کے باوجود موبائل پر وقت دیکھنے کی عادت آج بھی نہیں بدلی تمہاری۔۔" اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے شخص کی نظریں دروازے سے باہر نکلتی لڑکی پر جمی تھیں۔ وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ اس شخص کا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد ایک لڑکا تیزی سے ریسٹورینٹ کے اندر داخل ہوا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔

"ہے البرڈ اینجل آئی تھی کیا؟" میڈی نے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے پوچھا۔

"ہاں ہمیشہ کی طرح۔۔" البرڈ نے کافی کپ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"اور مون۔۔؟"

"ہاں وہ بھی آیا تھا اور اسکے پیچھے چلا گیا ہمیشہ کی طرح۔۔"

"یہ مون مر جائے گا میرے ہاتھوں۔۔" میڈی کو نا جانے کس بات کا غصہ آیا تھا۔

"ریلیکس میڈی وہ اسے نقصان نہیں پہنچانے والا۔۔" البرڈ ٹرے اٹھا کر ایک میز کی جانب بڑھ گیا۔

"لیکن مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے" میڈی اسکے پیچھے لپکا۔

"اگر بھروسہ نہیں ہے تو جاؤ نا ان دونوں کے پیچھے، ویسے بھی تمہاری ان فضول باتوں میں ٹرین گزر چکی ہو گی۔۔"

"اووو شٹ" البرڈ کی بات سن کر میڈی چلایا اور باہر کی طرف بھاگا لیکن قسمت نے اسکا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ٹرین گزر چکی تھی اب اسے دس سے پندرہ منٹ انتظار کرنا تھا جب تک دوسری ٹرین نہیں آجاتی۔ میڈی کا موڈ بری طرح خراب ہو چک تھا۔

جب وہ گھر پہنچی تو تقریباً پوری بھیگ چکی تھی، اکیڈمی اسے رکشے پر آنا جانا پڑتا تھا، رکشہ والا اسے مین روڈ پر اتار دیتا تھا، مین روڈ سے گھر تک کا سفر پانچ منٹ کا تھا۔ اور ان پانچ منٹوں میں بارش تیز ہونے کی وجہ سے وہ بھیگ چلی تھی۔

" کتنی بار کہا ہے کہ رکشے والے سے کہہ کر گھر تک رکشہ لے آیا کرو، اپنے گھر کے سامنے اترا کرو" آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی سے کہا جو ہمیشہ انکی بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی تھی۔

" اماں رکشے والا پیسے زیادہ مانگتا ہے، پانچ منٹ کے سفر کیلئے میں اسے زیادہ پیسے ہرگز نہیں دے سکتی۔" وہ تولیے سے بال صاف کرتے ہوئے بڑبڑائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی حالات کو بھی دیکھ لینا چاہیے نا آج موسم خراب تھا اور اتنی تیز بارش تھی آج تو رکشے پر ہی دروازے تک آجاتی نا۔۔"

"کیا مجھے کھانا ملے گا" وہ اپنی ماں کی بات مکمل نظر انداز کر گئی تھی۔ آسیہ بیگم سے اسکی بات سن کر سر جھٹکا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ انکی بیٹی ہمیشہ اپنی من مانی کرتی تھی۔

"کپڑے بدل لو میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔" آسیہ بیگم بر آمدے سے ملحقہ چھوٹے سے کچن میں چلی گئی تھیں جبکہ وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماہم اور جواد کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے؟"

گھر میں چھائی خاموشی کو محسوس کر کے اسے اپنے دونوں چھوٹے بہن بھائی یاد آگئے تھے۔

"چھت پر ہیں، کچن کی چھت ٹپک رہی تھی تو سیمنٹ لگا رہے ہیں دونوں، بھائی صاحب پیسے دے دیتے تو مرمت ہی کروا لیتی مکانوں کی لیکن جو اللہ کو منظور۔" آسیہ بیگم نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا، اور کھانا بر آمدے میں بچھی چارپائی پر رکھ دیا۔

"مجھے نہیں لگتا امی کہ وہ ہمیں پیسے دیں گے لوگ یتیموں اور غریبوں کا حق بہت آسانی اور بنا خوف کے مار لیتے ہیں" وہ پیسوں کے ذکر پر سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"اچھا تم کھانا کھا لو میں ذرا ان دونوں کو دیکھ لوں بھیگ رہے ہونگے اوپر"

"آپ رہنے دیں امی میں دیکھ لوں گی کھانے کے بعد، آپ بس آواز دے کر دونوں کو نیچے بلالیں"

وہ کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ البتہ ذہن بری طرح انتشار کا شکار تھا۔

شور کی آواز پر وہ چونکی جو گہرے خیالوں میں کھوئی تھی۔ اسکے بالکل سامنے بیٹھے لڑکے کا بیگ نیچے گر گیا تھا۔ ٹرین کی رفتار آہستہ ہوئی۔

Marne la Vallee station

وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔ اسکا اسٹیشن آ گیا تھا اگر وہ ایسے ہی خیالوں میں کھوئی رہتی تو شاید اسٹیشن گزر جاتا۔ اس نے مسکرا کر اپنے سامنے بیٹھے کم عمر لڑکے کو دیکھا اور آنکھوں سے ہی شکریہ ادا کیا اور پھر ٹرین رکنے پر وہ نکل گئی۔

اسکے بالکل سامنے وہ گاؤں تھا۔۔۔ ہاں

(Disney village)

جس سے ایک منٹ کے فاصلے پر

Disney land

تھا۔۔ شہزادیوں اور پریوں کا دیس۔۔ اسکے لئے آج بھی ویسا ہی تھا۔ بہت سے لوگ ٹرین سے اترے تھے اور اب انکا رخ ڈزنی لینڈ کی طرف تھا۔

تھینکس بڈی۔۔ "ٹرین سے باہر نکلتے ہوئے اس آدھے چھپے چہرے والے شخص نے سیٹ پر بیٹھے اس لڑکے سے کہا" جس نے جان بوجھ کر اسکے اشارے پر اپنا بیگ نیچے گرایا تھا۔ اب اسکی نگاہیں اینجل کو ڈھونڈ رہی تھیں، جو لوگوں کے ہجوم میں کہیں کھو سی گئی تھی وہ تھوڑا سا بے چین ہوا۔ پھر اسے ایک طرف وہ نظر آ گئی تھی، ہاں وہی،

"اینجل۔۔" اینجل کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا اور اب تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر وہ اسکے پیچھے پیچھے چل پڑا تھا۔

"سن رہا ہے نا تو

رو رہا ہوں میں۔۔

سن رہا ہے نا تو۔۔"

"ماہم ٹی وی کی آواز کم کرلو، کب سے کہہ رہی ہوں۔۔" وہ اپنی کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی۔ مسلسل آنے والی گانے کی آواز اسکی توجہ اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔

"ارے ہانی ذرا آکر دیکھو آج

RJ

کاشو ہے۔۔ قسم سے کمال لگ رہا ہے۔۔" ماہم نے آواز کیا کم کرنی تھی بلکہ باقاعدہ چلا کر کہا۔

"ہاں ہانی آپی۔۔ بہت اچھا لگتا ہے مجھے بھی

RJ

جواد نے بھی ماہم کی پیروی کی۔"

"عاشقی ٹو والا آر جے۔۔؟ افففف توبہ ذرا نہیں پسند مجھے نہ یہ فلم، نہ اسکے گانے اور نہ ہیرو، اور اگر اب تم لوگوں نے آواز کم نہ کی تو میں امی سے کہہ دوں گی۔۔" وہ جانے کیوں غصے کرنے لگی تھی۔۔ شاید حالات نے اسے چڑچڑا بنا دیا تھا۔

"نہیں یہ وہ آر جے نہیں ہے یہ تو پاکستان کا مشہور۔۔۔"

"بلاؤں امی کو۔۔؟" ہانی نے ماہم کی بات کاٹ کر دھمکی دی تو وہ منہ بنا کر آواز کم کرنے لگ گئی۔

"ہائے کتنا اچھا گاتا ہے نا یہ۔۔۔ کاش میں بڑا ہو کر ایسا بن جاؤں۔۔" جواد کے لہجے میں حسرت تھی۔۔۔ وہ چھوٹا سا بچہ جانے کب سکرین پر گٹار پکڑے گاتے ہوئے لڑکے کا فین بن چکا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

"کل رات مولانا صاحب کی روح پرواز کر گئی"

ہانی کی نظر سامنے رکھے اخبار پر پڑی تھی۔

اسکے دماغ نے لفظ روح کو بہت بری طرح سے کیپچر

(Capture)

کیا تھا۔

"روح۔۔۔روح۔۔" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔ "روح کیا ہے۔۔؟؟" ایک سادہ سے سوال نے اسکے دماغ میں جنم لیا۔ اسکا ذہن اٹکا وہ سوچتی رہی لیکن کوئی سرا نہ پکڑ پائی۔ تھک ہار کر اس نے کتابیں اٹھا کر ایک طرف رکھیں اور لیٹ گئی، اسکا ذہن آج کل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب و غریب سوچوں نے اسکے دماغ کو گھیرا ہوا تھا۔

" کبھی تم لوگ پڑھ بھی لیا کرو، ہر وقت ٹی وی میں گھسے رہتے ہو۔۔" ہانی نے اپنے دونوں بہن بھائیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو اس سے کچھ فاصلے پر نظریں ٹی وی میں جمائے بیٹھے تھے۔

"ہمیں کتابی کیڑا نہیں بننا کیوں جواد۔۔؟؟" ماہم نے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ بھی مسکرا دیا تھا جبکہ ہانی نے افسوس سے سر ہلایا۔

یہ تھی اُمِ حَانم عرف ہانی۔۔ جو بی ایس سی سال دوئم کی طالبہ تھی جسکی کل کائنات اسکی ماں اور دو بہن بھائی تھے۔ ماہم، ہانی سے دو سال چھوٹی تھی جو سیکنڈ ایئر میں تھی اور جواد ماہم سے چار سال چھوٹا تھا۔ ابصار صاحب جو کہ ہانی کے والد سات سال پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ وقت اور حالات نے اسے عمر سے بڑا بنا دیا تھا۔ البتہ ماہم میں ابھی بچپنا تھا۔

"روح کیا ہے؟" ایک بار پھر اسکا ذہن الجھا۔۔ بالآخر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

" تیرے سنگ گزر جائے یہ عمر جو باقی ہے۔۔
ہنس دو نا ذرا کھل کر کاہے کی اداسی ہے۔۔"

دروازے سے باہر نکلتے وقت اسکی سماعت سے گانے کی آواز ٹکرائی۔ آواز اچھی تھی لیکن چاہنے کے باوجود وہ واپس پلٹ کر ٹی وی پر نظر آتے اس آرجے کو نہیں دیکھ پائی تھی۔ خاموشی سے وہ صحن کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں ٹھنڈی ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا۔۔ اسے روزانہ رات کو صحن میں ٹہلنے کی عادت تھی۔۔ اور آج تو پھر ٹھنڈی ہوائیں اسے سکون بخش رہی تھیں۔

آنکھ میں آنسو نہیں پر رلاتا ہے بہت
وہ دسمبر، ہر دسمبر، یاد آتا ہے بہت
ساتھ میرے بھیگتا ہے بارشوں میں بیٹھ کر
یاد کے سارے دریچے کھول جاتا ہے بہت
روندتا ہے یہ جہاں کی ساری دیوایں کھڑی
دو قدم پر لا کر اسکو آزماتا ہے بہت
مسکراہٹ، گنگناہٹ، قہقہے، باتیں تیری
خواب بن کر رات بھر مجھ کو جگاتا ہے بہت۔۔
!!مجھ کو دے جاتا ہے چھپ کر اسکی خوشبو کا پتہ ایک دیوانے کو یہ پاگل بناتا ہے بہت۔۔

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ سوشل میڈیا پر مختلف اکاؤنٹس کو چیک کر رہی تھی لیکن وہ شخص اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے اسکی نازک کمر اکڑ گئی تھی مگر اسکے تجسس میں ذرا برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔
"بس کرو ماہی اور کتنا ڈھونڈو گی اسے۔۔؟" ایلا نے اکتا کر ماہی سے پوچھا جسکے خوبصورت چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔
"جب وہ مل نہیں جاتا ماہی اسے ڈھونڈتی رہے گی۔"
"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ پانچ منٹ کی ملاقات میں وہ شخص تم پر کیا جادو کر گیا ہے کہ جو تم یوں خوار ہو رہی ہو۔۔۔؟؟"
"یہی بات تو میں جاننا چاہتی ہوں، اس سے مل کر پوچھنا چاہتی ہوں کہ ماہی پر کیسا جادو کیا ہے اس نے۔۔۔؟؟" ماہی پر شوق نگاہوں سے مسکرائی تھی۔

"وہ تمہیں نہ ہی ملے تو بہتر ہے جب بنا ملے یہ حال ہے تو جانے مل کر کیا ہو گا۔۔؟؟"ایلا نے لیپ ٹاپ اسکے سامنے سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے منہ میں خاک۔۔ میر الیپ ٹاپ واپس کرو۔۔!!"ماہی سخت بدمزہ ہوئی۔

"پہلے ڈنر۔۔ تمہیں یاد ہے ناہم نے پلان کیا تھا آج ڈنر باہر کریں گے، مجھے بھوک لگی ہے جلدی اٹھو، بعد میں ڈھونڈتی رہنا اپنے عشق گمشدہ کو۔۔"ایلا نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

"ڈھونڈنے دونا ایلا۔۔ شاید مل ہی جائی۔۔"ماہی کے لہجے میں حسرت تھی۔

"ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے ماہی اور وہ چیز اپنے وقت پر ملتی ہے اگر اسے ملنا ہوا نا تو خود ہی مل جائے گا"

"ارے واہ ایلا۔۔ بڑی سمجھدار ہو گئی ہو۔۔"ماہی نے ایلا کا گال کھینچا۔

"تعریف بعد میں کرنا جاؤ تیار ہو جاؤ میں دعا کرونگی وہ شخص ایک بار تمہیں ضرور ملے"

آمین۔۔ آمین۔۔۔"ماہی کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔"

"میں بس ابھی آئی تیار ہو کر۔۔ بس پانچ منٹ میری پیاری دوست۔۔"ماہی اسکے گال کو پیار سے تھپتھپاتی کمرے کی سمت بھاگی تھی جبکہ ایلا اسکے پاگل پن پر دھیرے سے مسکرادی تھی۔

"حشام"وہ بہت محویت سے کتاب پڑھنے میں مشغول تھا جب آواز پر چونکا۔

"جی چھوٹے باباسائیں۔۔"وہ ایک دم پلٹا۔

"ارے آپ یہاں؟ مجھے بلا لیا ہوتا میں آجاتا۔۔"حشام نے سید جبیل کو اسٹڈی روم کے دروازے میں کھڑا دیکھا تو کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔ یہ بتاؤ تمہارا لاڈلا آرہا ہے یا نہیں۔۔؟"

"باباسائیں آپ اندر تو آئیں۔۔پھر بتاتا ہوں" حشام نے کتاب(خانہ بدوش) کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"نہیں بیٹا مجھے ذرا ضروری کام ہے یہ بتاؤ وہ آرہا ہے یا نہیں۔۔؟"

"جی باباسائیں، میری بات ہوئی تھی اس سے وہ آرہا ہے۔۔" حشام نے مسکرا کر جواب دیا۔ایک شفیق سی مسکراہٹ جو اسکی شخصیت کا حصہ تھی۔

"چلو شکر ہے،اس پر بھی کچھ پڑھ کر پھونک دو جس سے وہ سدھر جائے ناک میں دم کر دیا ہے اس لڑکے نے۔۔" سید جبیل شاید بہت ہی تنگ تھے اس انسان سے جس کا وہ ذکر کر رہے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں باباسائیں میں اسے سمجھاؤں گا اب وہ کچھ الٹا سیدھا نہیں کرے گا" حشام نے اعتماد سے کہا تھا لیکن یہ بات وہ بھی اچھے طریقے سے جانتا تھا کہ ساری دنیا بدل سکتی تھی۔۔ قیامت آ سکتی تھی لیکن "وہ" کبھی سدھر نہیں سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" سید جبیل کہتے چلے گئے، جبکہ ہشام صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔اور موبائل اٹھا کر اسکا نمبر ملانا شروع کیا جسکی ابھی ابھی تعریف ہوئی تھی۔

Cause I wanna touch you, baby
And I wanna feel you, too
I wanna see the sunrise and your sins
Just me and you
Light it up, on the run
Let's make love, tonight
Make it up, fall in loVe

گاڑی میں میوزک کی آواز کانوں کے پردے پھاڑ دینے کے برابر تھی لیکن وہ آرام سے ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ ساتھ گنگنا بھی رہا تھا۔

"ہے مکی۔۔"اس نے آواز کم کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر دراز مکی کو پکارہ۔

"یس۔۔بڈی۔۔"مکی نے جواب دیا۔

"گھر جارہاہوں میں کل تم نے جانا ہے؟" دبلا پتلا ساوہ لڑکا اپنے دوست سے پوچھ رہا تھا۔

"میرا گھر جاکر بور ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے سنو تم بھی جلدی آجانا۔۔"مکی جواب دے کر دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ جبکہ میوزک کی آواز ایک بار پھر دماغ میں چبنے لگی تھی۔

But you'll never be alone
I'll be with you from dusk till dawn
I'll be with you from dusk till dawn
Baby, I'm right here
I'll hold you when things go wrong
I'll be with you from dusk till dawn
I'll be with you from dusk till dawn
Baby, I'm right here
I'll be with you from dusk till dawn
Baby, I'm right here

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کی اور سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلی۔ دو گھنٹے کی پرفارمنس کے بعد وہ تھوڑا سا تھک گیا تھا۔

جانے اسکا دماغ کہاں پہنچا ہوا تھا جب اچانک گاڑی کے شیشے پر کسی نے دستک دی۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اسکی سماعت دوسروں کی نسبت کافی تیز تھی۔ اس نے اکتا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر جہاں

اسکی آنکھوں کی چمک بڑی اسی پل چہرے پر ناگواری ابھری۔ سامنے ایک سجی سنوری لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس علاقے میں اس وقت کونسی عورت مل سکتی تھی۔

"کیا میں اندر بیٹھ سکتی ہوں۔۔"لڑکی نے ایک ادا سے پوچھا۔

"جی جی بالکل۔۔ آیئے۔۔"اس سے پہلے وہ کچھ کہتا مکی اس لڑکی کی دعوت قبول کر چکا تھا اور وہ لڑکی بھی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"یار گاڑی چلاؤ۔۔"مکی نے لڑکی کو اندر بٹھانے کے بعد خباثت سے مسکرا کر کہا۔ وہ بنا کچھ کہے گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا بھی تھا مکی کیا کر رہا ہو گا۔

"کب سے کر رہی ہوں یہ کام۔۔؟؟"جانے کیوں اس نے پہلی بار کسی سے سوال کیا تھا۔

"پچھلے پانچ سال سے"لڑکی نے سنبھل کر جواب دیا۔

"وجہ۔۔؟"

"شوہر نے طلاق دے دی تھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان پڑھ ہوں کوئی کام ملا نہیں۔ خاندان میں دوبارہ کسی نے شادی نہیں کی مجھ سے۔۔ آخر مجھے اس طرف آنا پڑا۔"لڑکی حیران تھی کہ کوئی پہلی بار اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"کیا یار۔۔۔ ایسے سوال کر کے کیوں دل خراب کر رہے ہو۔۔؟"مکی کو اسکی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے ساتھ والی سیٹ پر رکھے بیگ سے ہاتھ بڑھا کر پیسے نکالے اور پیچھے لڑکی کی طرف پھینکے۔۔

"جاؤ اب یہاں سے۔۔" ایک جھٹکے سے گاڑی روکنے کے بعد حکم دیا گیا۔ وہ لڑکی اور مکی دونوں حیران تھے۔

"کیا سچ میں صاحب۔۔؟"لڑکی کو یقین نا ہوا۔

"دفع ہو جاؤ اب۔۔"وہ دھاڑا تھا۔ اور لڑکی ایک پل بھی ضائع کئے بنا گاڑی سے باہر نکل گئی تھی۔

اور اس نے دوبارہ گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔

پیچھے بیٹھے مکی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔۔ وہ تو اپنے حساب برابر رکھنے والا شخص تھا پھر آج کیسے۔۔؟؟ مکی سوچ رہا تھا لیکن کچھ پوچھا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ آگے بیٹھے شخص کا دماغ کسی بھی وقت الٹ سکتا تھا۔ البتہ اسکا موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔

"ہمارے ہندو دھرم میں طلاق نہیں ہے۔ تم مسلم لوگ طلاق کیوں دیتے ہو۔۔؟ اگر طلاق کے بعد اس عورت سے کوئی شادی نہ کرے اور مجبوراً وہ جسم فروشی پر آجائے تو اسکا ذمہ دار کون ہوتا ہے۔۔؟؟ تم لوگوں سے اچھا تو ہمارا دھرم ہے جس میں طلاق ہے ہی نہیں اور عورت ہمیشہ اپنے پتی کے ساتھ رہتی ہے۔"

اسکے ذہن میں آج صبح اسکی پوسٹ پر ایک انڈین لڑکی نے جو کمینٹ کیا تھا وہ گونج گیا تھا۔ وہ لڑکی وقتاً فوقتاً اس سے عجیب وغریب سوال پوچھتی رہتی تھی۔ خود کو وہ اسکی مداح بتاتی تھی۔ لیکن اسکے سوال ہمیشہ اچھے ہوتے تھے۔ لیکن آج شالنی نے جو سوال کیا تھا اس سے اسکا دماغ بری طرح گھوم گیا تھا۔

"I am not a Muslim"

اس نے بس یہ جواب دیا تھا۔

"O Really--؟"

شالنی کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔ اسکے بعد وہ ہزار کمینٹ کر چکی تھی۔ میسج کر چکی تھی لیکن اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور اب اس وقت اس لڑکی کو دیکھ کر اسے وہ سوال یاد آگیا تھا۔ اس لیے اسکا دماغ بری طرح سے گھوم گیا تھا۔ میوزک کی آواز وہ اور زیادہ بلند کر چکا تھا۔ جبکہ مکی نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"کیا ہوا ہے ہانی آج کل تمہارا دھیان پڑھائی میں بالکل بھی نہیں ہے۔ کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ دونوں کلاس لے کر باہر نکلی تھیں جب مہرو نے اپنی بہترین دوست ہانی سے پوچھا وہ واقعی کافی دنوں سے الجھی الجھی نظر آتی تھی۔

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔!" حانم نے ٹالنا چاہا۔

"مس ام حانم۔۔ عرف ہانی۔۔ تم نے مجھے اتنا بے وقوف سمجھا ہے کیا جو میں تمہاری خاموشی محسوس نہیں کر پاؤ نگی؟"

"میں سوچ رہی ہوں کہ کوئی ی جاب کرلوں۔۔ لیکن سمجھ نہیں آتا کہ جاب دے گا کون مجھے۔۔؟" حانم پریشان تھی۔

"اووہ۔۔ پیسوں کا مسئلہ ہے؟" مہرو نے اکیڈمی کے اس چھوٹے سے لان میں بیٹھتے ہوئے پوچھا جہاں شام کی مدھم مدھم دھوپ چمک رہی تھی۔

"ہاں۔۔ مسئلے ہی مسئلے ہیں۔۔ داخلہ فیس جمع کرانی ہے۔ دکانوں سے جو پیسے آتے ہیں وہ میری، ماہم اور جواد کی فیس میں چلے جاتے ہیں جبکہ باقی گھر کے خرچے میں۔۔ اب داخلہ فیس کہاں سے لاؤں۔۔ اماں سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔ وہ پریشان ہو جائے گی" دھوپ نے اسکے معصوم چہرے کی چمک کو مزید بڑھا دیا البتہ آنکھیں اداس تھیں۔

"بس اتنی سی بات۔۔ بتاؤ مجھے کتنے پیسے چاہیے میں لادوں گی صبح۔۔" مہرو نے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہرو۔۔ میں خود کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔"

"اچھا چلو تم پریشان مت ہو اللہ بہتر کرے گا۔۔" مہرو نے اسکا ہاتھ ہلکہ سا دبایا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی حانم کے بیگ سے وائبریشن کی آواز ابھری۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل بیگ سے نکالا۔ یہ ایک چھوٹا کیپیڈ موبائل تھا۔ شاید کسی کا میسج آیا تھا۔

"تم سے بہت کچھ کہنا ہے مگر
کبھی تم نہیں ملتے، کبھی الفاظ نہیں ملتے۔۔"

نمبر دیکھ کر اسکے رگ وجاں میں ایک زہر سے پھیل گیا تھا۔ اس نے میسج فوراً ڈیلیٹ کیا اور موبائل غصے سے بیگ میں پٹخا۔

"آرام سے ہانی کیا ہوا۔ کس کا میسج تھا؟" مہرو نے پوچھا وہ اسکی یہ حرکت دیکھ چکی تھی۔

"پتا نہیں کوئی رونگ نمبر تھا اور فکر مت کرو یہ کوئی سمارٹ فون نہیں ہے جو ٹوٹے گا یا خراب ہو گا، پچھلے ایک سال سے استعمال کر رہی ہوں ابھی تک کچھ نہیں بگڑا اسکا۔" جانے وہ کیوں اتنی تلخ ہوگئی تھی۔ یا پھر حالات نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

"اچھا یہ سب چھوڑو۔۔ بتاؤ چائے پیو گی؟" مہرو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بات کا رخ بدلنا چاہتی تھی۔

"جی۔۔" حانم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا تم بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔" مہرو یہ کہہ کر کینٹین کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔ جانے تقدیر اسکے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی

"ان کی آمد سے ملتا ہے بہاروں کا پتا
وہ تو موسم کو بدلنے کا ہنر رکھتے ہیں "

وہ آج شام ہی ملتان پہنچا تھا۔ سیّدوں کی حویلی میں جیسے خوشی کی لہر دوڑ گ ئی ی تھی۔ البتہ حویلی کے سارے ملازمین دعائی یں مانگ رہے تھے کہ انکا سامنا سید حویلی کے عجیب و غریب سپوت سے نہ ہو۔ بی جان نے آتے ہی اسکا صدقہ دیا تھا۔ اور وہ بے زار بے زار سا سب برداشت کر رہا تھا۔اسے سید حویلی میں بس ایک ہی شخص تھوڑا پسند تھا اور وہ تھا حشام بن جبیل۔۔ جسکی محبت اس بے زار شخص کیلئے ہمیشہ سے خالص تھی۔ اس وقت بھی وہ حشام کے سامنے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

"تم نے سموکنگ کب شروع کی۔۔؟" حشام نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پانچ سال پہلے ہی کر دی تھی۔۔" نپے تلے انداز میں جواب دیا گیا۔

"تم جانتے ہو نابی جان کو پتا چلا تو وہ ناراض ہوں گی۔۔"

"ہمیشہ ہی ناراض ہوتی ہیں وہ لیکن تمہیں پتا ہے شاموکاکا مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔"

حشام کا نام بگاڑ کر وہ ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔

"تھوڑی سی تو شرم کرو تم سے چھ سال بڑا ہوں۔۔" حشام کی بات پر اسکا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔

"سن کر اچھا لگا شاموکاکا۔۔" وہ بلا کا ڈھیٹ تھا۔

"واپس کب جانا ہے۔۔؟؟" حشام نے دوبارہ پوچھا۔

"ایک دو دن میں چلا جاؤں گا ویسے بھی جب سے آیا ہوں بور ہی ہو رہا ہوں، اور تمہیں پتا ہے آج ایک عورت آئی ساتھ میں ایک ماہ بچہ لائی تھی اپنا، بی جان کو کہتی اسے پیار دیں سیّدانی جی یہ بڑا ہو کر آپکے بیٹوں جیسا بنے۔۔"

طنزیہ لہجے کے ساتھ بات کے آخر پر وہ خود ہی ہنسا تھا۔

"تم خود بتاؤ اگر وہ میرے جیسا بن گیا تو۔۔۔؟؟" اسکے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ "میں نے فوراً کہا تھا کہ لائیں میں پیار دیتا ہوں لیکن بی جان نے مجھے منع کر دیا ورنہ۔۔

"کیونکہ وہ تمہارے کرتوت اچھے سے جانتی ہیں مسٹر آر جے۔۔ اسی لئے منع کیا" حشام نے اسکی بات کاٹی۔ اسکی بات پر آر جے نے ایک اور قہقہ لگایا تھا۔ عجیب بات تھی وہ تب ہی ہنستا تھا جب حشام کے ساتھ ہوتا تھا۔

"اچھا تم بتاؤ تمہاری پی ایچ ڈی کہاں تک پہنچی شاموکاکا۔۔۔؟"

ابھی تو ایک سال ہی ہوا ہے۔۔" حشام نے جواب دیا۔"

"کب جا رہے ہو واپس پیرس۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اگلے ہفتے تک۔۔"جواب دینے کے بعد حشام اٹھا۔پورا کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھر گیا تھا اور اسکے لئے وہاں مزید بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔؟؟"اس نے حشام کو اٹھتے دیکھا تو پوچھا۔

"عشاء کی نماز ادا کرنے۔۔"

"کیوں؟ نماز مجھ سے زیادہ ضروری ہے کیا۔۔؟؟"وہ بے چین ہوا تھا۔

"ہاں۔۔"حشام نے ایک لفظی جواب دیا۔

"لیکن کیوں۔۔؟اگر نہیں پڑھو گے تو کیا ہو گا۔۔؟؟"

"گناہ ملے گا۔۔۔حساب دینا پڑے گا۔۔"حشام نے تحمل سے کہا۔

"اچھا تو تم اس لئے پڑھتے ہو کہ حساب دینا پڑے گا۔۔؟؟" وہ بھنویں سکیڑے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں اللہ بھی ناراض ہو گا نا اس لئے۔۔"اور پھر حشام کے جواب پر اسکا ایک اور قہقہہ ابھرا تھا۔

"کتنا جبر ہے نا تمہارے دین میں۔۔۔ایسا بھی ہوتا ہے کیا۔۔؟؟"

"دین میں جبر نہیں یہ جبر تو ان کو نظر آتا ہے جن کی آنکھوں پر رب کریم و عظیم نے پردے ڈال رکھے ہیں اور دیکھو مجھے تم سے بحث نہیں کرنی میں جا رہا ہوں۔۔"حشام نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا سنو حشام بن جیبل۔۔بس ایک سوال کا جواب دے جاؤ۔۔"اس نے حشام کو پکارہ۔ حشام پلٹا، اس نے دیکھا تھا کہ آرجے کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی۔حشام اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسکے سوالوں کے جواب دینا اسکے بس میں نہیں تھا لیکن وہ سننا چاہتا تھا کہ اس وقت آرجے کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"تم کہتے ہو کہ اللہ بہت بڑا ہے۔وہ بے نیاز ہے۔اسے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔اسکے پاس انسانوں جیسے جذبات اور احساسات نہیں، پھر تمہارے نماز نہ پڑھنے پر وہ غصہ کیوں ہو گا۔۔؟؟سزا کیوں دے گا۔۔؟اسکی بات نہ ماننے پر وہ انسانوں کی طرح ری ایکٹ کیوں کرتا ہے۔۔؟؟اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔وہ

Creator

ہے، بہت بڑا ہے۔ ،اسے تو انسانوں کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے نا، پھر اگر تم نماز نہ پڑھ کر خوش ہو تو اسے غصہ کیوں آتا ہے ؟ وہ تو بے نیاز ہے نا، پھر بات نہ ماننے پر ماں باپ کی طرح کیوں غصہ کرتا ہے ؟؟ انسانوں جیسے جذبات کیوں ؟؟" وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی ی تھی البتہ آنکھوں کی چمک برقرار تھی۔ ایک ایسی چمک جو دیکھنے والے کو فنا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ حشام لاجواب ہو چکا تھا۔ کیا کہتا وہ ؟ اسکا سوال ہی ایسا تھا۔ وہ عالم نہیں تھا۔

"تمہاری فضول باتوں کیلئے میرے پاس وقت نہیں، نماز سے دیر ہو رہی ہے ورنہ اچھے سے بتاتا تمہیں۔۔" حشام کہہ کر رکا نہیں تھا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ پیچھے وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔

"بلڈی مسلمز۔۔"

(bloody Muslims)

طنزیہ ہنسی۔۔ وہ پاگل تھا۔ کیا وہ سچ میں پاگل تھا؟؟ کیا ایسے سوالات کرنے والا شخص پاگل ہوتا ہے؟؟ نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگ قابل رحم ہوتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو خود اسلام سے دور کر دیتے ہیں اسلام میں سوال جواب کرنا گناہ نہیں جب کہ ہم کسی بھی ایسے سوال کو بنا سنے بنا سوچے منطقی عالم و مفتی بن کر کسی کو بھی دائرہ اسلام سے نکال دینے کا فتوی صادر کرتے ہیں جو کہ آرجے جیسے بھٹکے ہوئے شخص کو راہ راست پہ لانے کے بجائے مزید باغی بنا دیتا ہے انہیں اسلام سے دلی بغض ہو جاتا ہے اور وہ عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں جو کہ ہمارا ذاتی قصور ہوتا ہے۔

وہ ڈزنی لینڈ عمارت کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ تقریباً ہر ہفتے یہاں آتی تھی لیکن اندر جو سلیپنگ بیوٹی

(sleeping beauty)

شہزادی تھی اسے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ عمارت کے باہر بیٹھی رہتی اور پھر واپس پلٹ جاتی تھی۔ سینکڑوں لوگوں کے ہجوم میں وہ گم ہو جانا چاہتی تھی لیکن ہوتی نہیں تھی۔ کچھ یادیں تھیں کچھ باتیں تھیں جو اسکا پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔ سردی کی شدت نے جیسے اس پر اثر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں ہڈیوں میں چب رہیں تھیں۔ لیکن وہ ساکن بیٹھی تھی۔ کندھوں پر بکھرے بال ہوا چلنے کے باعث چہرے کو چھو رہے تھے۔ سر پر اوڑھا سکارف بھی اڑنے لگتا تھا۔ لیکن شاید اسے کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔

"ہیلو اینجل۔۔" اچانک اسے عقب سے آواز سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو میڈی اپنی پوری بتیسی نکالے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"میڈی تم یہاں۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں۔۔وہ۔۔میں ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا تم سے مل لوں۔۔۔" وہ گھبراہٹ میں الٹا ہی بول گیا تھا۔

"کیا واقعی۔۔؟؟ لیکن تم یہاں سے گزر کر کہاں جا رہے تھے؟ اور کیا میرا گھر یہاں پر ہے جو تم ملنے آئے ہو۔۔؟؟"

"نہیں۔۔وہ۔۔میں۔"۔ میڈی برا پھنسا تھا۔

"بولو اب۔؟؟" اینجل نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

میڈی اسکا کلاس فیلو تھا۔ لیکن تھوڑا پاگل تھا اکثر اس اینجل کے چہرے پر مسکراہٹ کا باعث بنتا تھا۔

"اچھا۔۔سنو۔۔یہ سب چھوڑو بتاؤ چائے پیو گی؟"

میڈی نے بات بدلی۔

"پی چکی ہوں۔۔"

"اچھا چلو میں آئس کریم لے کر آتا ہوں یہاں سے ہلنا مت۔۔" میڈی نے اسے ہدایت کی اور خود آئس کریم بار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جبکہ اینجل ایک گہری سانس لے کر رہ گئی تھی۔ اس نے رخ پلٹا تو ڈوبتے سورج کی کرنیں اسکے چہرے پر پڑیں۔ چہرے کے خاص حصے پر کوئی چیز چمکی تھی۔ جیسے کوئی موتی۔۔

لیکن اسے احساس نہیں تھا کہ کسی شخص کی نگاہیں اس پر جمی تھیں۔۔ جو اس روشنی کو دیکھ کر جم سا گیا تھا۔ کیا اس نے اپنی چن (ٹھوڑی) پر کوئی موتی لگا رکھا تھا۔۔؟؟

اچانک عجیب سی بے چینی اس کے اندر پھیل گئی تھی۔ نظروں کی تپش اسے محسوس ہونے لگی تھی۔

تب اسکی نظر میڈی کے پاس کھڑے اس شخص پر پڑی تھی جسکا آدھا چہرہ چھپا ہی رہتا تھا۔ اور وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔

"یہ یہاں بھی۔۔۔؟؟" وہ کوفت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی وہ شخص اس سے پہلے وہاں موجود ہوتا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک عجب سا تاثر ہوتا تھا جو اسے اندر تک جھنجھوڑ دیتا تھا۔ وہ تو کبھی کبھی میڈی کی حرکتوں سے اکتا جاتی تھی اور اوپر سے یہ شخص۔۔

اسکا موڈ ایک دم خراب ہوا۔ وہ اٹھی اور قدم اسٹیشن کی طرف بڑھا دیئے۔ میڈی کی نظر ابھی اس پر نہیں پڑی تھی لیکن وہ شخص اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

آئس کریم لینے کے بعد جب میڈی پلٹا اور اینجل کو وہاں سے غائب پایا تو وہ اسٹیشن کی طرف بھاگا۔ جبکہ پیچھے اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ اسے میڈی کے ساتھ آئس کریم ہرگز نہیں کھانے دے سکتا تھا۔ جیتنا اسکی فطرت تھا وہ ہمیشہ سے جیتتا آیا تھا۔ بنا کچھ کہے، بنا کچھ کرے۔۔

رکشے والے نے اسے گلی کے سامنے اتارا تھا۔ وہ کرایا دینے کے بعد چادر سے خود کو اچھی طرح ڈھانپتی گلی میں داخل ہوئی۔ یہ ایک تنگ سی گلی تھی جو آگے جا کر ایک چوراہے میں بدل جاتی تھی۔ یہاں چاروں طرف گھر تھے۔ ایک مسجد تھی۔

بچے گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ اسکا رخ اپنے گھر کی طرف تھا۔ سبزی کی دکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ گلی کے دونوں اطراف اونچے اونچے گھر تھے۔ البتہ گلیاں پکی تھیں۔ وہ گھر سے ابھی کچھ فاصلے پر تھی جب اسکی نظر سامنے سے آتے فقیر پر پڑی۔ وہ ہر جمعرات کو انکے محلے میں مانگنے آتا تھا۔ پھٹے پرانے سے کپڑے پہنے۔۔ منکوں سے لدا وہ شخص بہت ہی عجیب لگتا تھا۔

"اللہ سے عشق نہیں کر سکتا تو۔۔ ہر گز نہیں کر سکتا۔۔ بس اسے عاشق بنا لے۔۔ ہاں اللہ کو عاشق بنا لے۔۔" وہ اونچی آواز میں ہمیشہ یہی بڑبڑاتا تھا۔

سبزی کی دکان پر کھڑے لوگوں نے اسکی بات سنی تھی۔ اور پھر سبزی والے نے آلو کی تھیلی سے ایک آلو نکال کر اس فقیر کو دے مارا تھا۔

"بکواس کرتا ہے پاگل جاہل۔۔۔ اللہ کو عاشق بناتا ہے نکل یہاں سے۔۔"

یہ تو اک عام شخص نے اسے دھتکارا تھا اگر ہم منصور حلاج کا واقع دہرائیں اس وقت کے سوئے ہوئے علماء نے اسے گمراہ ہونے فتوے صادر کر دیے تھے۔

حسین بن منصور حلاج نے اپنی ذات کی نفی کی اور اللہ کے عشق میں معرفت کے بلند ترین مقام پر پہنچ کر "انا الحق" کا نعرہ لگا کر خودی کے راز کو فاش کر دیا... علماء ظاہر کا دل بیدار نہ تھا اس لیے وہ علم و عرفان کے فرق کو پرکھنے سے معذور رہے ...اور حلاج کو گمراہ کہہ کر سولی پر لٹکا دیا

حلاج نے سولی قبول کرلی کیونکہ وہ خدا سے ملاقات کا ذریعہ تھی ...ڈاکٹر نکلس لکھتے ہیں کہ جب منصور کو پھانسی دینے کے لیے لایا گیا تو وہ تختۂ دار کو دیکھ کر اس زور سے ہنسا کہ آنکھوں سے پانی بہنے لگا اس کے بعد لوگوں کی طرف دیکھ کر اپنے دوست ابو بکر شبلی کو کہا آپ کے پاس مصلی ہے انہوں نے کہا ہاں پھر منصور نے مصلی بچھا کر دو رکعت نماز ادا کی پھر ..اسے مصلوب کر دیا گیا

... "عشق حاظر ہے سولی پہ لٹک جانے کو

موت سے بڑھ کر کیا سزا دو گے دیوانے کو "

بقول علامہ اقبال،

"منصور کو ہوا لب گویا پیام موت۔۔

اب کیا کسی کے عشق کا دعوہ کرے کوئی "

حسین بن منصور حلاجؒ قید و بند میں تھے تو ابن عطاءؒ آئے اور کہا کہ "آپ نے جو کچھ کہا ہے اس سے معذرت کر لیں"۔ حسین بن منصور حلاجؒ نے کہا کہ "جس نے یہ بات (انا الحق) کہی ہو اُس سے کہو کہ معذرت کر لے۔ اس پر ابن عطاءؒ رونے لگے۔

:مولانا رومیؒ "مثنوی معنوی" میں لکھتے ہیں کہ

جس طرح حضور اقدس ﷺ کا مشت خاک پھینکنا جنگ بدر میں خدا تعالیٰ کا پھینکنا تھا، اسی طرح منصور حلاجؒ کا انا الحق کہنا دراصل منصورؒ کی آواز نہ تھی بلکہ وہ خدائے حقیقی کی ذات کی آواز تھی، جس میں منصورؒ فنا ہو چکے تھے۔

صوفیاء کا بیان ہے کہ حضرت حلاج کو اس لئے شہید نہیں کیا گیا تھا کہ وہ حلولی تھے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے حق تعالی کا راز فاش کر دیا۔۔"

حانم کی آنکھون میں یہ پڑھا ہوا واقع ایک فلم کی مانند چلنے لگا سب اسے پھر سے ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔ حانم نے اپنی چیخ روکنے کیلئے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے برا لگا تھا کہ ایک سبزی فروش نے فقیر کو مارا۔ فقیر نے ایک نظر رک کر اسے دیکھا تھا۔

"گھورتا کیا ہے نکل یہاں سے اور دوبارہ یہاں مت آنا۔" دکان پر کھڑے لڑکے نے کہا۔ فقیر پھر رکا نہیں۔

"اللہ کو عاشق بنالو" کی صدا لگاتا وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ جب اسکی نظر گلی میں کھڑی حانم پر پڑی۔ فقیر نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ اسکے چہرے پر چمکتی خاص چیز فقیر کو ٹھٹھکا گئی تھی۔

"اس چمک کو چھپالے۔۔ یہ بہت سوں کو برباد کرے گی اور بہت سوں کو آباد۔۔" وہ اسکے سامنے کھڑا ہوتا چلایا تھا۔ حانم ڈر کر پیچھے ہوئی۔ اور پھر وہ فقیر آگے بڑھ گیا۔ جبکہ وہ ڈھڑکتے دل کے ساتھ کچھ بھی سمجھے بنا گھر کی طرف بھاگی تھی۔

میوزک کی بے ہنگم آواز نے بی جان کو کوفت میں مبتلا کیا تھا۔ تھک ہار کر انہوں نے آرجے کے کمرے کا رخ کیا۔ دروازے پر بار بار دستک دینے پر بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ اندر داخل ہوئیں۔۔ بے اختیار ہی انہوں نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔ اونچی آواز میں میوزک لگائے سامنے لگی سکرین پر کوئی مووی دیکھنے میں مگن تھا۔ بی جان کو حیرت ہوئی ی کہ اسے میوزک کی کان پھاڑ دینے والی آواز میں مووی کی کیا سمجھ آرہی تھی؟

"ارے بی جان آپ۔۔؟" اچانک اس نے ریموٹ اٹھا کر میوزک بند کیا نظریں ابھی بھی سکرین پر جمی تھیں۔ بی جان کو حیرت ہوئی تھی کہ اسے کیسے آنے کی خبر ہوئی ی۔ وہ ہمیشہ ہی ایسے حیران کرتا تھا۔

"یہ کیا تماشہ لگایا ہوا ہے تم نے۔۔؟؟ سیدوں کے گھر میں اتنی بے حیائی۔۔ شرم نہیں آتی تمہیں۔۔؟؟" بی جان نے اسے ڈانٹا۔

"اوہو۔۔ بی جان کونسی بے حیائی۔۔؟؟" وہ پرسکون سا پوچھ رہا تھا۔ جبکہ بی جان کی نظر بے ساختہ ہی اسکے کمرے کی دیواروں کی طرف اٹھی۔ جن پر لگی قابل اعتراض تصاویر بے حیائی کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔" بی جان بڑبڑائیں، ایک دو بار بی جان نے اسکے جانے کے بعد یہ تصویریں ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر ملازموں کی ایسی شامت آئی کہ اب سب اسکے کمرے کے آس پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے۔

"ملازم کیا سوچیں گے کہ جس خاندان کے افراد نے کبھی ٹی وی تک نہیں دیکھا اس خاندان کا وارث ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟" بی جان کو اس پر افسوس ہوتا ہے۔

"میں تو ایسا ہی ہوں بی جان۔۔ اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔۔" اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور نا بی جان کو بیٹھنے کا کہا تھا۔

"اللہ تمہیں ہدایت دے۔۔۔ آمین" بی جان کی بات پر اس نے چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔ جبکہ بی جان اپنا خون جلاتی واپس چلی گئیں تھیں اور پورا کمرہ ایک بار پھر میوزک سے گونج اٹھا تھا۔

صبح کے تین بج رہے تھے اور اتنی ٹھنڈ میں وہ سوئی منگ کر رہا تھا۔ حشام نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھا تھا اور پھر سر جھٹک کر کھڑکی بند کر دی تھی۔ وہ ایسا ہی تھا۔ اسے ساری رات نیند نہیں آتی تھی۔ البتہ جہاں ہی صبح کے پانچ بجتے تھے اسکی آنکھیں بند ہونا شروع ہو جاتیں تھیں۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے سوتا تھا۔ وہ مچھلی کی طرح ٹھنڈے پانی میں تیر رہا تھا۔ اس عام انسانوں کی نسبت ٹھنڈ کم لگتی تھی۔ چار بجے وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا تھا۔ شالنی کے بہت سے میسجز آئے ہوئے تھے۔ اور وہ کونسا لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا۔ فوراً اسے جواب دیا تھا۔

"تمہاری آواز اتنی اچھی ہے تم پروفیشنل سنگر کیوں نہیں بن جاتے۔۔؟؟" شالنی نے پوچھا تھا۔

"Call me Aap"

اسکے تم کہنے پر آر جے نے ایک طرح حکم دیا تھا کہ مجھے آپ بلاؤ۔ شالنی کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

اوکے۔۔ اوکے مسٹر آر جے۔۔" وہ زبردستی مسکرائی۔"

پھر وہ کافی دیر تک اس سے مختلف سوال و جواب کرتی رہی تھی۔ اور وہ ہر بار پہلے سے زیادہ اسے الجھا دیتا تھا۔

"ویسا اچھا ہوا آپ مسلم نہیں ہیں، مجھے مسلمان نہیں پسند، لیکن آپ ہر طرح سے پسند ہیں اب۔۔"شالنی نے خوبصورت سی مسکراہٹ اچھالی تھی۔

"لیکن مجھے تم ذرا نہیں پسند۔۔" وہ صاف گوئی سے جواب دے چکا تھا۔

"کیوں۔۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی۔

"تمہارے چہرے پر معصومیت نہیں ہے، تمہارے ہونٹ پرکشش نہیں ہیں، ناک تھوڑی پھیلی ہوئی ہے، آنکھوں کو تم نے لائنر لگا کر بڑا کیا ہوا ہے، اور رنگ کو فلٹر سے گورا کیا ہے، تمہارے جسم میں فٹنس نہیں ہے۔۔" وہ کمال مہارت سے جواب دے کر اسے سر سے پاؤں تک آگ لگا چکا تھا۔ کتنی ہی دیر شالنی کو یقین نہیں آیا کہ کسی لڑکے نے اسکے متعلق ایسی بات کی تھی وہ جو اپنی خوبصورتی اور ذہانت دونوں میں مشہور تھی۔اب گنگ بیٹھی تھی۔

"How dare you...?"

ہوش میں آنے کے بعد وہ چلائی تھی۔ جبکہ آرجے نیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔ کیونکہ گھڑی نے پانچ کا گھنٹا بجا دیا تھا۔

یہ رحمن پروڈکشن کا اسٹوڈیو تھا۔شاندار کیبن کے اندر مسٹر رحمن اپنی کرسی پر براجمان تھا۔سامنے ٹی وی پر کسی گلوکار کی پرفارمنس دیکھ رہا تھا۔

"سر آرجے نوجوانوں میں بہت مشہور ہو چکا ہے، اسکی فین فالوئنگ لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔"

سیکرٹری نے اپنے سامنے بیٹھے مسٹر رحمن سے کہا جو بہت غور سے گانا گاتے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

"جانتا ہوں۔۔" مسٹر رحمن نے دو لفظی جواب دیا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ سر۔۔؟ ہم اپنی نئی البم مرجان کیلئے اسے کاسٹ کر سکتے ہیں۔۔"

"آواز اچھی ہے، دم بھی ہے، لیکن لڑکے کے پاس جذبات نہیں ہیں اور تم جانتے ہو مجھے ایسے گلوکار پسند ہیں جنکی آواز دل سے نکلتی ہو "

"جی سر۔۔ پھر اب۔ "۔؟؟ سیکرٹری نے پہلو بدلا۔

"پھر یہ کہ میں ابھی اسے نہیں کاسٹ کر سکتا، میں انتظار کروں گا تب تک کا جب تک اسکے اندر جذبات نہ جاگ جائیں، اسکے دل سے نکلی آواز جب میرے دل پر لگے گی میں خود جاؤں گا اسکے پاس، اور تب تک مجھے انتظار کرنا ہو گا،" مسٹر رحمن نے غور سے آر جے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو طے ہے جب تک ہماری آواز دل سے نا نکلے تاثیر نہیں رکھتی جذبات کی آواز میں ایک الگ جادو ہوتا ہے"

مسٹر رحمن نے اپنا فیصلہ سنایا تو سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسے آر جے بہت پسند تھا وہ چاہتا تھا انکی اگلی البم میں وہ کام کرے۔

لیکن شاید وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ آر جے کے پاس جذبات نام کی چیز نہیں تھی۔ اگر تھی بھی تو وہ اسے کنٹرول کرنا اچھے سے جانتا تھا۔

اچھے رہتے ہیں وہ لوگ جو اپنے جذبات کو کسی کے سامنے عیاں نہیں ہونے دیتے ورنہ یہ دنیا والے جینے نہیں دیتے۔

"اپنے لاڈلے کو اچھے سے سمجھا دیں بی جان کہ جب تک وہ ملتان میں ہے کوئی ڈرامہ نہ کرے الیکشن کے دن سر پر ہیں، اور مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے۔۔" سید جبیل نے اپنے سامنے بیٹھی بی جان سے کہا۔

"نہیں کرے گا اب وہ ایسا کچھ۔۔ بچہ نہیں رہا اب بڑا ہو چکا ہے۔" بی جان نے تسلی دی۔

" جتنا وہ بڑا ہوتا جا رہا ہے اسکے کارنامے اس سے بھی بڑھ رہے ہیں اللہ جانے یہ لڑکا سید خاندان کے ساتھ کیا کرے گا۔۔؟؟" سید جبیل غالباً اپنے بیٹے سے بہت تنگ تھے۔

"میں حشام سے کرتی ہوں بات۔۔ ویسے بھی کل وہ واپس چلا جائے گا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔۔"

"کیا پتا وہ جاتے جاتے کچھ کر جائے پھر؟ کوئی اسکی پیشین گوئی بھی تو نہیں کر سکتا۔۔" سید جیبل نے اٹھتے ہوئے اپنی چادر درست کی اور کہتے ہوئے باہر کی طرف چلے گئے۔

سیڑھیوں پر کھڑے آرجے نے اپنے باپ کی آواز صاف سنی تھی اور پھر اسکے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی، یعنی پکا وہ کچھ کرنے والا تھا۔

"میرے بس میں ہو تو کبھی کہیں
کوئی شہر ایسا بساؤں میں
جہاں برف برف محبتوں پہ
غمِ جہاں کا اثر نہ ہو
راہ ورسمِ دنیا کی بندشیں،
غمِ ذات کے سبھی ذائقے
سمِ کائنات کی تلخیاں،
کسی آنکھ کو بھی نہ چھو سکیں۔۔۔!!!"

وہ ایک خوبصورت دنیا تھی جہاں تک نظر جاتی تھی سفید برف نے ہر چیز کو سفید بنا دیا تھا۔ اور اس سفید برف کی چادر کے درمیان کھڑی وہ عمارت۔۔ ہاں وہ شہزادیوں کے دیس میں آ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ واقعی وہاں موجود تھی۔ آس پاس سے گزرتے لوگ جو اپنے سے زیادہ وزن کے اونی کوٹ میں ملبوس اسے عجیب سی تمانت بخش رہے تھے۔ اس نے قدم بڑھائے اور عمارت کی طرف چلنا شروع کیا ابھی وہ کچھ فاصلے پر تھی کہ،

"ہانی۔۔ ہانی آپی۔۔ اٹھ جاؤ جلدی۔۔" اسکے نام کی پکار کانوں سے ٹکرائی۔ کوئی اسے بلا رہا تھا۔

"ہانو آپی۔۔" جواد اسکا نام بگاڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا۔

"کیا ہے۔۔۔؟؟" وہ سخت بدمزہ ہوئی۔

"اٹھ جاؤ مہرو آپی کی کال آئی ہے بلا رہی ہے آپکو۔۔" وہ اسکی رضائی کھینچتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"آ رہی ہوں جاؤ تم۔۔"

"بس تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا یہ لوگ کبھی مجھے میرے خوابوں میں بھی سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اسے خواب ٹوٹ جانے کا دکھ ہوا تھا۔ ایسا تو ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ لیکن جانے کیوں پریوں کے دیس جانے کے خواب اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ لاکھ سمجھدار سہی لاکھ بڑی سہی جو وہ بن گئی تھی۔۔ اسکا اندر اب بھی ویسا ہی تھا۔ معصوم پریوں کے خواب دیکھنے والا۔۔!!

"آرجے آپکا آئی کیو لیول کتنا ہے؟ آپ کو سب کچھ یاد رہتا ہے کیا آپ بتائیں گے پلیز اپنا آئی کیو لیول۔ ؟؟" اسکی نئی نئی پرفارمنس ویڈیو کے نیچے کسی نے کمنٹ کیا تھا۔ یہ سچ تھا اسے بچپن سے لے کر آج تک کا ہر واقعہ یاد تھا۔ اسے ہر شخص یاد رہتا تھا جس کا اس سے سامنا ہوتا تھا۔ اسے کچھ نہیں بھولتا تھا۔ لڑکے کی بات سن کر اسکے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیلی۔۔۔ اور زندگی کے کچھ اوراق اسکے دماغ نے پیچھے کی جانب پلٹے، اسکے سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر ایک نئی فلم چلنے لگی تھی۔

"مسٹر جبیل آپ نے تو کہا تھا کہ آپکا بچہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ جو عام انسانوں سے بہت مختلف ہے۔ جس کا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا ہے۔۔"

"جی جی بالکل۔۔۔!!" سید جبیل نے اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ کر سامنے بیٹھے شخص کو جواب دیا۔

"غلط۔۔ بالکل غلط آپکا بیٹا باقی بچوں کی نسبت بہت ہی نالائق ہے اس نے آئی کیو لیول کا جو ٹیسٹ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکا آئی کیو لیول زیرو ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو پیپر دیکھ لیں۔۔" اس شخص کی

بات سن کر وہ دونوں حیران رہ گئے تھے۔ سکول کے پرنسپل نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ آرجے کا آئی کیو لیول ٹیسٹ کروائیں اور اسکے بعد اگر چاہیں تو اسے کسی اور سکول میں منتقل کروا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو الٹ ہی ہو گیا تھا۔ ٹیسٹ دیکھنے کے بعد سید جبیل کو یقین نہیں آرہا تھا۔ جبکہ آرجے پرسکون سا بیٹھا تھا۔ جانے اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

دراصل سکول کا پرنسپل اور ہر ٹیچر جو آرجے کی کلاس میں آتا تھا وہ اس سے تنگ تھا۔ بلاشبہ وہ غیر معمولی بچہ تھا لیکن اسکے سوالوں نے ٹیچرز کا دماغ ہلا دیا تھا۔ پرنسپل اس بچے کو سکول سے تو نہیں نکال سکتا تھا اس لیے اس نے آرجے کے والدین کو نیا مشورہ دیا تھا۔ جو بری طرح ناکام رہا تھا۔

"میں آرہا ہوں پرنسپل سر۔۔۔ آرجے آرہا ہے۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا۔

" چلیں بیٹا۔۔؟" مسز جبیل نے اٹھتے اپنے بیٹے سے کہا۔

"یس مام۔۔۔!! وہ چھلانگ لگا کر کرسی سے اترا تھا۔

وہ لوگ آفس سے باہر نکل آئے تھے جب وہ ایک جھٹکے سے رکا۔

"مام شامو کا فون تو اندر ہی رہ گیا، میں ابھی لے کر آتا ہوں۔۔" کس کمال مہارت سے وہ بنا بتائے حشام کا فون اٹھالایا تھا۔ اس سے پہلے کہ مسز جبیل اسکو کچھ کہتیں وہ اپنا ننھا سا ہاتھ چھڑا کر آفس کی طرف بھاگا۔

"انکا بیٹا اور کوئی چیز بھول جائے؟ کمال ہے" وہ حیران ہوئیں۔

"ہیلو انکل۔۔۔" وہ اس شخص کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ نے ابھی جو اندر مس سے باتیں کی نا وہ سب اس میں ریکارڈ ہو چکی ہیں۔ اگر آپ نے دوبارہ سید جبیل سے کہا نا کہ میں نالائق ہوں تو میں یہ سب کو سناؤں گا۔۔" بچے نے اپنی جیکٹ سے فون نکالتے ہوئے کہا جو اس نے مشکل سے چھپایا تھا۔ جبکہ سامنے بیٹھے شخص کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"میں نے کہانا مس جیا پیسے آپکے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائیں گے، میری وائف کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔۔!!"اس نے بٹن دبا کر ریکارڈنگ آن کی جسے سن کر اس شخص کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"بیسٹ آف لک انکل۔۔۔" وہ مسکراتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا وہ اتنی آسانی سے کسی کو خود کو جاننے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔

اسکا دماغ کمپیوٹر کی سی رفتار سے کام کرتا تھا۔

وہ ہونٹوں کے ہلنے سے جان لیتا تھا کہ دور کھڑا انسان کیا بات کر رہا ہے۔؟

"بتائیں نا آر جے آپکا آئی کیو لیول کتنا ہے؟ میں آپکا انٹرویو اپنے میگزین میں پبلش چاہتا ہوں۔"

"زیرو۔۔۔" ایک لفظی جواب دے کر وہ لیپ ٹاپ بند کر چکا تھا۔ اسے فکر نہیں تھی سامنے والے بندے کو ورطہ حیرت میں ڈال چکا تھا۔ بس وہ ایسا تھا۔ بچپن کے واقعے نے اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی۔

"تم سوچ نہیں سکتی ایلا آج میں بہت خوش ہوں۔۔۔" ماہی کے ہاتھ شدت جذبات سے کانپ رہے تھے۔ "بتاؤ میں اب کیا کروں؟ کیسے اس شخص سے بات کروں۔۔؟؟" ماہی کی آواز بھرا گئی تھی۔

سامنے لیپ ٹاپ پر اس شخص کی تصویر چمک رہی تھی۔ کتنی مشکلوں سے ڈھونڈا تھا اسے ماہی نے۔

"کرنا کیا پاگل۔۔ سب سے پہلے ایڈ کروا نہیں پھر بات کر لینا۔۔" ایلا نے مشورہ دیا۔

"وہ مجھ سے بات تو کرینگے نا؟؟" ماہی کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ اسی شخص کا اکاؤنٹ تھا۔

"سید حشام بن جبیل۔۔" ہاں یہی نام تھا اس شخص کا جو سفید کلف لگے کپڑے پہنے، بھورے رنگ کی چادر کو کندھوں پر پھیلائے اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسکی پروفائل پکچر کو دیکھ رہی تھی۔

"ہوش میں آؤ ماہی۔۔۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے بات کرلو۔۔"ایلا کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ ماہی کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔اسکی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔وہ شخص کس حد تک اسے عزیز ہو چکا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی۔

"ہانی تمہیں وہ اسمارہ آپی یاد ہے جو سکول میں ہماری سینئر تھی۔؟"مہرو نے سامنے بیٹھی حانم سے پوچھا جو تیزی سے رجسٹر پر قلم چلا رہی تھی۔

"نہیں کچھ خاص نہیں۔۔۔"حانم نے جواب دیا۔

"وہی جس سے میری اچھی خاصی دوستی تھی جس نے ٹاپ بھی کیا تھا۔۔"مہرو نے یاد کروانا چاہا۔

"کیا ہوا اسے۔۔؟؟"اب کی بار حانم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اسکی مما کا پرائیویٹ کالج ہے اچھا خاصا ہے۔انہیں دو ماہ کیلیے ایک ٹیچر کی ضرورت ہے کل اسمارہ آپی کی کال آئی ہوئی تھی وہ پوچھ رہی تھی کہ اگر کوئی ٹیچر ہو تو۔۔ایف ایس سی کے سٹوڈنٹس کو پڑھانا بس دو ماہ۔۔"

حانم نے اب کی بار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا وہ مجھے رکھ لیں گے۔۔؟؟"اسکا ذہن مہرو کی بات کو سمجھ گیا تھا۔

"ہاں میں نے بات کی تھی۔وہ کہہ رہے تھے اگر ڈیمو اچھا دیا تو۔۔"

"میں کوشش کرونگی۔۔دو ماہ ہی کافی ہیں میرے لئے۔۔"اب حانم کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ویسے وہاں سارے ٹیچرز بہت ہائی کوالیفائیڈ ہیں لیکن اب انکی بھی مجبوری ہے اور اسمارہ آپی میری بات بھی مان لیتی ہے وہ اپنی ماما کو منا لے گی لیکن تم سوچ سمجھ لو دو کام ایک ساتھ کر لو گی؟؟"مہرو تھوڑا پریشان ہوئی۔

"ٹائمنگ کیا ہے کالج کی؟؟"حانم نے پوچھا۔

"صبح آٹھ سے ایک بجے تک۔۔"مہرو نے بتایا۔

"بس ٹھیک اکیڈمی کا ٹائم دو بجے سے شروع ہوتا ہے اور پھر دو ماہ کی تو بات ہے میں کر لوں گی کچھ نا کچھ۔۔" حانم کے دماغ سے جیسے بہت سا بوجھ اتر گیا تھا البتہ اب اسے ایک نئی فکر تھی پتا نہیں اسے یہ جاب ملتی بھی یا نہیں۔۔؟؟

حشام آرجے کو بلانے اسکے کمرے میں آیا تھا لیکن وہ اسے وہاں نظر نہیں آیا۔ واشروم کا دروازہ بند تھا اور شاور کی آواز سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اندر تھا۔ ابھی وہ کچھ کہنے والے تھا جب اسکی نظر آرجے کے موبائل پر پڑی جو بلنک کر رہا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جو اسکے فون کو ہاتھ لگا سکتا تھا۔

حشام نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا اور دوسرے ہی پل اسے جھٹکا لگا تھا جیسے کرنٹ۔۔ ہاں موبائل فون سے،

"Don't Touch My phone You Bromides"

موبائل کی سکرین سے آواز ابھری تھی اور اس پر یہی جملہ لکھا بھی چمک رہا تھا۔ ایک بڑا سا ٹائیگر منہ کھولے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا جسکے منہ میں یہ الفاظ چمک رہے تھے۔

"کیا ہوا شاموکا کا ڈر گئے۔۔؟" اندر سے اسکی آواز ابھری تھی۔ جانے اسے کیسے پتا چل جاتا تھا۔

"ڈوب کے مر جاؤ تم۔۔ انتہائی کوئی ذلیل انسان ہو ویسے۔۔!!!حشام کو غصہ آگیا تھا۔ جبکہ آرجے کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"بروماِئڈ صاحب کیا لینے آئے ہو میرے کمرے۔۔؟؟" اسکے بروماِئڈ کہنے پر حشام مزید تپا۔

"تمہیں پتا بھی ہے بروماِئڈ کا مطلب کیا ہے؟؟ "

"یہ تو تمہیں پتا ہوگا شاموکا کا انگلش لٹریچر تو تم پڑھ رہے ہو۔۔"

بروماِئڈز کا مطلب پرانے خیالات۔۔ کیا تمہیں میں پرانے خیالات کا لگتا ہوں۔؟؟ حشام کو اسکا بروماِئڈ کہنا برا لگا تھا۔

"جی بالکل۔۔ شاموکا کا آپ

انسان ہیں اس بات کا اندازہ آپ اپنے کپڑوں سے لگالیں۔۔" وہ ترکی بہ ترکی جواب دے چکا تھا۔
جبکہ حشام دانت بھینچ کر رہ گیا تھا۔
"نہا کر جلدی نیچے مرو۔۔ مدیحہ آئی ہے تمہیں بلا رہی ہے۔۔"
(مدیحہ حشام کی چھوٹی بہن تھی جو ڈاکٹر بن رہی تھی) وہ کہہ کر رکا نہیں تھا بلکہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیونکہ آرجے سے بحث کرنا فضول تھا۔

....

"رہنے دو ہانی ایک وقت میں تم سے دو کام نہیں ہونگے پھر تم کہو گی کہ پڑھائی پر دھیان نہیں دے پا رہی۔۔" آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی کو سمجھانا چاہا تھا۔
"وہ تو ویسے بھی نہیں دے پا رہی اماں البتہ اس کام سے فائدہ ہی ہو گا نا مجھے، بس دو مہینے کی تو بات ہے۔" حانم نے کہا جبکہ آسیہ بیگم خاموش رہیں۔
"اچھا ہے جانے دیں امی، گھر میں رہ کر بھی تو اس نے کتابیں چاٹنی ہیں باہر نکلے گی باہر کی دنیا سے ملے گی اسکا غصہ بھی کم ہو گا۔۔" ماہم نے ٹانگ اڑائی۔ حانم نے اسے کھاجانے والی نظروں سے گھورا۔
"اسے چھوڑو تم کھانا کھاؤ۔۔ اسکی تو عادت ہے بولنے کی۔" آسیہ بیگم نے اپنی حانم سے کہا جسے بہت جلدی غصہ آتا تھا۔ البتہ وہ غصہ دوسروں پر کم اترتا تھا۔ اندر ہی اندر پینے کی وجہ سے وہ بہت تلخ ہوگئی تھی۔
"بس اماں دو ماہ۔۔ دس ہزار دینگے وہ لوگ ایک بار داخلہ چلا جائے گا اور دوسری دفعہ کی تنخواہ میں کوئی موبائل لوں گی انٹرنیٹ کی بہت ضرورت پڑتی ہے مجھے۔۔" آج وہ پوری محنت کر کے گ ئی ی تھی کلاس اور پرنسپل کو اسکا ڈیمو پسند آگیا تھا۔ کل سے وہ باقاعدہ اپنی ٹیچنگ کا آغاز کرنے والی تھی۔
"یہ بھی شکر ہے کہ انہوں نے مجھے رکھ لیا اگر انکار کر دیتے تو کیا ہوتا۔۔؟؟" حانم مزید نہ کہہ پائی۔

"رکھتے کیوں نہیں بھئی؟ تیس ہزار جس ٹیچر کو دینے تھے انہیں اب اسکے بدلے انہیں دس ہزار میں ٹیچر مل گئی ہے کیسے نہ رکھتے۔۔؟؟" ماہم باز نہیں آتی تھی۔

"تم چپ کر کے بستر لگا دو مجھے نیند آئی ہے بہت۔۔"

"وہی کر رہی ہوں دیکھ تو لو پہلے۔۔" حانم کی بات پر بستر لگاتی ماہم نے خفگی سے جواب دیا تھا۔ جبکہ حانم کا دماغ ٹیچنگ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اسے ٹیچنگ کرنا نہیں پسند تھا۔ لیکن وقت انسان سے کیا کچھ کرواتا ہے یہ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا وہ بس گہری سانس لے کر رہ گئی تھی۔

وہ فٹبال لے کر سید حویلی سے باہر نکل آیا تھا۔ اب اسکا رخ گراؤنڈ کی طرف تھا جہاں علاقے کے لڑکے فٹبال کھیلتے تھے۔

"ارے آرج آؤ آؤ۔۔" لڑکوں نے اسے دیکھ کر آواز دی اور وہ مسکراتا انکی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکی نظریں ایک انسان کو تلاش کر رہی تھیں۔ جسکا کل مدیحہ نے اسے بتایا تھا کہ جب وہ گھر آرہی تھی ڈرائیور کے ساتھ تو ایک لڑکے نے بائیک پر انکا پیچھا کیا تھا اور کچھ نازیبا کلمات بھی اچھالے تھے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ سید خاندان کی لڑکی تھی۔ جلد ہی اسکے کمپیوٹر سے تیز چلتے دماغ نے اس لڑکے کو سکین کیا اور پھر وہ فٹبال کے ساتھ میدان کود پڑا۔ کچھ دیر نارمل کھیلنے کے بعد اس نے لڑکے کا نشانہ رکھ کر فٹبال کو کک لگائی اور منہ پہ دے مارا تھا۔ لڑکا لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ اس سے پہلے وہ اٹھتا آرج اسکے سر پر پہنچ گیا تھا۔ سارے لڑکے اسکے پاگل پن کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے جبکہ وہ بری طرح اب اس لڑکے کو ہاتھوں اور لاتوں سے پیٹ رہا تھا۔

اسکے اختیار میں ہوتا تو وہ اس لڑکے کو جان سے مار دیتا۔ دیکھنے میں وہ دبلا پتلا سا تھا ابھی لیکن اپنی جسامت کے لحاظ سے وہ کافی طاقتور تھا۔

"بڑے سائیں جلدی چلیں وہ باہر میدان میں چھوٹے سائیں۔۔"حویلی کا ملازم بھاگا بھاگا حشام کے پاس آیا تھا۔

"کیا ہوا آرجے کو۔۔؟"چھوٹے سائیں کے نام پر حشام کے کان کھڑے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"وہ جی باہر سائیں ایک لڑکے کو مار رہے ہیں۔۔"

ملازم پھولی سانسوں ساتھ مشکل سے بولا تھا۔

اور حشام اسکی بات پوری ہونے سے پہلے باہر کی جانب بھاگا تھا۔کچھ ہی پل میں وہ میدان میں پہنچ گیا تھا۔وہ لڑکا نیچے پڑا تھا جبکہ آرجے اسکے منہ پر گھونسے مار رہا تھا۔

"آرجے پاگل ہوگئے ہو۔۔ چھوڑو اسے۔۔"حشام نے اسے کھینچ کر لڑکے سے دور کیا جسکے منہ سے اب خون نکل رہا تھا۔ آرجے کی گرفت سے نکلنے کے بعد لڑکا درد سے کراہ رہا تھا ملازم اسے اٹھانے کے بعد وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

:تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے تم پاگل ہوگئے ہو جاہل انسان۔۔"لڑکے کی حالت دیکھ کر حشام کا دماغ گھوما اور اس نے آرجے کو زور سے دھکا دیا تھا۔ جو خونخوار نظروں سے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں ملازم اس لڑکے کو لے کر گیا تھا۔

"کیوں مارا اسے۔۔؟؟"حشام نے سوال کیا۔جبکہ آرجے نے اب حویلی کا رخ کرلیا تھا۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں جواب دو۔۔"اسکے جواب نہ دینے پر حشام چلایا۔

"ریلیکس شاموکاکا بلاوجہ کیوں چیخ رہے ہو۔۔؟؟"

وہ اتنے پر سکون انداز میں بولا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔جبکہ حشام دنگ رہ گیا تھا۔

"مجھے واپس جانا ہے۔ دیر ہو رہی ہے پیکنگ بھی کرنی ہے آجاؤ چائے پیتے ہیں پھر میں چلا جاؤں گا اور تمہیں موقع نہیں ملے گا" اسکا اپنا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا۔ وہ حشام کو سلگاتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ حشام سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

حانم صبح صبح کالج کے سٹاف روم میں بیٹھی تھی۔ آج اسکا پہلا دن تھا۔ وہ بری طرح سے گھبرا رہی تھی۔ دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ اسکا پہلا تجربہ کامیاب رہے۔

"مس حانم آجائیں آپکو آپکی کلاس دکھاؤں۔۔"

کالج کی کوآرڈینیٹر نے اسے پکارا وہ سنبھلتی اسکے پیچھے لپکی۔

"یہ ایف ایس سی پارٹ ٹو کی کلاس ہے آج سے آپ انہیں کمیسٹری پڑھائیں گی۔۔"

وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئیں۔ کلاس میں ایک طرف لڑکیاں جبکہ دوسری جانب لڑکے بیٹھے تھے۔

وہ خود ابھی چھوٹی تھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ لڑکوں کو کیسے کنٹرول کرے گی۔

"سٹوڈینٹس یہ آپ کی کمیسٹری کی نئ میم ہیں اچھے سے ویلکم کرو انہیں" کوآرڈینیٹر سمعیہ نے اسکا کلاس سے تعارف کروایا۔ انہوں نے کمیسٹری میں ماسٹر کیا ہوا ہے" کورآڈینیٹر کی اس بات پر وہ بری طرح چونکی۔ اس نے جھوٹ بولا تھا وہ خود ابھی طالب علم تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی کہ اسکا غلط تعارف کیوں کروایا گیا لیکن اسے موقع ہی نہیں ملا اس سے پہلے وہ پوچھتی سمعیہ کلاس سے جا چکی تھی۔ کلاس میں موجود طلبہ وطالبات اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اتنی خود اعتماد نہیں تھی۔ اور پھر یہ موقع بھی پہلا تھا۔ وہ کافی گبھرا رہی تھی۔

"میم آپکا نام کیا ہے؟؟" ایک لڑکی نے پوچھا تھا۔

"اُم حَانَم۔۔!!" وہ اپنے آپ کو پر اعتماد بناتے ہوئے بولی تھی۔

"نائس نیم میم۔۔"لڑکوں کی طرف سے پہلا کمینٹ آیا تھا۔ اللہ کا نام لے کر اب اس نے کلاس کا تعارف لینا شروع کر دیا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لڑکا کوئی نا کوئی گل کھلائے گا یہ اس لائق نہیں ہے کہ اسے یہاں بلایا جائے۔۔"سید جبیل کافی غصے میں تھے وہ بے چینی سے ڈرائنگ روم میں ٹہل رہے تھے سامنے بی جان لکڑی کی بڑی سے کرسی پر براجمان تھیں۔

"اگر وہ لڑکا مر جاتا تو۔۔؟؟ کیا جواب دیتا میں گاؤں والوں کو؟؟یہ سب آپ لوگوں کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے۔"

بی جان خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔

"کوئی تو وجہ ہوگی نا جو اس نے ایسا کیا۔۔"بالآخر بی جان نے پہلی بار کچھ کہا۔

"وجہ جو بھی اسے کس نے یہ حق دیا کہ وہ لوگوں کے سر پھاڑتا پھرے اب کیا جواب دوں میں اسکے ماں باپ کو جو پنچائت بلانے کا کہہ رہے ہیں۔۔"

"باباسائیں آپ پریشان نا ہوں میں کرتا ہوں بات ویسے بھی اس لڑکے نے پہلے غلط حرکت کی تھی۔"حشام نے آگے بڑھ کر انہیں حوصلہ دیا۔

"بیشک اسکی حرکت غلط تھی میں خود نپٹ لیتا یہ کون ہوتا ہے مارنے والا۔۔؟؟اس سارے واقعے میں مدیحہ خاموش بیٹھی تھی۔

"جاؤ اسے بلاؤ معافی مانگے گا وہ اس لڑکے کے ماں باپ سے۔۔"بی جان نے مدیحہ سے آرج کو بلانے کا کہا۔

"لیکن بی جان وہ تو چلا گیا۔۔"مدیحہ نے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھ لیا آپ نے ہمیں لوگوں کے سامنے شرمندہ کر کے خود بھاگ گیا" سید جبیل بھڑکے۔

"اچھا ہوا بابا سائیں چلا گیا یہاں رہتا تو پھر کچھ غلط کرتا آپ آرام کریں میں کرتا ہوں بات ان لوگوں سے اگر وہ پنچائت کا کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے سیدوں کی لڑکی پر جملے کسنے کی پاداش میں انکے خاندان کو بھی سزا ملے گی۔۔"

وہ سرد سے لہجے میں کہتا حویلی سے نکل کر درباری حصے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ قاضی بھی میں ہی ہوں اگر آپکے لاڈلے کو معافی مانگنی پڑ گئی نا تو کبھی بھی نہیں مانگے گا اور الٹا مجھے ہی شرمندہ کروائے گا۔۔"

سید جبیل بی جان سے کہہ رہے تھے اور بی جان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ آرجے کو کس طرح سدھاریں۔

وہ خوشی خوشی کلاس سے باہر نکلی تھی۔ کلاس کے طالب علم اچھے تھے۔ کچھ ہی دیر میں اسکا اعتماد بحال ہوا تھا اور اب وہ شکر رہی تھی کہ اسکا پہلا دن اچھا گزر گیا تھا۔ کالج سے سیدھا وہ اپنی اکیڈمی آئیں تھی جہاں وہ اب مہرو کے ساتھ کینٹین پر بیٹھی سموسے کھا رہی تھی۔

"کیسا گزرا پہلا دن؟؟" مہرو نے وہ پوچھا۔

"اچھا تھا۔۔"

"کسی نے تنگ تو نہیں کیا؟؟ مہرو نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں لیکن میں خود تھک گئی ہوں اور اب نیند آرہی ہے۔۔" حانم کی بات سن کر مہرو کو اس پر ترس آیا تھا۔

"کہا تو تھا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔۔" مہرو کو دکھ ہوا وہ واقعی تھکی ہوئی نظر آرہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا مہرو بس دو مہینوں کی بات ہے تم دعا کرو کہ اللہ پاک مجھے ہمت دے کر رکھے جانے وہ لوگ کیسے ہوتے ہیں جو دن رات کام بھی کرتے ہیں اور پڑھائی میں ٹاپ بھی کر جاتے ہیں۔" حانم کو احساس ہوا تھا کہ دو کام ایک ساتھ کرنا بہت مشکل تھا۔

"تمہارے جیسے ہوتے ہیں ہانی، اور تم دیکھنا ایک دن اللہ پاک تمہیں بہت ساری کامیابیوں سے نوازے گا۔۔"

آمین ثمہ آمین" حانم اسکی بات پر مسکرائی۔"

"اچھا جلدی کرو اب کلاس شروع ہونے والی ہے ہماری۔۔"

"بس یہ چائے پی لوں پھر چلتے ہیں کلاس میں۔۔" حانم نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

جبکہ مہرو اسے پیار سے دیکھ رہی تھی۔

مہر والنسا کیلئے ام حانم بہت اہم تھی۔ وہ بچپن سے اسکی دوست تھی۔ مہرو کا تعلق اچھے خاندان سے تھا۔ پیسے کی بھی کمی نہیں تھی۔ وہ چاہتی تو کسی اچھے کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لے سکتی تھی ایف ایس سی کے بعد لیکن اس نے حانم کے ساتھ ایک اکیڈمی میں پڑھنا پسند کیا تھا۔ وہ اسکی سچی اور مخلص دوست تھی۔

"یہ شخص میرے میسجز کا جواب کیوں نہیں دے رہا؟؟۔۔" ماہی لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس نے تین دن پہلے حشام کو میسج کیا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسکی سانسیں اب اٹکنے لگی تھیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ماہین حمدان کسی کو میسج کرے وہ شخص اگنور کر دے جواب نا دے؟؟" اسکو دکھ ہو رہا تھا۔ باہر گرتی برف اسے مزید اداس کر رہی تھی۔

"ماہی تم پریشان مت ہو شاید اس نے تمہارا میسج نہ دیکھا ہو شاید وہ مصروف ہو۔۔"

ایلا نے اسے دوپہر میں حوصلہ بھی دیا تھا لیکن اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

"ابھی تک فرینڈ ریکویسٹ بھی ایکسیپٹ

نہیں کی۔۔"وہ مایوس ہونے لگی تھی۔

"ہو سکتا ہے انہوں نے دیکھا نا ہو۔۔"وہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

"مسٹر حشام جبیل بس ایک بار بات کر لیں"ایک اور میسج کرنے کے بعد وہ لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی۔ان دیکھی سی اداسی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

آج اسکا کالج میں تیسرا دن تھا جب اسے کلاس میں دو نئے بچے نظر آئے تھے۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔

لڑکے کو بچہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ آخری بینچ پر بیٹھا تھا۔ حانم کو وہ تھوڑا عجیب لگا تھا۔ گہرے گھنے بال جنہیں جیل لگا کر پیچھے کی طرف چپکایا گیا تھا جو گردن کو چھو رہے تھے۔اس نے باقی سٹوڈنٹس کی طرح یونیفارم بھی نہیں پہنا تھا۔ لڑکیاں بار بار پیچھے مڑ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ اسکی نظر کھڑکی سے باہر کھلے آسمان پر جمی تھی۔حانم کے کلاس میں داخل ہونے پر سب نے سلام کیا تھا۔ جبکہ اس نے ایک نظر حانم کو دیکھنے کے بعد جس میں تھوڑی حیرانی تھی۔چہرہ دوبارہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا۔

"یہ نئی میم کب آئی ہیں؟؟لڑکیوں کی جانب والی قطار میں سب سے آخر میں بیٹھی لڑکی نے اپنے ساتھ والی لڑکی سے پوچھا۔

"ہاں دو دن پہلے جب تم اور تمہارا دوست دونوں غیر حاضر تھے۔۔ویسے تمہاری مام تو پرنسپل ہیں کیا انہیں نے ذکر نہیں کیا؟؟"

"نہیں مجھے تو کسی نے نہیں بتایا ویسے بھی مجھے ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، ہم یہاں کچھ ماہ کیلئے آئے ہیں ان باتوں سے ہمیں کیا لینا دینا۔۔؟"رُشنا نے ایک ادا سے بالوں کو پیچھے کی جانب جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"آج کلاس میں دو نئے چہرے نظر آرہے ہیں کیا آپ لوگ اپنا تعارف کروائیں گے؟؟"حانم نے کلاس میں موجود ان دو سٹوڈنٹس سے کہا۔

"میں رشنا ہوں۔۔اس کالج کی اونر (مالک) کی بیٹی۔۔"وہ بس اتنا ہی بولی تھی اور پھر چہرہ لڑکے ک طرف کیا۔

"اور آپ؟؟۔۔"حانم نے لڑکے سے پوچھا۔جو جانے باہر آسمان میں کیا ڈھونڈ رہا تھا۔

"آپ سے بات کر رہی ہوں۔۔کیا آپکو سنائی نہیں دیا۔۔؟"اس نے مصنوعی غصے سے کہا۔

لڑکے نے اسکے لہجے میں چھپے غصے کو محسوس کرتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔مہرون ٹخنوں سے ذرا اوپر تک آتی فراک پہنے جس پر سیاہ رنگ کا سویٹر پہن رکھا تھا۔مہرون ڈوپٹہ لئے وہ لڑکی اسے کہیں سے بھی ٹیچر نہیں لگتی تھی۔اسکی آنکھوں نے ایک سیکنڈ میں حانم کو سکین کر لیا تھا۔جبکہ حانم اسکے اس طرح دیکھنے پر گڑبڑا گئی تھی۔

وہ جانے کیوں ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا پوری کلاس میں سرگوشیاں پھیل گئی تھیں۔حانم نے محسوس کیا تھا کہ وہ کلاس میں سب سے لمبا تھا۔سردی میں ٹی شرٹ پہنے وہ خاصا پر سکون سا لگ رہا تھا۔

"کیا اسے سردی نہیں لگتی؟؟حانم نے دل میں سوچا۔

"نام کیا ہے آپکا؟؟وہ پوچھ رہی تھی۔

جبکہ لڑکا گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"روحان جبیل۔۔سید روحان جبیل"وہ حانم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اسکی آواز کافی رعب دار تھی۔

"میم یہ آرج۔۔"کلاس میں ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا تھا جب روحان نے گھور کر اسے دیکھا اسکی زبان کو وہیں بریک لگی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ بیٹھ جائیں آج کا لیکچر شروع کرتے ہیں۔۔"حانم نے سرسری سے انداز میں کہنے بے بعد کتاب اٹھائی ی۔

جبکہ روحان کی سرد نگاہیں اب بھی اسی پر جمی تھیں۔یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اسے کسی نے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔

وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔جب حانم نے اسے ایسے ہی کھڑے دیکھا تو اسکے چہرے پر الجھن ابھری۔

"اور آپکا تعارف مس۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اُم حَانم نام ہے میرا۔۔اور میرا تعارف اتنا اہم نہیں ہے آپ بیٹھ جائیں۔۔"وہ مسکرائی تھی۔

روحان کو تھوڑا سا تعجب ہوا تھا یا وہ اسے واقعی ہی نہیں جانتی تھی یا پھر جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی۔

"پتا ہے مہرو آج کلاس میں ایک نیا لڑکا آیا ہے مطلب ہے تو پرانا ہی لیکن پچھلے دنوں وہ غیر حاضر رہا تھا اس لیے آج ہی ملا۔۔"

پھر۔۔۔؟؟مہرو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"عجیب انسان ہے ایک تو اتنا بڑا ہو کر ایف ایس سی میں ہی ہے ابھی اور اوپر سے پورے لیکچر وہ باہر دیکھتا رہا۔"

"لڑکے جلدی بڑے ہو جاتے ہیں ہانی۔۔اور شاید اسکے ساتھ کوئی مسئلہ ہو۔۔"مہرو کی بات پر حانم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

انسانی جسم کو پگھلا دینے والی گرمی پڑ رہی تھی۔ایسے لگ رہا تھا جیسے آگ برس رہی ہو۔۔پیاس سے اسکا گلا خشک ہو چکا تھا۔دور اسے ایک دریا نظر آیا تھا وہ جلتی تپتی زمین پر ننگے پاؤں چلتی اس دریا کی طرف بڑھ رہی تھی۔

پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے لیکن پیاس کی شدت اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی۔جیسے ہی وہ دریا کے پاس پہنچی۔ہوا میں گرمی کی شدت مزید بڑھ گئی تھی۔دریا پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں

تھیں۔دریا میں پانی کی جگہ لاوہ بہہ رہا تھا۔ وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی جب کسی نے اسے پیچھے سے دھکا دیا تھا اور وہ آگ ابلتے دریا میں جا گری۔ آگ نے جسم کو جلایا تو وہ چیختے اٹھ بیٹھی تھی۔
چہرہ پسینے سے تر تھا۔موٹی رضائی میں اسکا دم جیسے گھٹ کر رہ گیا تھا۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" چیخ کی آواز سن کر آسیہ بیگم اٹھ گئی تھی۔
"اماں وو۔۔وہ۔۔" الفاظ اسکے گلے میں دم توڑ گئے تھے۔
کمرے میں پھیلی زیرو بلب کی روشنی میں اسکے چہرے پر پھیلا خوف اسکی ماں آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔
"کیا ہوا کوئی برا خواب دیکھا کیا؟؟ آسیہ بیگم نے پوچھا۔
"پپ۔۔پانی۔۔" خشک ہوتے حلق کے ساتھ وہ مشکل بول پائی تھی۔ کچھ سیکنڈز بعد ہی پانی کا گلاس آسیہ بیگم نے اسے پکڑایا تھا جو وہ ایک ہی سانس میں پی گئی تھی۔
"کتنی بار کہا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سویا کرو۔ کام اور مصروفیت اپنی جگہ لیکن نماز چھوڑنا کہاں کی دانشمندی ہے؟؟" آسیہ بیگم نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکنے کے بعد کہا۔
وہ آج کافی تھک گئی تھی۔ کالج اکیڈمی اور پھر اپنی اسائنمنٹ بنانے کے بعد اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھے۔ شیطان نے غلبہ پایا تو وہ بنا نماز پڑھے ہی سوگئی تھی۔ اب اور اب ڈر کر اٹھی تھی۔
کچھ لمحے لگے تھے اسکی تیز چلتی دھڑکن کو نارمل ہونے میں۔
"اللہ مجھے معاف کر دیں آئندہ نہیں چھوڑوں گی نماز۔۔!!" اسکی آنکھ سے آنسو نکل آیا تھا۔خواب نے بری طرح اسے ڈرا دیا تھا۔
"شیطان نے بہکاوا دیا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سوچو مت اور سو جاؤ۔۔" اماں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

وہ جاگتی رہی تھی۔ سردیوں کی راتیں ویسے بھی لمبی ہوتی ہیں پورے ایک گھنٹے بعد اسکی آنکھ لگی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس خواب کا اسکی زندگی پر کیا اثر پڑنے والا تھا۔

پچھلے کئی دنوں سے وہ لڑکی اسے لگارتا میسجز کر رہی تھی۔ حشام اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسکی منتیں کرنے کی وجہ سے آج وہ اسے جواب دے رہا تھا۔

"جی بولیں۔۔ میں آپکی کیا مدد کر سکتا ہوں؟؟" ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا گیا تھا۔ جبکہ ماہی تو خوشی کے مارے بے ہوش ہونے والی ہوگئی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ سکرین پر اسکے بھیجے گئے پیغام کو بے یقینی سے دیکھتی رہی تھی۔ جبکہ دوسری جانب وہ بے زار سے جواب کا منتظر تھا کیونکہ ماہین ہمدان میسج سین کرنے کے بعد گنگ بیٹھی تھی۔

"میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔۔" کتنی ہی دیر بعد کانپتی انگلیوں سے اس نے ٹائپ کیا تھا۔

"معذرت محترمہ میں عورتوں سے دوستی نہیں کرتا۔۔" ماہی کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

"لیکن کیوں؟؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا۔۔"

ماہی نے دیکھا تھا اسکی فرینڈ لسٹ میں کوئی لڑکی بھی ایڈ نہیں تھی۔

"لیکن میں آپکو جانتی ہوں آپکو یاد ہو گا ہم ملے تھے پیرس میں ایفل ٹاور کے پاس۔" وہ اسے کچھ یاد دلانا چاہتی تھی۔

"نہیں مجھے کچھ یاد نہیں اور اب آپ مجھے ڈسٹرب مت کیجیے گا۔ خدا حافظ۔۔!! " وہ اپنی بات کر کے اسکی سنے بنا آف لائن جا چکا تھا۔

جبکہ ماہی ایک گہرا سانس لے کر رہ چکی تھی۔

وہ بات بھی سننا گوارہ نہیں کر رہا تھا جسکے لیے وہ ماری ماری پھر رہی تھی۔

اس دن روحان کلاس میں دیر سے آیا تھا۔ سیاہ رنگ کا اَپر پہنے جسکے ہُڈ نے اسکا آدھا چہرہ چھپا دیا تھا وہ بنا اجازت لیے اندر آیا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ بیٹھتے ہی اس نے چہرے کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا روزانہ کی طرح۔ وہ لیکچر پر دھیان بالکل بھی نہیں دیتا تھا۔ حانم کو وہ پہلے دن سے ہی کسی امیر باپ کا بگڑا ہوا لاڈلہ لگا تھا۔

"آپ لیکچر پر توجہ کیوں نہیں دیتے روحان۔۔؟؟" تنگ آ کر وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ روحان نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔ اسکی نظروں میں ہمیشہ کی طرح سرد مہری تھی۔

"کیونکہ آپ نے فارمولا غلط لکھا ہے مس۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ اسکی طرف اچھال کر بولا تھا۔

حانم نے گربڑا کر بورڈ کو دیکھا تھا واقعی اسکا فارمولا غلط تھا۔ پوری کلاس اسے توجہ سے سن رہی تھی لیکن کسی کو پتا نہیں چلا اور وہ جس نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا وہ کیسے جان گیا تھا؟؟

"معذرت۔۔" حانم نے فارمولا دوبارہ لکھا تھا۔

"ویسے مس آپکی عمر کیا ہے؟؟ روحان کی طرف سے پہلا سوال آیا تھا۔

"انیس سال اور کچھ ماہ۔" وہ سچ بول گئی تھی۔

"میٹرک کب کیا تھا آپ نے؟؟ دوسرا سوال حاضر تھا۔

"تقریباً چار سال پہلے۔۔" وہ نا سمجھی سے جواب دے رہی تھی۔ حانم نے محسوس کیا اسکی آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی جو اسے جواب دینے پر مجبور کر رہی تھی۔

"تو پھر آپ نے ماسٹر کیسے کر لیا مس۔" اسکے سوال پر حانم گڑبڑا گئی تھی۔ میم سمعیہ کا بولا گیا جھوٹ اسے بری طرح پھنسا گیا تھا۔ پوری کلاس میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"اب وہ لوگ جنہیں خود کچھ نہیں آتا وہ ہمیں پڑھائیں گے۔۔؟؟" ہتک آمیز لہجہ تھا۔

حانم کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اسے اس وقت بہت برا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن الزام اس پر آیا تھا۔ وہ پوری محنت سے لیکچر تیار کر کے آتی تھی۔ آج جانے کیسے فارمولا غلط ہو گیا تھا۔ اور آج ہی روحان جَبَیل عرف آر جے اسے پکڑ چکا تھا۔

"یہاں سے کل شروع کرینگے۔" وہ بیگ اٹھا کر کلاس سے باہر نکل آئی تھی۔ کلاس کا وقت ویسے بھی ختم ہو چکا تھا ایک دو منٹ باقی تھے۔ اسے محسوس نہیں ہوا تھا کب اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وقت نے اسے بہت حساس بنا دیا تھا اور آر جے کی بات اسکے دل پر لگی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ایک آنسو اسکی آنکھ سے گال پر پھسلا تھا جسے اس نے ہتھیلی سے رگڑ کر جلدی سے صاف کیا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔

یہ روحان جبیل کی وجہ سے ام حانم کی آنکھ میں پہلا آنسو آیا تھا۔ جانے قدرت نے آگے کیا لکھا تھا۔۔!!!

وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"ارے بی جان آپ اندر آئیں وہاں کیوں کھڑی ہیں۔" حشام نے بی جان کو دروازے میں کھڑا دیکھا تو وہ احترام کے باعث انکی طرف بڑھا۔

ہاتھ پکڑ بیڈ پر لا کر بٹھایا۔

"ہوگئی تیاری؟؟" بی جان نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی بی جان۔۔ بس مکمل ہو گئی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تم بھی چلے جاؤ گے گھر ایک بار پھر خالی ہو جائے گا۔ مدیحہ بھی دو تین ماہ بعد چکر لگاتی ہے اور روحان تو آتا ہی اپنی مرضی سے ہے۔۔ میں ترس جاتی ہوں تم لوگوں کا چہرہ دیکھنے کیلئے"۔۔

بی جان افسردہ تھیں۔

"ارے آپ اداس نہ ہوں میری پیاری ماں جان، میں روزانہ آپکو فون کیا کروں گا اور آر جے سے بھی کہوں گا کہ جلدی جلدی چکر لگایا کرے۔" وہ محبت سے بی جان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جب اسے زیارہ پیار آتا تھا وہ انہیں ماں جان کہتا تھا۔

"مجھے سب سے زیادہ روحان کی فکر کھاتی ہے میرے بچے۔۔ تم تو بہت سمجھدار ہو لیکن اسکے ساتھ جانے کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

"آپ پریشان نہ ہوں وہ ابھی بچہ ہے بیس سال زیادہ عمر نہیں ہوتی اور آپ جانتی بھی ہیں کہ وہ سب جیسا نہیں ہے، اسے وقت لگے گا ہر چیز کو سمجھنے کیلئے۔" حشام نے تسلی دی۔

"تم تو ایسے نہیں تھے حشام۔۔ جب تم بیس سال کے تھے تب بھی بہت سمجھدار تھے۔"

"وہ اس لئے کہ میں آپکا بیٹا ہوں۔" وہ ہولے سے مسکرایا۔

"روحان مجھے تم سے زیارہ پیارا ہے حشام، میں نے ماں سے زیادہ پیار دیا ہے اسے، میں نہیں جانتی کل کو میری تربیت پر انگلی اٹھے۔" بی جان پریشان تھیں۔

"اچھا اب آپ پریشان مت ہوں، جلدی سے کھانا لگوادیں مجھے بھوک لگی ہے۔ یہاں سے لاہور جاؤں گا۔ آپکے لاڈلے سے ملنے کے بعد ہی پیرس کی فلائٹ لوں گا" وہ ہشاش بشاش سا کہہ رہا تھا۔

"ابھی لگواتی ہوں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ بھوک لگی ہے۔" بی جان اسے گھورتی ہوئی اٹھیں تو وہ مسکرا دیا۔

حانم اسکے رویے سے تنگ آگئی تھی۔ وہ ایک دن کلاس میں ہوتا تو دو دن غائب رہتا تھا۔ ٹیسٹ وہ نہیں دیتا تھا۔ دھیان کھڑکی سے باہر ہوتا تھا۔ حانم جتنا مرضی اچھا پڑھا لے وہ کوئی نا کوئی غلطی نکالتا تھا اور ایسے سوال پوچھتا تھا کہ وہ چاہ کر بھی جواب نہیں دے پاتی تھی۔ آج بھی وہ کلاس میں دیر سے آیا تھا اور پھر

موبائل پر بجتی بیل کو دیکھنے کے بعد اب وہ فون سن رہا تھا۔ حانم کو اس وقت اس پر انتہائی غصہ آیا۔ ایک تو وہ لیٹ آیا تھا۔ اوپر سے کلاس میں فون استعمال کر رہا تھا جسکی اجازت نہیں تھی۔

"اوکے میں آرہا ہوں شاموکاکا۔" وہ فون بند کرتے ہوئے اٹھا اور بنا پوچھے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟؟" حانم نے غصے سے پوچھا۔

"اووو شٹ اپ۔۔ تم کون ہوتی ہو روکنے والی۔۔۔؟؟"

وہ بنا اسکی طرف دیکھے آگ لگانے والے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

اور حانم کی برداشت ختم ہوئی۔ پوری کلاس کے سامنے وہ اسکی بے عزتی کر رہا تھا۔ جبکہ پوری کلاس گنگ بیٹھی تھی۔

"اپنے والد صاحب کا نمبر تو دیں ذرا۔" وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا بول رہی تھی۔

"O really??"

وہ حیرانی سے مڑا۔

"جی آپکے کارنامے انہیں بتانے ہیں۔" وہ اسے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"لکھ لو۔" وہ اسے نمبر لکھواتا کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔ کلاس ختم ہونے کے بعد حانم نے سب سے پہلے رجسٹر میں اسکا ریکارڈ چیک کیا تھا جس میں وہی نمبر لکھا تھا۔ اس نے خود کے غصے پر قابو پاتے وہ نمبر ملایا تھا۔

حشام، آرجے کے ساتھ بیٹھا تھا جب اسکے موبائل پر انجانے نمبر سے فون آیا تھا۔ اس نے کال پک کرنے کے بعد فون کان سے لگایا۔

"آپ روحان جبیل کے گھر سے بات کر رہے ہیں۔۔؟؟"

کوئی لڑکی بول رہی تھی جسکا لہجہ سخت تھا۔

"جی۔۔لیکن آپ۔۔؟" وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں اسکے کالج سے مس ام حانم بات کر رہی ہوں مجھے آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے آپ سے آپ برائے مہربانی کل کالج تشریف لے آئیں۔" ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی وہ حشام جبیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا گئی تھی۔

"اچھا آپ۔۔"

"ٹوں۔۔ٹوں۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ جواب دیتا فون ڈسکنیکٹ ہو چکا تھا۔

حشام نے سرد نظروں سے روحان کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے؟؟" خود کی طرف گھورتا پا کر روحان نے پوچھا۔

"کیا کیا ہے تم نے کالج میں مسٹر آر جے؟؟" حشام نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"کیا؟؟" وہ معصوم بنا۔

حشام حیران ہوا تھا۔کافی عرصے بعد اسکے کسی تعلیمی ادارے کی طرف سے اسکی شکایت آئی تھی۔ شروع میں سکول کی طرف سے ٹیچرز کے فون آتے تھے۔ پھر جیسے ہی سب کو پتا چلا دوبارہ کسی نے فون نہیں کیا تھا۔

اب یہ کافی سالوں بعد ایسا ہوا تھا۔

"تمہاری کسی ٹیچر کی کال تھی کہہ رہی تھی آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے۔" نا چاہتے ہوئے مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو گئی تھی۔

"اووہ یقین نہیں ہوتا وہ اتنی بے وقوف ہے۔" روحان نے افسوس سے سر ہلایا۔

"بتاؤ تم نے کیا گل کھلایا ہے؟؟"

"یہ تم اس سے جا کر پوچھنا جس نے فون کیا ہے۔ میں تو اسے دیکھ ہی لوں گا۔۔" آخری جملہ اس نے آہستہ آواز سے کہا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر کل بات ہو گی اس موضوع پر۔۔ پیرس جانے سے پہلے میں تمہاری اس ٹیچر سے ملنا پسند کرونگا جس نے آر جے کی شکایت لگانے کی ہمت کی ہے۔۔" جبکہ اسکی بات پر روحان کے چہرے کے تاثرات تن سے گئے تھے۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مس ام حانم۔۔" وہ تصور میں اس سے مخاطب تھا جبکہ حشام کی گہری نظریں یہ جاننے دے قاصر تھیں کہ اسکے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا۔

"اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا ایلا۔۔ وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔۔" ماہی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ کچن میں کام کرتی ایلا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو ماہی؟؟ کس نے انکار کیا ہے؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"حشام نے۔۔" ماہی کے لب پھڑ پھڑائے۔

"اووہ۔۔ تو اس میں رونے والی کیا بات ہے پاگل۔۔؟؟" ایلا نے اسکی نم آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جس شخص کیلئے میں اتنا خوار ہوئی وہ میری بات سننے تک کیلئے تیار نہیں ہے۔۔ میں اسے اپنی بد نصیبی "سمجھوں۔۔"

"یہ اسکی بد نصیبی ہے ماہی جو اس نے تمہیں نہیں سمجھا۔۔" ایلا نے اسکی بات کاٹی۔

"چلو میرے ساتھ اور ریلیکس ہو جاؤ۔۔" ایلا اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے ڈرائنگ روم میں لائی اور اسے صوفے پر بٹھایا تھا۔ ماہی نے آنکھوں میں آئی نمی کو زبردستی مسکراتے ہوئے صاف کیا تھا۔

"تم تو کہتی ہو نا کہ وہ سیّد خاندان سے ہے ایک اعلیٰ خاندان سے۔۔ جس کا وقار بہت زیادہ ہے۔۔ تو سوچو اگر وہ فوراً ہی تمہاری بات مان لیتا اور تم سے فلرٹ شروع کر دیتا تو تمہیں کیسا لگتا۔۔" وہ ماہی کے گھٹنوں کے پاس بیٹھی پوچھ رہی تھی۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بولو۔۔کیا اچھا لگتا تمہیں ؟؟" ایلا نے دوبارہ پوچھا۔

"نہیں۔۔" ماہی نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو مس ماہی خوش ہو جائیں آپ کہ آپکا دل کسی سطحی مرد پر نہیں آیا جو عورت دیکھ کر ہی مرجاتا ہے۔۔بلکہ شکر کرو کہ تمہاری پسند عام نہیں ہے۔۔" ایلا نے اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تو ماہی ایک دم مسکرادی۔ ایلا کی باتوں نے اسے پھر سے زندہ دل کر دیا تھا۔ ایک نئ امید کی سحر اسکے اندر جاگ گئ تھی۔ واقعی اس نے اس پہلو پر نہیں سوچا تھا۔

"اب میں کافی بنالوں ؟؟" ایلا نے سوال کیا۔

"میرے لیے بھی۔۔۔" ماہی مسکرادی۔

اور ایلا نے دیکھا تھا اسکے مسکرانے پر جیسے سارے رنگ فضا میں بکھر گئے تھے۔ ایک مثبت امید انسان کو ایسے ہی تازہ دم کر دیتی ہے۔

وہ سٹاف روم میں بیٹھی ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔ جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ حانم نے مصروف سے انداز میں کال پک تھی۔

"ہیلو۔۔؟؟"

"مس ام حانم۔۔؟؟" اسکے ہیلو کے جواب میں پوچھا گیا تھا۔

"جی بول رہی ہوں آپ کون ؟؟"

"میں حشام جبیل بات کر رہا ہوں کل آپ نے روحان جبیل کے سلسلے میں کال کی تھی اور ملنے کا کہا تھا۔ میں اس وقت کالج کے باہر کھڑا ہوں کیا آپ اس وقت مل سکتی ہیں ؟؟؟۔۔"

بھاری مردانہ آواز میں پوچھا گیا تھا البتہ لہجہ میں شائستگی تھی۔

"جی۔جی۔۔آپ اندر آجائیں

PTM

روم میں، میں آپکو مل لوں گی۔۔" وہ ٹیسٹ اٹھاتے ہوئے پی ٹی ایم روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جبکہ دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"یس۔۔۔" وہ بنا دروازے کی طرف دیکھے بولی تھی۔

وہ آج ہی سارے ٹیسٹ چیک کرنا چاہتی تھی۔

"Excuse me.."

مردانہ آواز پر حانم نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم۔۔!میں یہاں مس ام حانم سے ملنے آیا ہوں کیا آپ انہیں بلا سکتی ہیں؟؟" وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ سامنے بیٹھی لڑکی اسے کوئی سٹوڈنٹ ہی لگی تھی۔

"جی میں ہی ہوں ام حانم۔۔آپ بیٹھ جائیں پلیز۔" حانم نے اسے میز کی دوسری جانب رکھی کرسی کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اتنی چھوٹی سی ٹیچر۔۔وہ حیران ہوا۔

"کیا واقعی آپ یہاں ٹیچر ہیں؟؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ چکا تھا۔

"جی" وہ ہلکا سا مسکرائی تو حشام اپنی حیرانی پر قابو پاتے ہوئے سامنے رکھی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔

"آپ روحان جبیل کے کیا لگتے ہیں؟؟" حانم نے ٹیسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ سامنے بیٹھا انسان باپ تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔

"میں حشام بن جبیل ہوں روحان کا بڑا بھائی۔۔" اس نے کزن کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"اب آپ بتائیں کس سلسلے میں مجھے یہاں بلایا گیا ہے؟؟ اور کیا کیا ہے روحان نے؟؟" دیوار میں بنی گلاس ونڈو سے دھوپ کی شعائیں چھن کر اندر آرہی تھیں اور ان دونوں کے درمیان رکھے میز پر چمک رہی تھیں۔

"دراصل مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ روحان جبیل تھوڑا عجیب ہے۔ کیا اسکے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے؟ میرا مطلب۔۔"

"ہاں وہ تھوڑا نہیں بہت عجیب ہے۔۔" حشام نے اسکی بات کی تصدیق کی۔

"ہے نا؟ مجھے پہلے دن ہی شک ہو گیا تھا۔ وہ کلاس میں دیر سے آتا ہے۔۔ زیادہ غیر حاضر رہتا ہے۔۔ اور بہت ہی زیادہ۔۔"

"بدتمیزی کرتا ہے۔۔" حشام نے اسکی بات کاٹی۔

"جی بالکل۔۔۔" حانم کے منہ کے زاویہ بگڑا۔

" ایک بھی ٹیسٹ نہیں دیتا وہ۔۔ اور۔۔"

"اور الٹے سیدھے سوال کرتا ہے۔۔ ہے ناں؟؟ "وہ ایک بار اسکی بات پوری کر چکا تھا۔

حانم کی آنکھوں میں حیرانی ابھری۔

"آپکو تو سب پتا ہے۔۔"

"ظاہر سی بات ہے مس ام حانم وہ میرا بھائی ہے بیس سال ساتھ رہا ہے کیا مجھے نہیں پتا ہو گا۔۔؟؟" وہ نا جانے کیوں اتنا بول رہا تھا۔

"بیس سال۔۔ آج کل بچے سترہ سال کی عمر میں انٹر کر رہے ہیں اور وہ بیس سال کا ہو کر بھی انٹر میں ہی گھوم رہا تھا۔۔" حانم نے اپنی طرف سے بڑی بات کی تھی۔ اور حشام جبیل نے مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔

"لگتا ہے آپکو کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا اور آپ روحان جبیل کے بارے میں کچھ نہیں جانتی؟؟"

"جی۔۔ میں سمجھی نہیں" حانم کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"وہ انٹر کا سٹوڈنٹ نہیں ہے بلکہ بی بی اے

(BBA)

کررہاہے۔۔ آخری سمیسٹر فریز کر کے وہ دماغ کے الٹ جانے پر ایف ایس سی کرنے آیا ہے۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟؟ "حیرت سے اسکی آنکھیں پھیلیں۔ حشام کو ان بڑی بڑی گرے رنگ کی آنکھوں میں پھیلی حیرانی اچھی لگی تھی۔

"جی۔۔ پہلے اس نے کمیسٹری نہیں پڑھی تھی ویسے تو اسے ضرورت نہیں ہے وہ خود بھی کتاب پڑھتا تو سمجھ جاتا۔۔ لیکن نا جانے کیوں وہ یہاں آ گیا۔۔ وہ جو کرتا ہے ہمیں اسکی سمجھ نہیں آتی۔۔"

"لیکن وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ وہ ایک سلفائٹ ہے۔۔!! کیا آپ جانتی ہیں کہ سلفائٹ کسے کہتے ہیں؟؟" وہ میز پر تھوڑا جھک کر رازدانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

شاہ جبیل خاندان پچھلے کئی سالوں سے ملتان میں آباد تھا۔ سید خاندان ہونے کے ناطے پورے علاقے میں انہیں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جبیل خاندان کے اباؤ اجداد نے لوگوں کے مسائل کو روحانی طریقے سے سلجھایا تھا۔ دور دور سے لوگ دعاؤں کیلیے وہاں تشریف لاتے تھے۔ اور اسی طرح انکا سیاست میں بھی بڑا نام تھا۔ لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ سید جبیل کے دو بیٹے تھے۔ بڑا ضیاء جبیل اور اس سے چھوٹا حیدر جبیل۔ دونوں بھائیوں کی شادی کم عمری میں ہی ایک ساتھ کردی گئی تھی۔

ضیای جبیل کے دو بچے تھے ایک بیٹا حشام بن جبیل جبکہ بیٹی مدیحہ جبیل تھی۔ اور اسکی بیوی خدیجہ جبیل نہایت شریف اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ جو اب بی جان کے رتبے پر فائز تھیں۔ جبکہ حیدر جبیل کے گھر شادی کے آٹھ سال بعد بڑی منتوں، مرادوں، وظیفوں اور دعاؤں کی قبولیت کے بعد وہ پیدا ہوا تھا۔۔ جسکا نام عائشہ جبیل، حیدر جبیل کی بیوی، نے روحان جبیل رکھا تھا۔

عائشہ جبیل کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی۔ صرف اسے ہی نہیں بلکہ پوری سید حویلی میں موجود لوگوں کو جن میں ملازمین بھی شامل تھے روحان جبیل بہت عزیز تھا۔

لیکن جب وہ پیدا ہوا تو رویا نہیں تھا۔چار سال تک وہ بول نہیں پایا تھا۔جبیل خاندان نے بہت علاج کروایا تھا اسکا۔لیکن ڈاکٹروں نے کہا تھا وہ پیدائشی نقص لے کر پیدا ہوا ہے کبھی بول نہیں پائے گا۔وہ ہر چیز کا بہت گہری نظروں سے مشاہدہ کرتا تھا۔اسے غصہ بہت آتا تھا شدت جذبات سے اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہو جاتی تھیں۔

صرف ایک شخص جو اسے سب سے عزیز تھا وہ تھا حشام بن جبیل۔۔پورے چار سال بعد معجزہ ہوا تھا۔وہ پہلی بار کچھ بولا تھا۔پہلی بار اس نے کسی کو پکارہ تھا۔

نہ اس نے ماں کہا تھا اور نہ باپ۔۔اس نے پہلا لفظ جو اپنی زبان سے ادا کیا تھا وہ تھا "حشام" وہ بہت صاف بول رہا تھا کوئی ہکلاہٹ نہیں تھی اسکی زبان میں۔سید حویلی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ صدقے کے بکرے اسکے سر پر سے وارے گئے تھے۔

بس یہ اسکی آخری خوشی تھی جو سید حویلی میں منائی گئی تھی۔اسکے بعد روحان کی حرکتوں نے سب کو مصیبت میں ڈال دیا تھا۔

"سلفائٹ۔۔۔"وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔

"جی سلفائیٹ۔۔ پڑھا ہوگا آپ نے؟؟ حشام نے پوچھا۔

"جج۔۔جی۔۔"اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

"جی تو بس اب آپکو اچھے طریقے سے سب سمجھ جانا چاہیے اور اسکے رویے کی وجہ سے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔۔"ناجانے کیوں حشام کو ایک اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے بہت شائستہ انداز

میں اس سے بات کر رہا تھا۔ جیسا روحان نے کہا تھا کہ وہ بہت نک چڑی، مغرور اور بے قوف لڑکی ہے حشام کو وہ ویسی نہیں لگی تھی بلکہ وہ اسے بہت سمجھدار اور معصوم لگ رہی تھی۔

دھوپ کی شعاؤں کا رخ میز سے ام حانم کی طرف پلٹا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا جب ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔ حانم نے کچھ دیکھنے کیلئے چہرے کا رخ کھڑکی کی طرف کیا تھا اور شعاؤں نے اسکے چہرے کو چھوا تھا۔ اسکی تھوڑی سے عجیب سی روشنی پھوٹی تھی۔ جیسے کوئی ہیرا چمکتا ہو۔ حشام کی آنکھیں ایک دم چندھیا سی گئی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ یہ کیا تھا۔ وہ روشنی کہاں سے آئی تھی۔

"آپکو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں مسٹر جبیل۔۔ میں کوشش کروں گی کہ آج کے بعد اسے نظر انداز کر سکوں" وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ جبکہ حشام بن جبیل تو جیسے گنگ ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے اب میری کلاس کا وقت ہے بہت بہت شکریہ آپ میرے بلانے پر آئے اور میرے نکتہ نظر کو سمجھا۔۔"وہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔

"جی۔۔ ٹھیک ہے آئندہ کوئی مسئلہ ہو تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔۔ میری بھی فلائٹ ہے رات کو مجھے بھی جلدی جانا ہے۔۔"وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا جبکہ حانم نے صرف سر ہلایا تھا۔

"خداحافظ۔۔!!"وہ زبردستی مسکرایا تھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ رکا تھا۔ جانے کیوں پلٹ کر اسے دیکھا تھا جو سفید ڈوپٹہ لیے روشنی میں بیٹھی اسے حیران کر رہی تھی۔ کوئی چیز پھر چمکی تھی اسکے چہرے پر۔۔ وہ عجب کشمکش کا شکار ہوا تھا۔

حانم نے جیسے ہی اسکی طرف دیکھا تھا وہ فوراً پلٹ گیا تھا۔

"یہ چمک بہت سوں کو آباد کرے گی اور بہت سوں کو برباد۔۔۔!!!" دور کہیں فقیر کے کہے گئے الفاظ گونجے تھے۔

ماہی روزانہ اسکی پروفائل چیک کرتی تھی۔

"Hasham Jabail travelling from Pakistan to Paris"

وہ اسکا اسٹیٹس دیکھ کر اپنی چیخ نہیں روک پائی تھی۔

"کیا ہوا ماہی تم ٹھیک ہو؟؟"ایلا کی پریشان سی آواز ابھری تھی۔

"ہاں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔"اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ پیرس آرہا تھا۔ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ خوشی سے ڈانس کرے۔

وہ آرہا تھا۔فاصلہ کم ہو رہا تھا اور اسکے دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔

"ایلا۔۔ایلا۔۔۔وہ آرہا ہے۔۔وہ واپس آرہا ہے۔۔"وہ چلاتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگی تھی۔ لیکن پتا نہیں تقدیر نے ملن لکھا تھا بھی یا نہیں۔

سُنو قِصّہ سُناتا ہوں
تُمہیں اِک سچ بتاتا ہوں
محبت کب ہوئی مجھ کو
تُمہیں, آغازِ چاہت میں
میری غلطی بتاتا ہوں
میں ٹُوٹا دِل لیے اِک دن
حدیں سب بھول کے اک دن
اچانک اِک اجنبی چہرہ
نظر کے سامنے گُزرا
میری آنکھوں کے رستے وہ
میرے اندر کہیں اُترا

میں کیسے جان لیتا کہ
وہ میری جان لے لے گا
مجھے اس راہ پر چلنے پہ
پھر مجبور کر دے گا
وہ رستہ میرے وجود کو غموں سے
مالا مال کر دے گا
میں اس میں گم ہو کر پھر
سبھی کو بھول بیٹھا تھا
سگے سب اپنے رشتوں کو
میں بیکار سمجھتا تھا
کہیں پر چھوڑ آیا تھا
میں اپنا آپ سبھی اپنے
پھر کچھ اس طرح پلٹا وہ
مجھے وہ پل نہ بھولے گا
جہاں پر جان نکلی تھی
مُحبّت ٹوٹ کے بکھری تھی
وہ رستے کھو گئے جیسے
دن خوشیوں کے سارے
سبھی سب سو گئے جیسے

بتلایا زندگی کیا ہے

میری تکمیل کی اس نے

مُحبّت سکھا کے وہ

سمجھانے لگی مجھ کو

یہ غلطی مت کبھی کرنا

مُحبّت درد ہے دل کا

...ڈوبگے تم نہیں کرنا

....کاش اس کو بتلا آئے کوئی

مُحبّت کے سبھی چہرے

خوشی کے غم کے سب لمحے

اسی کے نام پہ کر کے

یہ غلطی کر چکا ہوں میں

نکلنا اب نہیں ممکن

مُحبّت کر چکا ہوں میں

کب کا مر چکا ہوں میں

وہ کلاس لینے کے بعد گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی آج اسکا اکیڈمی میں ٹیسٹ تھا۔وہ جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتی تھی جب اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔

"مس ام حانم۔۔"وہ رکی تھی۔

"جی۔۔" وہ پلٹی۔ سامنے پرنسپل کے آفس کے باہر بیٹھنے والا چپڑاسی تھا۔

"آپکو میڈم نے اپنے آفس میں بلایا ہے۔" وہ اسے پیغام دے کر جا چکا تھا۔ جبکہ حانم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

ان بیس دنوں میں یہ پہلا موقع تھا جب اسے آفس میں بلوایا گیا تھا۔

"اللہ خیر کرے۔" وہ مرے مرے قدموں سے آفس کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ نے کس سے پوچھ کر مسٹر جبیل کو یہاں بلایا تھا وہ بھی کمپلین کرنے کیلئے" پرنسپل صاحبہ کے لہجے میں سختی تھی۔

وہ تو دھک سے رہ گئی تھی۔

"جج۔۔جی وہ کلاس میں مسٹر روحان۔۔"

"تو آپ مجھے بتاتیں مس ام حانم۔۔ کیا آپکو اتنا نہیں پتا کہ گھر کال کرنے سے پہلے مسئلے کو ادارے کے سربراہ سے ڈسکس کیا جاتا ہے۔۔" میڈم نے اسکی بات کاٹی۔

"شاید آپ جانتی نہیں ہیں کہ آپ نے سید جبیل کو یہاں بلوایا تھا۔ آپکو انکے خاندان کا اندازہ نہیں ہے۔۔"

وہ بے بسی سے انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ حلق میں جیسے آنسوؤں کا گولا اٹک گیا تھا۔

اسے واقعی آر جے کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ کالج میں میل سٹاف ہونے کی وجہ سے وہ اپنا فارغ وقت لیڈیز روم میں گزارتی تھی۔ اسکی کسی ٹیچر کے ساتھ بھی اتنی دوستی نہیں تھی کہ وہ اپنے مسئلے کو کسی سے ڈسکس کرتی۔ وہ سٹاف روم میں کم جاتی تھی۔ اگر وہ جاتی تو شاید اسے آر جے کا بھی پتا ہوتا۔

"آئندہ یہ غلطی نہ ہو مس ام حانم۔۔ مسٹر جبیل کے کہنے پر میں آپکو معاف کر رہی ہوں۔۔ اب جائیں اور اپنا کام بہتر بنائیں۔۔" وہ خاموشی سے اٹھ آئی تھی۔ اسے اب سمجھ آرہا تھا کہ اسے پہلے میڈم سے بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ایک عورت اپنی عزت نفس پر سمجھوتا نہیں کرتی۔

روحان نے پوری کلاس کے سامنے دوبار اسے بے عزت کیا تھا۔ جب اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے اسکے گھر فون کر دیا تھا۔ وہ شخص اسکے آنسوؤں کا سبب بنتا جا رہا تھا۔ وہ مرے مرے قدموں سے گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ پرائیویٹ اداروں میں ملازمت کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ وہاں جانے سے پہلے انسان کو اپنی عزت نفس خود ختم کر دینی چاہیے۔ آر جے آج پھر نہیں آیا تھا اور اسے یقین تھا اتنی آسانی سے وہ اسے معاف نہیں کرنے والا تھا۔

جانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ یہ ملازمت کر کے یا پھر روحان جبیل کے سلسلے میں حشام جبیل سے مل کر۔ جو پرنسپل نے اس سے کہا وہ غلط نہیں تھا وہ واقعی اسکی غلطی تھی۔ لیکن وہ کیا کرتی۔۔ وہ روحان جبیل اسکے گلے کی ہڈی بن گیا تھا۔ کلاس میں نہیں آتا تو سکون ہوتا تھا۔۔ اور جب آجاتا تھا تو دماغ خراب کر دیتا تھا۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا اور پھر چادر کو اچھے طریقے سے لپیٹتے ہوئے وہ اندر بیٹھ گئی تھی۔ اسے مضبوط بننا تھا۔ لیکن کیا سچ میں روحان جبیل کے ہوتے ہوئے وہ وہاں رہ سکتی تھی؟؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"دیکھو تم آج کے بعد مس ام حانم کو تنگ نہیں کرو گے۔۔" ایئر پورٹ کے باہر کھڑے حشام نے روحان سے کہا۔

"اگر کیا تو۔۔؟؟" وہ گاڑی کی چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے بولا تھا۔ چیونگم چباتے وہ ہمیشہ کی طرح بے نیاز نظر آرہا تھا۔

"دیکھو آر جے یہ اچھی بات نہیں ہے۔۔"

"دیکھو شاموکا کا تم جاتے وقت اپنا موڈ خراب مت کرو۔۔ یہ میری زندگی ہے اور اس حانم کو میں خود دیکھ لوں گا۔" وہ حشام کی بات کاٹ چکا تھا۔ چہرے پر بیزاری سی پھیلی تھی۔

"شرم کرو یار وہ ٹیچر ہے تمہاری۔" اور حشام کی بات پر اسکا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ویسے نا بڑا دلچسپ معاملہ ہے، ایک تو وہ ہے مجھ سے چھوٹی۔۔ اور اوپر سے اسے آتا کچھ نہیں اسے ذلیل کرنے کا مزہ الگ ہے۔۔" وہ اپنی تمام تر خباثت کے ساتھ ایک آنکھ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ایئر پورٹ پے لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ حشام کا جانے کو دل نہیں کر رہا تھا اس بار، جانے کیا چیز اسے روک رہی تھی۔ وہ کچھ بھی کرلیتا مگر آرجے کو کبھی نہیں سمجھا سکتا تھا۔

"کیا تم ہمیشہ ایسے ہی رہو گے؟؟" عجیب سے لہجے میں سوال کیا گیا تھا۔

"کیسا شاموکاکا۔۔؟؟" روحان ہنسا۔

"اتنے بیزار۔۔ اتنے گمراہ۔۔ اتنے۔۔"

"آرجے کبھی نہیں بدلنے والا، مجھے بروما ئڈز بن کر جینے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ دنیا ختم بھی ہو جائے نا آرجے کو تم ایسا ہی پاؤ گے۔۔"

وہ پر اعتماد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"اوکے اپنا خیال رکھنا۔۔!!" حشام نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اوکے شاموکاکا اب اتنے جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ مجھے سب پتا ہے وہاں جاکر تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔" حشام نے اسے ڈپٹا۔ اور پھر وہ ہزاروں دعائیں آرجے کے نام کرکے جاچکا تھا۔

وہ جانتا تھا آرجے کبھی محسوس نہیں ہونے دے گا کہ وہ بھی اسے یاد کرتا ہے اس لیے اس نے پوچھنا کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

نیند نہ آنے کی وجہ سے وہ بیزار بیزار سا انٹرنیٹ پر ٹائم گزارنے کی کوشش کر رہا تھا جب اچانک وہ چونکا۔ اسکی شخصیت سے متعلق خصوصیات۔۔ اسکی پسند کی چیزیں اسکے سامنے آ رہی تھیں۔ حالانکہ اس نے ایک بار بھی اپنی شخصیت سے متعلق کوئی چیز سرچ نہیں کی تھی۔ لیپ ٹاپ پر حرکت کرتی انگلیاں رکی تھیں۔

پل کے ہزارویں حصے میں چیزوں کو سکین کرنے والی آنکھوں کی پتلیاں سکڑیں۔ ہونٹوں کو بھینچ کر اس نے ایک بار پھر اپنے سامنے سکرین کو اوپر نیچے کیا۔ اسکی پسند کی ہر چیز اسکے سامنے کی۔

"ڈیم اٹ۔۔" اس نے لیپ ٹاپ کو پٹخنے والے انداز میں بند کیا تھا۔ اس پر نظر رکھی جا رہی تھی۔ لیکن ایسا کون کر سکتا تھا۔؟؟

آج پھر وہ اس لاوے بہتے دریا کے کنارے کھڑی تھی۔ پیاس سے اسکا برا حال تھا۔ اسکا پور پور جیسے جل رہا تھا۔ اور پھر کسی نے اسے دھکا دیا تھا۔ لیکن آگ سے جلتے دریا میں گرنے سے پہلے اسے دھکا دینے والا شخص نظر آیا تھا۔ سیاہ رنگ کی ہُڈی میں اسکا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی رہ گ ئ ی تھیں۔

اس سے پہلے وہ آگ کا دریا اسے نگلتا اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔ جانے کتنی مشکل سے اس نے اپنی چیخ روکی تھی۔ ڈر اور خوف کی وجہ سے اسکی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ سردی میں بھی پسینہ اسکے چہرے پر چمک رہا تھا۔ آج تو وہ نماز پڑھ کر بھی سوئی تھی۔ ناجانے کیوں پھر وہ آگ اسے جلا رہی تھی۔ اور وہ کون تھا جو اسے دھکے دیتا ہے۔۔؟ وہ بستر سے نیچے اترنے کے بعد دروازے کی طرف بڑھی۔

"ھانی۔۔" دروازے کھلنے کی آواز سے اماں کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"جی امی۔۔" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

"سوئی نہیں تم ابھی تک؟؟"

"سوگئی تھی اماں بس ابھی اٹھی ہوں پانی پینے کیلئے۔۔ گلہ خشک ہو رہا تھا۔"

"اچھاٹھیک ہے۔۔"وہ پھر سے کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھیں جبکہ حانم باہر نکل آئی تھی۔ساتھ والے کمرے میں ماہم اور جواد سوئے ہوئے تھے۔ آدھی رات تک ٹی وی دیکھنے کے بعد وہ اپنی مرضی سے سوتے تھے۔ صحن میں بلا کی دھند اور ٹھنڈ میں بھی اسے اپنا جسم سلگتا محسوس ہو رہا تھا۔

کتنی مشکل سے اس نے پہلا خواب ذہن سے نکالا تھا اور آج پھر وہی۔۔وہ پریشان ہوگئی تھی۔

"اللہ پاک خیر کریں۔"وہ دعامانگنے کے بعد برآمدے ملحقہ کچن میں چلی گئی تھی پیاس کی وجہ سے اسکا گلہ خشک ہوا پڑا تھا۔ دعا مانگنے کا حق ہر انسان کے پاس ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔!!

" تمہیں کیا لگتا ہے

SK

کہ وہ لڑکا کام کرے گا۔۔؟؟"کمرے میں اندھیرہ پھیلا تھا۔ دیواروں پر سیاہ رنگ کے پینٹ نے کمرے کو ایک پر اسرار ماحول کا حصہ بنا دیا تھا۔کمرے کے چاروں کونوں میں عجیب طرز کے کمپیوٹر سسٹم رکھے نظر آرہے تھے۔

تکونی میز کے گرد رکھی تین کرسیوں پر تین لوگ بیٹھے تھے۔

"سو فیصد کام کرے گا باس۔۔"ایک نسوانی آواز ابھری۔ اسکے چہرے پر بھی ماسک تھا۔اور سیاہ رنگ کے یونیفارم میں اسکا سارا جسم چھپا ہوا تھا۔ایسے لگتا تھا جیسے وہ لوگ ایک دوسرے سے ہی اپنا چہرہ چھپا رہے ہوں۔

"مجھے نہیں لگتا باس کہ وہ لڑکا ہمارے لیے بہتر ثابت ہو گا۔ کیونکہ کسی بھی مسلمان پر بھروسہ کرنا ہمارے لیے ہی مشکل کا باعث ہو گا۔۔"دوسرے لڑکے نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا۔

"میں نے اسکے متعلق ساری معلومات حاصل کرلی ہے باس۔۔ ہم اسے ایک اچھے ہتھیار کے طور پر بہتر طریقے سے استعمال کرسکتے ہیں۔۔"لڑکی اپنی بات پر قائم تھی۔

"کچھ دن اور مشاہدہ کرو۔۔ جیسے ہی یقین ہو کہ وہ ایک اچھا ہتھیار بن سکتا ہے پھر بتانا۔۔" وہ آدمی شاید انکا باس تھا۔ جو اپنی بات مکمل ہونے کے بعد اٹھا اور ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا۔

دیوار کے سامنے پہنچنے پر ایک دروازہ کھلا اور وہ کہیں اندر غائب ہو گیا تھا۔

آج وہ پکا ارادہ کر کے آئی تھی کہ کچھ بھی ہو اس نے روحان جبیل کو مکمل نظر انداز کرنا ہے اور جتنا ہو سکے اس سے احتیاط کرنی ہے۔ نو بجے وہ کالج پہنچ جاتی تھی۔ اسے صرف دو لیکچر لینے ہوتے تھے دونوں ایک ہی کلاس کے ایک کمیسٹری تھیوری کا اور ایک پریکٹکل کا باقی وقت اسے بیٹھ بیٹھ کر گزارنا پڑتا تھا۔ نہ وہ دیر سے آسکتی تھی اور نہ پہلے جا سکتی تھی۔ یہ کالج کے قوانین کے خلاف تھا۔

پہلا لیکچر دس بجے شروع ہوتا تھا اور دوسرا ساڑھے بارہ بجے۔ لیکچر اچھی طرح تیار کرنے پر وہ کلاس میں داخل ہوئی تھی۔ رشنا، پرنسپل کی بیٹی اور آرجے کی فرینڈ، ایک دن آنے کے بعد دوبارہ نظر نہیں آئی تھی البتہ روحان جبیل وقتاً فوقتاً اپنی شکل دکھاتا رہتا تھا۔ وہ کلاس میں نہیں تھا۔ حانم نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اس نے پر اعتماد طریقے سے لیکچر دیا تھا اور سٹوڈنٹس کے سوالات کے جواب بھی دے چکی تھی۔

"میم کیا ہم دوسرے لیکچر میں پڑھائی کے علاوہ کسی موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟؟" یہ حفصہ تھی جو بہت ہی اچھی اور باادب بچی تھی۔

"جی کیوں نہیں۔۔ مجھے اچھا لگتا ہے ہر طرح کے موضوع پر بات کرنا۔۔" حانم خوشدلی سے مسکرائی تھی۔ لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ وہ طوفان دوسرے لیکچر میں موجود ہو گا۔

"کیسے ہو حشام بیٹا خیریت سے پہنچ گئے تھے نا تم؟؟" بی جان نے اسے فون کیا تھا۔

"جی بی جان۔۔ اللہ کا شکر خیریت سے پہنچ گیا تھا۔ آپ سنائیں کیسی ہیں اور حویلی میں سب خیریت ہے نا؟؟"

"سب خیریت سے ہے۔۔ روحان کیسا تھا؟؟"بی جان کو اسکی فکر زیادہ تھی۔وہ پیرس فون کر کے حشام یہ پوچھ رہیں تھیں وہ کیسا ہے؟ کیونکہ اسکا زیادہ علم حشام کو ہوتا تھا۔

"جی بی جان وہ ٹھیک ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیے۔۔!!" حشام نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم؟؟ کھانا کھالیا تم نے؟؟"

"جی بی جان کچھ دیر پہلے یونیورسٹی سے آیا تھا پھر کھانا کھایا گھر میں ہی عصر کی نماز پڑھی ہے ابھی۔۔ آپکو فون کرنے والا تھا لیکن پہلے آپکا آگیا۔"

"ماشاءاللہ میرا بچہ اللہ تمہیں سلامت رکھے اور سیدوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔۔"بی جان نے بیٹھے بیٹھے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالی تھیں۔کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد بی جان نے فون بند کیا تھا۔وہ مسکراتا ہوا بستر پر لیٹا تھا۔باہر طرف باری نے پورے پیرس کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔اس نے آنکھیں بند کی تھیں جب اسکے کانوں سے آواز ٹکرائی۔

"وہ لیکچر پر بالکل نہیں دھیان دیتا۔۔"

ایک تیز روشنی کی چمک اسکی ٹھوڑی سے ابھری اور پل میں مدھم ہوگئی تھی۔حشام نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔امِ حانم کا چہرہ اسکی نگاہوں میں گھوم گیا تھا۔وہ الجھا ہوا تھا۔شاید اسے پوچھنا چاہیے تھا کہ اسکی چن پر وہ موتی جیسا کیا ہے جو ایک چمکتا ہے اور پھر مدھم ہو جاتا ہے۔

"اُفف حشام بن جبیل کس بات کو لے کر سوچ میں پڑ گئے ہو تم۔۔ سو جاؤ سکون سے۔۔"اس نے خود کو ڈپٹا تھا اور پھر آنکھیں موند لی تھیں۔

لیکچر لینے کے بعد وہ کمپیوٹر لیب میں آگئی تھی۔ اسے کچھ سوال پریشان کر رہے تھے۔ خاص طور پر اپنے خواب۔۔ وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھی کہ اسے خواب میں آگ جلا دیتی تھی، کوئی اسے آگ میں پھینک دیتا

تھا، لیکن وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ خواب کیوں آتے ہیں۔۔؟؟ اسکے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں تھی۔ لحاظہ کالج کی یہ لیب اسکے لیے فائدہ مند ثابت ہو رہی تھی۔ کمپیوٹر لیب میں کلاس ہو رہی تھی۔

"گڈ مارننگ میم" ایک سٹوڈنٹ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اتنے دنوں میں کافی سٹوڈنٹس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وہاں ٹیچر ہے لحاظہ اب وہ اسے سلام کر دیتے تھے۔

"سر آپکو کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا اگر میں کمپیوٹر استعمال کر لوں۔۔؟؟" حانم نے کلاس لیتے سر سے پوچھا تھا۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں آپ کام کر سکتی ہیں۔۔"

"شکریہ۔۔" وہ مسکرا کر کہتے ہوئے ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی۔

"ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟؟" کمپیوٹر آن کرنے کے بعد اس نے گوگل پر سرچ کیا تھا۔ نیچے بہت سے آرٹیکل تحریریں اور کوٹیشنز نکل آئی تھیں۔

وہ اپنی متعلقہ تحریر ڈھونڈ رہی تھی۔ اور پھر اسکی نظر ایک آرٹیکل پر پڑی تھی اور پھر اس پر کلک کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

"روز_کا_پاگل_پن۔۔"

کل میں جس کیفیت کا شکار ہو گیا تھا اس کو صریح پاگل پن ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اس پر شک کا اظہار کریں تو میں اس کی پانچ وجوہات پیش کروں گا۔

مجھے وہ چیزیں نظر آ رہی تھیں جو موجود ہی نہیں تھیں، وہ سنائی دے رہا تھا، جو کوئی کہہ ہی نہیں رہا تھا۔ میں ان چیزوں کو سچ سمجھ رہا تھا جن کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ مجھے وقت، جگہ اور اشخاص کے بارے میں کنفیوژن تھی۔

میری جذباتی کیفیت میں تیزی سے تبدیلیاں آ رہی تھیں۔ مجھ پر بیتے تجربات میری یادداشت سے محو ہو گئے ہیں۔ (اور شکر ہے کہ ایسا ہوا)۔

Hallucination, Delusion, Disorientation, Affectively Labile, Amnesia

یہ پانچوں کیفیات مجھ پر طاری تھیں۔ اور آج یہ پھر میرے ساتھ ہو گا اور آپکے ساتھ بھی۔ میں خواب دیکھ رہا تھا۔

اس بارے میں ہمیں اب ہی کچھ معلوم ہونا شروع ہوا ہے لیکن دماغ کی یہ حالت جو ریم نیند کہلاتی ہے اور اس کے ساتھ ہونے والے یہ ذہنی تجربات جس کو خواب کہا جاتا ہے، نہ صرف نارمل بائیولوجیکل اور نفسیاتی حالتیں ہیں بلکہ انتہائی ضروری بھی۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں کھوپڑی پر الیکٹروڈ رکھ کر کی جانے والی ریکارڈنگ سے سائنسدانوں کو پہلی بار دماغ میں حالتِ خواب جاری ایکٹیویٹی کا اندازہ ہونا شروع ہوا۔ لیکن اس دوران دماغ کی تھری ڈائمنشنل تصویر بنانے کیلئے ہمیں اکیسویں صدی میں دماغ کے امیج والی مشینوں کا انتظار کرنا پڑا۔ اور یہ شاندار مناظر اس قابل تھے کہ ان کے لئے اتنا طویل انتظار کیا جائے۔

اس سے ہونے والے بریک تھروز سے سگمنڈ فرائیڈ کے خیالات غلط ثابت ہو گئے جن کا تعلق نامکمل خواہشات سے تھا۔ ایک صدی تک یہ سائیکولوجی اور سائیکٹری پر چھائے رہے تھے۔ فرائیڈ کی تھیوری میں کچھ اچھی باتیں تھیں، لیکن ان میں گہری کمزوریاں تھیں۔ ریم نیند کی نیوروسائنسی نگاہ سے ہم سائنسی لحاظ سے ٹیسٹ ایبل تھیوریز دینے کے قابل ہو گئے ہیں کہ ہم خواب کیسے دیکھتے ہیں۔ کس چیز کے بارے میں دیکھتے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ کیوں دیکھتے ہیں۔

جب ہم الیکٹروڈ کے ذریعے دماغ کی ایکٹیویٹی کو دیکھتے ہیں تو یہ ایک شور سنائی دیتا ہے، جیسا کہ کسی سٹیڈیم میں تماشائی اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہوں اور یہ نہیں پتا لگتا کہ کونسی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ کونسا حصہ خاموش ہے اور کس سٹینڈ سے اونچے نعرے لگ رہے ہیں۔ لیکن ایم آر آئی سکینر اس سٹیڈیم کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے جن میں ایکٹیویٹی کی پیمائش الگ الگ کی جا سکتی ہے اور اس سب ایکٹیویٹی کی تھری ڈی تصویر بن سکتی ہے یعنی دماغ کے درمیان میں کیا ہو رہا ہے۔ اوپر، نیچے کیا چل رہا ہے۔ پہلی بار ان گہرے سٹرکچرز تک پہنچنا ممکن ہوا جو پہلے چھپے ہوئے تھے۔

جب خواب شروع ہوتا ہے تو ایم آر آئی سکین دکھاتا ہے کہ کئی جگہ روشنیاں جل اٹھیں۔ چار ایسے حصے ہیں جہاں پر زیادہ ایکٹیویٹی ہے۔ دماغ کے پیچھے بصری حصوں میں، جن سے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ موٹر کورٹیکس میں، جو حرکات کرنے والا حصہ ہے۔ ہپوکیمپس اور آس پاس کے علاقے میں جو شخصی یادداشت سے متعلق ہے۔ اور دماغ کے گہرے جذباتی مرکز امگڈالا اور سنگولیٹ کورٹیکس، جو جذبات کو پیدا اور پراسس کرتے ہیں۔ خواب کی حالت میں جذباتی حصوں میں ہونے والی ایکٹیویٹی جاگنے والی حالت کے مقابلے میں تیس فیصد زیادہ ہوتی ہے!

ایک اور حیران کن چیز یہ تھی کہ دماغ کے کچھ حصے تو جیسے بند پڑے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر دائیں اور بائیں اطراف کے پری فرنٹل کارٹیکس۔ یہ وہ حصہ ہے جو دماغ کے چیف ایگزیکٹو کا کام کرتا ہے۔ سوچ کو ترتیب دیتا ہے اور منطقی رکھتا ہے۔

خواب کو ہم ایسی حالت کہہ سکتے ہیں جہاں حرکت، جذبات، بصارت اور یادداشت تو ایکشن میں ہیں لیکن منطق کا خاص دخل نہیں۔ اب ہم خواب کی دنیا کو قریب سے جانچنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ خواب میں جذبات کی شدت ہے یا دوڑ بھاگ زیادہ ہے۔ لیکن کیا ہم خواب کی نیچر سے بڑھ کر یہ بتا سکتے ہیں کہ خواب کس بارے میں ہے؟ (کوئی خاتون ہیں یا گاڑی ہے یا پھر کھانے کی چیزیں نظر آ رہی ہیں)۔

(جوں جوں وہ تحریر پڑھ رہی تھی اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اسکے ارد گرد کیا ہو رہا تھا وہ سب بھول گئی تھی۔)

جاپان میں 2013 میں ڈاکٹر یوکی یاسو کامی ٹانی کی تحقیقاتی ٹیم نے اس کوڈ کو پہلی بار کھولا اور ہمیں ایک مشکل ایتھیکل مقام پر لے گئے ہیں۔ یہ صرف تین افراد پر کیا گیا اور نتائج ابتدائی شکل میں ہیں۔ اس میں ان افراد کے کئی روز تک ایم آر آئی سکین کئے گئے۔ جب یہ سو جاتے تھے تو خواب کے بعد ان کو جگا کر پوچھا جاتا تھا کہ انہوں نے کیا دیکھا۔ خواب کی یہ رپورٹ لی جاتی تھی۔ "میں نے ایک بڑا کانسی کا مجسمہ دیکھا، میں ایک چھوٹی پہاڑی پر تھا اور نیچے گھر، سڑکیں اور درخت تھے۔

اس طرح کی رپورٹس اکٹھی کر کے اس کی بیس کیٹا گریاں بنائی گئیں جس کے خواب عام طور پر آتے تھے۔ گاڑیاں، کتابیں، فرنیچر، کمپیوٹر، مرد، خواتین، کھانا۔ ان رپورٹس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ایک شخص کی ان موضوعات پر برین ایکٹیویٹی کیسی رہتی ہے۔ اس کو ٹیسٹ کرنے کیلیے جاگتی حالت میں ایسی تصاویر دکھائی گئیں اور پھر یہ ایکٹیویٹی دیکھی گئی کہ کیا یہ ویسے ہی ہے۔ یہ کام کسی جرم والے منظر میں ڈی این اے کی ٹیسٹنگ جیسا تھا۔

اس سب کو دیکھ کر سائنسدان اس قابل ہو گئے کہ ایم آر آئی کی تصویر دیکھ کر یہ بتا دیتے تھے کہ سونے والا خواب میں کسی مرد، کسی خاتون، کتے، بستر، پھول یا چاقو کے بارے میں دیکھ رہا ہے۔ وہ اس شخص کا ذہن پڑھ رہے تھے۔

یہ پرفیکٹ تو نہیں لیکن کامیابی کا تناسب اچھا رہا۔ اور اس سے یہ نہیں پتہ لگ سکتا تھا کہ کونسی والی خاتون خواب میں ہیں۔ لیکن یہ پتا لگ سکتا تھا کہ خواب میں کمپیوٹر گیم نہیں کھیلی جا رہی۔ اسے خواب ڈی کوڈ کرنے کا پہلا قدم کہا جا سکتا ہے۔

اس نالج سے کئی دماغی امراض میں مدد مل سکتی ہے۔ خاص طور پر ٹراما کی صورت میں آنے والے ڈراؤنے خوابوں میں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک تنگ کرنے والا علاقہ ہے۔ اپنے خواب ایک بڑی ہی پرائیویٹ چیز رہی ہے۔ ہمارا اپنا انتخاب رہا ہے کہ ہم کس خواب کو شئیر کریں اور کس کو نہیں۔ اس تجربے میں لوگوں نے اپنی رضامندی دی تھی۔

لیکن کیا یہ کبھی سائنس سے بڑھ کر فلسفے اور ایتھکس کے علاقے میں پہنچ جائے گا؟ کیا ہم مستقبل قریب میں خواب کو اچھی طرح ڈی کوڈ کر سکیں گے؟ ایسے عمل کو جس پر، ماسوائے ایک بہت چھوٹی اقلیت کے، ہمیں خود کوئی اختیار نہیں؟ اور جب یہ ہو جائے گا تو کیا خواب دیکھنے والے کو اس کے خواب کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا اس طریقے سے اس کی شخصیت کے بارے میں قیاس آرائی کرنا لگانا ٹھیک ہو گا؟ کیونکہ یہ تو ایک ایسا عمل ہے جس کا شعوری طور پر آرکیٹکٹ وہ خود نہیں؟ اور اگر وہ نہیں، تو پھر کون؟ یہ کچھ مشکل سوالات ہیں جن کا سامنا ہمیں کرنا پڑ سکتا ہے۔

پندرہ منٹ بعد وہارا امبا کر کے آرٹیکل کا ہر لفظ سمجھ کر پڑھنے پر اسے کچھ کلی ئی رہوا تھا لیکن بہت سے سوالات ابھی بھی ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

آج وہ کلاس میں موجود تھا۔ حانم اسے دیکھ کر ایک پل کیلیئے ڈر گئی تھی۔ وہ سیاہ رنگ کی ہڈی پہنے ہوا تھا جو اسکے آدھے چہرے کو چھپا کر رکھتی تھی۔ جس شخص نے خواب میں اسے دھکا دیا تھا وہ بھی ایسے ہی ڈریس میں ملبوس تھا۔

حانم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔ اور اسے حیرت ہو رہی تھی کہ مقررہ وقت پر وہ کیسے آگیا؟ لیکن اسکی نظریں ابھی بھی کھڑکی سے باہر تھیں۔ حانم نے شکر ادا کیا تھا۔ وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

"میم کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟؟" ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جی بالکل۔" وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی کچھ دلچسپ موضوعات پر ان سے بات کر لیتی تھی۔

"میم مجھے خواب کیوں آتے ہیں؟؟۔۔" اسکے سوال پر حانم چونکی تھی۔ وہ خود بھی اسی سوال کا جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

"کیونکہ ہم سوتے ہیں بدھو۔۔" کسی نے اسکا مذاق اڑایا تھا اور پوری کلاس میں دبی دبی سی ہنسی گونج گئی تھی۔

"بہت اچھا سوال ہے آپکا۔۔ خوابوں کا ذکر اسلام میں بھی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ،

"ہمیں اپنے خوابوں پر دھیان دینا چاہیے وہ اللہ کی طرف سے ہمارے لئے پیغام ہوتے ہیں" لیکن کبھی کبھی شیطان ہمیں بہکا دیتا ہے۔ ہر خواب اللہ کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ ایسے خواب جن کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے وہی سچے ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ہمیں خبردار کر دیا جاتا ہے آنے والے خطرات سے، بعض اوقات ہم سارا دن جو سوچتے ہیں جو چیز ہمیں "پریشان کرتی وہ اکثر خواب کا روپ دھار لیتی ہے۔"

"میم کیا ہر انسان کا خواب سچا ہوتا ہے؟؟" ایک اور سوال آیا تھا۔

"نہیں، ضروری نہیں، اصحاب کشف لوگ نیک ہوتے ہیں۔۔ اور۔۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے مس۔۔؟ میں اپنے خوابوں کو کنٹرول کر سکتا ہوں، میں ایک

ہوں، اور میرا ہر خواب سچا ہوتا ہے جبکہ میں کسی بنانے والے کو نہیں مانتا۔۔؟؟"

سب سے پیچھے بیٹھے آرجے کی آواز کلاس روم میں گونجی تھی۔ حانم تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

اسکی آنکھیں ہُڈی میں چھپی ہوئی تھیں جبکہ صرف ہونٹ نظر آرہے تھے۔ البتہ اسکا چہرہ حانم کی طرف تھا۔

اس وقت حانم کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔ عجیب مخلوق تھا وہ۔۔ پراسرار۔۔ خطرناک اور پتا نہیں کیا کیا۔۔

آج اسے دیکھ کر بار بار حانم کو اپنا خواب یاد آرہا تھا۔

"کیا وہ روحان جبیل ہی تھا جس نے مجھے دھکا دیا تھا؟؟" حانم نے ایک بار سوچا اور پھر جھرجھری لے کر رہ گئی تھی۔

"بولیے نا ٹیچر جی، کیا خیال ہے آپکا میرے بارے میں۔۔!!" وہ طنز کر رہا تھا۔

"آپکے ماننے یا نا ماننے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی مسٹر روحان جبیل۔۔ اگر آپ کسی بنانے یا پیدا کرنے والے کو نہیں مانتے تو اسکی بنائی کوئی چیز بدل کر دکھا دیں، کیا آپ کر سکیں گے؟؟" حانم کا لہجہ بھی تلخی لیے ہوا تھا۔

اسکی بات سن کر وہ ہنسا تھا اور پھر ہنستا چلا گیا۔

حانم کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔

اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا وہ اٹھا اور کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ حانم ایک گہرہ سانس لے کر رہ گئی تھی۔

"میم کیا جانور بھی خواب دیکھتے ہیں۔۔؟؟" کلاس کے ماحول کو بہتر بنانے کیلیے ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جی میں زیارہ نہیں جانتی لیکن سائنس کچھ کہتی ہے اسکے متعلق۔۔ وہ میں آپ لوگوں کو بتا دیتی ہوں۔۔" کچھ پل ٹھہرنے کے بعد وہ بولنا شروع ہوئی تھی۔

"خواب۔ جانوروں کے، انسانوں کے"

ایک روز میں ہمارا دماغ تین بہت مختلف شعوری حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ ایک وہ والی جس میں آپ اس وقت ہیں۔ اگر آپ کے سر پر الیکٹروڈ لگا کر برین ویو دیکھی جائیں تو ہر سیکنڈ میں تیس سے چالیس بار اوپر اور نیچے ہو رہی ہوں گی جیسے تیز ڈھول بج رہا ہو۔ اس کو فاسٹ فریکونسی برین ایکٹیویٹی کہا جاتا ہے۔ یہ پیٹرن بے ہنگم ہو گا۔ یعنی اگر اس کو آواز میں تبدیل کیا جائے (جو کیا جا سکتا ہے) تو اس پر رقص نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ردھم نہیں ہے۔ جب بستر پر کروٹیں بدلتے آپ نیند میں چلے گئے تو یہ شعوری حالت میں ہونے والی ایک تبدیلی ہے، اس وقت برین ویوز ایک بڑے ترتیب والے لیکن سست پیٹرن میں چلی جائیں گی۔ یہ نان ریم

(NREM)

نیند ہے۔ اس میں آپ کا شعور آف ہو گیا۔ تیسری حالت وہ ہے جب آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت آنکھ تیزی سے ہلتی رہتی ہے۔ اس کو ریپڈ آئی مومنٹ یا ریم

(REM)

ہے۔ اس میں دماغ کی ایکٹیویٹی جاگنے والی حالت کے قریب قریب ہوتی ہے۔ نیند پر ریسرچ کرنے جا تا نیند کہا والے بہت ہی آسانی سے بتا سکتے ہیں کہ کب خواب شروع ہوا اور کب ختم۔ ایک رات میں سوتے وقت نوے منٹ کے سائیکل میں ریم اور نان ریم سلیپ کا سائیکل چلتا ہے۔

دوسرے جانداروں میں بھی ایسا ہی ہے؟ جتنے بھی جانداروں میں ہم پیمائش کر سکتے ہیں، ان میں سے تمام نان ریم کی نیند کی حالت کا تجربہ کرتے ہیں۔ البتہ کیڑے، جل تھلیے، مچھلیاں اور اکثر رینگنے والے جانور ریم کی واضح حالت میں داخل نہیں ہوتے۔ پرندے اور ممالیہ مکمل طور پر ریم کی حالت میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی یہ خواب دیکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ارتقا کی تاریخ میں خواب کی انٹری کچھ دیر سے ہوئی۔

"میم جو جانور سمندر میں رہتے ہیں اور تیرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟؟ کیا وہ مکمل نیند میں داخل ہوتے ہیں؟"

"نہیں۔۔" حانم نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

اس میں استثنا سمندری جانور وہیل اور ڈولفن ہیں۔ اس کی ایک اچھی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ریم نیند کے دوران ہمارا جسم مکمل طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ ہم خواب میں مناظر پر ایکشن اپنے بازو اور ٹانگوں سے نہ لیں۔ پانی کے جانوروں کے لئے تیرنا ضروری ہے۔ انہیں سطح پر آ کر سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ اگر یہ مکمل طور پر مفلوج ہو جائیں تو ڈوب جائیں گے۔

جب ہم ایک اور طرح کا گروپ دیکھتے ہیں جن میں فر سیل جیسے ممالیہ جانور ہیں جو کچھ وقت سمندر میں ہوتے ہیں اور کچھ وقت پانی میں۔ جب یہ زمین پر ہوتے ہیں تو ان کی نیند میں ریم اور نان ریم دونوں ہوتے ہیں، جب یہ سمندر میں سوتے ہیں تو نان ریم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے یا پہلے سے دسویں حصے سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ جب خشکی پر آتے ہیں تو پھر ریم نیند شروع۔ ایک وقت میں خیال تھا کہ انڈے دینے والے ممالیہ جیسا کہ پلاٹیپس ریم نیند نہیں رکھتے۔ لیکن پھر پتہ لگا کہ یہ بھی رکھتے ہیں، البتہ اس کا ایک مختلف ورژن ہے۔ ان کا کورٹیکس (دماغ کا بیرونی سطح والا حصہ) اس نیند کی لہریں نہیں رکھتا لیکن جب اس کو گہرا کر کے دیکھا گیا تو دماغ کی بیس پر خواب والی اس نیند کی خوبصورت برقی ایکٹیویٹی نظر آئی لی چھپک اور یہ کسی بھی دوسرے ممالیہ سے زیادہ تھی۔ خواب والی نیند کی یہ ایک شکل حال میں ایک آسٹریلین میں نظر آئی ہے۔

"نان ریم نیند کی ارتقائی تاریخ زیادہ پرانی ہے لیکن کیا یہ والی نیند خواب والی نیند سے زیادہ اہم ہے؟" ایک اور سوال ابھرا تھا۔

نہیں۔۔ اس کا جواب نفی میں ہے۔ ہم تیزی سے دریافت کر رہے ہیں کہ اس کی اہمیت گرم خون والے جانوروں کے جسم کے بہت سے فنکشنز میں ہے۔ جذبات کی ریگولیشن، یادداشت کی ایسوسی ایشن، تخلیقی صلاحیت، جسم کے درجہ حرارت کی ریگولیشن اور دل کی صحت کا اس پر اثر ہوتا ہے۔ نیند ایک ایسی چیز ہے جس میں انسان تمام ایپس سے بہت مختلف ہے۔ نیو ورلڈ اور اولڈ ورلڈ منکی میں تمام کی نیند دس سے پندرہ گھنٹے کے درمیان ہے اور تمام پرائمیٹ میں خواب والی نیند کا دورانیہ نو فیصد ہے۔ انسان کی نیند آٹھ گھنٹے ہے اور خواب والی نیند کا دورانیہ بیس سے پچیس فیصد ہے۔ تقریباً

تمام پرائمیٹ درختوں کی شاخوں پر یا گھونسلا بنا کر سوتے ہیں۔ گریٹ ایپ اپنا گھونسلا ہر روز بناتے ہیں۔ جبکہ انسان زمین پر سوتے ہیں (یا اس سے تھوڑا سا اوپر بستر پر)۔

زمین پر سونے کا مطلب یہ تھا کہ خطرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نیند کا دورانیہ کم ہو گیا۔ فطرت کا خوبصورت حل نیند کا زیادہ گہرا ہونا تھا۔ اس کیلئے خواب والا حصہ بڑھ سکتا تھا۔ گرنے کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب والے حصے کی نیند کا دورانیہ زیادہ ہو سکتا تھا۔ خواب والا حصہ بڑھنے کا مثبت تعلق تخلیقی صلاحیت اور جذبات سے ہے۔ انسان کی ایک بڑی خاصیت اس کا سوشل ہونا ہے۔ خواب والی نیند جذبات اور چہروں کو پہچان کے لئے ضروری ہے۔ یہ اس خواب والے حصے کی نیند کی وجہ سے ممکن ہوا۔ کم مگر گہری نیند سے ضرورت پوری کرنے کا مطلب یہ رہا کہ جاگنے کے دورانئے میں اضافے سے جاگنے والی شعوری حالت کے لئے اضافی وقت مل گیا۔ تخلیقی صلاحیت میں بہتری، بہتر معاشرتی تعلقات اور دستیاب ہونے والا اضافی وقت۔۔۔۔

خواب تو بہت سے جانور دیکھتے ہیں لیکن انسان جیسے نہیں۔ تو اگر چمپینزی یا گریٹ ایپ یا کوئی بھی دوسری نوع چاند پر نہیں پہنچ سکی، کمپیوٹر نہیں بنا سکی، ویکسین ایجاد نہیں کر سکی تو اس میں ایک وجہ ہمارے خواب ہیں۔ اور یہ محاورے والے نہیں، سوتے میں دیکھے جانے والے خواب ہیں۔ اسے وہارا امبا کر کے آرٹیکلز بہت پسند تھے جو اسکی الجھنوں کو سلجھانے میں مدد کرتے تھے۔

حانم خاموش ہوئی تو پوری کلاس میں گہری خاموش چھائی تھی اور پھر کلاس تالیوں سے گونج اٹھی تھی۔

"میم آپکو یہ سب کیسے پتا ہے؟؟" حفصہ نے سوال کیا تھا۔

"آپ جس چیز میں دلچسپی لیں گے اسی کے متعلق جانیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ آپکی پسند کی چیزیں جنہیں جاننے کا تجسس آپکے اندر ہو، وہ خود بخود آپ تک پہنچا دی جاتی ہیں۔۔!!" کلاس کو اسکی بات سمجھ آئی تھی یا نہیں لیکن وہ اندرونی طور پر پرسکون تھی۔

سفید روئی کے گالوں جیسی برستی برف میں وہ ایفل ٹاور کے پاس بیٹھی تھی۔ سر سے پاؤں تک اونی کوٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ سفید برف جو مسلسل اس پر پڑ رہی تھی اس میں چھپی وہ برف کی شہزادی لگ رہی تھی۔ نظریں بار بار چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔شاید آج پھر اسے کسی کا انتظار تھا۔اس نے سر اٹھا کر شان و شوکت سے کھڑے ٹاور کو دیکھا جسکا آخری سرا تیز پڑتی برف میں چھپ سا گیا تھا۔لوگ اس موسم کا بھرپور فائدہ اٹھا رہے تھے۔ کیمرے کی آنکھوں میں وقت کو قید کیا جا رہا تھا۔جبکہ وہ انتظار کی سولی پر لٹک رہی تھی۔

"تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ آئے گا ماہی؟؟" ایلا نے اسکے قریب آتے ہوئے پوچھا تھا۔وہ خود بھی اونی کوٹ میں چھپی ایک بھالو لگ رہی تھی۔

"میرا دل کہہ رہا ہے وہ ضرور آئے گا ایلا۔۔!!" ماہی نے نیلے پڑتے ہونٹوں سے مسکرا کر کہا تھا۔انتظار میں بھی ایک عجیب سا لطف تھا۔

"ٹھیک ہے ہم کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں۔۔"

ایلا اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

دیدار یار نہیں ہوتا تو یہ لب بھی نہیں مسکراتے"

"آ بھی جاو کہ مسکراہٹ ___ تیرے انتظار میں ہے

جب سے وہ پیرس آیا تھا اسکے ساتھ عجیب سا معاملہ ہو رہا تھا۔جہاں بھی اسے روشنی نظر آتی نا جانے کہاں سے ام حانم کا چہرہ اسے یاد آجاتا تھا۔اس نے گاڑی اپنی مطلوبہ جگہ پر روکی تھی۔اور پھر گلے میں پڑے مفلر کو ٹھیک کرتے وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔تیز برف باری نے ٹریفک کو مشکل بنا دیا تھا۔جانے وہ کتنی مشکل سے یہاں پہنچا تھا۔

پارکنگ ایریا سے ٹاور تک پہنچنے میں برف کے گالوں نے اسکے بھورے بالوں کو سفید کر دیا تھا۔

گھٹنوں تک آتا کوٹ پہنے وہ حویلی میں موجود حشام سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔ٹاور کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا تھا۔

"میں اب تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں حشام بیٹا۔۔!!" بی جان کے الفاظ اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے۔

"بھائی کیلیے کوئی بہت پروقار لڑکی ہونی چاہیے جو انکی مضبوط شخصیت کا مقابلہ کرسکے۔۔" دور کہیں مدیحہ کے لفظوں نے اپنا آپ منوایا تھا۔

"بتائیں نا بھائی آپکو کیسی لڑکی چاہیے۔؟؟"

"بی جان مجھے ابھی شادی نہیں کرنی، ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔۔" اسکے کیلیئے بہت مشکل تھا ان دونوں خواتین کو سمجھانا۔

"منگنی تو کی جاسکتی ہے نا۔۔" " مدیحہ بضد تھی۔

"بتادیں بھائی آپکو کیسی لڑکی پسند ہے؟؟ کوئی پسند کی ہوئی ہے تو وہ بھی بتادیں۔۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے مدیحہ۔۔۔" وہ اکتا گیا تھا باتیں سن سن کر۔

"پھر بھی، کوئی تو خاص بات بتائیں تاکہ لڑکی ڈھونڈنے میں ہمیں آسانی ہو۔۔؟؟" مدیحہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بی جان جیسی شخصیت ہو اسکی، بارعب، باوقار، جو اس عالیشان حویلی میں آئے تو اس حویلی کا وقار کہیں دبتا محسوس ہو۔" وہ اپنی پسند بتا چکا تھا۔

"اسکا مطلب آپ ساری عمر کنوارے رہنا چاہتے ہیں۔۔۔؟" مدیحہ نے اسکی پسند کا سن کر برا سا منہ بنایا تھا۔

"میں اس حویلی کیلیئے ایسی ہی دلہن لاؤں گی۔۔"

بی جان مسکرادیں تھیں۔

"نہیں ملے گی بی جان، میری بات لکھ لیں آج کل ک نازک لڑکیاں حشام بن جبیل کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتیں۔۔" وہ بیڈ سے اتری جوتے پہنتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"کوئی پسند ہے تو بتادو۔۔" اسکے جانے کے بعد بی جان نے پوچھا تھا۔

"بی جان ایسا کچھ نہیں ہے، میں بتا چکا ہوں مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اور جہاں آپکی مرضی ہو گی میں وہیں کرلوں گا لیکن کروں گا اپنے وقت پر، آپ بیشک لڑکی ڈھونڈلیں مگر جب تک میں نا کہوں شادی نہیں ہو گی۔۔!!" وہ اپنا حتمی فیصلہ سنا چکا تھا۔

اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تھی۔ سارا آسمان جیسے سفید ہو گیا تھا۔ اچانک اسکے تصور پر سفید ڈوپٹہ اوڑھے روشنی میں بیٹی ام حانم کا چہرہ ابھرا تھا۔ وہ ایک دم چونکا تھا۔

اپنے جیون ساتھی کے بارے میں اسکی بڑی بڑی ڈیمانڈز نہیں تھیں۔ اسے باوقار لڑکیاں اچھی لگتی تھیں۔ وہ بی جان کو کہہ آیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ڈھونڈلیں، لیکن نا جانے کیوں بار بار وہ لڑکی اسکے تصور میں ابھرتی تھی۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔؟" اس نے اپنا سر جھٹکا تھا جیسے اس طرح کرنے سے وہ دوبارہ اسکے ذہن میں نہیں آئے گی۔

"ایکسکیوزمی۔۔" آواز پر وہ پلٹا تھا۔

اسکے سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ اونی کوٹ پہنے برف نے اسے سفید بنا دیا تھا۔ چہرے کے اطراف میں بکھرے بالوں پر سفید برف اسے دلکش بنا رہی تھی۔

"جی۔۔" وہ الجھا تھا۔

"آپ حشام بن جبیل ہیں نا؟؟" وہ کتنی چاہت سے پوچھ رہی تھی جیسے یقین نا ہو سامنے کھڑا حشام جبیل ہی تھا۔

"جی۔۔" وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں ماہین حمدان۔۔ میں نے آپکو میسج بھی کیا تھا۔۔" ماہین نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا اگر ایسا ہوا تو سامنے کھڑا شخص پھر غائب ہو جائے گا۔ ماہی کو لگ رہا تھا جیسے سب کچھ تھم گیا ہو۔ لوگوں کے چلانے کا شور۔۔۔ سب کچھ جیسے پیچھے چلا گیا تھا۔

اسے یاد تھا تو بس اتنا کہ اس شخص کو اس نے بہت چاہا ہے۔ ایک بار دیکھنے کی بہت سی دعائیں مانگی ہیں۔

"میسج۔۔۔" حشام بڑبڑایا تھااور پھر کچھ یاد آنے پر وہ چونکا تھا۔

"اور میں نے آپکو جواب دے دیا تھا مس ماہین حمدان کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔" اسکا لہجہ سخت ہوا تھا۔اس نے گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ماہین کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

اگر وہ اسکی آنکھوں میں جلتے چراغ جو ایک دم بجھ سے گ ئ ے تھے دیکھ لیتا تو شاید لہجہ سخت نا کرتا۔

"لیکن آپ میری بات تو سنیں۔۔ آپکو یاد ہے ہم یہاں ملے تھے۔اسی جگہ پر۔۔شاید آپ بھول رہے ہیں" وہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"رنگ اُترے لال گلابی سا
کوئی کرتا ہے تیری بات پیا
مجھے نیند کی نہ اب چاہ رہی
میں یاد کروں تجھے ساری رات پیا
تو چاند ہے میرے آنگن کا
تیری چمک سے اُجلا گھر بار پیا
تیرے پیار کی دھنک مجھ پہ یوں چڑھی
مجھے آئے نہ کوئی رنگ راس پیا
تیرے ساتھ رہوں کھلیں پھول سبھی
تیرے بعد نہ رہے میری راکھ پیا
میں دھول بھی نہیں تیری نگری کی
تو ہے میرے سر کا تاج پیا

میری منت ہے تو جو ازلوں سے

میں مانگوں تجھے ہر بار پیا

ہے چاہ میری جب مرنے لگوں

تیرے ہاتھ میں ہو میرا ہاتھ پیا "

" دیکھیں مس مجھے بہت برا لگ رہا ہے کہ میں آپکو بار بار انکار کروں۔۔ آپ خود سمجھ جائیں تو بہتر ہے مجھے نہیں کرنی دوستی۔۔"وہ رکا اب کی بار اسکا لہجہ پہلے سے بھی سخت تھا۔ جبکہ ماہی کچھ بول نہیں پائی تھی۔ مرد کی فطرت ہے جو عورت خود اسکے پاس چل کر آئے وہ اسے کبھی پسند نہیں آتی۔ماہی شاید یہ نہیں جانتی تھی۔وہ چلا گیا تھا۔۔ جبکہ برف کی شہزادی برف پر کھڑی رہ گئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں آئی نمی نے ہر چیز کو دھندلا کر دیا تھا۔

حانم پرنسپل کے آفس میں موجود تھی۔ آج پھر اسکا بلاوہ آیا تھا۔اسکا ننھا سا دل پھر کانپ رہا تھا۔اس نے پریشان نظروں سے اپنے سامنے براجمان پرنسپل کو دیکھا جنکے ہاتھوں میں کچھ ٹیسٹ تھے۔جبکہ دوسری جانب دیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر اس نے روحان جبیل کو دیکھا تھا جو ٹانگ پر ٹانگ جمائے ببل چبانے میں مصروف تھا۔

اسکی چہرے پر سنجیدگی جبکہ آنکھوں میں گہری شرارت تھی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ آج پھر کچھ غلط ہونے والا تھا اسکے ساتھ، کیونکہ جہاں آرجے ہو وہاں کبھی کچھ ٹھیک نہیں ہوسکتا تھا۔

"مس ام حانم۔۔۔" پرنسپل نے موٹے شیشوں والی عینک کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"یس میم۔۔" حانم نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ پوری توجہ سے نہ تو لیکچر لیتی ہیں بلکہ ٹیسٹ بھی دھیان سے چیک نہیں کرتیں۔۔"

"جی۔۔۔؟؟" اس الزام پر وہ بوکھلا گئی تھی۔

"جی۔۔مجھے آپکی کلاس کے کچھ سٹوڈنٹس نے بتایا ہے۔۔" پرنسپل کی بات پر اس نے چونک کر آرجے کی طرف دیکھا تھا جسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔

"یہ دیکھیں مس ام حانم، یہ چیک کیے ہوئے ٹیسٹ آپکی لاپرواہی ثابت کر رہے ہیں" پرنسپل نے کہتے ہوئے ٹیسٹ کا بنڈل اسکی طرف پھینکا۔

حانم نے کانپتے ہاتھوں سے ٹیسٹ اٹھا کر دیکھنے شروع کیے ری چیکنگ کی گئی تھی۔ اس دن دوسری بار خواب دیکھنے کے بعد اسے نیند نہیں آرہی تھی تو اس نے غائب دماغی سے ٹیسٹ چیک کرنا شروع کر دیے تھے۔صرف ایک ٹیسٹ ایسا تھا جس پر وہ ٹھیک سے توجہ نہیں دے پائی تھی۔

"سوری میم دراصل ابھی میں نے ری چیکنگ نہیں کی تھی۔۔تو۔۔"

"تو۔۔کیا اگر آپ نے ری چیکنگ کرنی تھی تو پھر بناری چیکنگ کے مجھے کیوں بجھوائے گئے یہ ٹیسٹ؟؟" پرنسپل سختی سے پوچھ رہی تھیں۔

"میم۔۔یہ ٹیسٹ مجھے سٹاف روم کے باہر نیچے پڑے ہوئے ملے تھے۔چیک کیے ہوئے تھے مجھے لگا میم حانم نے آپکو ہی دینے ہونگے اس لیے میں خود دینے آگیا۔۔" روحان جبیل معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میم حانم نے ابھی ری چیک نہیں کئے۔" اور حانم کا دل کر رہا تھا کہ کوئی چیز اٹھا کر وہ آرجے کے سر میں دے مارے۔

"آئندہ خیال رکھیے گا مس حانم۔۔اب آپ جا سکتی ہیں" پرنسپل کے حکم پر وہ خاموشی سے باہر نکل آئی تھی۔ دل تو بہت تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ کہے لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔اندر وہ طوفان موجود تھا۔

"ہانی۔۔" وہ کلاس کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسے آواز سنائی دی کسی نے اسے پکارہ تھا۔

اس نے دھندلاتی آنکھوں کو صاف کیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔سامنے پرنسپل کی بڑی بیٹی اور انکی سینئیر اسمارہ کھڑی تھی۔

"کیسی ہو؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں" وہ زبردستی مسکرائی۔

"سیلری مل گئی تھی آپکو؟؟" اسمارہ نے پوچھا۔ اسی کی وجہ سے وہ یہاں تھی۔

"جی دو دن پہلے مل گئی تھی۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"گڈ۔۔اور کوئی پرابلم۔۔؟؟" حانم کا دل کیا کہ وہ کہہ دے سب سے بڑا مسئلہ تو وہ روحان جبیل ہے لیکن وہ کہہ نا پائی اور واپس کلاس میں آگئی تھی۔

شام کے وقت کالج کی کینٹین سٹوڈنٹس سے بھری پڑی تھی۔ وجہ سٹوڈنٹس کے ہجوم میں بیٹھا آر جے تھا جو پہلی بار کالج میں سنگنگ کر رہا تھا۔ وجہ بھی خاص تھی۔ حانم سے جو ٹیسٹ گرے تھے وہ اسے نہیں کسی اور لڑکے کو ملے تھے۔ لڑکے نے اس شرط پر ٹیسٹ اسے دیے تھے کہ وہ سنگنگ کرے گا۔ پورے کالج کو پتا چل گیا تھا کہ وہ آر جے ہے جن کو پہلے نہیں پتا تھا۔

لیکن اگر نہ معلوم ہو سکا تو بس ام حانم کو جو کب کی جا چکی تھی۔ اسکا مقصد حانم کو شرمندہ کرنا تھا کہ اس سے ٹیسٹ بھی نہیں سنبھالے جاتے۔۔ لیکن پھر پرنسپل نے اسے بلا لیا اور وہ چلا گیا جہاں انہوں نے ٹیسٹ دیکھ لیے یوں بنا کچھ کرے بھی وہ بہت کچھ کر گیا تھا۔

Been sitting eyes wide open behind these four walls, hoping you'd call
It's just a cruel existence like there's no point hoping at all
Baby, baby, I feel crazy, up all night, all night and every day
Give me something, oh, but you say nothing
What is happening to me?
I don't wanna live forever, 'cause I know I'll be living in vain

And I don't wanna fit wherever
I just wanna keep calling your name until you come back home
I just wanna keep calling your name until you come back home
I just wanna keep calling your name until you come back home

اسکی دلکش آواز نے پورے کالج پر سحر طاری کر دیا تھا۔ گٹار بجاتے لبوں سے لفظوں کو آزاد کرتے وہ وہاں موجود لڑکیوں کی دھڑکنوں کو تیز کر گیا تھا۔۔۔ اس نے آنکھ اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا البتہ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ دس منٹ بعد وہ کرسی سے اٹھا تھا۔ گٹار کو کندھے پر لٹکانے کے بعد اس نے اپر کے ہُڈ کو سر پر گرایا تھا جس سے اسکا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔ اسکے اٹھنے پر وہاں موجود ہر ایک شخص نے تالیاں بجائی تھیں۔ آرجے نے قدم کینٹین سے باہر کی طرف بڑھائے۔ اسکے چاروں طرف لڑکوں اور لڑکیوں کا ہجوم تھا۔ اسے آتا دیکھ کر سب نے اسے راستہ دیا اور وہ اَپر کی جیبوں میں ہاتھوں کو ٹھونسے، چہرہ جھکائے، سیٹی پر دھن گنگناتا وہاں موجود لوگوں کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔ بنا جانے کہ لوگ کتنی حسرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

اتوار کا دن تھا۔ ماہم، حانم اور جواد تینوں بہن بھائی گھر میں ہی موجود تھے۔ باہر چلتی ٹھنڈی ہواؤں نے دھند کو چھٹنے پر مجبور کیا تھا لیکن ہوا کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں میں دبکے پڑے تھے۔ وہ کچن میں کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی۔ کل ہونے والے واقعے نے اسے روحان جبیل سے مزید دور کر دیا تھا۔ جب پرنسپل اسے ڈانٹ رہی تھی اس وقت جس طرح سے وہ محفوظ ہو رہا تھا حانم کو یاد تھا۔ وہ چیز اسے اندر سے جلا رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہانی سارا آملیٹ جل گیا، دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔؟؟" اسے یوں گم سم کھڑے دیکھ کر آسیہ بیگم نے چولہا بند کیا۔ وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔

"اس لئے کہتی ہوں یہ اوٹ پٹانگ کتابیں کم پڑھا کرو انسان پاگل ہو جاتا ہے۔" اماں کی بات سن کر اسے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"آپ گھوم پھر میری کتابوں پر آجاتی ہیں اماں۔" وہ ناراض ہوئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، وہ حمدان بھی اتنی کتابیں پڑھتا تھا اور پھر یوں گم سم کھڑا رہتا تھا۔۔" حمدان کے نام پر حانم نے چونک انہیں دیکھا۔ وہ کبھی کبھی حمدان کا ذکر کرتی تھیں جو انکا کزن تھا۔ لیکن کبھی نہ وہ ان سے ملنے گئیں نہ اور حانم نے حمدان انکل کو دیکھا تھا۔

"ہمارے خاندان کا سب سے زیادہ پڑھا لکھا لڑکا تھا وہ باہر سے پڑھ کر آیا تھا، جب میری شادی ہوئی تب وہ پڑھائی مکمل کر کے لوٹا تھا، بالکل ہی بدل گیا تھا۔ خاموش خاموش سا رہنے لگا تھا۔ زیادہ بات چیت بھی نہیں کرتا تھا نا جانے کیا سوچتا رہتا تھا۔ تمہاری نانی اماں کہتی تھیں کہ بچے کو سایہ ہو گیا ہے۔" آسیہ بیگم کو بائیس سال پرانی باتیں خوب یاد تھیں۔

"وہ کبھی ملنے نہیں آئے آپ سے اماں؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"جس دن میری شادی ہوئی تھی اس سے اگلے دن وہ واپس چلا گیا تھا پھر پتا نہیں واپس نہیں آیا۔۔" آسیہ بیگم نے گہری سانس لی تھی۔ حانم نے کچھ کہے بنا ناشتے کی پلیٹ اٹھا کر کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ کمرے میں میوزک کی بے ہنگم آواز گونج رہی تھی۔ ماہم اور جواد دونوں اپنی سریلی آواز میں سنگر کے ساتھ ہی گا رہے تھے۔

"پاگل ہو گئے ہو تم دونوں۔" حانم نے کانوں پر ہاتھ رکھنے کے بعد چلا کر کہا تھا۔

"ہانو آپی آر جے کا شو لگا ہوا ہے مزہ آرہا بہت۔۔" جواد کافی پر جوش تھا۔

"آواز کم کرو۔۔" حانم کو سخت غصہ آیا تھا۔

"تم سڑیل اس کمرے میں ہی نہ آیا کرو۔۔" ماہم نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا تھا۔ حانم بنا کچھ کہے پلیٹ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اسکا کچھ نہیں بن سکتا۔۔ سڑیل۔۔" اسکے جانے کے بعد ماہم بڑبڑائی تھی۔ ٹی وی کی آواز پھر سے پورے کمرے میں گونج گئی تھی۔ کچھ یاد آنے پر حانم واپس اسی کمرے میں آئی تھی

"میرا میگزین لائے ہو؟؟" اس نے تقریباً چیخنے والے انداز میں جواد سے پوچھا تھا کیونکہ جتنی گانے کی آواز تھی نارمل آواز سے تو انہیں سنائی نہ دیتا۔

"آہستہ چیخو ہانو گلا خراب ہو جائے گا" ماہم نے شرارت سے کہا تھا۔

"امی کے پاس ہے میں لے آیا تھا۔۔!!" جواد نے والیوم کو میوٹ کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جب بھی آرجے کا شو لگتا تھا وہ ریموٹ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔

"کالج میں وہ روحان جبیل نہیں جینے دیتا اور گھر میں یہ دو لوگ۔۔" وہ بڑبڑا رہی تھی اور اور ساتھ اپنا مطلوبہ میگزین تلاش کر رہی تھی۔

کافی دن پہلے اس نے میگزین کے ادارے کو سوال بھیجا تھا۔ وہی دیکھنا چاہ رہی تھی کہ جواب ملا ہے یا نہیں۔

"شکر ہے مل گیا۔۔" کتابوں کے اوپر پڑے میگزین کو دیکھ کر اس نے شکر کیا تھا اور "جستجو" کا صفحہ کھولنے پر اسکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"شعور کیا ہے اور لاشعور کسے کہتے ہیں۔۔؟؟" اسکا سوال جواب سمیت موجود تھا۔ اس نے میگزین ایک طرف رکھا اور فٹافٹ ناشتہ کرنے لگی۔ وہ مکمل طور پر پرسکون ہونے کے بعد جواب پڑھنے والی تھی۔

بھانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی لبوں سے لگایا اسکی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ گڑبڑا کر چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔ اینجل کی تیوری چڑی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر

پڑا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھا دیے تھے جسکا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ یہ شخص ناجانے کیوں اسکا پیچھا کرتا تھا۔ اینجل کو اس سے حد درجے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اینجل کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے جانتا ہی نا ہو۔

"ایکسکیوزمی۔۔" پاس جانے پر اینجل نے سخت سے لہجے میں اسے پکارہ۔ وہ چائے پینے میں ایسے مگن تھا جیسے سنا ہی نا ہو۔

"مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہیں کیا؟؟" اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی اینجل کو دیکھا تھا جو اس وقت اینجل کم اور ڈائن زیادہ لگ رہی تھی۔

مون نے اسکے بہرہ کہنے پر برا سا منہ بنایا تھا۔

"یس۔۔" آنکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بولیے۔

"آپ میرا پیچھا کیوں کرتے ہیں۔۔؟؟ میں جہاں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"نو۔۔" مون نے نفی میں سر ہلایا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اووہ تو آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔۔؟؟" اینجل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اوپر اٹھا کر خالص برٹش لہجے میں کہا تھا۔

"نو۔۔" مون نے پھر سر نفی میں ہلایا تھا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔۔ اگر آپ آئندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نا وہ بھی جلا دونگی یا پھر وہ جو سامنے گلدان نظر آرہا نا وہ اٹھا کر سر میں مارونگی سمجھ آئی۔۔"

اسکی دھمکی سن کر مون کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

یہی اصل حقیقت ہے

کہ میری بے رخی چاہت

ہوئی مثلِ قفس مجھ کو

"مجھے تم سے محبت ہے

بس اتنی بات کہنے میں

لگے کئی برس مجھ کو

وہ اتنی خطرناک کب سے ہوگئی تھی؟ مون کو حیرت ہوئی۔

"سمجھ آگئی نا۔۔؟؟"اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

"نو۔۔۔"وہ ایک بار پھر سر نفی میں ہلا چکا تھا جبکہ اینجل غصے سے مٹھیاں بھینچتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ اسکے لمبے اوور کوٹ کے پیچھے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

I am so lonely broken angel..
One and only broken angel..

جینی کے ساتھ گائے گئے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گونج گئے تھے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرادیا تھا۔

تیری داستان بے وفائی

میرے چہرے پہ رقم ہے

زندگی میں صرف سوزش غم ہے

تیری بے وفائی کا غم،

تیری بے اعتنائی کا غم،

تیرے مغرور لہجے میں

جھلکتی ہتک کا غم،

دل بے تاب کی نارسائی کا غم،

پاکیزہ جذبات کی رسوائی کا غم،

غم ہے مجھے تیری بے رخی کا،

تیرے انداز و اطوار کی بے زاری کا،

غم ہے مجھے دھڑکن تھم جانے کا،

سانس رک جانے کا، خون جم جانے کا،

اور غم ہے مجھے یوں جیتے جی اپنے مر جانے کا۔

وہ بارہ سال کا جب پہلی بار پولیس نے اسے گرفتار کیا تھا۔وجہ یہ تھی کہ وہ قبرستان میں موجود تھا اور مرحومہ سیدہ عائشہ جبیل کی قبر کو کھودتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔ بہت بار پوچھنے پر بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔

"سر بچہ ہے وہ قبر اسکی ماں کی ہے شاید ماں کی محبت میں اسے دیکھنے کیلیے اس نے ایسا کیا ہو۔۔" ایک سپاہی کے کہنے پر پولیس انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور پھر اپنی گاڑی میں بٹھا کر وہ اسے سید حویلی چھوڑنے گئے تھے۔

اور آج پھر وہ اسی پولیس اسٹیشن میں موجود تھا پورے دو سال بعد۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رات کے اس پہر تم قبرستان میں کیا کر رہے تھے؟" پولیس انسپکٹر نے اپنے سامنے بیٹھے چودہ سالا لڑکے سے پوچھا۔جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"جواب دو" اسکے کچھ نہ بولنے پر انسپکٹر نے دوبارہ پوچھا۔اس نے سر اٹھا کر ایک نظر انسپکٹر کو دیکھا اور پھر کچھ گنگنانا شروع کر دیا تھا۔

انسپکٹر کو لڑکے پر بے تحاشہ غصہ آیا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں جواب دو نہیں تو"

"کیا نہیں تو۔۔؟؟" لڑکے کے چہرے پر ایک دم ناگواری ابھری۔

"جو پوچھا ہے اسکا جواب دو، کیوں کیا تم نے ایسا۔۔؟؟ کیا ہے ایسا اس قبرستان میں جو روز تم وہاں جاتے ہو۔۔؟"

"کیا مجھے قبرستان جانے کا حق نہیں ہے کیا؟"

الٹا سوال آیا۔

"لیکن قبر کھودنے کا حق کس نے دیا تمہیں۔۔؟؟"

انسپکٹر نے دانت بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"میں بس ایک تجربہ کرنا چاہتا تھا۔۔" لڑکا اب پر سکون ہو چکا تھا۔

"کیسا تجربہ۔۔؟؟" انسپکٹر حیران ہوا۔

"یہی کہ مرنے کے بعد قبر میں انسانی جسم کے ساتھ کیا کیا ہوتا ہے۔۔ کون کونسے کیڑے جسم۔۔"

"کیا بکواس ہے یہ۔۔؟؟" انسپکٹر نے لڑکے کی بات کاٹی اسکی باتیں وہاں موجود سبھی لوگوں کے رونگھٹے کھڑے کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ پر سکون بیٹھا تھا ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑے ہوئے تھے۔

انسپکٹر کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔ کیا وہ واقعی پاگل تھا۔۔۔ کیا اسکے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ تھا۔ انسپکٹر سمجھنے سے قاصر تھا۔

مسٹر جیبل کو فون کیا جائے آج انہیں میں بتاؤں گا کہ انکا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ انسپکٹر نے اپنے دائیں طرف کھڑے ایک سپاہی سے کہا تھا جو بے یقینی سے انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔

"سنا نہیں تم نے فون ملاؤ۔۔" انسپکٹر نے غصے سے حکم دیا۔

"لیکن سر وہ علاقے کی معزز شخصیت ہیں انہیں یہاں بلانا۔۔" انسپکٹر کے گھورنے پر باقی الفاظ اسکے منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے اور وہ فوراً فون کی طرف لپکا۔ جبکہ لڑکا پر سکون انداز میں بیٹھا کچھ گنگنا رہا تھا۔

"شعور کیا ہے؟" سوال کے پہلے حصے کا جواب اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

کچھ سوال سوچ لیتے ہیں۔ کیا خود کار روبوٹ جو اپنا راستہ خود تلاش کر سکتا ہو، باشعور ہے؟ کیا پالتو کتا جو جذبات کا اظہار کر سکتا ہے اور خود سے فیصلے بھی لے سکتا ہے، کیا شعور رکھتا ہے؟ ایک نوزائیدہ بچہ جو دودھ پی کر لڑھک کر سو گیا ہے، اسے باشعور کہیں گے؟ یا ایک سوتے ہوئے شخص کا شعور جاگتے شخص سے فرق ہے؟

اس بارے میں سچ یہ ہے کہ ہمیں ابھی ہمارے پاس شعور کی معروضی تعریف یا اس کی پیمائش کا طریقہ یا فریم ورک نہیں۔ مادے یا توانائی کے بارے میں تفصیلی اور کامیاب فریم ورک موجود ہیں مگر ذہن کے بارے میں ان کا متوازی نہیں۔ مگر یہ صورتحال اب بدل رہی ہے۔

اس دور کی مشترکہ زبان معلومات ہے۔ کتابیں، تصاویر اور فلمیں ہوں یا ہماری جینیاتی سٹرکچر، ان سب کو معلومات کے سٹرکچر میں ڈھالا جا سکتا ہے جسے صفر اور ایک کی صورت میں بھی ڈھالا جا سکتا ہے. یہ معلومات خود کسی میڈیم کی محتاج نہیں۔ چاہے یہ کمپیوٹر کی یادداشت میں برقی چارج کے طور پر رہے یا کسی صفحہ پر لکھی گئی لکیروں میں۔ ویسے ہی معلومات اعصابی خلیوں کے جوڑوں میں بھی حالت کے طور پر رہ سکتی ہے۔

کمپیوٹر کے ابتدائی دنوں سے ایک بحث رہی کہ ذہن کو معلومات کی حالتوں سے سمجھا جا سکتا ہے مگر اس خیال کو کسی بھی نظریے میں بدلنے کے ذرائع کی کمی رہی۔ پہلی بار گیولیو ٹونی نے ایک مربوط نظریہ پیش کیا جس کو انٹیگریٹڈ انفورمیشن تھیوری (مربوط معلومات کا نظریہ) کہا جاتا ہے۔

یہ نظریہ دو بنیادوں پر کھڑا ہے۔ ایک یہ کہ شعور کی حالتیں ممتاز ہیں اور معلومات سے بھرپور ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ معلومات مربوط ہے۔ کوشش بھی کی جائے تو ایک حالت کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے۔ یعنی اگر آپ اپنے دوست کو روتے دیکھیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ چہرہ دیکھ لیں اور رونے کو نوٹس نہ کریں، یا کسی منظر کا ایک حصہ دیکھ کر یاد رکھ لیں اور دوسرا چھوڑ جائیں، تو جو بھی معلومات ہے وہ مکمل اور ناقابلِ تقسیم ہے۔

جیسے جیسے وہ پڑھ رہی تھی سوچ کی لکیریں اسکے چہرے پر واضح ہو رہی تھیں۔ اتنا پڑھنے کے بعد اس نے صفحہ پلٹا تھا۔
اس مربوط معلومات اور شعور کی اکائی کے پیچھے اعصابی نظام کے بہت سے حصے مل کر کام کرتے ہیں۔ جب یہ تعلق منقطع ہونا شروع ہو جائے، جیسا کہ نیند یا بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے، تو شعور مدھم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔
اگر منقسم دماغ والے مریضوں کو دیکھیں جن کے دماغ کے دو حصوں کا رابطہ مرگی کے دوروں کے علاج کے لئے منقطع کیا جاتا ہے تو یہ نظر آجاتا ہے کہ ایسا کرنے سے شعور بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ شعور کے لئے اکائی کی صورت میں ممتاز حالتوں کا ربط درکار ہے۔ ایک کمپیوٹر ہارڈ ڈسک میں کیپیسیٹی ذہن سے زیادہ ہو گی مگر یہ اکائی کی صورت میں جڑی نہیں۔ اس ہارڈ ڈسک میں معلومات صفر اور ایک کی صورت میں ہے اور اس میں محفوظ تصاویر سے کمپیوٹر یہ اندازہ آسانی سے نہیں کر سکتا کہ اس میں محفوظ تصاویر ایک لڑکی کی ہیں جو بچپن سے بڑی ہوتی ہوئی اب ٹین ایجر بن چکی ہے۔ بائیولوجیکل ذہن کم انفارمیشن رکھنے کے باوجود ان کو بہت آسانی سے یکجا کر سکتا ہے۔ ایسا نیورونز کے کراس لنک ہونے کی وجہ سے ہے، جتنے لنکس بڑھتے جاتے ہیں، وہی معلومات اتنی معنی خیز ہوتی جاتی ہے
ن سے ٹونی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ انٹیگریٹڈ انفارمیشن کی پیمائش ہی شعور کی پیمائش ہے۔
ان خیالات کو ریاضی کی زبان میں انفارمیشن تھیوری کے تصورات کے طور پر بتایا جاسکتا ہے اور اصولی طور پر ان کی پیمائش کسی بھی چیز کے لئے کی جاسکتی ہے۔ بائیولوجی میں کسی ایک دماغ کے نیورون، ایکزون، ڈینڈرائٹ اور سائنیپسز کو دیکھتے ہوئے اس انٹیگریشن کی پیمائش کرنا ممکن ہو سکے گا۔ اس سے جو نمبر نکلے گا جو اس نیٹ ورک کی حالت کی پیمائش کر دے گا۔ اسے یوں کہہ لیں کہ ان کے اتحاد کا نمبر ہو گا۔ جتنا انٹیگریٹڈ سسٹم ہو گا، اتنا یہ اتحاد زیادہ ہو گا اور اتنا ہی یہ نمبر۔ اور یہ نمبر شعور کی حالت بتائے گا۔
اس نظریے سے ہمیں کئی مشکل سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔ سیریبلم، جو کہ دماغ کے پچھلے حصے میں ہے، اس میں نیورونز کی تعداد سیریبرل کورٹکس سے زیادہ ہے۔ اگر سیریبلم کام کرنا چھوڑ دے تو کئی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں مگر

مجموعی طور پر شعور پر اثر نہیں پڑتا جب کہ کورٹکس یا تھیلیمس شعور کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ مربوط معلومات کا نظریہ اس کا جواب اس حصے کی سرکٹ کی پیچیدگی کے فرق سے دیتا ہے۔

اسی طرح گہری نیند میں اور جاگتی حالت میں انفرادی خلیے کی ایکٹیویٹی میں فرق نہیں آتا مگر ان حالتوں میں شعوری کیفیت کے فرق کا جواب اس نظریے سے مل جاتا ہے۔

اس نظریے سے یہ بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ شعور کے لیے نہ کوئی حس چاہیے اور نہ ہی کوئی آوٹ پٹ۔ یہ خود اپنے اندر ایک ڈائنامک انیٹٹی ہے اور اسی میں کینسر کے مریض کی تکلیف، بچپن کی یادیں اور مراقبہ کرتے شخص کا سکون پایا جاتا ہے۔ آسکر وائلڈ کی تشریح کی جائے تو گلاب کی مہک، سیب کی سرخی اور کوئل کی آواز انہیں اسبابی تعاملات میں ہی موجود ہیں۔

ڈس کلیمر: آئی آئی ٹی ابھی شعور کی مکمل وضاحت نہیں کرتا لیکن اس بارے میں اب تک کی بہترین سائنٹفک تھیوری انٹیگیریٹڈ انفارمیشن تھیوری ہے۔ یہ 2004 میں پہلی بار پیش کیا گیا اور اسے بہتر کرنے پر کام ہو رہا ہے۔ اس کی تیسری ریویژن 2014 کی ہے۔ شعور کے بارے میں ہونے والا بہتر کام ابھی تک یہی ہے. اسے سمجھ کر آپ اس موضوع پر ہونے والے کام اور سمت سے متعارف ہو سکتے ہیں۔

انسانی دماغ میں 100 ارب کے قریب نیورونز ہیں- ان میں سے زیادہ تر نیورونز دماغ کے ان حصوں میں ہیں جن کا شعور کی پراسیسنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے- مثال کے طور پر انسان کے دماغ میں سب سے زیادہ نیورونز

Cerebellu

میں ہیں جو ہماری حرکات کی

Coordination

کا کام کرتا ہے- لیکن اس حصے کا شعور سے کوئی تعلق نہیں ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بہت سی ایسی حرکات کرتے ہیں جن کے بارے میں نہ تو ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ یہ حرکات کیسے طے پا رہی ہیں اور اکثر صورتوں میں ہمیں یہ بھی علم

نہیں ہوتا کہ کوئی بھی حرکت ہو رہی ہے - نیوروسائنس کی ایجاد سے پہلے ان حصوں میں ہونے والی پراسیسنگ کو لاشعور کا نام دیا جاتا تھا۔

وہاراامباکر کی ایک نئی تحریر پڑھنے کے بعد حانم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ جتنا وہ چیزوں کو جاننا چاہ رہی تھی وہ اتنی ہی پیچیدہ ہوتی جارہی تھیں۔

"سلام سید صاحب" وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا جب گارڈ نے اسے دیکھ کر سلام کیا تھا۔ گارڈ سیّدوں کا بہت احترام کرتا تھا جبکہ وہ بدقسمتی سے سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بنا کچھ جواب دیئے آگے بڑھ گیا تھا۔ کلاس کی طرف جاتے ہوئے اسکی نظر لان میں ٹہلتی حانم پر پڑی تھی۔

وہ رک گیا تھا۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ آرجے کی نظر فون پر بات کرتی حانم پر جمی تھی۔ وہ اسکے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھنے کے بعد اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی تھی۔ اچانک اسکے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔ وہ اپنے غصے کو ضبط کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ حانم نے فون پر کیا کہا تھا۔

"کون روحان جبیل۔۔۔؟؟ دنیا کی بدقسمت ترین لڑکی ہو گی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل ہو گا۔۔" فون پر حانم نے مہرو سے کہا تھا۔

آرجے کی آنکھیں غصے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ کاریڈور میں داخل ہونے پر اس نے پلر کو زوردار ٹھوکر ماری تھی۔ شاید حانم جانتی نہیں تھی کہ وہ انجانے میں جو کہہ گئی تھی اسکے بدلے میں آرجے اسے کبھی معاف نہیں کرنے والا تھا۔

ایک پل لگا تھا اسے خود کو نارمل کرنے میں اور پھر وہ گہری سانس لیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

پانچ منٹ بعد وہ پرسکون سا کلاس میں بیٹھا مس ام حانم کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا پتا ہانی وہ دنیا کی سب سے خوش قسمت ترین لڑکی ہو جو روحان جبیل کی زندگی میں داخل ہو۔۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ایک

Rationalist

اگر خدا کو نہ مان کر اپنے آپکو عظیم سمجھے تو وہ بے قوف ہوا نا۔۔ اسکے پاس عقل ہوتی تو وہ خدا کی نشانیوں کو پہچان لیتا نا۔۔"!!

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم آج جلدی اکیڈمی آجانا کچھ کام ہے۔۔ اور کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ دوسرا انسان اللہ پاک سے کتنا قریب تر ہے۔۔"

"کیسا کام؟؟" حانم نے پوچھا۔ وہ اسکی دوسری بات کو نظر انداز کر گئی تھی۔

"تم آؤ تو سہی پھر بتاتی ہوں۔۔"

"اوکے کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے وہ لے لوں پھر آتی ہوں" حانم نے پر سکون سے انداز میں کہتے ہوئے فون بند کیا تھا۔

جیسے ہی وہ کلاس میں داخل ہوئی آرجے کو کلاس میں دیکھ کر وہ تھوڑا حیران ہوئی تھی۔ وہ آج وقت سے پہلے موجود تھا۔ اور کمال یہ کہ وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو نہیں تک رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ مس ام حانم؟؟" وہ تمیز سے پوچھ رہا تھا۔ حانم کو تو حیرت سے منہ کھل گیا تھا۔

"کیا ہو مس حانم۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟؟" وہ ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی جب آرجے نے دوبارہ پوچھا۔ وہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"اللہ توبہ کتنے روپ ہیں اس شخص کے۔۔ اللہ اس بلا سے بچانا مجھے" حانم نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں اللہ کا شکر ہے۔" وہ سنبھل کر بولی تھی البتہ آرجے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔

کچھ دن رہ گئے تھے حانم کے اس کالج میں۔ دو مہینے پورے ہونے والے تھے وہ یہ کچھ دن بنا کسی ہنگامے کے گزارنا چاہتی تھی لیکن آرجے ایسا ہونے نہیں دینے والا تھا۔

آسیہ بیگم ماہم کے ساتھ بازار آئی تھیں گھر کا کچھ سامان لینے کی غرض سے۔ شام ہوگئی تھی انہیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ سردیوں کے موسم میں شامیں ویسے بھی جلدی دن کو ختم کردیتی ہیں۔

"جلدی چلو ماہم ہانی بس آنے والی ہو گی اور کھانا بھی بنانا ہے۔۔" آسیہ بیگم نے بے دھیانی میں سڑک پار کرتے ہوئے کہا تھا جب سامنے سے آتی گاڑی ان سے ٹکراگئی تھی۔

"امی۔۔" ماہم جو تھوڑا پیچھے تھی اسکی خوفناک آواز گونج کر رہ گئی تھی۔

وہ گیٹ سے باہر نکلی تھی بے دھیانی میں راستے میں پڑے ہوئے پتھر سے اسکا پاؤں ٹکرا گیا تھا۔

"حسبی اللہ۔۔" حانم بڑبڑائی تھی۔ جانے کیوں اسکا دل گھبرا گیا ایک دم۔ اسے سخت غصہ آیا ہوا تھا۔ مہرو نے اسے جلدی آنے کا کہا تھا اور وہ خود وہ آئی بھی نہیں تھی۔ اندھیرا ہونا شروع ہوگیا تھا۔ ٹھنڈ کی شدت میں بھی اضافہ ہوا تھا وہ جلد از جلد اب گھر پہنچنا چاہتی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹا تھا۔ باہر سے اسے شور کی آوازیں آرہی تھی۔ مکی کھانا بنا رہا تھا اور آرجے اچھا سے جانتا تھا کہ آج کچن کی خیر نہیں تھی۔ وہ ابھی بیڈ سے نیچے اترا ہی تھا جب چنگھاڑتے موبائل نے اسکی توجہ اپنی جانب مبزول کروائی۔ موبائل کی سکرین پر نمبر دیکھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"کیسے ہو شاموکاکا۔۔؟؟" فون کو کان سے لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"سلام کرتے ہیں پہلے آرجے۔۔" حشام نے جواب دیا۔

"افففف پھر سے لیکچر۔۔ مولوی صاحب آپ مجھے اس لئے فون کرتے ہیں کہ اخلاقیات کی باتیں بنا سکیں۔۔؟؟" آرجے نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"نہیں۔۔ تم خود ہی سیکھ جاؤ گے۔۔" حشام کو یقین تھا۔ اور اسکی بات پر آرجے کا فلک شگاف قہقہہ ابھرا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلا تھا اب اسکا رخ کچن کی طرف تھا۔

جہاں مکی نے ہر چیز کو تہس نہس کیا ہوا۔ پورے کچن میں اس نے سبزیوں کو پھیلایا ہوا تھا۔ آرجے کے کچن کو دیکھ کر ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ کافی صفائی پسند تھا اور یہ شاید اس میں واحد ایک اچھی عادت تھی۔

"مکی، یہ کیا کیا تم نے؟؟" وہ تقریباً چلایا تھا۔

"فرائیڈ رائس بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔"

ایپرن پہنے مکی نے پلٹ کر کہا تھا جسکی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

"لیکن تم رو کیوں رہے ہو؟؟" آرجے حیران ہوا۔

"رو نہیں رہا یار پیاز کاٹ رہا ہوں۔۔" مکی نے سوں سوں کرتے ہوئے جواب دیا تھا جس پر ایک بار پھر آرجے کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"ہنسو مت آرجے تمہیں اسکی ہیلپ کرنی چاہیے۔"

حشام جو انکی باتیں سن رہا تھا اسکے ہنسنے پر کہا تھا۔

"اس نے ملازم کو چھٹی دی تھی، اب بھگتے۔۔" وہ بے رحم ہوا۔

"نہیں حشام بھائی۔۔ ملازم کی وائف کی طبیعت خراب تھی وہ چھٹی مانگ رہا تھا میں نے دے دی۔۔ اب یہ کہہ رہا کہ کھانا تم بناؤ۔۔" مکی نے روتے ہوئے اسکی شکایت لگائی تھی۔

"یار تم لوگ آرڈر کر لو، کیوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہو۔۔"

"نہیں کھانا تو یہی بنائے گا۔۔۔" اس نے حشام کی بات کاٹی۔

"لگے رہو منا بھائی۔۔"وہ ایک آنکھ دباتا شرارت سے کہتا کچن سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ مکی نے موبائل میں ریسیپی پر نظر دوڑائی اور پھر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگ گیا۔

"سنوبی جان چاہتی ہیں کہ میں شادی کرلوں۔۔"

حشام اسے اب اپنی مشکل بتانے والا تھا۔

"یعنی کہ خودکشی کرلو۔۔" آرجے نے مذاق اڑایا۔

"شادی خودکشی نہیں ہوتی آرجے۔۔" حشام کو اسکی بات بری لگی تھی۔

"اچھا۔۔ تو کرلو نا پھر۔۔"

"مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم شادی کرکے بی جان کی یہ خواہش پوری کردو۔۔" حشام نے صاف بات کی۔

"واٹ؟؟" آرجے کو جھٹکا لگا۔۔ وہ حشام کی بات پر ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ شاموکا کا میں اتنا بےوقوف ہوں جو دوسروں کی خواہشات پوری کرنے کیلئے شادی کرلوں گا۔۔؟؟"

"ویری انٹرسٹنگ!!"

"تم تو کچھ بھی کرسکتے ہو نا۔۔؟؟" حشام نے اسے اسکی بات یاد دلائی۔

"لیکن وہ کام جو میں کرنا چاہوں۔۔ اور ویسے بھی آج کل کے دور میں شادی کی کیا ضرورت ہے۔۔ تین چار نام کی بیویاں تو میں ویسے بھی ایک وقت میں رکھ سکتا ہوں۔۔۔" وہ محفوظ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اب تم شادی کا بھی مذاق اڑاؤ گے؟؟" حشام ناراض ہوا۔

"لیکن کوئی شادی کے لائق ہو تب نا، اور ایک ہی عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچنے سے ہی میرا دم گھٹتا ہے،شادی میں ضرور کروں گا، اپنی پسند سے اور تین چار لڑکیوں سے کرونگا گا نا۔۔"

وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کررہا تھا۔

"ویسے آرجے تم ناکوئی بہت ہی۔۔"

"گھٹیا اور ذلیل انسان ہوں۔۔!! "آرجے نے اسکی بات اچکی تھی اور پھر خود ہی اپنی بات پر قہقہہ لگایا تھا۔

"تم سے بات کرنا فضول ہے۔"حشام کو افسوس ہوا تھا۔

"یعنی تم تین چار لڑکیوں کی زندگی برباد کرو گے "حشام نے سوال کیا۔

"کون روحان جبیل۔۔۔؟؟ دنیا کی بدقسمت ترین لڑکی ہو گی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل ہو گا۔"ام حانم کے الفاظ اسکی سماعت میں گونج گئے تھے۔ اسکے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ ایک دم سمٹی تھی۔

"لیکن تم سے بات کر کے میں اچھا خاصا فریش ہو جاتا ہوں کیونکہ تم باتیں ہی ایسی کرتے ہو۔۔"

روحان جبیل واقعی حشام جبیل کی باتوں پر سب سے زیادہ ہنستا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے لڑکیوں کی زندگی خراب کرنے کی لڑکیاں تو اب بھی خود میرے پاس برباد ہونے آتی ہیں البتہ شادی کا ابھی میں نے سوچا نہیں۔۔"وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اور سناؤ حویلی کب جا رہے ہو؟ بی جان یاد کر رہی تھیں تمہیں۔۔" جبکہ حشام نے بات پلٹ دی تھی۔

گاڑی چلاتے ہوئے اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی جس سے اسکا دھیان بھٹکا اور گاڑی سامنے سڑک پار کرتے ہوئے کسی سے ٹکرا گئی۔

" آپ ٹھیک ہیں۔۔"وہ گھبرا کر گاڑی سے باہر نکلا تھا۔اور پھر سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

آسی۔۔"وہ بڑبڑایا تھا۔

ماہم ہاتھ میں پکڑے شاپر ایک طرف رکھتے ہوئے آسیہ بیگم کی طرف بڑھی تھی۔ گاڑی نے بس ہلکا سا چھوا تھا۔ سیٹھ حمدان نے بروقت بریک لگا لی تھی۔

" آپ ٹھیک ہیں امی۔۔"ماہم ایک دم ڈر گئی تھی۔

لوگوں کا ہجوم انکے ارد گرد جمع ہو گیا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔" آسیہ بیگم نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹانگ میں ایک ٹھیس سی اٹھی تھی۔

"آپکو نظر نہیں آتا؟جب ڈرائیونگ نہیں آتی تو روڈ پر کیوں نکلتے ہیں آپ لوگ؟؟"ماہم اس شخص کو دیکھتے ہوئے چیخی۔

"آسی تم ٹھیک ہو۔۔؟؟"سیٹھ حمدان جیسے ٹرانس سے باہر آیا اور آسیہ بیگم کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اسے پہچان گیا تھا۔اتنے سالوں بعد بھی وہ اسے ایک پل میں پہچان گیا تھا۔اور یہی حال آسیہ بیگم کا ہوا تھا جب انہوں نے اپنے سب سے اچھے کزن کو اتنے سالوں بعد دیکھا تھا۔

"زیادہ لگی تو نہیں۔۔!!" وہ پاس بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جبکہ ماہم ہونک بنی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔"آسیہ بیگم نے ماہم کا سہارا لے کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

سیٹھ حمدان نے آسیہ بیگم کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ لیے تھے۔آسیہ بیگم کو سلامت دیکھ کر لوگوں کو ہجوم چھٹ گیا تھا۔

"آجاؤ ہاسپٹل چلتے ہیں شاید تمہیں زیادہ لگی ہے"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔"

"میں نے کہا نا چلو۔۔"حمدان صاحب نے غصے سے انکی بات کاٹی تھی۔اور آسیہ بیگم کو لگا تھا وقت کہیں نہیں گیا۔اسکے سامنے کھڑا ہوا شخص آج بھی ویسے کا ویسا تھا۔جیسے کہیں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

جیسے ہی وہ گلی میں داخل ہوئی تھی ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی گاڑی گلی سے مین روڈ پر داخل ہوئی۔ حانم چونکی تھی۔ انکے محلے میں اس طرح کی گاڑی کسی کی نہیں تھی۔ وہ آس پاس کے گھروں کو جانتی تھی۔

"شاید کسی نے نئی لی ہو۔"وہ بڑبڑاتی ہوئی گھر کی جانب بڑھی۔ خلاف معمول پہلی دستک پر ہی دروازہ کھل گیا تھا جو ماہم نے کھولا تھا۔

"امی کدھر ہیں۔۔؟؟" حانم کو حیرت ہوئی۔

"اندر ہیں۔۔" ماہم تھوڑی سنجیدہ تھی۔ حانم نے قدم تیزی سے کمرے کی طرف بڑھائے۔

"اماں کیا ہوا آپکو؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟؟" آسیہ بیگم کو بستر میں لیٹے دیکھ کر حانم پریشان ہوگئی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔!!" آسیہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"بازار سے واپسی پر چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا امی کا۔۔"ماہم نے جیسے دھماکہ کیا تھا۔ حانم تو جیسے سن ہوگئی تھی۔

"ارے نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ نہیں ہوا مجھے، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔۔"آسیہ بیگم نے حانم کے پیلے پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور کمال یہ کہ وہ گاڑی والے امی کے کزن نکلے، جو ابھی گئے ہیں۔"ماہم کی بات پر حانم کو وہ گاڑی یاد آگئی۔

"انہیں نظر نہیں آیا کیا، ایسے کیسے انہوں نے؟"

حانم کے آنسو جیسے گلے میں اٹک گئے تھے۔

"غلطی اسکی کی نہیں ہے میرا ہی دھیان نہیں تھا۔ اور خوشی ہے مجھے اس بات کی اگر میں اسکی گاڑی سے نہ ٹکراتی تو ہم دوبارہ کبھی نا ملتے، چلو اس بہانے ملے تو سہی۔۔"آسیہ بیگم کے لہجے میں واقعی خوشی تھی۔ جبکہ حانم پریشان ہوگئی تھی۔

"اگر امی کو کچھ ہو جاتا۔۔"وہ اس خیال سے ہی گھبرا گئی تھی۔ انکا واحد سہارا اس دنیا میں انکی ماں ہی تھی۔ وہ شکر ادا کر رہی تھی اللہ کا جس نے ان پر اپنا رحم کر دیا تھا۔

"آسی نے اتنے سال بیوگی اور غربت میں اس چھوٹے سے گھر میں گزار دیے۔۔ میں کیسا انسان ہوں کبھی پلٹ کر خبر تک نہ لی۔۔!! "سیٹھ حمدان گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"اتنے پیارے بچے ہیں اگر آج میری وجہ سے آسی کو کچھ ہو جاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاتا۔۔" آسیہ بیگم کی اجڑی حالت دیکھ کر کہیں دور بہت پرانے سوئے جذبات ایک دم جاگے تھے۔

وہ جتنی اہم اسکے لیے کل تھی آج بھی اتنی ہی تھی۔ وہ کبھی اسے نہیں بھولا تھا۔ آج بھی نہیں۔

حانم کا آج کالج میں آخری دن تھا۔ اسکے دو ماہ پورے ہو گئے تھے۔ کالج کا مستقل ٹیچر واپس آ گیا تھا۔ ویسے بھی اسکے اپنے پیپر ہونے والے تھے وہ مزید جاب نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے لیکچر میں آرجے نہیں تھا حانم نے شکر ادا کیا تھا۔ بچوں نے آج کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ حانم نے ان سے اپنی کچھ باتیں شیئر کی تھیں اور انہیں بہت سی اچھی باتیں بتائی تھیں۔ اس وقت وہ سٹاف روم میں اکیلی بیٹھی تھی جب سٹوڈنٹس کا گروپ اسکے پاس آیا تھا۔ یہ وہ بچے تھے جنہیں وہ بہت پسند آئی تھی۔

"میم ہمیں آپکا آٹو گراف چاہیے۔۔" حانم حیران ہوئی، اس نے کبھی اپنی سٹوڈنٹ لائف میں یہ کام نہیں کیا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟ اس نے پوچھا۔

"ہمیں یاد رہے گا کہ مس ام حانم نے ہمیں پڑھایا تھا کبھی۔۔" انکی عجیب و غریب خواہش پر حانم نے انکی ڈائری پر کچھ اقوال لکھ کر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ سب چلے گئے تھے حفصہ رہ گئی تھی۔

"آپکو کیا چاہیے۔۔؟؟" حانم نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

"آنکھیں کھول کر تو سبھی لکھ لیتے ہیں سبھی سائن کر لیتے ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ آنکھیں بند کر کے میری ڈائری پر سائن کریں،،"

"یہ کیا بات ہوئی۔۔؟ مجھے نہیں آتے سائن کرنے آنکھیں بند کر کے۔۔" حانم نے جواب دیا۔

"پلیز میم، پلیز۔۔ آپ میرے لئے اتنا نہیں کر سکتیں اتنی سی گزارش قبول کر لیں۔" حفصہ نے منت کی۔

"ٹھیک ہے، مجھے قبول ہے لاؤ کدھر کرنے ہیں سائن۔۔؟؟حانم نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر لا کر ہامی بھری تھی۔

جتنے صفحات پر میں کہوں گی آپ نے اتنی بار سائن کرنا ہے۔۔"حفصہ نے کہتے ہوئے اپنی ڈائری آگے بڑھائی۔

حانم نے آنکھیں بند کر کے پہلے صفحہ پر سائن کیا۔

"بس۔۔؟؟"

"نہیں میم۔۔اور بھی کرنے ہیں۔۔"وہ ناجانے کتنی جگہ پر اس سے سائن لے چکی تھی۔

"اب کھولوں آنکھیں۔۔؟؟" جانے کیوں حانم کو عجیب سا محسوس ہوا تھا۔۔اسکی چھٹی حس نے کوئی الارم بجایا تھا۔

حفصہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کھول لیں آنکھیں مس ام حانم۔۔"وہ آواز اسے کرنٹ کی طرح لگی تھی۔حانم نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔

سامنے روحان جبیل کھڑا تھا۔زہریلی مسکراہٹ لئے۔۔حانم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔اسکے ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟" وہ دبی دبی آواز میں چلائی۔

"ریلیکس ٹیچر جی یہ دیکھیں بقول آپکے میں نے آپکو دنیا کی بدقسمت ترین لڑکی بنا دیا ہے۔۔"آرجے نے وہ کاغذ اسکی جانب بڑھائے۔

"کیا ہے یہ ؟؟"ناگواری سے پوچھا گیا۔

"خود دیکھ لو۔۔۔"وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔کاغذ پر نظر پڑھتے ہی حانم کا دماغ الٹا تھا۔وہ نکاح نامہ تھا۔

جس پر اسکے سائن موجود تھے۔ حفصہ اسے دھوکہ دے گئی تھی۔ حانم کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔؟؟"مشکل سے ہمت جمع کر کے حانم نے وہ کاغذ اسکے منہ کی طرف اچھالا تھا بلکہ منہ پر مارا تھا۔

"اُفف آہستہ بولو۔۔ مسز۔۔ تم نے ہی کہا تھا دنیا کی بدقسمت ترین لڑکی ہو گی جسکی قسمت میں روحان جبیل داخل ہو گا۔۔ لو اب میں نے تمہیں ہی بدقسمت بنا دیا۔۔" وہ آنکھ دباتے ہوئے بولا تھا اور پھر ٹانگ پر ٹانگ جما کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ حانم کو تو اسکی بات سن کر ٹھنڈے پسینے آگئے تھے۔ اس نے چاروں طرف دیکھا تھا اور شکر کیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو۔۔ میں ابھی پرنسپل کو بتاتی ہوں تم نے انتہائی شرمناک حرکت کی ہے۔۔"

حانم کا دل کر رہا تھا کہ وہ اسے مار ڈالے۔۔ اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

اور تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہارا یقین کریں گی؟؟"

وہ ہنسا تھا۔ جبکہ حانم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

"تمہاری اس بکواس سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں۔۔" حانم نے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔

"نکاح ہو گیا ہے ہمارا۔۔ مس ام حانم۔۔" وہ سکون سے کہتا اسے آگ لگا گیا تھا۔

"نکاح کوئی بچوں کا کھیل ہے جو سائن کرنے سے ہو جائے گا۔۔" وہ مذاق اڑانے والے لہجے میں بولی تھی۔

"لڑکی کی رضامندی چاہیے ہوتی ہے نا۔۔ وہ مجھے مل گئی۔۔" آرجے نے نکاح نامے کی طرف اشارہ جسے وہ نیچے سے اٹھا چکا تھا۔ "اور تم نے بھی قبول کر لیا ہے۔۔"

"ٹھیک ہے مجھے قبول ہے لاؤ کدھر کرنے ہیں سائن۔۔" وہ اسکی آواز ریکارڈ کر چکا تھا۔

حانم تو دنگ رہ گئی تھی۔

"باقی کی کاروائی اب دیکھ لو۔۔" اس نے موبائل پر کسی کا نمبر ملایا تھا۔

"ہاں ملی۔۔ لڑکی نے سائن کر دیئے ہیں مولوی کو کہو کہ نکاح پڑھائے۔۔" اسکے الفاظ نے حانم کے پیروں نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔

دوسری طرف سے مولوی کی آواز ابھری تھی۔

وہ نکاح پڑھا رہا تھا۔

"کیا آپکو قبول ہے ؟؟" ام حانم نے باقاعدہ اپنا اور روحان جبیل کا نام سنا تھا۔ اور روحان نے کس قدر چالاکی سے مولوی کے پوچھنے پر حانم کی ریکارڈ کی گئی آواز سے صرف قبول ہے کو مولوی تک پہنچایا۔

اسکے اس طرح کرنے پر حانم پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ تین بار مولوی نے پوچھا تھا اور تین بار قبول ہے وہ سن چکے تھے۔

"جی سائن کر دیئے ہیں حانم نے اب میری باری۔۔"

وہ پرسکون سا کہہ رہا تھا۔ سائن وہ پہلے کر چکی تھی۔ اس سے پہلے مولوی مزید کچھ بولتا۔۔ حانم کو جیسے ایک جھٹکا لگا تھا۔ وہ بنا کچھ بولے سٹاف روم سے باہر کی جانب بھاگی تھی اور پھر وہ بھاگتی چلی تھی۔ اور پیچھے آر جے اب قبول ہے بول رہا تھا۔ نکاح نامے پر سائن کرنے کے بعد اس نے موبائل پر چلتی ریکارڈنگ جس سے مولوی کی آواز ابھر رہی تھی اسکو بند کیا۔

"سٹوپڈ۔۔ بھاگ گئی ڈر کر۔۔ منتیں بھی نہیں کی میری کہ یہ سب نا کرو۔۔" اپنی ہی بات پر اس نے قہقہہ لگایا۔ حانم کے جانے کے بعد وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھا، نکاح نامے کو پھاڑنا چاہا پھر اچانک کچھ سوچ کر رک گیا۔

"کیا پتا کبھی زندگی میں اسکی ضرورت پڑ جائے۔۔" اس نے خود سے کہا تھا۔ اسے اس وقت نہ تو اس نکاح میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی ام حانم میں۔۔ اس کیلئے یہ ایک ایڈوینچر جیسا تھا۔۔ حانم کی حالت نے اسے کافی لطف دیا تھا۔

"لیکن حیرت ہے اس گھمنڈی لڑکی نے نہ معافی مانگی اور نہ منتیں کی میری۔۔؟؟" وہ بھنویں سکیڑتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔ اور پھر اس کاغذ کے ٹکرے کو جیب میں رکھنے کے بعد وہ سیٹی بجاتا سٹاف روم سے باہر نکل گیا۔

وہ جیت گیا تھا۔۔وہ فتح کا بادشاہ تھا۔وہ وقت اور قسمت دونوں پر حکومت کرتا تھا۔وہ جیسا چاہتا تھا ویسا ہو جاتا تھا۔۔وہ فاتح بننا جانتا تھا۔اس کالج میں اب اسکی دلچسپی کے لائق کئی چیز نہیں بچی تھی۔ وہ سیٹی پر دھن بجاتا کالج سے باہر نکل گیا تھا۔

حانم کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے روحان جبیل سے اس درجہ پاگل پن کی امید نہیں تھی۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ وہ ایسا کرے گا تو وہ اسکی لائف پارٹنر کے بارے میں کبھی ایسی بات نہیں کرتی۔

"لیکن اب کیا ہو گا؟؟"اسکا دل بری طرح سے ڈر رہا تھا۔

"اللہ اب کیا ہو گا؟؟"وہ بہت پریشان تھی۔دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اگر اس نے پرنسپل کو بتا دیا اور کوئی اور کہانی سنائی تو۔۔؟؟سب مجھے برا سمجھیں گے۔۔"وسوسے اسے کھائے جا رہے تھے۔

اس نے پڑھا تھا کہ سلفائٹ اپنے عمل اور اپنے ردعمل دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں لیکن اس آر جے نے تو اسکا دماغ ہی گھما دیا تھا۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ اب وہ اس کالج میں کبھی نہیں جائے گی۔۔اپنی اپنی طرف سے وہ دونوں اس کالج کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئے تھے۔

" آر جے سنا دو کچھ۔۔"محسن نے اسکی منت کی تھی۔کلب کے تیز میوزک اور تھرتھراتے جسموں کی بھیڑ میں وہ لوگ پرسکون سے بیٹھے تھے۔سیاہ رنگ کی جیکٹ کے پیچھے جس پر بڑا سا

RJ

لکھا تھا اور گلے میں چین پہنے جس پر آر جے لکھا ہوا لٹک رہا تھا، وہ اس کلب کی شان لگ رہا تھا۔

اس نے مکی کو لڑکیوں کی جھرمٹ میں گھرا دیکھا تھا، اسکے دیکھنے پر مکی نے ایک آنکھ دبا کر اسے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن جانے کیوں آج نہ تو اسے نشہ چڑھ رہا تھا اور نہ ہی یہاں کوئی لڑکی اسے متاثر کر رہی تھی۔ وہ پہلے بھی ایسا ہی تھا اسے کچھ متاثر نہیں کر پاتا تھا لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"یار میرا موڈ نہیں ہے۔۔۔!!" گلاس کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے آرجے نے محسن کو انکار کیا تھا۔ اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کر مکی اسکی طرف آیا تھا۔

"کیسا رہا تمہارا نکاح۔۔" وہ خباثت سے دانت نکالے پوچھ رہا تھا۔

"نکاح۔۔ واٹ ربش! کونسا نکاح؟؟ وہ جسٹ پرانک تھا اس ام حانم کو ڈرانے کیلیئے۔"

"اور وہ نکاح نامہ۔۔؟؟" مکی نے دوبارہ پوچھا۔

اسکی بات پر آرجے چونکا تھا۔ وہ تو اس نے پھینکا ہی نہیں تھا۔ کچھ یاد آنے پر اس نے پینٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکالا تھا جس پر ان دونوں کے سائن تھے۔

"یہ رہا۔۔" مکی نے اسکے ہاتھ سے وہ کاغذ جھپٹا تھا۔

"دلہا دلہن دونوں کے سائن ہیں بس گواہوں کے خانے خالی ہیں۔۔ ادھر لاؤ سائن کرتا ہوں۔۔" مذاق سمجھتے ہوئے مکی نے اپنے سائن کر دیے تھے۔ اور پھر کاغذ کو محسن کی طرف بڑھایا۔

محسن نے بھی ہنستے ہوئے سائن کیے تھے۔ اسکے بعد وہ اس کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر گروپ کے دوسروں لڑکوں کی طرف بڑھا تھا۔ پانچ منٹ وہ نکاح نامے کو لہراتا واپس آیا تھا۔

"یہ لو آرجے کام مکمل ہو گیا ہے۔۔" شیطانی مسکراہٹ لئے وہ آرجے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"انٹرسٹنگ۔۔" آرجے کیلیئے یہ سب ایک نیا کھیل تھا اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے پھر وہ کاغذ کا ٹکرا جسکی اسکے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی بنا سوچے سمجھے جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کاغذ کا ٹکرا اب قانونی اور شرعی طور پر ایک مکمل نکاح نامے کی حثیت اختیار کر گیا تھا۔

"پلیز یار کچھ سنادو۔۔!!" اس بار مکی نے گٹار اسے تھماتے ہوئے کہا تھا اور کچھ سوچ کر آرجے نے اسے پکڑ لیا تھا۔

حانم کالج سے سیدھا گھر آگئی تھی وہ اپنی اکیڈمی نہیں گئی تھی۔ اسکا سر درد سے پھٹ جارہا تھا۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو؟؟" آسیہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"جی اماں میں ٹھیک ہوں۔۔!!" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ اسکے بعد وہ بستر میں گھس گئی تھی۔

"اگر مہرو کو پتا چل گیا، اور اسارہ آپی، وہ سب لوگ کیا سوچیں گے میں بارے میں؟ نہیں ایسے نکاح تو نہیں ہوتا۔۔" اب وہ خود کو تسلیاں دے رہی تھی۔ "لیکن اس نکاح نامے پر سائن تو میرے ہی ہیں۔" اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اسی ڈر اور خوف میں اسے رات تک بخار ہو گیا تھا۔ وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"یا اللہ مجھ پر رحم کر" اسے اپنے پچھلے سارے گناہ یاد آرہے تھے اور نم آنکھوں سے وہ صدق دل سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ روحان جبیل اس بات کا ذکر کسی سے نا کرے۔۔

اور حفصہ۔۔ اسے تو میں نے بہت اچھا سمجھا تھا اس نے دھوکہ کیا میرے ساتھ۔۔" حانم کو سخت افسوس ہو رہا تھا۔ اور" وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ماہی بیٹا آج میں کس سے ملا۔۔؟؟" سیٹھ حمدان بہت ہی پرجوش سے اپنی بیٹی کو بتا رہے تھے۔

"کس سے بابا۔۔؟؟" فون کی دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"آسی سے۔۔!!" سیٹھ حمدان کے لب کانپے تھے۔

"کیا سچ میں بابا۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔اور اسکی حالت دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا خود پر۔۔۔میں بہت شرمندہ ہوں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے میں نے کبھی جا کر اسکی خبر نہیں لی۔"۔ سیٹھ حمدان سچ میں بہت افسردہ تھے۔

" کیسی ہیں بابا وہ۔۔؟؟"ماہی نے پوچھا تھا۔

"میرے لیے تو آج بھی ویسی ہی ہے۔۔بائیس سال پہلے والی آسی، مجھ سے فرمائشیں کر کر کے چیزیں منگوانے والی، لیکن وقت اور حالات نے اسے کافی بدل دیا ہے، اب کچھ نہیں مانگتی وہ۔۔"

"تو بابا آپ اب انکی مدد کریں نا۔۔قسمت نے آپکو دوسرا موقع دیا ہے اسے مت گنوائیں۔۔"

ماہی کی بات نے سیٹھ حمدان کو چونکا دیا تھا۔

جبکہ ماہی جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی۔ اسکے بابا نے کتنے سال اکیلے گزار دیے تھے صرف ماہی کی وجہ سے۔۔ وہ پہلی محبت کو آج بھی اپنے دل میں بسائے بیٹھے تھے۔یہ قدرتی امر ہے انسان اپنی پہلی محبت کو چاہ کر بھی بھول نہیں سکتا وہ گلے کا طاق بن کر ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ ہر ہر لمحے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے یہ اک خالص جذبہ ہے۔ جسے چاہ کے کر بھی ہم بھلا نہیں سکتے۔ پہلی محبت پرانے مقدمے کی طرح ہوتی ہے، نہ ختم ہوتی ہے نہ انسان باعزت بری ہوتا ہے

!!اور محبت نہ ملنے کا دکھ ماہی سے بہتر کون جانتا تھا۔

محبت جن سے ہوتی ہے

اُنہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

یقین کی آخری منزل پر آ کر بھی

کوئی جذبہ کوئی شک

کوئی اندیشہ

بہت بے چین رہتا ہے

محبت جن سے ہوتی ہے

اُنہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

کہیں یہ وصل کے لمحے

بدل جائیں نہ فرقت میں

کہیں یہ قرب کی گھڑیاں

جدائی میں نہ ڈھل جائیں

کہیں ایسا نہ کہ کوئی اُسکو

بدگماں کر دے

کہیں ایسا نہ ہو وہ مہرباں

آنکھیں بدل جائے

کہیں ایسا نہ ہو یہ گرم جوشی

سرد پڑ جائے

تپاکِ جاں سے ملنے کی روِش

یخ بستہ ہو جائے

ادائے دلبرانہ بے رخی کا روپ دھارے

اور دل کا درد بن جائے

محبت جن سے ہوتی ہے

انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

کبھی محفل میں سب کے سامنے

وہ احتیاطاً بھی

نظریں چرا جائے

تو دل پر چوٹ لگتی ہے

آنسوؤں کا مینہ برستا ہے

کبھی مصروفیت میں فون کی گھنٹی کا

وہ نوٹس نہ لے

اور

رابطے کا سلسلہ موقوف ہو جائے

دھڑک اُٹھتا ہے دل

کیا جانئے کیا ہو گیا اُس کو

توجہ میں کمی کیوں آ گئی

کیوں اُس کی جانب

ایک سنّاٹا سا چھایا ہے

جو اپنا اس قدر اپنا تھا

آخر کیوں پرایا ہے

محبت جن سے ہوتی ہے

انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

!!!!!!..... محبت جن سے ہوتی ہے

"سنو آر جے تم نے دوبارہ مس ام حانم کو تنگ تو نہیں کیا؟؟" حشام لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آنے والے آر جے سے پوچھ رہا تھا۔ حشام کی بات سن کر وہ چونکا تھا۔

"کیا بات ہے شامو کاکا۔۔ ویسے تو تمہیں لڑکیوں کے نام یاد نہیں رہتے اور مس ام حانم تمہارے بڑی یاد ہے۔"۔ آر جے شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"کیونکہ میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں بتاؤ تنگ تو نہیں کیا نا؟؟" حشام کو ناجانے کیوں فکر کیوں رہی تھی۔ وہ اتنے دنوں سے پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن ہمت نہیں ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ آر جے کتنا چالاک ہے۔

"نہیں تنگ نہیں کیا بس بھگا دیا ایک چھوٹا سا ڈرامہ کر کے۔۔"

"کیسا ڈرامہ۔۔؟؟" حشام چونکا۔

"پھر کبھی بتاؤں گا شامو کاکا مجھے ابھی کچھ کام ہے۔۔"اس سے پہلے حشام کچھ کہتا۔۔ وہ آف لائن جا چکا تھا۔

"پتا نہیں اب اس نے کیا کیا ہو گا اس معصوم کے ساتھ۔۔" حشام کو فکر ہو رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

آر جے اپنی نئی ویڈیوز جو اس نے اپلوڈ کی تھیں انہیں چیک کر رہا تھا۔

پچھلے ایک ہفتے سے ایک نئی

Follower

اسکی ویڈیوز پر ری ایکٹ کر رہی تھی۔ اور تعریف الگ،

وہ کبھی کسی کے کمینٹس نہیں پڑھتا تھا البتہ کبھی کبھی کچھ چیزیں اسے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

"Can we be friends??"

اس نئی لڑکی رحمہ کی طرف سے میسج آیا تھا۔

آر جے نے اسکے ٹائپ کیے گئے میسج کو سکین کیا تھا۔۔ اور پھر بلا اختیار ہی وہ ہنس دیا تھا۔

"Don't Try To Make Me fool Miss Shalni"

وہ ایک سیکنڈ کے اندر اسے حقیقت سے روشناس کرا گیا تھا۔

"اسٹوپڈ۔۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

جبکہ دوسری جانب شالنی اسکا میسج پڑھ کر حیران و پریشان رہ گئی تھی۔ وہ انسان تھا یا کوئی جادوگر۔۔؟؟ اسے بے قووف بنانا واقعی ناممکن تھا۔ وہ کچھ دیر شاکڈ رہی تھی اور پھر زیر لب مسکرا دی تھی۔ اسکا انتخاب سو فیصد درست تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ آنسو کہیں ہجرت کر لیں
آ کسی روز ترے غم کی ضیافت کر لیں

اس نے جاتے ہوئے پرسے میں یہی بولا تھا
اب یہ بہتر ہے کہ یادوں پہ قناعت کر لیں

گاوں سب ہار کے ہم جو کبھی واپس لوٹیں

کیا ہی اچھا ہو اگر تیری زیارت کر لیں

تو کہیں ہم کو ملے تو لپٹ کر تجھ سے
اتنا پھر روئیں کہ ضائع یہ بصارت کر لیں،

کانپ اٹھتا ہوں میں اب دیکھ کے ہنستے چہرے
لوگ یہ بھی نہ محبت کی حماقت کر لیں

اس محبت پہ بھی تم نے جو ستم ڈھائے ہیں
عین ممکن ہے کہ ہم تم سے عداوت کر لیں

حانم پچھلے دو دنوں سے اکیڈمی نہیں گئی تھی۔ بخار اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ اکیڈمی جائے گی تو مہرو اسے سوال کرے گی۔ موبائل پر آنے والی ہر کال پر وہ ڈر جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ ابھی پرنسپل کا فون آئے گا اور پھر اسکی انسلٹ ہو گی۔

ابھی بھی موبائل پر ہونے والی بپ پر وہ گھبرا گئی تھی۔ لیکن پھر نمبر اور میسج دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ ایک ناگواری اسکے چہرے پر پھیل گئی تھی۔

"یہ شخص میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔۔؟"

وہ روہانسی ہوئی تھی۔ بہت کچھ تھا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔۔ بہت کچھ تھا جو وہ بتانا چاہتی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے احساسات کو کس سے شیئر کرے؟ مہرو سے اسکی بہت اچھی دوستی تھی اسکے برعکس وہ اس سے اپنے دل کی بات نہیں کہہ پاتی تھی۔

تھک ہار کر اس نے میسج ڈیلیٹ کیا تھا۔

"مجھے نمبر تبدیل کر لینا چاہیے۔۔!!" آخر وہ اس آخری نتیجے پر پہنچی تھی۔

اسکی نمازیں لمبی ہوتی جارہی تھیں۔۔ گڑگڑا کر وہ ناجانے کیا مانگتی تھی۔ ایک ڈر نے اسکے دل میں ڈیرا ڈال لیا تھا۔ اس نے دوبارہ اکیڈمی جانا شروع کر دیا تھا۔ نامہرو نے کوئی بات کی تھی۔ نا پرنسپل کا فون آیا تھا اور نا آرجے نے کوئی پیش رفت کی تھی۔ دھیرے دھیرے وہ بھی اسے مذاق سمجھ کر بھولنے لگی تھی۔

"یہ تمہاری سیلری ہے ہانی۔۔ اسمارہ آپی نے بھیجی ہے۔۔ تم بنا پرنسپل سے ملے واپس آگئی تھی۔۔"

مہرو نے ہانی کی امانت اسے دی تھی۔ جس پر ہانی نے شکر ادا کیا تھا کہ سب نارمل تھا ٹھیک تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے انجانے نمبر کال آرہی تھی جسے وہ جان بوجھ کر نہیں پک کر رہی تھی۔

"میم میری بات سنیں۔۔ میں حفصہ ہوں پلیز میم۔۔" اسکا میسج پڑھنے کے بعد تو حانم کا دماغ گھوما تھا۔ اس نے موبائل ہی بند کر دیا تھا۔

اور اب پھر کسی اور نمبر سے فون آرہا تھا۔

"اٹھا لو نا ہانی کس کا فون ہے؟؟" مہرو کی بات پر وہ چونکی تھی۔

"پتا نہیں۔۔!!" حانم کا موڈ خراب ہوا تھا۔

"یار پوچھ تو لو ایک بار۔۔" مہرو کے اصرار کرنے پر حانم نے کال ریسیو کی تھی۔

"میم پلیز میری بات سن لیں۔ پلیز فون بند مت کیجئے گا پلیز میم۔۔" حفصہ منتیں کر رہی تھی۔

"حفصہ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" حانم نے دوٹوک جواب دیا تھا۔

"نہ کریں بات لیکن میری سن لیں پلیز۔۔وہ روحان نے مذاق کیا تھا میم۔۔پرانک۔۔اس نے مجھے اموشنلی بلیک میل کیا تھا کہ اگر میں نے اسکی بات نہیں مانی تو وہ کسی سے بھی یہ کام کروالے گا۔۔اور پھر شاید سب کو یہ بات پتا چل جائے۔۔اس نے مجھے اس لیے کہا کہ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کیونکہ آپ مجھے عزیز ہیں۔۔" وہ آخری بات کہتے پر رو دی تھی۔

"اٹس اوکے حفصہ۔۔کوئی بات نہیں۔ آپ بھی بھول جاؤ اس بات کو۔۔" حانم نے گہرا سانس لیا تھا۔

"پکا آپ ناراض تو نہیں ہیں نا اب؟؟"

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔۔پھر بات ہو گی۔"

وہ اسکا جواب سنے بنا فون بند کر چکی تھی۔

دل سے ایک بوجھ سا اتر گیا تھا۔ایک ڈر جو تھا وہ ختم ہو گیا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سب ڈرامہ تھا۔

"کیا ہوا ہانی؟؟" مہرو نے جو اسے غور سے دیکھ رہی تھی اسکے فون بند کرنے پر پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بس کالج کا ایک مسئلہ تھا۔۔" وہ خوشدلی سے مسکرا دی۔ واقعی حفصہ نے اسے بہت بڑے صدمے سے باہر نکال لیا تھا۔حانم اب اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہی تھی۔

اسٹیڈیم لوگوں کے ہجوم سے بھرا پڑا تھا۔ہر طرف نوجوان لڑکے لڑکیاں اسکے انتظار میں تھے۔

ہر ایک کی زبان پر بس آرجے تھا۔رات کے اندھیرے میں بھی رنگ برنگی روشنیوں نے اسٹیڈیم کے درمیان بنے اسٹیج کو منور کیا ہوا تھا۔وہ پروفشنل سنگر نہیں تھا۔اور نہ کسی کیلیئے گاتا تھا۔البتہ اسکے فین ڈیمانڈ کرتے تھے اس سے سننے کی۔

اور وہ ایک دن فائنل کر دیتا تھا۔ اسی دن دیکھنے اور سننے والوں کا ہجوم جمع ہو جاتا تھا۔

جینی مارٹن سے اسکی دوستی سوشل میڈیا پر ہوئی تھی۔ وہ برطانیہ سے تعلق رکھتی تھی۔

تیس سالا جینی کہیں سے بھی تیس سال کی نہیں لگتی تھی۔ وہ ایک پروفیشنل سنگر تھی جسکی آواز نہایت دلکش تھی۔ البتہ جب سے اس نے آرجے کی آواز سنی تھی وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اسکی شدید خواہش تھی کہ وہ آرجے کے ساتھ سنگنگ کرے۔ اور آج وہ آرہی تھی۔ آرجے کے ساتھ۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ دھماکہ کرنے والے تھے۔ انتہائی سخت سیکیورٹی کے اندر انکی گاڑیاں آگے پیچھے اسٹیڈیم میں داخل ہوئیں تھیں۔

اور کچھ دیر بعد میڈیا، کیمروں کی چمک اور لوگوں کی زبردست ہوٹنگ میں وہ اسٹیج کی طرف بڑھے تھے۔

"رات تقریباً دو بجے شو ختم ہو گا۔۔ اور اسکے بعد جینی کی خواہش پر وہ دونوں واپس ہوٹل جائیں گے۔ جینی کی یہ خواہش آرجے لازمی پوری کرے گا۔۔ ایک بار وہ دونوں ہوٹل پہنچ جائیں۔۔ پھر ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔۔" وہ پروجیکٹر کے سامنے کھڑی بتا رہی تھی۔ سکرین پر اسٹیڈیم کے اندر باہر۔۔ اسٹیڈیم سے ہوٹل تک اور ہوٹل کے اندر تک ہر چیز کا نقشہ تھا اور دوسری سکرین پر اسٹیڈیم کی ویڈیو نظر آرہی تھی۔

"دھیان رہے اس بار پلان فیل نہیں ہونا چاہیے۔۔!!

باس نے سخت تنبیہ کی تھی۔ لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

جینی اور آرجے دونوں سیاہ رنگ کے کپڑوں میں تھے۔ جینی نے گھٹنوں تک آتے شارٹ کپڑے پہن رکھے تھے۔ جبکہ آرجے گھٹنوں سے پھٹی جینز پہنے جسکی بلیک جیکٹ بھی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی، ربر بینڈ سے بالوں کو پیچھے کی جانب کیے گلے اور بازؤں میں لٹکتے بینڈز جن پر آرجے واضح لکھا چمک رہا تھا، وہ دونوں عوام کی توجہ کا مرکز بنے تھے۔ گٹار ہاتھ میں پکڑے وہ اسٹیج پر جھول رہا تھا۔ جینی اس سے دس سال بڑی تھی اور تھی بھی برطانیہ سے لیکن آرجے کہیں سے بھی نہ اس سے متاثر نظر آرہا تھا اور نہ ہی وہ خوف کا شکار تھا۔ اسکا اعتماد دیکھنے لائق تھا۔

I'm so lonely broken angel
I'm so lonely listen to my heart

جینی نے گانا شروع کیا تھا۔

من دوست دارم

به چشم من گریه نده

نه، نمی تونم

بدون تو حالم بده

آر جے اپنی طلسماتی آواز سے ایک بار پھر سحر پھونک رہا تھا۔ لوگ دیوانوں کی طرح انہیں سن رہے تھے۔

حشام جس فلیٹ میں رہتا تھا اس عمارت میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی تھی جو برسوں سے وہاں رہ رہے تھے۔ اس عمارت (بلڈنگ) کے سب سے اوپری فلیٹ کو وہاں موجود لوگوں نے مسجد کا نام دیا ہوا تھا جہاں وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔

آر جے نے حشام کو بتایا تھا کہ آج اسکا شو تھا۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا تبھی اسے چھوٹے باباسائیں (حیدر جبیل) کا فون آیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو تم اپنے لاڈلے کے کام؟ ایک سید گھرانے سے ہو کر وہ انگریزوں کے ساتھ مل کر کیسے کام کر رہا ہے؟ کیا منہ دکھاؤں گا میں کل کو اگر آقا حضرت محمدؐ ﷺ نے مجھ سے اسکے متعلق سوال پوچھ لیا۔۔؟؟ کیا منہ دکھاؤں گا اگر اس ذات نے جس پر میری جان قربان۔۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی تربیت کیسے کی تھی؟؟ بتاؤ کیا جواب دوں گا میں۔۔؟؟؟"

وہ حشام سے پوچھ رہے تھے جبکہ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اگر اس سے پوچھ لیا گیا تو وہ کیا جواب دے گا؟؟ چھوٹے سائیں اپنا غصہ نکال کر فون بند کر چکے تھے۔ حشام نے ٹی وی لگایا تھا۔ اسے اچھی طرح پتا تھا کہ آرجے کا شو کس چینل پر براہِ راست دکھایا جاتا تھا۔

جیسے ہی حشام کی نظر سکرین پر پڑی تھی اسکے چہرے پ واضح ناگواری پھیل گئی تھی۔

جینی آرجے کے گلے میں باہیں ڈالے کھڑی تھی۔ جبکہ عوام ہوٹنگ کر کر کے پاگل ہو چکی تھی۔

حشام نے فوراً غصے سے ٹی وی بند کیا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آرجے کا کیا کرے۔

"مجھے یہ چڑیل آرجے کا ساتھ ذرا اچھی نہیں لگ رہی۔۔" جواد نے منہ بنا کر پاس بیٹھی ماہم سے کہا تھا۔

"تم اسے مت دیکھو بس آرجے کو دیکھو نا۔۔" ماہم نے مسئلے کا حل پیش کیا تھا۔ اچانک حانم کمرے میں داخل ہوئی تھی رات کے دس بج رہے تھے اور وہ دونوں ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

"یہ کیا دیکھ رہے ہو تم لوگ؟؟" حانم کی نظر اچانک سکرین پر پڑی تھی اور وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اس نے آرجے کو نہیں پہچانا تھا کیونکہ اسکا چہرہ کیمرے کے بالکل سامنے نہیں تھا۔

"بند کرو یہ بے ہودہ چیزیں دیکھنا۔۔" وہ تقریباً چیخی تھی۔

"بس آپی تھوڑا سا۔ تھوڑا سا رہ گیا ہے پھر خود ہی بند کر دیں گے۔۔" جواد نے ٹانگ اٹکائی تھی۔

"میں امی کو بلاتی ہوں وہ خود آکر دیکھ لیں گی کہ تم لوگ کیا گھٹیا چیزیں دیکھتے ہو۔۔"

وہ بڑبڑاتی باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ ماہم اوع جواد دونوں نے شکر ادا کیا تھا۔

I'm so lonely broken angel
I'm so lonely listen to my heart
One n' only, broken angel

Come n' save me before I fall apart

تا ھر جا سہ باشی، کنار تم

تا آخرش، دیو ونہ تم (اوہ)

تو، تو نمیدونی سہ جونمی

بر گرد پیشم

La la Leyli, la la Leyli, la la la la la
La la Leyli, la la Leyli, la la la la la

دنیا و مافیا سے بیگانہ وہ دونوں اپنی اپنی دھن میں گائے جا رہے تھے۔

"اللہ اَکبر اللہ اَکبر"

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،

وضو کیے گئے چہرے پر ابھی بھی پانی کی کچھ بوندیں چمک رہی تھیں۔ پیرس میں عشاء کا وقت تھا۔ حشام نماز پڑھنے آیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے وہ اذان دیتا تھا خود ہی۔ جب بھی اسے وقت ملتا تھا۔ وہ لازمی یہ کام خود کرتا تھا۔ مسجد میں اسپیکر نہیں لگا ہوا تھا۔ البتہ جتنے بھی مسلمان خاندان وہاں رہتے تھے انکے فلیٹ میں آٹومیٹک ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے ازان کی آواز گونج جاتی تھی۔

"حی الفلاح، حی الفلاح"

آؤ وہ کامیابی کی طرف بلا رہا تھا۔ ہے کوئی جو اس رب کے بلاوے پہ لبیک کہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے شاہوں کا سربراہ ہے پہاڑوں سے بلند دریاوں کے پانی سے تیز ہوا اور روشنی جس کے قبضے میں ہے لیک ن اس رب کریم کی عاجزی تو دیکھو

وہ دن میں پانچ وقت اپنے پاس بلاتا ہے اور ہماری اوقات کیا ہے فقط ایک گندے پانی کے چند قطرے اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں کہ

(سورہ المومن)

وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔ ھر نطفہ بنا کر پھر لو تھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچّے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔ اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو {67}

لیکن وہ اتنا مہربان رحیم و کریم ہے جس کی اجازت کے بنا ایک چڑیا پر نہیں ہلا سکتی ایک درخت پتا نہیں ہلا سکتا مگر اپنے بندوں کے بار بار نا آنے پر اپنا بلاوا ترک نہیں کرتا ہم پہ رزق بند نہیں کرتا پھر سے پکارتا ہے "حی الفلاح" ہے کوئی جو آئے ہے کوئی جو مانگے ہے کوئی گدا جو آواز لگائے ہے کوئی مفلس جو مفلسی میں مجھے سجدہ کرے کوئی نیند ترک کر کہ سجدہ ریز ہو ہے کوئی بخشش مانگنے والا ہے کوئی توبہ کرنے والا آو آو تمہارا رب تمہیں خود پکار رہا ہے ہاں وہی رب جس کے قبضے میں تمہاری جان وہی تم ناچار لوگوں کو تمہیں تمہاری ہی کامیابی کے لیے پکار رہا ہے

کون جانتا تھا پیرس میں رہنے والا، انگلش میں پی ایچ ڈی کرنے والا شخص ایسا تھا۔ چھوٹی سی مسجد میں سادے سے کپڑے پہنے، لوگوں کو کامیابی کی طرف بلاتا وہ شخص ہزاروں کے مجمع میں داد وصول کرتے آرجے سے کہیں بہتر لگ رہا تھا۔

نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تھے۔

"یا اللہ روحان جبیل کو ہدایت دے۔ یا اللہ پاک اسکی حفاظت فرما۔۔" اور آج بھی سب سے پہلے اس نے آرجے کیلئے ہی سب کچھ مانگا تھا۔

"آج میں اینجل سے اپنے دل کی بات کہہ کر ہی دم لوں گا۔۔" میڈی نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا تھا۔

"تم سے نہیں ہو گا میڈی۔۔" البرڈ صاف گو تھا۔

"تم جلتے ہی رہنا۔۔ دیکھنا آج میں یہ کام ضرور پورا کرونگا۔۔" میڈی کافی پرجوش تھا۔

ریسٹورینٹ میں اسکی ڈیوٹی چار بجے شروع ہوتی تھی۔ وہ تین بجے وہاں موجود تھا۔ میڈی اس ریسٹورینٹ میں پارٹ ٹائم ویٹر کا کام کرتا تھا۔

"وہ آگئی ہے میڈی۔۔ جاؤ۔۔ اور فتح کرلو۔۔" البرڈ نے میڈی کو اکسایا تھا۔ اینجل اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی۔

"جاؤ اب۔۔۔" البرڈ نے کشمکش کا شکار کھڑے میڈی سے کہا تھا۔

"اچھا اچھا جا رہا ہوں۔۔" میڈی نے خود کو تسلی دی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اینجل کی طرف بڑھا تھا۔

"کیسی ہو اینجل۔۔۔؟؟" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اینجل نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

"کچھ بات کرنی تھی۔۔" میڈی نے اسکے گھورنے پر سنبھل کر کہا تھا۔

"بولو۔۔۔" سرد سا لہجہ تھا۔

"وہ۔۔ میں۔۔" میڈی کا گلہ خشک ہو گیا تھا۔ اس نے میز پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر پیا تھا۔

اینجل اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں۔۔؟ بولو اب۔۔"

"will you marry me??"

میڈی نے آنکھیں بند کر کے کہا تھا۔ اسکا سانس اٹکا ہوا تھا۔ اینجل اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور پھر میڈی کی حالت دیکھ کر بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ اپنی ہنسی ضبط نہیں کر پائی تھی۔۔ وہ ہنسی تھی اور ہنستی چلی گئی تھی۔

"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے اینجل۔۔؟؟" میڈی کو برا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم پاگل ہوگئے ہو میڈی۔۔ اب میرے پیچھے مت آنا" اینجل نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔

"جواب نہیں دیا۔۔" میڈی کا منہ بن گیا تھا۔ وہ بیچارہ اداس ہو گیا تھا۔

رات گیارہ بجے کا ٹائم تھا۔ میڈی رسٹورینٹ سے فارغ ہو کر اب گھر کی طرف جارہا تھا۔
اچانک اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے پیچھے کوئی ہے۔ وہ ایک نازک دل کا لڑکا تھا۔ وہ ایک دم گھبرا گیا تھا۔ ایک دو بار پیچھے مڑ کر دیکھنے کے بعد اب اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔۔۔جب اچانک کوئی آندھی طوفان کی طرح آیا تھا۔
اسکے سر اور چہرے کو جیکٹ سے ڈھانپنے کے بعد مکے اور گھونسوں کی خوب بارش کی گئی تھی اس پر۔
"کون ہو تم چھوڑ دو مجھے۔۔ کیوں مار رہے ہو۔۔؟ "
" بچاؤ مجھے۔۔"وہ چیخ رہا تھا۔
"میری اینجل کو پرپوز کرتے ہو۔۔ خبردار جو آئندہ اسکے آس پاس بھی نظر آئے تو۔۔" مارنے والے نے اردو زبان میں کہا تھا۔ میڈی کو صرف لفظ "اینجل" سمجھ آیا تھا اور کچھ بھی نہیں۔
دو چار گھونسے اسکے پیٹ میں مارنے اور اپنی بھڑاس نکالنے کے بعد اب وہ رات کے اندھیرے میں رفو چکر ہو گیا تھا۔۔جبکہ میڈی نے، جسکی حالت بری ہو گئی تھی مشکل سے اپنے چہرے سے جیکٹ اتاری تھی اور پھر بنا آگے پیچھے دیکھے گھر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

شو ختم ہو چکا تھا اب وہ لوگ واپس جارہے تھے۔ آر جے جینی کو چھوڑنے ہوٹل جارہا تھا۔
انکی گاڑی کے آگے اور پیچھے بھی گاڑیاں گامزن تھیں جن میں جینی کی پوری ٹیم تھی۔

آج کے شو کے بعد آر جے کی فین فالونگ دوگنی بڑھی تھی۔وہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔جینی کافی تھکی نظر آرہی البتہ نیند آر جے کے آس پاس بھی نہیں پھٹکی تھی۔اسے اس وقت نیند آتی ہی نہیں تھی۔جینی آر جے سے چپکی بیٹھی تھی۔اسے کوفت ہورہی تھی۔

اچانک آر جے کی نظر سامنے لگے مرر سے جھانکتے ڈرائیور پر پڑی تھی۔وہ ایک دم چونکا تھا۔جو ڈرائیور انہیں لے کر آیا تھا وہ کوئی اور تھا۔ وہ آنکھوں سے پہچان گیا کہ ڈرائیور بدل چکا ہے۔

آر جے کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

"کیا ہوا بے بی۔۔؟؟" جینی نے اسکے چہرے کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔آر جے کی نظر اسکے گلے میں لٹکے ڈائمنڈ کے نیکلس پر پڑی تھی۔

اسکی آنکھیں سکڑی تھیں۔۔اور پھر وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔اسے لاکٹ کے اندر مائیکرو کیم نظر آگیا تھا۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اسکے موبائل نے چنگھاڑنا شروع کیا تھا۔مکی کی کال تھی۔

"ہیلو آر جے کہاں ہو تم میرا ایکسیڈینٹ ہوگیا ہے۔۔"مکی کی گھٹی گھٹی سی آواز ابھری تھی۔

"گاڑی روکو۔۔۔"آر جے نے کہا تھا۔

"کیا ہوا صاحب۔۔۔؟"آگے بیٹھے ڈرائیور نے پوچھا تھا۔۔

"میں نے کہا گاڑی روکو۔۔۔"وہ چلایا تھا۔جینی ڈر کر اس سے الگ ہوئی تھی۔

ڈرائیور نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔

آر جے بنا کچھ کہے گاڑی سے باہر نکل گیا تھا۔

آر جے کی گاڑی کے پیچھے جو گاڑیاں تھیں وہ بھی ایک جھٹکے سے رکی تھیں۔جینی اور ڈرائیور دونوں منہ کھولے حیرت سے دوجاتے آر جے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے اور نہ اب روک سکتے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے انکے ساتھ جاتا تو الگ بات تھی۔ ڈرائیور نے گھور کر جینی کو دیکھا تھا۔

"میرا کوئی قصور نہیں میں نے کچھ نہیں کیا، اسے کوئی شک نہیں ہونے دیا۔۔" جینی اسکے گھورنے پر منمنائی تھی۔ جبکہ ڈرائیور نے غصے سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ ہم اپنی منزل کے اتنا قریب آکر یوں خالی ہاتھ نہیں رہ سکتے۔۔"

وہ جو کوئی بھی تھا شدید غصے سے چلا رہا تھا۔

کمرے میں پڑے کمپیوٹر سسٹم اور کیمروں کو اس نے اٹھا اٹھا کر نیچے پٹخ دیا تھا۔

"باس۔۔ جینی نے پوری کوشش کی تھی۔ وہ اسکے ساتھ ہوٹل پہنچنے ہی والا تھا۔۔ پھر اچانک۔۔"

"کیا اچانک۔؟؟ باس نے اس لڑکی کو منہ سے دبوچا تھا۔

"مجھے وہ لڑکا ہر حال میں چاہیے۔۔ عین موقعے پر اسے کیا معلوم ہوا تھا۔ اسے کس کی کال آئی تھی جو وہ گاڑی سے اتر گیا۔۔؟؟ بتاؤ مجھے۔۔ کون ہے غدار۔۔؟؟" باس کا غصے اور صدمے سے برا حال ہوا پڑا تھا۔

"دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔۔ جاؤ۔۔" باس کے چیخنے پر لڑکی گھبرا کر کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

"آر جے۔۔۔" وہ ایک بار پھر پوری طاقت سے چلایا تھا۔

" ہیلو آر جے تم کہاں ہو؟ ابھی تک ہاسپٹل نہیں پہنچے، میرا اتنا برا ایکسڈینٹ ہوا ہے، گاڑی الٹ گئی تھی۔۔ اور میں۔"

جیسے ہی آر جے نے دوبارہ فون اٹھایا تھا کی ایک بار پھر سے شروع ہو گیا تھا۔

"بکواس بند کرو ملی۔۔۔اور یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو تم۔۔؟؟ "اسکا دماغ پہلے ہی گھوما ہوا تھا اور اوپر سے ملی کا ڈرامہ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

"کک۔۔کونسا ڈرامہ؟؟" ملی سنبھل کر بولا۔

"تمہارا ایکسڈینٹ ہوا ہے۔۔ہے نا؟؟"

"ہاں ہوا تو ہے۔۔ہائے میری ٹانگ۔۔ بہت درد ہو رہا۔۔" ملی کراہ رہا تھا۔

"اچھا۔۔" آرجے نے اچھا پر زور دیا۔

"گاڑی الٹ گئی۔۔ اور تم الٹی گاڑی میں الٹے لٹکے مجھے فون پر آرام سے بتا رہے ہو کہ میرا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے۔۔۔ واہ۔۔ آرجے کو اتنا اسٹوپڈ سمجھا ہے۔۔؟؟ "اس نے طنزیہ کہا۔

"نن۔۔۔نہیں وہ۔۔وہ میں تو۔۔" ملی سٹپٹا گیا تھا اس سے کوئی بہانہ نہیں بن رہا تھا۔

"جلدی مرو گھر۔۔میں انتظار کر رہا ہوں۔۔" آرجے نے کہتے ہوئے فون بند کیا تھا۔ پانچ منٹ بعد ملی اوپر سے نیچے آیا تھا۔ آرجے نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔وہ گھر میں بیٹھا ایکسڈینٹ کا ناٹک کر رہا تھا۔

"چھوڑ آئے جینی کو۔۔؟" ملی نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے خباثت سے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔

"منہ بند رکھو اپنا۔۔" آرجے نے صوفے سے کشن اٹھا کر ملی کے منہ پر مارا تھا۔نشانہ پکا تھا کشن سیدھا اسکے منہ پر لگا تھا۔

"یار میری کوئی غلطی نہیں ہے۔۔ مجھے حشام بھائی نے کہا تھا کہ ایکسڈینٹ کا ناٹک کروں۔۔ تاکہ تم واپس آجاؤ۔۔ لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے تم سچ میں کیسے آگئے۔۔؟؟" ملی کو واقعی حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ آرجے کا دماغ کتنا تیز چلتا ہے وہ ایک سیکنڈ سے پہلے اسکا ڈرامہ پکڑ لے گا۔ لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی تھی۔

"بس میری مرضی۔۔" آرجے نے بیزاری سے کہا تھا۔

"وہ حشام بھائی چاہتا تھا کہ تم جینی کے ساتھ رات نہ گزارو۔۔!! "مکی نے ڈرتے ڈرتے بتایا تھا۔

"اس شاموکی تو۔۔اور تم میرے دوست ہو یا اسکے۔۔؟؟ "آرجے نے دوسرا کشن اٹھاکر مارا تھا اسے۔

"یار مار کیوں رہے ہو۔۔میں نے بس حشام بھائی کی بات مانی ہے پہلی دفعہ۔۔"مکی اچھلا تھا۔

جبکہ آرجے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اب دو انگلیوں اور ایک انگوٹھے کی مدد سے اپنی کنپٹیوں کو مسل رہا تھا۔

اسے پچھلے کچھ دنوں میں بارہا محسوس ہوا تھا کہ کوئی اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اسکی چھٹی حس نے اسے کئی بار چوکنا کیا تھا۔

لیکن آج تو حد ہی ہوگئی۔۔

"آخر جینی کس کے کہنے پر پاکستان مجھ سے ملنے آئی تھی؟؟"وہ سوچ رہا تھا۔

"لیکن میں واپس کیوں آگیا؟میں وہاں جاکر بھی تو پتا لگا سکتا تھا نا۔۔؟؟"لیکن شاید وہ نہیں جانتا کہ حشام جبیل کی دعا اسے کتنے بڑے نقصان سے واپس بچا کر لائی تھی ۔۔ نا صرف نقصان بلکے گناہ سے بھی۔۔!!

"توبہ توبہ کیسا زمانہ آگیا ہے آج کل تو بیٹیوں پر ذرا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔۔"زبیدہ آپا نے منہ چڑا کر پاس بیٹھی آسیہ بیگم سے کہا تھا۔

"کیا ہوا زبیدہ آپا خیر تو ہے؟؟"آسیہ بیگم نے پوچھا۔

"ارے وہ گلی کے کونے پر جو حاجی صاحب ہیں نا انکی بیٹی کی شادی تھی کل۔ عین بارات والے دن لڑکے کو پتا چل گیا کہ لڑکی کا پہلے کہیں اور چکر تھا۔حاجی صاحب انتظار کرتے رہ گئے بارات ہی نہیں آئی۔۔ ویسے تو حاجی بنے پھرتے ہیں اور اولاد کو لگام نہیں ڈالی۔۔ پورے محلے میں بدنام ہوگئے۔۔!!"زبیدہ آپا نے حقارت سے کہا تھا۔

واشنگ مشین سے کپڑے نکالتی حانم کے ہاتھ کانپے تھے۔ اسکا نازک سا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ اسے کچھ یاد آگیا تھا جس نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔

"بس آپا اللہ سب کی بیٹیوں کی حفاظت کرے آمین۔۔!!" آسیہ بیگم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ خیر سے اپنی بچیاں بھی شادی کے لائق ہوگئی ہیں کوئی دیکھ کر انکا بھی کر دو۔۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو۔۔" زبیدہ آپا نے رازداری سے کہا تھا۔

ماہم نے کان جو اسی طرف لگے ہوئے یہ بات سن کر اسے سخت غصہ آیا تھا۔

"ویسے زبیدہ آپا آپکی اپنی بیٹیوں کی عمر کیا ہے؟؟" ماہم نے اچانک باہر آکر پوچھا تھا۔

حانم نے اسکا ارادہ سمجھتے ہوئے ماہم کو گھوری سے نوازا تھا۔ لیکن وہ ماہم ہی کیا جو باز آجائے۔

"ارے میری بیٹیاں تو ابھی بچیاں ہیں۔۔ معصوم اور نیک شریف۔۔ پورے محلے میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی لڑکیاں نہیں ملیں گی۔۔" زبیدہ آپا نے اپنی بیٹیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے تھے۔

"جی جی بالکل۔۔ ایک اٹھائیس سال کی اور دوسری تیس سال کی۔۔ ابھی تو دودھ پیتی ہیں وہ۔۔ اور نیک شریف اتنی کہ ہر وقت دوسرے لوگوں کے گھروں میں موجود رہتی ہیں اور لڑکوں کی ایک لمبی لائن آپکے گھر کے باہر لگی ہوتی ہے۔۔۔"

ماہم نے زبیدہ آپا کے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر کہا تھا۔ زبیدہ آپا کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"توبہ توبہ کتنی زبان چلتی ہے اس لڑکی کی دیکھ لینا آسیہ یہ تمہاری ناک کٹوائے گی۔۔" زبیدہ آپا نے چائے کا کپ غصے سے چھوٹی سی میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہاں جائیے جائیے میں بدزبان ہی ٹھیک ہوں۔۔" ماہم دو چار اور سناتی اندر جا چکی تھی۔

"بس اب نہیں آتی میں تمہارے گھر۔" زبیدہ آپا ناراض ہوگئی تھیں۔

"ارے آپا۔۔ یہ نادان ہے اسکو میں پوچھتی ہوں آپ بیٹھ جائیں ناراض نہ ہوں۔۔" آسیہ بیگم نے بوکھلا کر کہا تھا۔ جبکہ حانم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا تھا۔

"نہ بس۔۔ اللہ معاف کرے تمہاری بیٹیوں کو تو میں نے اچھا سمجھا تھا۔۔ دیکھا کیسے زبان چلا کر گئی ہے یہ ماہم میرے سامنے۔۔" زبیدہ آپا کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ماہم یوں انکی بیٹیوں کے بارے میں منہ پر بات دے مارے گی۔

"بیٹھ جائیں آپا۔ شادیاں بھی ہو جائیں گی ہماری لیکن اپنے وقت پر۔۔"

حانم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ دو مہینے گزر گئے تھے روحان جبیل نام کا بھوت اسکے دماغ سے ہمیشہ کیلیے مٹ شکا تھا۔ مارچ کے آخری دن تھے۔ سردی کی شدت میں کافی حد تک کمی آگئی تھی۔

اسکے اور ماہم کے فائنل پیپر ہونے والے تھے۔

حانم نے اب اکیڈمی جانا بھی بند کر دیا تھا۔ وہ گھر میں ہی تیاری کر رہی تھی۔ وہ اپنا نمبر بھی بند کر چکی تھی۔ جس سے حفصہ اور اس انسان کی اسکی جان چھوٹ گئی تھی جو اسے میسج کرتا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آسیہ اگر تم برا نہ مانو تو۔۔؟؟" زبیدہ آپا اب نا جانے کیا جاننا چاہتی تھیں۔

"جی جی آپا پوچھیں۔۔"

"پورے محلے میں باتیں ہو رہی ہیں کہ ہر ہفتے ایک لمبی سی گاڑی تمہارے دروازے پر آکر رکتی ہے۔۔ خیر سے کون ہے وہ۔۔؟ کس کی گاڑی ہے؟؟"

زبیدہ آپا کے سوال پر حانم کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"ارے آپا وہ گاڑی میرے تایا زاد بھائی کی ہے۔۔ بہت بڑا آدمی ہے۔۔ پہلے باہر رہتا تھا اب پاکستان شفٹ ہو گیا ہے۔۔ کبھی کبھی خیریت دریافت کرنا آجاتا ہے۔۔" آسیہ بیگم نے سنبھل کر جواب دیا تھا۔

"اچھا اچھا۔۔ لیکن پھر بھی لوگ تو باتیں بناتے ہیں نا کہ لمبی گاڑی میں جانے کون آتا ہے انکے گھر۔۔! بھئی شریفوں کا محلہ ہے ایسی ویسی بات بنتے دیر نہیں لگتی۔۔"زبیدہ آپا جو کہنا چاہ رہی تھیں آسیہ بیگم اور حانم اچھے سے سمجھ گئیں تھیں۔ زبیدہ آپا تو خطرے کی گھنٹی بجا کر جا چکی تھیں جبکہ پیچھے وہ دونوں خاموش ہو گئیں تھیں۔حانم کو خود یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ حمدان انکل ان پر اتنے احسانات کیوں کر رہے تھے۔ بلکہ تو انہیں خیال نہیں آیا تھا اب اچانک۔۔

سیٹھ حمدان اس گھر میں ہمیشہ حانم کی غیر موجودگی میں آئے تھے۔ وہ اکثر کالج اور اکیڈمی ہوتی تھی جب وہ آتے تھے۔ اور اب جب سے وہ گھر میں تھی صرف انکا ڈرائیور آتا تھا سامان لے کر۔۔ حانم کو انہیں دیکھنے کا تجسس تھا لیکن وہ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔

شام کو پھر حمدان کا ڈرائیور آیا تھا۔ گاڑی سامان سے بھری ہوئی تھی۔ کھانے پینے کا سامان، سودا سلف، پھل، کپڑے ڈھیروں سامان تھا۔ ڈرائیور کو دیکھ کر حانم کا موڈ بگڑا تھا۔

"امی یہ حمدان انکل ہم پر اتنے احسانات کیوں کر رہے ہیں۔۔ پہلے تو انہیں کبھی ہمارا خیال نہیں آیا۔۔"

"یہ تو میں خود پوچھنا چاہتی ہوں ان سے۔۔ لیکن وہ آئیں تب نا۔۔"آسیہ بیگم بھی بوکھلا سی گئی تھیں۔ انہیں محلے والوں کی باتوں سے ڈر لگتا تھا۔

"سنو بھائی صاحب۔۔!!آسیہ بیگم نے حمدان کے ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا جو گاڑی سے سامان نکال کر گھر میں لا کر رکھ رہا تھا۔

"جی بی بی جی۔۔؟؟"ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا تھا۔

"حمدان سے کہنا ان سب کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے گھر میں بہت خوش ہیں اور آئندہ ان سب تکلفات کی زحمت نہ کرے۔۔"

"ٹھیک ہے بی بی جی آپکا پیغام صاحب تک پہنچا دونگا میں۔۔وہ پچھلے ایک مہینے سے پیرس گئے ہیں کی اپنی بیٹی سے ملنے۔۔لیکن مجھے فون پر تلقین کرتے ہیں نا میں یہ سب آپکے گھر وقت پر پہنچا تا رہوں۔۔"ڈرائیور اپنی ڈیوٹی پوری کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اس بار فون آئے تو اسے کہنا کہ جب واپس آئے تو مجھ سے ملے۔۔"آسیہ بیگم نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ ڈرائیور سر جھکا کر واپس چلا گیا تھا۔زبیدہ آپا کی باتوں نے آسیہ بیگم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

آرجے نے کچھ دنوں کیلیے اپنے سوشل میڈیا پر جتنے بھی اکاؤنٹس تھے بند کر دیے تھے۔ وہ کچھ دن اس دنیا سے الگ رہنا چاہتا تھا جہاں لوگ اسے جاننے لگے تھے۔۔اور جاننے کے ساتھ ساتھ اس پر نظر بھی رکھی جارہی تھی۔

یونیورسٹی سے فارغ ہونے پر وہ حشام کے پاس چلا گیا تھا۔ ملی اسکے ساتھ تھا۔وہ دنیا گھومنا چاہتے تھے۔

آرجے نے ملی کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ سوشل میڈیا پر اسکی تصاویر کو شیئر نہ کرے۔

لوگ حیران تھے کہ آرجے کہاں چلا گیا تھا۔

البتہ اکاؤنٹس بند کرنے سے پہلے اس نے اپنے شائقین کیلیے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ جلد واپس آئے گا۔ اور واقعی جلد ہی واپس آنے والا تھا۔

ملی، آرجے اور حشام تینوں پیرس کے مشہور ریسٹورینٹ میں بیٹھے تھے۔وہ وہاں ڈنر کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

"بہت بھوک لگی ہے حشام بھائی۔۔"ملی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

" آڈر کر تو دیا ہے پانچ منٹ انتظار کرلو بھوکے انسان۔۔"جواب آرجے کی طرف سے آیا تھا۔

"میں ایک منٹ میں آیا۔۔"حشام نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ کوئی اہم کال تھی۔

"یہ حشام کے ساتھ لڑکے کون ہیں؟؟" ماہی نے پاس بیٹھی ایلا سے پوچھا تھا۔

"دوست ہونگے اور کون ہو سکتے ہیں۔" ایلا نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔ ماہی کب سے اپنے سامنے بیٹھے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ آرجے کی اسکی طرف پشت تھی وہ اسے نہیں دیکھ پائی تھی۔ البتہ مکی اور حشام اسے نظر آرہے تھے۔

یہ اتفاق یا اسکی خوش نصیبی۔۔ کہ حشام اسے آج نظر آ گیا تھا۔ ماہی نے اسے تنگ کرنا تو چھوڑ دیا تھا لیکن چاہنا اور دیکھنا نہیں چھوڑا تھا۔

میرے ہمسفر تیری بے رُخی دلِ مُبتلاء کی شکست ہے،

اِسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری اناء کی شکست ہے،

تو چلاگیا مُجھے چھوڑکر میں نے پھربھی تجھکو صدائیں دیں

میرے ہمسفر تو رُکا نہیں یہ میری صدا کی شکست ہے،

تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا تُجھے راز ہر اک بتا دیا،

تونے پھر بھی کوئی وفا نہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،

میں چراغِ کونہ مزاج تھا تجھے بجلیوں کی طلب رہی،

مجھے آندھیوں نے بُجھا دیا یہ میری ضیاء کی شکست ہے،

مجھے کوئی تجھ سے گلا نہیں تو ملا تھا کب کا بچھڑ گیا،

میرے جرم کی ہے یہی سزا یہ میری سزا کی شکست ہے،

میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھ کے بھی نہ سمجھ سکا،

میرے آنسوؤں کا پیام ہی دل بے نواء کی شکست ہے،

غمِ داستانِ حیات کے سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،

میرے چارہ گر تیرا یہ ہُنر میری ہر دعا کی شکست ہے،
مجھے خاموشیءِ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،
تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے

"دوست۔۔؟؟ حشام کو دیکھ کر لگتا تو نہیں کہ اسکے دوست ایسے ہونگے یہ تو شکل سے ہی لوفر لگ رہا ہے۔۔"ماہی نے قہقہہ لگاتے مکی کو دیکھ کر کہا تھا۔

"یار چھوڑو نا تمہیں کیا پرابلم ہے۔۔جو بھی ہوں۔۔"ایلا نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جب اسے اچھو لگا۔ کھانے اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔

"کیا ہوا ایلا۔۔پانی پیو۔۔"ماہی نے اسے پانی کا گلاس تھمایا تھا۔

"اومائے گاڈ۔۔!!"ایلا کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اسکی نظریں مکی اور آرجے پر جمی تھیں۔ آرجے نے جیکٹ کی بازوؤں کو فولڈ کیا ہوا تھا اور نظر آتی بازو پر عجیب سا ٹیٹو بنا تھا جس میں آرجے لکھا نظر آرہا تھا۔

"کیا وہ انسان واقعی آرجے ہے۔۔؟؟"ایلا ایک دم اچھلی تھی۔

"کیا ہوا ایلا کہاں جا رہی ہو تم؟؟"ماہی نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا تھا۔ جبکہ ایلا بنا جواب دیے آرجے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ایکسکیوز می"آرجے کے پاس جا کر اس نے اسے مخاطب کیا تھا۔ آواز پر آرجے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اور ایلا نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کو روکا تھا۔ وہ واقعی آرجے تھا۔

"کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟؟"وہ حیران سی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آرجے کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"کیا آپ سچ میں میرے سامنے ہیں ؟؟" ایلا آرجے کی بہت بڑی مداح تھی۔

"کیا آپ آرجے ہیں ؟؟" وہ پرجوش سی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں تو۔۔۔" آرجے کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

" آپ آرجے ہی ہیں یہ آپکا ٹیٹو۔۔یہ میں نے دیکھا ہے آپکی پکچرز میں۔۔ گٹار کے ساتھ۔۔ آپ نے اکثر اس ہاتھ میں پکڑا ہوتا ہے۔۔" ایلا نے شاید اسے کچھ زیادہ ہی فرصت سے دیکھا ہوا تھا۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

" آٹو گراف پلیز۔۔۔" ایلا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

میں آٹو گراف نہیں دیتا۔۔" آرجے نے انکار کیا تھا۔"

"اووہ سیریسلی۔۔؟؟" ایلا کو حیرانی ہوئی۔ لوگ تو اپنے مداحوں کو دیکھ کر شوخے ہو جاتے ہیں ایک وہ تھا جسے فرق تک نہیں پڑا تھا۔ پرسکون سا بیٹھا تھا۔ شاید اسے یہ چیزیں متاثر نہیں کرتی تھیں۔ یا شاید وہ اپنی اہمیت کو اچھے سے جانتا تھا۔

" سیلفی تو لے سکتی ہوں نا ایک۔۔؟؟" ایلا نے امید سے پوچھا تھا۔ اور آرجے نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ آرجے کے ساتھ پکچر بنانے اور کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ ماہی کے پاس واپس آئی تھی جو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

" واپس آنے کا دل تو نہیں کر رہا تھا، مجھے یقین نہیں آرہا میں آرجے سے ملی ہوں۔۔۔" ایلا کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔

"تمہارے ہوتے ہوئے کوئی ہمیں دیکھتا بھی نہیں۔۔۔" ایلا کے جانے کے بعد مکی نے منہ بنایا تھا۔

ویٹر انکی میز پر کھانا لگا رہا تھا۔

" یہ حشام کہاں رہ گیا؟؟" آرجے بڑبڑایا تھا۔ جبکہ مکی اب موبائل پر کسی کا نمبر ملایا تھا جو بند جا رہا تھا۔

"افسوس رہے گا ساری عمر، زندگی میں صرف ایک ایسی لڑکی آئی ہے جسے مکی حاصل نہیں کر سکا۔۔، جو مکی سے بچ کر نکل گئی۔۔" مکی نے حسرت سے موبائل کی سکرین چمکتے نمبر کو تکتے ہوئے کہا تھا۔

:تم مکی تھے نا اس لیے آرجے ہوتا تو جانے نہ دیتا، بلکہ وہ خود نہیں جاتی۔۔!" وہ دونوں خباثت کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔ دور بیٹھی ایلا سٹائش سے اس ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھ رہی تھی جس پر اسے حال ہی میں کرش ہوا تھا۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ جو انسان باہر سے خوبصورت نظر آتا ہو۔۔ ضروری نہیں اسکا اندر بھی اتنا ہی خوبصورت ہو۔

آرجے کی نظر حشام پر پڑی تھی جو انکی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ حشام کو ایسی باتیں نہیں پسند تھیں اس لیے خاص طور پر مکی تو ڈرتا تھا اس سے۔۔ اور اسکے سامنے اس طرح کی باتیں کرنے سے گریز کرتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ اس ریسٹورینٹ سے باہر نکلے تھے۔ ماہی نے ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اس نے اپنی نظروں کو حشام کے چہرے سے ہٹایا ہو۔ اسے جی بھر کر دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اس نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔

"وہ لوگ جا چکے ہیں ماہی اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔۔" انکے جانے کے بعد ایلا نے ماہی کو جھنجھوڑا تھا۔

"ہاں۔۔ ٹھیک ہے۔ چلو۔۔" ماہی کسی ٹرانس کے زیرِ اثر تھی۔ وہ دونوں بھی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ ایلا آگے چل رہی تھی جبکہ ماہی اسکے پیچھے تھی۔ ایلا دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ جیسے ہی ماہی نے دروازے سے باہر قدم بڑھائے ایک زور دار وزنی چیز اسکے سر سے ٹکرائی تھی۔

ماہی کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

درد کی شدت نے اسے کراہنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔نیچے گرنے سے پہلے اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی تھیں اور اپنے سامنے ایک اونچے لمبے لڑکے کو کھڑا پایا تھا۔جو حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

!!اسکے بعد ماہی کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔

حانم آج صبح سے ہی دعائیں مانگ رہی تھی۔اسکا بی ایس سی کا رزلٹ آنے والا تھا۔

" آج تو ہانو آپی کا اعمال نامہ کھلنے والا ہے۔۔اللہ خیر کرے۔۔"جواد اسے پریشان دیکھ کر مزید پریشان کر رہا تھا۔

" دعا کرو میرے لئے۔۔!!" حانم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

" نہیں کرونگا۔۔آپ کونسا مجھے آرجے کا شو دیکھنے دیتی ہیں۔۔؟؟"جواد نے منہ بنایا۔

" اچھا دعا کرو نا۔۔اگر میرے مارکس اچھے آئے تو ضرور دیکھنے دونگی۔۔"حانم نے جیسے منت کی۔

" پکا پرامس۔۔"وہ ٹلنے والا نہیں تھا۔

"پرامس نہیں کرتے جواد۔۔"

" ٹھیک ہے پھر۔۔ایک دو کتابوں میں ہانو آپی پکا اڑے گی۔۔"وہ ایک دم ہی نجومی بن گیا تھا۔

" منہ بند کرو اپنا۔۔"حانم کو غصہ آیا۔

"تو پھر وعدہ کریں کہ آرجے کا شو ہمارے ساتھ دیکھا کرینگی آپ۔۔اور اگر نہیں دیکھنا تو ہمیں دیکھنے دینگی۔۔!!"جواد نے ایک ہاتھ میں ریموٹ پکڑا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا۔

" آرجے گیا بھاڑ میں۔۔تم نے مجھے بد دعا دی۔ایک تھرڈ کلاس سنگر کیلئے مجھے بد دعا دی۔۔!!حانم کا صدمے سے برا حال تھا۔

"تھرڈ کلاس نہیں ہے وہ۔۔آرجے ایک برانڈ ہے۔۔"

حانم نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑے تیرہ چودہ سالا جواد کو دیکھا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ آرجے کو اتنا پسند کرتا تھا۔

"اب اس گھر میں یا تو آرجے رہے گا یا ہانی۔۔"

حانم اپنا غصہ ضبط کرتی کمرے سے باہر نکل گئ تھی۔

"اووہ ہانو آپی آپ کتنی بے وقوف ہیں۔۔ آرجے کو کوئی نہیں نکال سکتا۔۔ آپ اس موسم میں کہاں جائیں گی۔۔"جواد حانم کی بے وقوفی پر سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

ماہی کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہاسپٹل کے بیڈ پر پایا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی لیکن سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے اچانک چکر سا آ گیا تھا۔

"لیٹی رہو ماہی۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" ایلا جو پاس ہی بیٹھی نیوز پیپر پڑھ رہی تھی ماہی کو اٹھتا دیکھ کر اسکی طرف لپکی۔

"یہ مجھے کیا ہوا ہے ؟؟" ماہی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں تمہارے سر پر چوٹ لگ گئ تھی لیکن اب تم ٹھیک ہو۔۔"

"چوٹ کیسے ؟؟ ہم تو ریسٹورینٹ سے باہر نکل رہے تھے نا۔۔ وہاں"

"اتنا مت سوچو ماہی۔۔ سب ٹھیک ہے۔ میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتی ہوں انہوں نے کہا تھا کہ ہوش میں آتے ہی تمہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔۔"

ایلا اسکا ہاتھ تھپتھپاتے باہر نکل گئ تھی۔ جبکہ ماہی نا سمجھی سے اسے باہر جاتا دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو مسٹر جورڈن۔۔!!" ایلا نے ہاسپٹل کی راہداری میں رکھی کرسی پر بیٹھے جورڈن کو پکارا۔

جورڈن ہی وہ شخص تھا جسکی وجہ سے ماہی کو چوٹ آئی تھی۔ ناجانے اس نے اپنے بیگ ایسا کیا ڈال رکھا جسکے لگنے کی وجہ سے ماہی کا سر پھٹ گیا تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں بیگ کو گھماتے ہوئے ریسٹورینٹ کے اندر داخل ہو رہا تھا جب باہر نکلتی ماہی کے سر سے وہ بھاری وزنی بیگ ٹکر گیا تھا۔

"کیا انہیں ہوش آگیا ہے ؟؟" ایلا کے بلانے پر وہ اسکی طرف لپکا۔

"ہاں ماہی کو ہوش آگیا ہے۔۔ لیکن اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑتی۔۔"

ایلا نے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"تو اب میں جا سکتا ہوں ؟؟" جورڈن نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جب تک وہ ڈسچارج نہیں ہو جاتی تم کہیں نہیں جا سکتے اور ابھی تمہیں ماہی سے معذرت کرنی چاہیے۔۔"

"واٹ۔۔۔؟؟" وہ حیران ہوا۔

"جی بالکل۔۔ یا میں پولیس کو کال کروں ؟؟" ایلا اس وقت کافی سنجیدہ تھی۔ "وہ اس حالت میں تمہاری وجہ سے ہے ناجانے تم نے اس منحوس بیگ میں کیا ڈالا ہوا ہے۔" ایلا نے اسکے بیگ کو اشارہ کوستے ہوئے کہا جو جورڈن نے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔

جورڈن برا پھنسا تھا وہ پولیس سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ریسٹورینٹ کے باہر بے ہوش ہوتی ماہی اور اسکے سر سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اس سے بات کر لیتا ہوں بل میں نے ادا کر دیا ہے۔۔" وہ ایلا سے کہتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

حانم بہت خوش تھی اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت اداس بھی تھی۔ خوش اس لیے تھی کہ وہ بہت اچھے گریڈز کے ساتھ پاس ہوئی تھی۔ البتہ اداس ہونے کی وجہ کافی سنجیدہ تھی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ آگے کیا کرے گی ؟؟

"کیا ہو گیا ہے ہانی اب کیوں پریشان ہو ؟؟" ماہم نے اسے گم سم دیکھا تو پوچھا۔

"پریشان نہیں ہوں سوچ رہی ہوں کہ اب کیا کروں گی؟؟ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں لیکن یونیورسٹی کی فیس کہاں سے لاؤں گی۔۔؟" حانم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔

"فکر نہ کرو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا ویسے بھی تمہارے اتنے اچھے مارکس ہیں سکالرشپ مل جائے گا۔۔" ماہم نے امید دلائی تھی۔

"ماہم مرغی بات سن۔۔ حمدان انکل آئے ہیں باہر۔۔"

جواد کمرے میں جھانکتا اور ماہم کو ناپسندیدہ ترین نام سے نوازتا غائب ہو چکا تھا۔

"یہ مجھ سے مار کھائے گا۔۔" ماہم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ جبکہ حانم کو جواد کی بات پر ہنسی آگئی تھی البتہ وہ حیران تھی کہ حمدان انکل۔

وہ اسکی موجودگی میں پہلی دفعہ گھر آئے تھے۔

وہ دونوں ڈوپٹہ اچھے سے سر پر لیتی باہر نکلیں تھیں۔

جورڈن بڑبڑاتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اسے انتہا کا غصہ آیا ہوا تھا حالانکہ غلطی بھی اسی کی تھی۔ جیسے ہی اسکی نظر سامنے بیڈ پر موجود ماہی پر پڑی تھی وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔ وہ لڑکی معصوم بھی تھی اور پیاری بھی۔

"جب کسی مہ جبیں سے بات ہوئی
موسمِ گُل کی پہلی رات ہوئی

کون کرتا ہے عشق دانِستہ
اِتفاقاً یہ واردات ہوئی

قول دیں اور اُسے وفا نہ کریں
جانِ من یہ بھی کوئی بات ہوئی

اُف، وہ سادہ سی بے زبان نظر
جو میری قیمتِ حیات ہوئی
دل سے خوشبو تو آرہی ہے عدم
کیا خبر کس نگر میں رات ہوئی۔۔"

آنکھیں بند کئے بیڈ سے ٹیک لگائے وہ مسکرا رہی تھی۔ اسکے سر پر پٹی بندھی تھی۔ جورڈن کو اچھی طرح یاد تھا اسکا کافی زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بات کرے۔۔؟ جورڈن نے ایک دفعہ تو سوچا تھا کہ وہ واپس چلا جائے۔۔ ناجانے کیوں پھر اسکے دل نے خواہش کی تھی کہ بیڈ پر لیٹا وہ وجود ایک بار آنکھیں کھول کر اسے دیکھے۔وہ خاصا بدذوق قسم کا انسان تھا۔۔ اسے خوبصورتی اور معصومیت کا نہیں پتا تھا۔۔ لیکن اس وقت وہ رکا ہوا تھا۔۔ ناجانے کیوں۔ماہی نے کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں اور پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسکے چہرے پر واضح الجھن ابھری تھی۔

"ہیلو۔۔ میں جورڈن ہوں۔۔"جورڈن نے اسکے آنکھیں کھولنے پر سٹپٹا کر کہا تھا۔ تھوڑا غور کرنے پر ماہی کو یاد آگیا تھا کہ جب وہ بے ہوش ہوئی تھی اس نے اسی شخص کو دیکھا تھا۔

"سوری میری وجہ سے آپکو سر پر۔۔"جورڈن کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے معافی مانگے۔

"جی۔۔ انہیں جناب کی بدولت تم اس وقت یہاں موجود ہو۔۔"ایلا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"اس نے اپنا بھاری وزنی بیگ تمہارے سر پر مارا تھا۔۔"

ایلا کی بات پر ماہی نے حیرانگی سے جورڈن کے کندھے پر لٹکے بیگ کو دیکھا تھا۔ جبکہ جورڈن کا دل کر رہا تھا کہ اب وہ اسی بیگ سے ایلا کا سر پھاڑ دے۔ لیکن اسے دیر ہو رہی تھی اسے جلد اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچنا تھا۔

"اٹس اوکے مسٹر جورڈن۔۔ ہو جاتا ہے۔۔"ماہی نے نرمی سے کہا جبکہ وہ دونوں حیران ہوئے تھے۔

جورڈن کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گی۔۔ اگر نہ بھی کرتی تو وہ اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔۔ لیکن وہ سچ میں حیران ہوا تھا۔ ماہی کے چہرے پر شفیق سی مسکراہٹ تھی۔

کمرے میں ڈاکٹر داخل ہوا تھا۔ وہ اب ماہی کا چیک اپ کر رہا تھا۔ ایلا غصے سے بڑبڑا رہی تھی۔ جورڈن کو جب اپنا آپ وہاں اضافی لگا تو وہ خاموشی سے وہاں سے نکل آیا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس وقت اینتھنی اسکا انتظار کر رہا ہو گا۔

"ماشاءاللہ تمہاری بیٹیاں بہت پیاری ہیں آسی۔۔"

حمدان نے اپنے سامنے میز پر چائے رکھتی حانم کو دیکھ کر کہا تھا۔

"اتنی زبردست کامیابی پر بہت بہت مبارک ہو بیٹا" انہوں نے حانم کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ حانم کا ایک دم شفقت کا احساس ہوا تھا۔

"میں بھی ماہین سے مل کر آیا ہوں ابھی کچھ دن پہلے۔۔ بزنس ٹور تھا۔۔ معذرت کرتا ہوں اتنے دنوں سے خیریت پوچھنے نہیں آیا۔۔"

وہ چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حانم کو حیرت ہوئی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کیسے عام لوگوں کی طرح انکے گھر میں موجود تھا اور تو اور اوپر سے معذرت کر رہا تھا۔ گرے رنگ کی پینٹ پر سفید شرٹ اور گرے ہی کوٹ پہنے وہ شخص انتہا کی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔

عمر پچاس کے قریب تھی لیکن وہ چالیس پینتالیس سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا۔

"کیسی ہے آپکی بیٹی۔ چھوٹی ہو گی نہ وہ تو۔۔؟؟ کیونکہ میری شادی کے بعد ہی آپکی شادی ہوئی تھی نا۔۔" آسیہ بیگم اب بیس بائیس پہلے کی طرح اسے تم نہیں بلا پا رہی تھی۔ وہ اب کافی رعب دار شخصیت کا مالک بن گیا تھا۔ انکی بات سن کر ایک پل کیلیئے سیٹھ حمدان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔" وہ ہنس دیے تھے۔۔ ٹوٹی پھوٹی سی ہنسی۔ وہ ناکردہ جرم کی سزا آج تک بھگت رہے تھے۔

"انکل آپکی بیٹی پیرس میں پڑھتی ہے۔۔" ماہم نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔" حمدان صاحب نے جواب دیا تھا۔

"پھر تو بہت پیاری ہو گی۔۔" ماہم بڑبڑائی تھی۔ اسے ماہین حمدان کو دیکھنے کا تجسس ہو رہا تھا۔

"وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہو گی نا۔۔ آپ نے اکیلے اتنی دور بھیج دیا؟؟" بالآخر آسیہ بیگم نے وہ سوال پوچھ ہی لیا تھا جس سے حمدان صاحب بچنا چاہ رہے تھے۔

"جی نہیں۔۔۔ماشاءاللہ تیئس سال کی ہونے والی ہے میری بیٹی۔۔" حمدان صاحب نے مری مری سی آواز میں جواب دیا تھا جسے سن کر آسیہ بیگم کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

ٹائیگر باکسنگ کلب تماش بینوں سے بھرا پڑا تھا۔

"جورڈن۔۔۔ جورڈن۔۔" ہر طرف سے جورڈن کے نعرے لگ رہے تھے۔

"سنو جورڈن۔۔۔ تم نے ہارنا ہے اس بار۔۔ اگر تم جونی سے ہار گئے تو ہم بہت سا پیسہ کما سکتے ہیں۔۔!" اینتھنی اسکے پاس کھڑا اسکے کانوں میں جیسے منتر پھونک رہا تھا۔

"سن رہے ہو نا تم۔۔؟؟" اینتھنی نے اسے متوجہ نہ پا کر دوبارہ کہا۔

"سن رہا ہوں۔۔۔" جورڈن کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

"ریلیکس رہو۔۔۔بس تم نے ہارنا ہے۔۔"وہ اسے حکم دیتا ایک سائیڈ پر چلا گیا تھا۔ اور اب جورڈن ہٹے کٹے جونی کے سامنے کھڑا تھا۔

جیسے ہی سیٹی کی آواز گونجی جونی اسکی طرف لپکا تھا۔وہ اب بری طرح ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے۔جورڈن سرخ جبکہ جونی پیلے رنگ کی وردی میں ملبوس تھا۔

جورڈن نے ایک زوردار گھونسا جونی کے منہ پر پڑا تھا۔جونی پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔

ہر طرف سے جورڈن کی صدائیں گونج اٹھی تھیں۔ وہاں اسکے چاہنے شائقین کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔اینتھنی نے جورڈن کو اشارہ کیا تھا۔ اور جورڈن نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔

اب جونی اسے بری طرح پیٹ رہا تھا جبکہ جورڈن صرف مارنے کا تکلف کر رہا تھا۔جورڈن پر پیسہ لگانے والے لوگ ایک دم بجھ سے گئے تھے۔

جونی نے ایک زوردار مکا جورڈن کے منہ پر مارا تھا۔جورڈن کے منہ سے خون نکل آیا تھا۔ جیسے ہی جورڈن کی نظر اپنے خون پر پڑی اسکی آنکھوں میں ریسٹورینٹ کے باہر نیچے گرتی ماہی کا سراپا گھوم گیا جسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔جورڈن کا دماغ ایک دم گھوما تھا۔وہ کسی خونخوار جانور کی طرح جونی کی طرف بڑھا تھا۔

"جورڈن نو۔۔نو جورڈن۔۔"اینتھنی جورڈن کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر آہستہ سے بڑبڑایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب جونی کی خیر نہیں تھی۔

وہ ہارنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہڈیاں بھی تڑوانے والے تھا۔اینتھنی سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

"یہ موبائل کس کیلیئے ہے۔۔؟؟" حانم بالکل نیا اور مہنگے والا سمارٹ فون دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جو پیک تھا اور حمدان کا ڈرائیور بہت سا سامان دے کر گیا تھا۔ جس میں وہ موبائل بھی تھا۔

"یہ تمہارا گفٹ ہے تمہارے اچھے گریڈز کا، ماہم نے بتایا تھا" جبکہ حانم تو حیرت زدہ سی اس پیک موبائل کو دیکھ رہی تھی جسکی اسے بہت ضرورت تھی۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے رکھنا چاہیے تھا یا نہیں۔۔؟؟؟

"آسی نے مجھے اپنے گھر آنے سے منع کر دیا ہے ماہی بیٹا۔۔ اس نے کہا ہے کہ غریب لوگوں کے پاس عزت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔۔ اور میرے انکے گھر آنا جانا اسکے محلے والوں کو نہیں پسند۔" وہ دلبرداشتہ سے کہہ رہے تھے۔

"وہ کون ہوتے ہیں ناپسند کرنے والے۔۔ وہ آپکی کزن کا گھر ہے جب چاہیں جا سکتے ہیں۔۔"

ماہی کو حقیقتاً غصہ آیا تھا۔ وہ اپنے باپ کے حالات و واقعات سے اچھے سے واقف تھی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ ایک بیوہ جسکی دو جوان بیٹیاں ہوں اسکے گھر میرے یوں آنے جانے سے اسکی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا۔۔"

"تو بابا آپ انہیں اپنے گھر لے ائیں۔۔"

"وہ نہیں آئے گی۔۔ کیسے لے کر آؤں؟؟" وہ شکستہ دل کے ساتھ پوچھ رہے تھے۔

"بابا آپ ان سے ایسا رشتہ بنائیں جس سے دنیا کا منہ بند ہو جائے اور لوگ آپکے اور انکے خلاف کوئی بات نا کر سکیں۔۔" ماہی کی بات پر سیٹھ حمدان بری طرح چونکے تھے

"اوکے بابا مجھے کام ہے، میں کچھ دیر بعد کال کرتی ہوں آپکو۔۔" ماہی فون بند کر چکی تھی مگر وہ سیٹھ حمدان صاحب کو گہری سوچ میں ڈال گئی تھی۔

"اماں یہ مہنگا موبائل ہے میں کیسے رکھ سکتی ہوں۔۔۔!! وہ آسیہ بیگم کے پاس کھڑی تھی۔

"خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ تمہیں بہت ضرورت پڑتی ہے۔۔"

"ہاں ضرورت ہے لیکن انہیں کس نے بتایا۔۔؟؟"

حانم کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ وہ ایک خود دار لڑکی تھی۔ پہلے ہی حمدان صاحب انکے لئے بہت کچھ کر رہے تھے اور اب اوپر سے۔۔ وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

"میں نے تو نہیں بتایا۔۔ انہوں نے اپنی مرضی سے بھیجا ہے۔۔ نہیں رکھنا تو ٹھیک ہے واپس کر دینگے۔۔" آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"امی انکل کو برا لگے گا۔۔ انہوں نے اتنے پیار سے تحفہ دیا ہے۔۔ اور حانی تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ تحائف واپس کرنا اچھی بات نہیں ہے۔۔" ماہم نے سمجھداری کی بات کی تھی۔

"ویسے اگر تم نے نہیں رکھنا تو مجھے دے دو۔۔"

ماہم نے شرارت سے کہا تھا جبکہ حانم اسے گھورتی اندر چلی گئی تھی۔

"انکل اتنا مہنگا گفٹ دینے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟؟" وہ حمدان صاحب کا نمبر ملائے اب ان سے بات کر رہی تھی۔

"کیوں بیٹا پسند نہیں آیا آپکو؟؟" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

نہیں انکل۔۔ ایسی بات نہیں ہے لیکن۔۔"

"لیکن کیا بیٹا۔۔ کل کو آپ یونیورسٹی جائیں گی آپکو بہت ضرورت پڑنے والی ہے۔۔" یونیورسٹی کا نام سن کر حانم کے دل میں حسرت ابھری تھی۔ اب وہ کیا کہتی کہ وہ لوگ اتنا کچھ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

"انکل۔۔ پتا نہیں یونیورسٹی جانا بھی ہے یا نہیں اور اگر قسمت لے کر گئی تب لے لیتی نا۔۔"

"کیوں۔۔ قسمت کی بات کیوں۔۔ کیا آپ مزید تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی؟؟" وہ بہت شائستگی سے پوچھ رہے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے انکل۔۔" حانم سے کوئی جواب نہیں بن رہا تھا۔ اسے شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ جس یونیورسٹی میں دل چاہے اپلائے کر دیں باقی میں خود دیکھ لوں گا۔۔"

حمدان صاحب کی بات نے اسے سن کر دیا تھا۔

"لیکن انکل۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی

"جانتا ہوں کہ آپ بہت خود دار بچی ہیں میں کوئی احسان نہیں کر رہا۔۔ یہ ایک قرض ہو گا جب آپ اس قابل ہو جائیں اتار دینا۔۔"

حانم کی آنکھوں میں نمی سی پھیلی۔ شاید اسکی دعائیں سن لی گئی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔ اچانک ہی جیسے بہت مضبوط سہارا اللہ نے انکے لیے بنا دیا تھا۔

وہ مزید کچھ باتیں کرنے کے بعد فون بند کر چکی تھی۔ اسکی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔۔ حانم کو لگ رہا تھا جیسے اسکے خواب اسکے بہت قریب ہیں۔۔ وہ ہاتھ بڑھائے گی اور انکی تعبیر پالے گی۔ لیکن شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ خوابوں کی تعبیر کبھی کبھی الٹی بھی نکل آتی ہے۔۔ یہ خواب انسان کو کامیابی کی بلندیوں پر لے جانے کی بجائے ایسے اندھیروں میں پھینک دیتے ہیں جہاں انسان ساری عمر تڑپتا اور سسکتا رہتا ہے لیکن ان اندھیروں سے نہیں نکل سکتا۔۔

!!اور تاریخ گواہ ہے عورت کو خواب دیکھنے کی ہر زمانے میں ایک بہت بھاری قیمت چکانی پڑی ہے۔۔

"میں دعا کر رہی ہوں مہرو کہ میرا پنجاب یونیورسٹی

(University of Punjab,Lahore)

میں داخلہ ہو جائے تاکہ میں انکل پر زیادہ بوجھ نا بنوں۔۔" مہرو اس سے ملنے گھر آئی تھی دونوں نے ایک ساتھ ایم ایس سی کیلیے تین چار یونیورسٹیوں میں اپلائے کیا تھا۔

"تم جہاں ایڈمیشن لو گی میں تمہارے ساتھ رہوں گی ہانی۔۔ فکر نہ کرو۔۔" مہرو نے اسے دلاسہ دیا تھا۔

"وہ تو میں جانتی ہوں لیکن

PU

مجھے اچھی لگتی ہے بس دعا کرو میں وہاں چلی جاؤں بہت بڑی ہے میں نے سرچ کیا تھا نیٹ پر۔۔ اتنی بڑی ہے کہ انسان وہاں جا کر گم ہو جائے۔۔" وہ نا جانے کس احساس کے تحت کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہہ رہی ہے۔

"کیا اول فول بول رہی ہوں ہانی۔۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ ایسی باتیں نا کیا کرو۔۔۔" آسیہ بیگم نے سخت سے لہجے میں ڈانٹا۔

"بس آنٹی یہ ایسے ہی کرتی ہے۔۔ میرا حوصلہ ہے جو میں اسے جھیلتی ہوں۔۔" مہرو نے شرارت سے مسکرائی۔

"بس بس۔۔ اب مل جاؤ دونوں۔۔ ساری غلطی میری ہی ہے۔۔" وہ ناراض ہوگئی تھی۔ جبکہ مہرو اسکے منہ بنانے پر ہنس دی تھی۔

وہ پلے گراؤنڈ باسکٹ بال کی پریکٹس کر رہا تھا جب موبائل پر آنے والی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کون ہے یہ ربش تنگ کیے جا رہا ہے۔۔"

آر جے نے بڑبڑاتے ہوئے غصے سے موبائل جیب سے نکالا اور سکرین پر ابھرنے والا نام دیکھ کر زبان دانتوں تلے دبا لی۔

"ہائے بڑے ڈیڈ کیسے ہیں آپ؟؟" وہ ضیاء جبیل کو بڑے ڈیڈ کہہ کر پکارتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو؟؟"

"میں ایک دم فٹ ہوں۔ کیسے یاد کیا آپ نے؟؟"

آر جے حیران تھا۔

"تمہارا بی اے مکمل ہو گیا ہے نا۔۔؟؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی۔۔۔ہو گیا مکمل۔۔۔"

"تو تم لندن چلے جاؤ۔۔ یا پھر امریکہ۔۔ یا حشام کے پاس۔۔ میں چاہتا ہوں تم ایم بی اے کرو اور پر بزنس میں میرا ساتھ دو۔۔ تم حشام کو تو اچھے سے جانتے ہو اسے بزنس میں دلچسپی نہیں۔۔ وہ تمہارے بابا کی طرح گدی پر بیٹھے گا سیاست کرے گا اور لوگوں کی خدمت کرے گا۔۔"

انہوں نے صاف صاف اپنی بات مکمل کی تھی۔

آرجے کے چہرے پر واضح ناگواری پھیلی تھی۔

"بڑے ڈیڈ آپ مجھے اچھے سے جانتے ہیں میں وہی کام کرتا ہوں جو میرا دل چاہے اور میں اپنی یونیورسٹی کو چھوڑ کر ابھی تو نہیں جانے والا البتہ اگر کچھ ماہ میں میرا موڈ بدل گیا تو آپکو بتا دوں گا۔۔"

"لیکن تمہیں اب۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔

"ڈیڈ میرا میچ ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔"وہ انکی بات سنے بنا فون بند کر چکا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں میرے۔۔ جینے کیوں نہیں دیتے؟"آرجے نے بڑبڑاتے ہوئے موبائل آف کیا تھا۔

"دیکھو آسیہ میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں میری بات کو دھیان سے سننا۔"

زبیدہ آپا آج پھر انکے گھر حاضر تھیں۔حانم کو کچھ غیر معمولی سا محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ پھر آگئی لوگوں کی برائیاں کرنے۔۔۔"ماہم نے ناگواری سے کہا تھا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔"حانم کا دل نا جانے کیوں ڈر رہا تھا۔

"جی جی۔۔ آپا بولیں۔۔"آسیہ بیگم نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے شکر ادا کرو آسیہ میں تمہاری بیٹی یعنی اپنی ہانی کیلیے رشتہ لائی ہوں"

حانم تو انکی بات سن کر دھک سے رہ گئی تھی۔

"رشتہ۔۔ لیکن میں نے تو آپ سے نہیں کہا تھا۔۔"

آسیہ بیگم حیران تھیں۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ شکر ادا کرو۔۔ گھر بیٹھے ہی اللہ نے تمہاری سن لی۔۔ شاید اللہ کو یتیم بچی پر ترس آ گیا۔۔ اس لیے خود ہی رستہ آسان کر دیا۔۔" زبیدہ آپا کی بات سن کر حانم کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ یتیمی اور غربت انکے لیے گالی بن کر رہ گئی تھی۔

"لگتا ہے یہ اس دن والی عزت بھول گئی ہیں آج دوبارہ کرنی پڑے گی۔۔" ماہم نے رسالہ ایک طرف رکھا اور بیڈ سے نیچے اتر جوتے پہنتے ہوئے کہا تھا۔

میں کچھ سمجھی نہیں آپا کس کا رشتہ ؟؟؟"

"طارق کو جانتی ہونا۔۔ یہ جو دوسری گلی میں رہتا۔۔ اسکا رشتہ لائی ہوں۔۔ اسکے گھر والے دلوں جان سے قبول کرنے کو تیار ہیں اپنی بچی کو۔۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپا آپ۔۔۔؟؟ وہ طارق محلے کا سب سے بدنام لڑکا ہے آپ اسکے لیے میری ہانی کا رشتہ۔۔؟؟" آسیہ بیگم تو صدمے سے دنگ رہ گئی تھیں۔ جبکہ طارق کا نام سن کر حانم کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ایک انتہائی گھٹیا قسم کا لڑکا تھا۔ وہ جب بھی کالج اور اکیڈمی جاتی تھی اکثر چوک پر کھڑا ملتا تھا۔

پان چباتا، گندے دانت، حانم کو اسے دیکھ کر گھن آتی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر منہ چھپا لیتی تھی۔

"ارے کیا ہو گیا۔۔ دیکھا بھالا لڑکا ہے۔۔ اور ویسے بھی کون لیتا ہے آج کل غریب اور یتیم کی بیٹی کا رشتہ۔۔ وہ تو بھلا ہو اس طارق کا جو اس نے خود رشتے کی بات کی ہے۔۔"

"کتنے پیسے دیے ہیں اس لفنگے نے آپکو۔۔ جو آپ یہاں اسکا رشتہ لینے آ گئی۔۔ شکل دیکھی ہے اس نے اپنی۔۔ میرا بس چلے نا جوتی ماروں اسکے منہ پر۔" ماہم زبیدہ آپا کے سامنے آکر ایک دم پھٹ پڑی تھی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو لڑکی اپنی اوقات دیکھی ہے تم لوگوں نے گھر آئی رحمت کو ٹھکرا رہے ہو۔۔"زبیدہ آپا تو بھڑک اٹھی تھیں۔

"ہم لوگ اپنی اوقات اچھے سے جانتے ہیں، اوقات تو آپ دکھانے آئی ہیں اپنی چار پیسے لے کر دین ایمان بیچ کر ایک گھٹیا لڑکے کو نیک اور شریف بنا رہی ہیں۔۔"ماہم کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ ایسا ہی کچھ حال حانم کا بھی لیکن وہ شاکڈ تھی۔

"ماہم تم چپ کرا ور اندر جاؤ۔۔ دیکھیں زبیدہ آپا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اپنی بیٹیوں کی۔۔اور نہ ہی مجھے یہ رشتہ قبول ہے جب کرنا ہو گا میں آپکو بتا دوں گی۔۔"آسیہ بیگم کی بات سن کر حانم کی روح تک سکون اتر گیا تھا۔

"ارے شادی نہ سہی منگنی تو کر لو۔۔ سہارا ہو گا ایک ویسے بھی اکیلی لڑکیوں کا یوں باہر آنا جانا اچھا نہیں ہوتا۔۔"انہوں نے حانم کے کالج اور شام کو اکیڈمی جانے پر طعنہ مارا تھا۔

"آپ اٹھیں اور نکلیں ابھی ہمارے گھر سے ہمیں کوئی منگنی شنگنی نہیں کرنی۔۔"ماہم نے آگے بڑھ کر باہر کا دروازہ کھولا تھا۔ زبیدہ آپا کا منہ اس عزت افزائی پر غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"اچھا نہیں کیا تم نے آسیہ۔۔ بہت برا کیا۔۔"وہ آسیہ بیگم سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنے گھر جا کر سوچیے گا اچھا کیا یا برا۔۔ بس ہمارے گھر سے جائیں۔۔"ماہم کے کہنے پر وہ ان سب کو اور خاص طور پر حانم کو ،جو ابھی کمرے سے باہر نکلی تھی، گھورتی جا چکی تھیں۔

"پتا نہیں کیسے کیسے لوگ ہیں منہ اٹھا کر آ جاتے ہیں۔۔"دروازہ بند کر کے ماہم بڑبڑاتی واپس کمرے میں چلی گئی تھی۔ جبکہ حانم نے آسیہ بیگم کو گہری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"یا اللہ پاک رحم کر ہم پر اپنا۔۔"وہ نم آنکھوں سے دعا کر رہی تھی۔

"یار آر جے آج کل مجھے عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے۔۔" مکی آر جے کے پاس بیٹھا کہہ رہا تھا۔

کسی نئ لڑکی پر دل آگیا ہے کیا؟؟" آر جے نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں۔ ایک پرانی ہے بس دل کرتا ہے وہ مل جائے کہیں سے اسے حاصل کرنے کی طلب بڑھ سی گئی ہے۔۔" اور آر جے نے مکی کی بات پر قہقہہ لگایا تھا۔

"تم پاگل ہوگئے ہو مکی، ایک مڈل کلاس لڑکی جو بقول تمہارے جاہل سی ہے اسکے لیے مر رہے ہو۔۔" آر جے نے اسکا مذاق اڑایا۔

"یار جاہل تو واقعی ہے اس لئے تو کبھی ملنے نہیں آئی مجھ سے اور عرصہ ہو گیا کبھی بات نہیں کی۔۔ لیکن پھر بھی دلکش بہت ہے۔۔" مکی نے اسکی تصویر کو ذہن میں لاتے ہوئے کہا جو اس نے اپنی کزن کے موبائل میں دیکھی تھی۔

"اگر اتنی دلکش ہے تو جاؤ نا۔ گھر کا پتہ ڈھونڈو اور اٹھا کر لے آؤ اسے۔۔" آر جے نے پھر قہقہہ لگایا تھا۔

"کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا۔۔" مکی خباثت سے ہنسا تھا۔

"یار ویسے میرا تو اس لڑکی سے کوئی رشتہ نہیں تم تو بڑے دل والے ہو، بھابھی کو چھوڑ دیا نکاح کر کے۔۔" مکی نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

" ویسے ماننا پڑے گا یار۔۔ موبائل تو اسکے پاس بٹنوں والا تھا اور غرور توبہ توبہ۔"۔ آر جے خالص جاہلانہ قسم کے انداز میں بولا تھا۔۔ بالکل مکی والا انداز۔۔ آر جے کو اچھے سے یاد تھا کہ حانم کے پاس اسمارٹ فون نہیں تھا۔ اسکی بات سن کر مکی کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

"!!اوکے یار ٹاپک چینج کرو دماغ نہ خراب کرو۔۔"

" یہ کس کی جستجو رکھتی ھے الجھنوں میں مجھے "

"وہ کون ھے ؟ جو مجھے مل نہیں رہا مجھ میں "

ایک پل کے اندر وہ واپس آر جے بن گیا تھا۔۔ جسے کسی چیز سے نہ فرق پڑتا تھا اور نہ کسی چیز میں دلچسپی تھی۔ لیکن ناجانے کیوں حانم کے ذکر پر اسے عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔ اور مکی کو کبھی کبھی حیرت ہوتی تھی کہ آر جے ام حانم کا مذاق کیسے اڑالیتا تھا اسکے ساتھ مل کر۔۔ حالانکہ اس نے کبھی کسی لڑکی کو موضوع گفتگو نہیں بنایا تھا۔ آر جے نے سگریٹ کا ایک گہرہ کش لے کر دھواں فضا میں اچھالا تھا۔ جبکہ مکی نے موبائل نکال کر دوبارہ سے وہ نمبر ملایا تھا جو اس نے کچھ عرصہ پہلے پیرس کے ریسٹورینٹ میں ملایا تھا جو بند جا رہا تھا۔ لیکن خلاف معمول اس وقت اس نمبر پر بیل جا رہی تھی۔

زبیدہ آپا کی باتوں نے حانم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔ ناجانے کیوں اسکا دل ڈر رہا تھا۔ ابھی بھی وہ نماز پڑھ کر دعا مانگ کر اٹھی تھی جبکہ موبائل پر ہونے والی بپ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

جب وہ نماز پڑھ رہی تھی تب فون بھی آیا تھا لیکن اس نے غور نہیں کیا۔

"ابھی تک ناراض ہو جان۔۔؟؟" نمبر اور میسج دیکھ کر حانم کو چہرہ سرخ ہوا تھا۔ ابھی کل ہی اس نے اس موبائل میں اپنی پرانی سم ڈالی تھی۔ اسے کچھ نمبروں کی ضرورت تھی جو اس نے نئی سم میں کاپی کئے تھے۔ اور آج اسے پھر میسج آگیا تھا۔ حانم کا دل مزید برا ہوا تھا۔ اس سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے وہ شخص اسکی جان چھوڑ دے۔

"خدا سے ڈر اے ابن آدم۔۔ خدا سے ڈر" کانپتے ہاتھوں اور نم آنکھوں سے حانم نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر دیا تھا اور پھر موبائل بند کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر سے رو دی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسکے یہ الفاظ دوسری جانب موجود شخص کو اندر تک جھنجھوڑ گئے تھے۔

حمدان صاحب کا فون آیا تھا۔ ناجانے اس بار آسیہ بیگم خود پر ضبط نہیں رکھ پائی تھیں اور انہوں نے روتے ہوئے طارق کے متعلق سب کچھ حمدان کو بتادیا تھا۔ وہ اکیلی عورت تھک گئی تھی حالات کا مقابلہ کرتے کرتے۔ طارق نے دھمکی دی تھی کہ شادی تو وہ حانم سے ہی کرے گا۔۔ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ آسیہ بیگم کو روتا دیکھ کر سیٹھ حمدان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔ انکا دل کر رہا تھا کہ وہ ابھی اس لڑکے کو شوٹ کر دیں۔

"آسیہ روئیں نہیں اور میری بات غور سے سنیں جب تک میں ہوں نا کوئی تم لوگوں کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔"

"آپ کب تک ساتھ دینگے ہمارا۔۔؟ اس بات کا بھی لوگ غلط مطلب نکال رہے ہیں۔۔" آسیہ بیگم نے دکھی لہجے میں بتایا۔

"میں ہمیشہ ساتھ دوں گا۔۔ بس تم ایسا کرو کہ مجھے ساتھ دینے کا حق دے دو۔۔ مجھ سے نکاح کرلو آسی۔۔ نکاح کرلو۔۔" جس بات کو کرنے کیلئے وہ اتنے دنوں سے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔ اور بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ آج ایک ہی پل میں کہہ گئے تھے۔ آسیہ بیگم کو لگا تھا کہ انہوں نے کچھ غلط سنا ہو۔۔ وہ حیرت سے منہ کھولے موبائل کو دیکھ رہی تھیں جس سے حمدان کی آواز ابھر رہی تھی۔

"آپکا دماغ خراب ہو گیا ہے حمدان شرم نہیں آتی ایسی بات کرتے ہوئے۔۔؟؟" آسیہ بیگم بھڑک اٹھی تھیں۔ انکا کا بھڑکنا بھی بجا تھا اپنے آفس میں بیٹھے حمدان نے پریشانی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"میری بات سنو آسیہ۔۔ یہ وقت بحث کرنے کا نہیں ہے۔۔" حمدان نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مجھے آپکی کوئی بات نہیں سننی۔۔ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے ؟؟" آسیہ بیگم روہانسی ہوگئی تھیں۔ وہ جانتی تھی ہمارا معاشرہ کس قدر منافق ہے۔

"غزوہ مُوتہ سے واپسی کا منظر ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا مجاہدین کی واپسی کی خبریں سن رہی ہیں۔۔ اپنے پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہیں، اپنے بچوں کو بھی تیار کرلیا ہے، دور سے آہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں بلکہ نبی پاک محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندازے ہی سے سمجھ جاتی ہیں کہ ان کی زندگی کے ہم سفر، ہجرت کے ساتھی اور پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بچھڑ چکے ہیں۔۔۔

یہی معملہ ہمارے معاشرے میں ہوتا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری زندگی بچوں کے تنہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔۔۔

لیکن وہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا وسیعُ القلبی والا دور تھا۔ ایک مسلمان بیوہ کو کیسے اِن حالات و جذبات کے دھکے کھانے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا جاتا؟ یارِ غار، غیر انبیاء میں سب سے زیادہ افضل شخص یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور بچوں کو باپ جیسی گھنی شفقت اور محبت میسر آگئی، اللہ نے انہیں ایک بیٹا بھی عطا فرما دیا۔۔۔

پھر کچھ عرصہ بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ نے غسل دلوایا۔۔۔

دو دفعہ بیوہ ہونا ہمارے تنگ نظر معاشرے کے لیے تو انہونی بات ہے کہ وہ غریت مند رجال ان باتوں سے ناواقف تھے، مسلمان عورت کو فوراً معاشرتی دھارے کی زندگی میں ہم آہنگی کر لیا جاتا تھا تاکہ اسے تن تنہا نفسیاتی اور جذباتی جنگ نہ لڑنی پڑ جائے۔۔

اس دفعہ آگے بڑھنے والے غیرت کے پیکر کوئی اور نہیں، بلکہ شیر خدا، ابو تراب، فاتحِ خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ تھے۔ آپ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ کے چھوٹے بھائی بھی تھے لیکن آپ نے صرف بھتیجوں کی کفالت ہی نہیں بلکہ فرزندِ ابو بکر کو بھی اسی محبت سے پالا جیسے اپنے بھتیجوں کو پالا۔۔۔

یہ کیسا معاشرہ تھا جو ایسی عورت کے حقوق کا بھی محافظ تھا یہ سن کے رشک آتا ہے۔۔ ہم صحابہ کرام کے دور میں پیدا ہونے کی خواہش بھی کرتے ہیں، ان جیسا بننا بھی چاہتے ہیں، لیکن جب نفس پر زد آئے تو خاموشی کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔۔۔

بیوہ اور اسکے بچوں کو تحافظ دینا ایسا معاشرے میں رچا بسا کام تھا کہ اس کے لیے کوئی تقریر کرنے، کوئی مہم چلانے، کوئی حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔

اور ہمارا معاشرہ اور ہمارے رویے۔۔۔؟؟؟

ایک اور پاکیزہ صحابیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سامنے ہے۔۔۔

پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوبصورت تھیں اور اس جوڑے کی محبت عرب میں ایک مثال بن گئی تھی۔۔۔

حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک دن محبت میں آکر ان سے عہد کروالیا کہ اگر میں آپ کی زندگی میں وفات پا گیا تو آپ دوسرا نکاح نہیں کریں گی۔۔۔

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کچھ عرصہ بعد شہید ہو گئے لیکن اس معاشرے میں بیوہ خاتون کو تنہا چھوڑنے کی مثال محیر العقل تھی، اس لیے بڑوں کے سمجھانے پر آپ نکاحِ ثانی کے لیے راضی ہو گئیں۔۔۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے انہوں نے حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لیا۔۔۔کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی شہید ہو گئے۔۔۔

عدت پوری ہونے کے بعد عشرہ مبشرہ صحابی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نکاح کا پیغام بھیجا اور اب حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں آگئیں۔۔۔

کچھ عرصہ بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔۔۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ جسے شہادت کی تمنا ہو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلے۔۔۔اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہداء کی زوجہ کہا جاتا تھا۔۔۔

اس عظیم مثال کا معاشرے سے مقابلہ کریں۔۔۔

اللہ اللہ کیسا کھلے دل والا معاشعرہ تھا اور ہمارا معاچرہ کیسا تنگ نظر اور گھٹن کا شکار معاشرہ ہے، ایسا معاشرہ جہاں بیوہ کو تن تنہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔۔ جن مشکلات و مصائب کے پہاڑ، مردوں کی نظروں اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ خواتین زندگی گزارتی ہیں معاشرہ ان سے جینے کا حق سلب کر لیتا ہے۔وہ یہ تمام وقعات سوچ کر افسردہ سی خاموشی اختیار کر گئی تھیں۔

جسے حمدان نے اچھی طرح بھانپ کر بات بدلی اور مخاطب ہوئے، "اچھا یہ سب چھوڑو میری ہانی بیٹی سے بات کرواؤ مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔" حمدان نے بات بدلتے ہوئے کہا وہ چاہتے تھے کہ آسیہ اس بات کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرے کس کے دباؤ میں آکر نہیں۔۔۔

"جی انکل۔۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟؟" آسیہ بیگم نے فون حانم کو پکڑا دیا تھا۔

وعلیکم السلام۔۔ بیٹا آپ نے لسٹ چیک کی؟؟"

فرسٹ لسٹ میں آپکا نام آچکا ہے۔۔ اب یہ بتائیں کہ واقعی آپ پنجاب یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا چاہتی ہیں؟؟" وہ سنجیدہ سے پوچھ رہے تھے۔

جبکہ حانم تو دنگ رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی میرٹ پر پورا اتری ہے۔ کتنے ہی پل وہ خوشی سے کچھ بول نہیں پائی تھی۔

"بولیں ہانی بیٹا۔۔؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی جی۔۔ انکل۔۔ مجھے اسی یونیورسٹی میں پڑھنا ہے اب مجھے کیا کرنا ہو گا؟؟" وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سے پوچھ رہی تھی۔

کچھ نہیں بس آپ نے کل تیار رہنا ہے بارہ بجے کے قریب میں لینے آؤں گا پھر آپکے ایڈمیشن کیلئے چلیں گے۔۔"

وہ اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر چکے تھے۔

جبکہ حانم کا دل خوشی سے اڑ رہا تھا۔ وہ ایک پل میں جیسے سارے دکھ بھول گئی تھی۔

"تم سے میں نے کتنی بار کہا تھا کہ ہارنا ہے ہارنا ہے جورڈن۔۔ تمہیں بات سمجھ کیوں نہیں آتی ہے۔۔؟؟" اینتھنی سر پر ہاتھ رکھے افسوس سے سامنے بیٹھے جورڈن سے کہہ رہا تھا۔

"ہر وقت سر پر خون کیوں سوار رہتا ہے تمہارے۔۔؟؟ اچھے بھلے ٹھیک جا رہے تھے اچانک تمہیں ہوا کیا تھا؟؟"

"مجھے نہیں پتا اینتھنی۔۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ مجھے ہوا کیا تھا۔۔ اچانک وہ ہاسپٹل والی لڑکی۔۔۔" وہ کہتا کہتا اچانک چپ ہو گیا تھا۔

"لڑکی۔۔ کونسی لڑکی۔۔؟؟ دیکھو جورڈن اگر کسی لڑکی کا چکر ہے تو ابھی ختم کر دو۔۔ یہ لڑکیاں مردوں کو کمزور بنا دیتی ہیں۔۔" اینتھنی نے اسے سمجھایا۔

"کوئی چکر نہیں ہے۔۔ مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا کچھ۔۔" وہ چیخا تھا۔

اس سے پہلے اینتھنی کچھ کہتا جورڈن کے موبائل پر آنے والی کال نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر جورڈن۔۔۔ کہاں ہیں آپ؟؟ آپکی مدر کی حالت بہت نازک ہے۔۔ انکا آپریشن کرنے پڑا گا اگر آپ کچھ دیر تک پیسے لے کر نا پہنچے تو ہم آپریشن نہیں کرینگے۔۔ اور انکا بچنا مشکل ہو جائے گا۔۔" ڈاکٹر کی بات سن کر جورڈن کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھی۔

"آپ آپریشن کی تیاری کریں ڈاکٹر میں بس پہنچ رہا ہوں۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ "مجھے پیسے چاہیے اینتھنی، مام کا آپریشن ہے اور لازمی ہے۔۔"

پیسوں کا ذکر سن کر اینتھنی نے منہ بنایا تھا۔

"جو کام تم نے کیا ہے نا اسکے بعد ایک پیسہ نہیں بنتا تمہارا۔۔"

"مجھے پیسے چاہیے اینتھنی کہا نا دوبارہ ایسا نہیں ہو گا، تم جیسے کہو گے میں ویسے ہی کرونگا۔۔" وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ اینتھنی ڈر کر پیچھے ہوا تھا۔ وہ جورڈن کے غصے سے اچھے سے واقف تھا۔

"کک۔۔ کتنے پیسے۔۔؟؟ اینتھنی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"جتنے بھی ہیں سب دے دو۔۔" وہ پریشان سا کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اینتھنی نے پیسوں کا بیگ اسکے سامنے رکھا تھا۔

"شام کو فائٹ ہے جو تمہیں ہر حال میں جیتنی ہے۔۔ سمجھ گئے نا تم۔۔؟؟" اینتھنی نے کہا تھا۔

"ہاں سمجھ گیا" جورڈن اثبات میں سر ہلاتا پیسے لے کر باہر نکل گیا تھا۔

آسیہ بیگم کو اس رات نیند نہیں آئی تھی۔ حمدان اور طارق کی باتوں نے اسکا سکون ختم کر دیا تھا۔

وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔ کبھی حانم کو چہرہ دیکھتی تو کبھی طارق کا خیال اسے جھنجھوڑ دیتا۔

"میری ہانی اس طارق کیلئے نہیں بنی۔۔" وہ خود سے کہہ رہی تھیں۔

"اور حمدان اس نے ایسا سوچا بھی کیسے، وہ شادی شدہ ہے، ایک بیٹی کا باپ ہے، پھر اسکے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا؟؟" حمدان کی باتیں انہیں سلگنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ساری رات سوچتے سوچتے گزر گئی لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائی تھیں۔

"ہمیں یہ محلہ چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔۔ لیکن جائیں کہاں؟؟ "سوال اسے الجھا رہے تھے۔

جب وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائی تو خدا کے حضور کھڑی ہو گئی۔

"!!یا اللہ ہماری مدد فرما۔۔ ہمارا اس دنیا میں تیرے سوا کوئی بھی نہیں۔۔ ہم پر رحم کر مالک۔۔"

وہ نا جانے کتنی دیر دعا مانگتی رہی تھیں۔

اللہ کے حضور رونے اور گڑگڑانے سے اسکا دل ہلکا ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ انکی مدد ضرور کرے گا۔ بیشک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔!!

"!!جورڈن بیٹا تم آ گئے۔۔ آ گئے میرے بچے۔۔"

مارتھا نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر جورڈن کو دیکھا تھا جو اسکا ہاتھ تھامے پاس بیٹھا تھا۔

"مام آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔ میں پیسے لے آیا ہوں۔۔ آپکا آپریشن ہو گا اور پھر آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔" جورڈن نے نم آنکھیں سے کہا تھا اور اپنی ماں ہاتھ ہونٹوں سے لگایا تھا۔

"نہیں۔۔ میں اب اور نہیں جی سکتی۔۔"

"مام ایسی باتیں مت کریں۔۔ آپکو جینا ہے۔۔ ہمارے لیے۔۔ میرے لیے۔ اپنے جورڈن کیلئے"

وہ رو دیا تھا۔

"میری بات دھیان سے سنو۔۔" مارتھا نے اپنی ٹوٹتی سانسوں کے ساتھ کہا تھا۔

"تمہارا ڈیڈ۔۔"

"مت نام لیں اس شخص کا مام۔۔ مجھے نفرت ہے ان سے۔۔" جورڈن نے انکی بات کاٹی تھی۔ اسکے اندر اپنے باپ کے ذکر پر اذیت سی پھیل گئی تھی۔

"نہیں بیٹا۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا تھا۔ اور مجھ سے بھی۔۔"

"اگر وہ پیار کرتے وہ چھوڑ نا جاتے مام۔۔" جورڈن کی آنکھوں سے ایک آنسو پھسل کر مارتھا کے ہاتھ پر گرا تھا جسے اس نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔

"وہ مجبور تھا میرے بچے۔۔ مجبور تھا۔۔ تم میرے بعد اسکے پاس چلے جانا۔۔ دیکھنا وہ تمہیں اپنا لے گا۔"

نہیں میں نہیں جاؤں گا۔۔ مام آپکو میرے لئے جینا ہے۔۔ اگر آپکو کچھ ہوا نا تو میں اس شخص کو نہیں "چھوڑوں گا۔۔

جورڈن کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے جورڈن تم خوش رہو گے۔۔"مارتھا نے اسے نصیحت کی تھی۔

"آپریشن کا ٹائم ہو چکا ہے مسٹر جورڈن۔۔ ہمیں انہیں لے جانا ہو گا۔۔"ڈاکٹر نے کہا تھا۔

جورڈن نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔مارتھا نے ایک شفیق سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھا تھا اور پھر ڈاکٹرز اسے آپریشن تھیٹر میں لے گئے تھے۔

وہ نم آنکھوں سے اپنی کل کائنات کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ اسکے جانے کے بعد جورڈن کو یاد آیا تھا کہ اسکی فائٹ تھی جو اسے کسی بھی قیمت پر جیتنی تھی۔ وہ آنکھوں کو صاف کرتے باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"ہانو آپی انکل آگئے ہیں باہر جلدی آجاؤ۔۔"جواد نے خبر دی۔ حانم تیار تھی۔ اس نے چادر اٹھا کر اچھی طرح سے اوڑھا تھا۔

"دھیان رکھنا اپنا۔۔اور جب ایڈمیشن ہو جائے تو فون کر دینا۔۔"آسیہ بیگم نے اسے تنبیہہ کی تھی۔

"ٹھیک ہے امی۔۔" حانم نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔حمدان صاحب اندر نہیں آئے تھے۔ وہ باہر ہی گاڑی میں بیٹھے رہے تھے۔ وہ دعا مانگتی گھر سے باہر نکلی تھی۔ حانم نے دکان کے باہر کھڑے طارق کو دیکھا تھا جو اسے گھور گھور کر دیکھا تھا۔

وہ اسے نظر انداز کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی جسے حمدان صاحب ایک سیکنڈ بھی ضائع کیے بنا آگے بڑھا دیا تھا۔

"بی جان اس گدھے کو فون کر کے سمجھا دیں کہ وہ اب سنجیدہ ہو جائے اپنے مستقبل کو لے کر۔۔" سید جبیل بی جان سے کہہ رہا تھا اور تعریف آرجے کی ہو رہی تھی۔جبیل صاحب آرجے کو ہمیشہ گدھا ہی کہتے تھے۔اسکی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔

"شاہ نے فون کیا تھا اسے۔۔وہ کہہ رہا ہے کہ یونیورسٹی نہیں چھوڑنا چاہتا۔۔"بی جان نے بتایا کیونکہ کچھ دن پہلے ضیاء جبیل نے اسے فون کیا تھا جو بات سننے کو راضی نہیں تھا۔

"اللہ کو اس گدھے کو عقل دے۔۔"وہ پریشان ہوئے تھے۔

"بھائی جان آپ پریشان ہ ہوں ابھی بچہ ہے سمجھ جائے گا۔۔"بی جان نے تسلی دی تھی۔

"بچہ نہیں ہے وہ باپ ہے سب کا لیکن عقل تو اس میں گدھے جتنی بھی نہیں ہے۔۔"وہ بڑبڑاتے باہر نکل گئے تھے۔

جبکہ بی جان سوچ رہی تھیں کہ ایسا کیا کیا جائے جس سے آرجے جو عقل آجائے۔

"آپ خوش ہیں نا ہانی بیٹا۔۔؟؟"

حمدان صاحب نے خاموش بیٹھی حانم سے پوچھا تھا۔

"جی انکل بہت۔۔میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں اس یونیورسٹی میں پڑھ پاؤ نگی۔۔"اسکا ایڈمیشن ہو چکا تھا۔ وہ اب واپس گھر جا رہے تھے۔

حانم کے ڈیپارٹمنٹ والے سیٹھ حمدان صاحب کو اچھے سے جانتے تھے۔انہیں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ جلدی ہی اسکا ایڈمیشن ہو گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں اب دل لگا کر پڑھنا اور کچھ بن کر دکھانا۔۔"وہ اسکا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

"اب میرا گھر دیکھنا چاہو گی یا آپکو آپکے گھر چھوڑ دوں؟؟"

"انکل پھر کبھی دیکھ لونگی۔۔آپ مجھے گھر چھوڑ دیں امی انتظار کر رہی ہو گی۔"حانم نے جواب دیا تھا۔

"آپکی وائف کیسی ہیں انکل۔۔؟؟"اچانک حانم نے سوال کیا تھا۔

"وہ نہیں ہے۔۔"انکی بات سن کر حانم چونکی تھی۔

"جب ماہین پیدا ہوئی تھی وہ تب ہی مجھے چھوڑ گئی تھی۔۔"وہ افسردہ سے کہہ رہے تھے۔

حانم کو افسوس ہو رہا تھا۔

"میں آسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"

انکی بات پر حانم نے جھٹکے سے رخ موڑ انہیں دیکھا تھا۔

"کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟؟" حانم کو حیرت ہوئی۔

"ہرگز نہیں۔۔" وہ سنجیدہ تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ اسکی ساری محرومیوں کا ازالہ کروں۔۔۔ ساری زندگی اس نے پریشانیوں میں گزاری ہے۔۔۔ اگر آپ لوگ میرے ساتھ ہونگے تو محلے کا تو کیا دنیا کا کوئی انسان آپ لوگوں کو تنگ نہیں کر پائے گا۔۔"

حانم کو انکی بات سمجھ آ رہی تھی۔

"لیکن انکل امی؟؟"

"اس نے انکار کر دیا۔۔ وہ نہیں کرنا چاہتی۔۔ اسے زمانے کا ڈر ہے۔۔" وہ سنجیدہ سے کہہ رہے تھے۔

حانم اچھی طرح جانتی تھی کہ اسکی ماں نے ساری زندگی دکھوں میں گزاری تھی۔ وہ خود دل سے چاہتی تھی کہ اسکی ماں اب خوش رہے اپنی زندگی کو جیئے۔۔

"اگر آسی مان گئی آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا نا۔۔؟؟" وہ اب حانم سے پوچھ رہے تھے۔

"نہیں انکل۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔ میں خود چاہتی ہوں کہ وہ خوش رہیں۔۔" وہ مسکرائی تھی۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔۔" گاڑی میں ایک گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"میں نے بچپن سے آسی کو چاہا ہے، میں باہر پڑھنے گیا تھا تاکہ اسے اچھا مستقبل دے سکوں،
لیکن شاید وہ میری قسمت میں نہیں تھی۔۔"

وہ غور سے انکی بات سن رہی تھی۔

"جب آسی کی شادی ہوئی اس سے پہلے ہی میری شادی ہوگئی تھی۔ میں آیا ضرور تھا لیکن بہت پریشان تھا۔ اپنی چاہت کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا۔ لیکن میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ وہ کسی اور کی ہوگئی تھی اور میں چپ چاپ دیکھتا رہا پھر واپس چلا گیا۔"

"انکل آپکی وائف کون تھی؟ مطلب کیسے شادی ہوئی تھی؟؟"

"وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی یہاں کی ایک کمپنی میں کام کرتی تھی۔ کمپنی والوں نے اسے امریکہ بھیج دیا تھا۔۔ اور اسے وہاں جا کر پتا چلا تھا کہ اسکے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ وہ رات وہ ہوٹل سے بھاگ گئی تھی اور اتفاقاً میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔ انسانیت کے ناطے مجھے اسے تحفظ دینا پڑا۔ میں نے اس سے شادی کرلی اور یوں آسی مجھ سے بچھڑ گئی۔۔"

حانم کو انکی کہانی سن کر حقیقتاً دکھ ہوا تھا۔

"اتنا تو کبھی ابو نے بھی امی کو نہیں چاہا ہو گا جتنا حمدان انکل چاہتے ہیں۔۔ اللہ انکی خواہش پوری کرے۔۔ آمین۔" حانم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

کچھ دیر بعد حمدان انکل نے اسے گھر کے سامنے اتارا تھا۔ وہ اندر نہیں آئے تھے۔

"کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے فون کر دینا میں خود دیکھ لوں گا۔۔" حانم انکا اشارہ سمجھ چکی تھی۔

"اور میں آپکے لیے دعا کرونگی انکل کہ وہ آپکے اور امی کیلیے بہتر کریں۔۔"

وہ مسکرا کر آمین کہتے واپس جا چکے تھے۔

اور حانم گہرا سانس لے کر گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

آج کی یہ لڑائی جورڈن کو ہر قیمت پر جیتنی تھی۔ اسے اپنے مدمقابل شخص میں اپنا باپ نظر آرہا تھا جس سے وہ انتہا کی نفرت کرتا تھا۔

وہ لوگ بری طرح سے ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ بالآخر وہ جیت گیا تھا۔ زخموں سے چور وہ باقی پیسے لے کر ہاسپٹل کی طرف بھاگا تھا۔

وہ اپنی ماں کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔

لیکن شاید قسمت کی دیوی اس سے ناراض ہوگ ئی ی تھی اور موت کی دیوی نے مارتھا کو اپنا بنا لیا۔

"ہم معذرت کرتے ہیں مسٹر جورڈن۔۔ ہم آپکی مدر کو نہیں بچا سکے۔۔!!" ڈاکٹر کے الفاظ اس پر کسی بم کی طرح گرے تھے۔ وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ پورا ہاسپٹل سہم سا گیا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی مام۔۔ آپ نہیں جا سکتی۔۔" وہ ہاسپٹل کی راہداری میں فرش پر بیٹھ کر اتنا رویا تھا کہ لوگوں کو اس پر ترس آنا شروع ہو گیا تھا۔

"آپکی وجہ سے میری ماں مری ہے مسٹر جو بیل میں آپکو نہیں چھوڑوں گا۔۔" وہ تصور میں اپنے باپ سے مخاطب ہوا تھا۔ آپریشن تھیٹر میں وہ اپنی ماں کی مردہ جسم سے لپٹ لپٹ کر رویا تھا۔ وہ جسمانی طور پر انتہائی طاقتور شخص ذہنی طور پر بہت کمزور ثابت ہوا تھا۔ وہ غش کھا کر گر گیا تھا۔ اسے اپنے جسمانی زخموں کی پرواہ نہیں تھی۔ جو زخم اسکی روح پر لگا تھا وہ گہرا تھا۔۔ وہ نہیں بھرنے والا تھا۔

اینتھنی اسکے پیچھے آیا تھا اور پھر اسے یوں ٹوٹا پھوٹا دیکھ کر رو دیا تھا۔ کتنے گھنٹوں بعد اسے ہوش آیا تھا۔ مارتھا کو اسکے ہوش آنے پر دفنا دیا گیا تھا۔ وہ دوبارہ نہیں رویا تھا۔ اینتھنی کو اس پر پتھر کا گمان ہوا تھا۔ وہ خاموش تھا لیکن اسکے اندر کتنا بہت بڑا طوفان پل رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اسکے جسم کا رُواں رُواں جل رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

"ہیلو السلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ؟؟"

سید جبیل نے اپنے نکمے بیٹے کو فون کیا تھا جسے آرجے نے نہیں اٹھایا تھا۔ اب انہوں نے لینڈ لائن پر فون کیا تھا جسے مکی نے اٹھایا تھا اور آواز سن کر وہ تمیز سے بات کر رہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔ کہاں ہے وہ گدھا، الو کا پٹھہ، دنیا جہان کا نکما شخص۔۔؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہے تھے۔ مکی تو انکے اتنے القابات پر عش عش کر اٹھا تھا۔

"جی انکل آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟؟" مکی انجان بنا۔

"تمہارے باپ کی۔۔" سید جبیل نے غصے سے جواب دیا تھا۔ مکی تو یہ جواب سن کر گڑبڑا گیا تھا۔

"انکل آرجے اس وقت گھر نہیں ہے جیسے ہی وہ آتا ہے میں آپکی بات کروادوں گا کوئی میسج ہے تو مجھے دے دیں میں اسے بتادوں گا۔۔"

وہ اب شرافت سے کہہ رہا تھا۔

"اس گدھے کو کہنا کہ اپنے باپ کا فون اٹھالے نہیں تو میں لاہور آکر اسکی کلاس لوں گا۔۔" وہ غصے سے کہتے فون بند کر چکے تھے۔

مکی نے اپنا اٹکا سانس بحال کیا تھا اور پھر خشمگیں نگاہوں سے اپنے سامنے صوفے پر براجمان آرجے کو دیکھا تھا جو بہت دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نوڈلز کھانے میں مگن تھا۔

"سن لیا گدھے۔۔ کیا کہہ رہے تھے انکل۔۔؟" مکی نے جل کر کہا۔۔ کیونکہ آرجے نے اسے فون اٹھانے کو کہا تھا۔

"ہاں سن لیا۔۔" آرجے نے اسکے گدھا کہنے پر مکی کو گھورا۔

"یار میں نہیں انکل کہہ رہے تھے۔۔ قسم سے کیا کمال کے القابات سے نوازتے ہیں وہ تمہیں۔۔ سچی میں فین ہو گیا۔۔ آرجے کے باپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔!!" مکی پرجوش سا کہہ رہا تھا۔ آرجے کے گھورنے پر وہ سٹپٹا کر رہ گیا تھا۔ جبکہ آرجے پوری توجہ سے نوڈلز کھا رہا تھا جیسے دنیا میں اس سے اہم اور کوئی کام نہیں۔!!

حانم کو ابھی گھر آئے کچھ ہی دیر گزری تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"میں دیکھتا ہوں۔۔" جواد کہتا دروازے کی طرف لپکا تھا۔ اور پھر اسکی چیخ سنائی دی تھی۔

"کہاں وہ تمہاری بہن ہانی۔۔ آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔ مجھ سے شادی نہیں کرنی اور امیر لوگوں سے پورے محلے کے سامنے چکر چلاتی ہے۔۔"

وہ پسٹل ہاتھ میں پکڑے، جواد کو دھکا دے کر دندناتا گھر میں داخل ہوا تھا۔

آسیہ بیگم، ماہم اور حانم طارق کی آواز سن کر سہم گئی تھیں۔

"یا اللہ خیر۔!! "آسیہ بیگم کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا

۔"تم یہیں اندر رکو۔۔ باہر مت آنا میں دیکھتی ہوں اسے۔۔"آسیہ بیگم حانم کو تاکید کرتی باہر نکلی تھیں۔وہ خود بہت بری طرح سے گھبرائی ہوئی تھیں۔ طارق باہر صحن میں کھڑا تھا۔ آسیہ بیگم کو دیکھ کر جواد انکی طرف لپکا تھا۔ وہ بری طرح سے ڈرا ہوا تھا۔

"کیا لینے آئے ہو تم یہاں۔۔؟؟"انہوں نے ہمت جمع کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہانی کدھر ہے۔۔ باہر نکالو اسے۔۔ ایسے بے حیا اور بدکردار لڑکیوں کی اس محلے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔۔"وہ غصے سے کہتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"وہیں رک جاؤ طارق۔۔ "آسیہ بیگم دھاڑی تھیں۔

"خبردار جو ایک لفظ بھی غلط کہا تم نے میرے ہانی کے متعلق۔۔"آسیہ بیگم کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔شور کی آواز سن کر پورا محلہ جیسے وہیں پر اکٹھا ہو گیا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں کہ کتنی پارسا ہے وہ۔۔

صبح لمبی گاڑی میں گئی تھی اب واپس آئی ہے۔

ایسی لڑکیوں کی تو گولی مار دینی چاہیے۔۔"

طارق کی آواز سن کر حانم کا نازک دل کسی چڑیا کی مانند پھڑ پھڑا رہا تھا۔ اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا اور وہ کیسے کیسے الزام لگا رہا تھا اس پر۔۔ وہ باہر جانا چاہتی تھی جب ماہم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر جانے سے روکا۔

کچھ یاد آنے پر ماہم نے حانم کا موبائل اٹھا کر حمدان انکل کا نمبر ملایا تھا۔

"ہیلو انکل۔۔ کہاں ہیں آپ۔۔۔؟؟" پہلی ہی بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"انکل یہاں بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے آپ پلیز جلدی آئیں۔۔" ماہم کانپتی آواز میں کہہ رہی تھی۔ اسکا دماغ ایسے واقعات پر حانم سے تیز کام کرتا تھا۔

"وہ کسی غلط جگہ پر نہیں گ ئی ی تھی۔ داخلہ لینے گئی تھی یونیورسٹی میں۔۔" آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو محلے والو۔۔؟ کیسے ہماری ناک کے نیچے کھیل رچایا جا رہا ہے۔۔ یہ لڑکی کالج یونیورسٹی کے بہانے جانے کہاں کہاں جاتی ہے۔۔"

"میں نے کہا چپ کر جاؤ طارق۔۔ خدا کا خوف کرو کچھ۔۔ کیوں ایک معصوم پر الزام لگا رہے ہو۔۔؟؟"

"آسیہ بیگم کو تو اسکی باتیں سن کر جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا۔ جواد شعلہ بار نگاہوں سے طارق کو گھور رہا تھا۔ وہ چھوٹا سا تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اسے طارق کا یوں اپنی بہن حانو کے متعلق بات کرنا بہت برا لگ رہا تھا۔

انکے گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر مسجد تھی۔ نمازی مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر نکل رہے تھے اور شور کی آواز پر اب سب وہاں جمع ہو گئے تھے۔

"یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے تم نے طارق؟؟" محلے کے ایک عزت دار شخص نے اسے یوں کسی کے گھر میں گھسے دیکھا تو غصے سے پوچھا تھا

"باہر نکلو۔۔ کس نے اجازت دی تمہیں لوگوں کے گھروں میں یوں بنا اجازت اندر داخل ہونے کی۔۔؟؟" امام مسجد بھی وہاں آ گیا تھا۔

"میری برائیاں آپ لوگوں کو نظر آ رہی ہیں اس لڑکی کی نظر نہیں آ رہی جو پورے محلے کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔۔" طارق بھڑکا تھا۔

"بھائی صاحب میری بیٹی نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔۔ وہ ایک عزت دار لڑکی ہے۔۔ یونیورسٹی میں داخلے کیلئے گئی تھی۔۔ لیکن یہ گھٹیا انسان بلاوجہ الزام لگا رہا ہے میری بچی پر۔۔"

آسیہ بیگم نے آگے بڑھ کر امام مسجد اور اس شخص سے کہا تھا۔

"اچھا میں الزام لگا رہا ہوں۔۔؟ تو بتاؤ کون ہے وہ شخص جس کے ساتھ گئی تھی ہانی۔۔؟؟"

"جاننے والا ہے میرا۔۔ تایازاد بھائی ہے۔۔" آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

حانم سے اب برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ اتنا جو جانتی تھی کہ پورے محلے کے سامنے طارق کچھ نہیں کر سکتا۔۔ وہ ماہم کو جھٹکا دے کر باہر نکلی تھی۔

"کیوں شور مچا رہے ہو تم۔۔ یہیں ہوں میں بھاگی نہیں ہوں۔۔" وہ جانے اتنی ہمت کہاں سے لائی تھی۔

حانم کو دیکھ کر طارق کی آنکھیں چمکی تھیں۔ وہ جس مقصد کیلئے آیا تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتا تھا۔

"اووہ۔۔ بھاگنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تم نے۔۔ دیکھ رہے ہو محلے والو۔۔ میں نے عزت سے رشتہ بھیجا تھا اسکے لیے۔ لیکن نہیں انکار کر دیا۔۔ اب پتا چلا مجھے کہ یہ معصوم چہرے کے پیچھے کتنی شاطر لڑکی چھپی ہے۔۔" وہ پھر چلایا تھا۔ اس لمحے حانم کو طارق سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا اچانک پولیس کے سائرن کی آواز گونجی تھی جسے سن کر طارق کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اس نے پسٹل کو فٹافٹ جیب میں ڈالا تھا۔ چند ہی سیکنڈز میں حمدان صاحب پولیس والوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ دروازے پر لگے لوگوں کے ہجوم نے انہیں رستہ دیا تھا۔

پولیس کو دیکھ کر کافی لوگ رفوچکر ہو گئے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔؟؟" پولیس انسپکٹر نے طارق کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے پوچھا تھا۔ طارق کی تو سٹپٹا گیا تھا۔

"یہ شخص بلاوجہ گھر میں گھس کر مارنے کی دھمکی دے رہا ہے انسپکٹر صاحب۔۔" آسیہ بیگم کا گلہ رندھ گیا تھا۔

اس سے پہلے طارق کچھ کہتا دو تین سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اسے ہتھکڑی لگائی تھی۔ جب ماہم نے حمدان انکل کو کال کی وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ علاقے کے کمشنر انہیں اچھی طرح سے جانتے تھے۔ انکے فون کال کرنے پر ایس پی خود آیا تھا طارق کو گرفتار کرنے۔

"معذرت چاہتے ہیں سیٹھ صاحب۔۔" ایس پی حمدان انکل سے مخاطب ہوا تھا۔

"معذرت کی ضرورت نہیں ہے اسے لے جائیں اور کڑی سے کڑی سزا دیں۔۔" وہ طارق کی طرف دیکھ کر خونخوار لہجے میں بولے تھے۔ پولیس طارق کو لے کر چلی گئی تھی۔" آپ سب لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلیں۔ " امام مسجد نے باقی رکے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو تماشائی بن کر تماشہ دیکھ رہے۔ جو اتنے بزدل تھے کہ حق کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے تھے۔ وہاں ہر کسی کو اپنی جان پیاری تھی۔ ہمارا معاشرے کا یہی المیہ ہے جہاں پر کوئی غریب لڑکی تھوڑی سی ابھرتی ہے اسے یوں خاموش کروادیا جاتا ہے۔ بہت سی لڑکیوں کو بے موت مار دیا جاتا ہے۔

"امام صاحب مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔" حمدان صاحب نے امام مسجد کو جاتے دیکھا تو کہا۔ وہ رک گئے تھے اور ساتھ میں وہ سمجھدار اور عقلمند حاجی بھی تھا جو محلے کا سربراہ کہلاتا تھا۔ جسکی اپنی بیٹی کی بارات نے عین موقع پر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ وجہ جو بھی تھی لیکن الزام لڑکی پر آیا تھا۔

طارق کہتا رہا تھا لیکن پولیس والوں نے اسکی ایک نہ سنی تھی۔ وہ اسے لے گئے تھے۔

"جی کہیے۔۔۔؟؟" امام مسجد نے عزت سے جواب دیا تھا۔ اسے حمدان صاحب شخصیت سے ہی کوئی بڑے آدمی لگے تھے جو بہت سلجھے ہوئے تھے۔

"میں اپنی چچازاد کزن آسیہ سے جو پچھلے دس سالوں سے بیوگی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے، نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔ کیا میں کر سکتا ہوں؟؟ کیا اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟؟ " وہ سنجیدہ سا پوچھ رہا تھا۔ لوگ جا چکے تھے۔ صرف حاجی صاحب اور امام مسجد وہاں موجود تھے۔

آسیہ بیگم کو تو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ انکا سر چکرا گیا تھا۔ پہلے طارق نے ایک ڈرامہ لگایا اور اب حمدان۔۔

"نہیں کوئی گناہ والی بات نہیں ہے۔۔ بلکہ یہ تو سنت رسول ﷺ ہے اور بہت ہی نیک کام ہے۔۔"

اور یہ حدیث سنائی

:شادی سنت ہے"

:ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا

"نکاح میری سنت سے ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ لہذا نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔"

(سنن ابنِ ماجہ، کتاب النکاح، رقم 1846، ج 2، ص 406)

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی جب امام مسجد نے شائستگی سے جواب دیا۔

"تو پھر آپ اس نیک کام کا فریضہ سرانجام دیں۔۔ میں آسیہ اور بچوں کو آج ہی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔۔ یہاں پر یہ لوگ محفوظ نہیں ہیں۔۔"

"ہمارے ساتھ چلو۔۔" امام مسجد نے انہیں مسجد کی طرف چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ کچھ کہے بنا انکے پیچھے چلے گئے تھے۔

"اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟؟" آسیہ بیگم سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"امی مان جائیں۔۔۔ انکار مت کیجئے گا۔۔ حمدان انکل بہت اچھے ہیں۔۔ وہ آپکا بہت خیال رکھیں گے۔!!" حانم نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسے دن بھی دیکھنے پڑیں گے۔۔" وہ رو دی تھیں۔

"ماما روئیں نا۔۔" جواد ان سے لپٹ گیا تھا۔

کتنی ہی دیر ماہم اور حانم نے انہیں سمجھایا تھا۔ آسیہ بیگم حالات سے ہار گئی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد انکی رضامندی سے حمدان صاحب اور آسیہ بیگم کا نکاح کروا دیا گیا تھا۔

"اور محبت کی خوبصورتی تو یہی ہے کہ وہ ملے تو محرم بن کے ملے"

تقریباً رات نو بجے وہ لوگ حمدان صاحب کے پہنچے تھے۔انکا گھر بحریہ ٹاؤن میں تھا۔ آسیہ بیگم تو اتنا بڑا گھر دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔

ایک بیگ میں انکے چند کپڑے تھے جو ملازموں نے آگے بڑھ کر آسیہ بیگم کے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔

وہ بہت روئی تھیں۔وہ سب ہی روئے تھے۔ ان سب کیلئے یہ حادثہ تکلیف دہ تھا۔

" جتنا رونا تھا تم نے رولیا آسی۔۔۔ آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو نہیں آئے گا۔۔"

وہ کتنی سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔وہ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ حانم کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ طارق نے جو کیا تھا آج وہ ناقابل فراموش تھا۔

صبح وہ کتنی خوشی خوشی گئی تھی یونیورسٹی داخلے کیلیے ۔۔ اب ایک ہی رات میں انکی زندگی بدل گئی تھی۔

"رضیہ ماہین کے ساتھ والے کمروں کو ہانی اور ماہم بیٹی کیلئے صاف کر دو فٹافٹ۔۔"وہ حکم دے رہے تھے۔ماہم غور سے ہر ایک ملازم کو دیکھ رہی تھی۔اسکی تیز نظروں نے ملازمین کی گنتی بھی کرلی تھی۔

"غلام دین کھانا لگاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔"

"جی صاحب۔۔!!" ملازم جو ان سب کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔اسکے حکم پر دوڑے چلے گئے تھے۔

"آپ لوگ بھی فریش ہو جائیں بیٹا وہ اوپر دائیں طرف ماہی کا کمرہ ہے وہاں چلی جائیں اور چینج کرلیں پھر سب کھانا کھاتے ہیں۔۔"انکے کہنے کی دیر تھی جواد نے اوپر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

حانم اور ماہم آگے پیچھے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھیں اور آسیہ بیگم بھی صوفے سے اٹھ کر انکے پیچھے جانے لگی تھی کب حمدان کی آواز گونجی۔

"کہاں جارہی ہو آسی۔۔؟ ہمارا کمرہ ادھر ہے۔۔" آسیہ بیگم کے قدم رکے تھے۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی حمدان کے پیچھے چلی گئی تھیں۔ ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"اوپر مرو۔۔" حانم نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ کھلکھلاتی اوپر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

مارتھا کے بنا جورڈن کو گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔

اسکی حالت بری تھی۔ بال بکھرے پڑے تھے۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔ اب کوئی اسکا خیال رکھنے والا نہیں تھا۔

"مام۔۔ آپ کیوں چلی گئی ہیں۔۔" خالی گھر میں اسکی آواز گونج کر رہ گئی تھی۔ وہ رو رہا تھا۔

اور پھر نم آنکھیں لیے اپنے ماں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ اب کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔۔ کوئی ایسا سراغ جو اسے اس شخص تک لے جائے جو اسکی ماں کی موت کا ذمے دار تھا۔

اسے یاد تھا مارتھا اکثر لکڑی کا باکس کھولے بیٹھی رہتی تھی۔ وہ اب اسکی الماری کھولے اس باکس کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اسکے سر پر خون سوار تھا۔ وہ اپنی ماں کی گئی ہر نصیحت کو بھول گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس باکس کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا تھا جس پر موٹا سا تالا لگا تھا۔ لیکن بہت کوشش پر بھی اسے چابی نہیں ملی تھی۔ وہ اس باکس کو پکڑے اب کچن کی طرف بڑھ گیا تھا یقیناً وہ اس تالے کو توڑنے والا تھا۔

حمدان صاحب کا موبائل کب سے رنگ کر رہا تھا۔

آسیہ الجھن زدہ نظروں سے کبھی موبائل تو کبھی واشروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں وہ کپڑے بدل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ شلوار قمیض پہنے باہر نکلے تھے۔ آسیہ بیگم کو محسوس ہوا تھا جیسے وقت اسکو چھو کر نہیں گزرا تھا۔

وہ آج بھی اتنے ہی جوان نظر آرہے تھے جتنے بائیس سال پہلے۔۔ بلکہ اب اسکی شخصیت مزید رعب دار ہو گئی تھی۔

"تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے مجھ کو
یہ میری عمر محبت کے لئے تھوڑی ہے
اک ذرا سا غمِ دوراں کا بھی حق ہے جس پر
میں نے وہ سانس بھی تیرے لئے رکھ چھوڑی ہے۔۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے آسی اب یہ تمہارا گھر ہے۔۔ اسے تم نے ہی سنبھالنا ہے۔۔" وہ شاید اسکی الجھن بھانپ گئے تھے۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں موبائل پر دوبارہ رنگ ہوئی تھی۔

موبائل کی سکرین پر حشام جبیل چمک رہا تھا۔

"السلام علیکم انکل۔۔!!" انکے فون اٹھانے پر دوسری طرف سے آواز ابھری تھی۔

"وَعَلَيْكُم السَّلَام۔۔۔ کیسے ہو حشام بیٹا۔۔؟؟" وہ فریش فریش سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل الحَمْدُ لِلّٰہ آپ سنائیں کیسے ہیں۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ سناؤ برخودار کیسے یاد کیا مجھے؟؟"

"وہ انکل۔۔ باباسائیں کسی فائل کا پوچھ رہے تھے۔۔" حشام کی بات پر حمدان صاحب کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"ضیاءِ جبیل تمہیں بزنس مین بنا کر دم لے گا حشام۔۔ مجھے یقین ہے۔۔" وہ دلچسپی سے کہہ رہے تھے۔

"بس انکل۔۔ جتنا مرضی دور رہ لوں باباسائیں پھر مجھے گھسیٹ لیتے ہیں اس بزنس کی دنیا میں۔۔" حشام نے گہری سانس لیتے ہوئے بتایا

"چلو کوئی بات نہیں۔۔ میں فری ہو کر خود بات کرتا ہوں تمہارے بابا سے۔۔ تم پریشان مت ہو۔۔" حمدان صاحب اسے تسلی دیتے فون بند کر چکے تھے۔

ماہین کا کمرہ بہت خوبصورت تھا۔وہاں موجود ہر چیز بہت قیمتی تھی۔اسکی الماری میں بہت سے نئے کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ ماہم نے چینج کرلیا تھا۔ البتہ حانم کھڑکی کھولے آس پاس کا معائنہ کرنے میں مگن تھی۔ اس نے کبھی آسائشوں والی اور برانڈڈ زندگی گزارنے کی خواہش نہیں کی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی اسکے ساتھ کیا کرنے والی تھی۔چاروں طرف ویسے ہی بڑے بڑے بنگلے تھے۔گلیاں کھلی اور صاف ستھری تھیں۔

"یہ ڈریس مجھے عجیب تو نہیں لگ رہانا۔۔؟؟"

ماہم کی آواز پر وہ چونکی تھی۔اس نے ماہین کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جو بڑے تھے البتہ شرٹ چھوٹی ہونے کی وجہ سے ٹھیک لگ رہے تھے۔

"انکل نے ہمارے کپڑے نہیں لانے دیے اب میں اور کیا پہنتی۔۔؟؟"حانم نے گھورنے پر ماہم بڑبڑائی تھی۔

"آرجے میرا موبائل دو۔۔"مکی چلایا تھا۔وہ لوگ رات کے اس پہر ٹاؤن میں واک کر رہے تھے۔

مکی پچھلے ایک گھنٹے سے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔تنگ آکر آرجے نے اسکا موبائل چھین لیا تھا۔

"تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے کیا۔۔؟؟"آرجے کو غصہ آیا تھا۔ رات کی خاموشی میں انکی آوازیں گونج کر رہ گئی تھیں۔ شور کی آواز پر حانم نے چونک کر نیچے کی جانب دیکھا تھا۔ روشنی میں اسے گھر باہر سے دو تین لڑکے گزرتے دکھائی دیے تھے۔ وہ ایک دم چونکی تھی۔ سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنے گھنے بالوں والے لڑکے پر اسے روحان جبیل کا احساس ہوا تھا۔

"أَسْتَغْفِرُ اللّٰہ۔۔۔"اس نے اپنی ہی سوچ پر اللہ سے معافی مانگی تھی ناجانے وہ شخص کہاں سے ذہن میں آگیا تھا۔

ملازمہ انہیں کھانے کیلیے بلانے آئی تھی اور وہ سر جھٹکتی کھڑکی سے ہٹ گئی تھی۔

وہ پانچ منٹ میں منہ ہاتھ دو کر نیچے جانے کیلیے تیار تھی۔ ماہم سکون سے آرام دہ بیڈ پر لیٹی تھی۔ اسے اپنی زندگی میں آنے والی یہ تبدیلی بہت پسند آرہی تھی۔

"آجاؤ ماہم کھانا کھانے چلتے ہیں۔۔" حانم نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اسے پکارہ تھا۔

"رکو ہانی۔۔" ماہم کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔

"تم کپڑے تبدیل نہیں کرو گی؟؟" ماہم نے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا ان کپڑوں کو۔۔ ابھی صبح ہی تو پہنے تھے۔۔ بالکل نیا سوٹ ہے میرا۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی تھی۔

"نہیں میرا مطلب اس والی الماری میں سارے نئے کپڑے ہیں جو استعمال نہیں کیے گئے۔۔ تو اس لیے۔۔" ماہم بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ کل کو حمدان انکل کی بیٹی کو پتا چلے اور وہ کہے کہ ہم نے آتے ہی اس کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔۔"

"یار تم آگے کا کیوں سوچتی ہوں۔۔؟؟" ماہم جھنجھلائی تھی۔

"ہوتا تو وہی ہے جو نصیب میں ہے۔۔ لوگوں کی باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔۔ جس چیز پر جس انسان کا نام لکھا ہوتا ہے وہ اسے ہی ملتی ہے۔۔"

ماہم نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اکثر چڑ جاتی تھی حانم کے فلسفوں سے۔

"باقی تمہاری مرضی ہے۔۔" وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی اور اسکے پیچھے پیچھے حانم بھی۔

اگلے دن دوپہر کے کھانے کے بعد حمدان صاحب انہیں شاپنگ کروانے مال لے آئے تھے۔ انہوں نے سب کو انکی پسند اور ضرورت کی ہر چیز دلائی تھی۔ وہ پہلی بار پیسہ خرچ کر کے اتنا خوش ہوئے تھے۔ یہ جو امیر لوگ ہوتے ہیں نا یہ اکثر رشتوں کے معاملے میں غریب ہوتے ہیں۔ کچھ یہی حال سیٹھ حمدان کا بھی تھا جسکے پاس پیسے تو بہت تھے لیکن خرچ کرنے والے نہیں تھے۔

سوائے ماہی کے جو انکے پاس رہتی ہی نہیں تھی۔

اب اتنے سارے رشتوں کو پا کر وہ کافی خوش اور خود کو پرسکون محسوس کر رہے تھے۔

انکے ہوتے ہوئے بھی آسیہ نے اتنے سال غربت میں اپنی خواہشات کو ختم کرتے گزار دیے تھے۔۔ یہ چیز انکے دل میں پھانس کی طرح اٹکی تھی۔

اب وہ اس چیز کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ جو کہ کافی حد تک کر چکے تھے۔

"ہانی بیٹا صبح سے آپکی کلاسز سٹارٹ ہو رہی ہیں تیاری کر لی آپ نے۔۔۔؟؟" وہ بہت پیار سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل۔۔۔ دیکھا تھا میں نے۔۔ تیاری کیا کرنی ہے ابھی، یونیورسٹی جا کر ہی کچھ علم ہو گا۔۔"

حانم نے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے رحیم (ڈرائیور) کی ڈیوٹی لگا دی ہے وہ پک اور ڈراپ کیا کرے گا آپکو۔۔ یہاں سے آپکی یونیورسٹی کافی فاصلے پر ہے۔"

"جی انکل۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

اسکی یونیورسٹی شروع ہونے والی تھی یعنی اسکی روٹین بدلنے والی تھی۔

مہرو اور حانم دونوں کیفے ٹیریا میں موجود تھیں۔ "جنت روڈ بہت خوبصورت ہے نا۔۔!!" حانم نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ تمہیں ہر چیز میں خوبصورتی نظر آتی ہے ہانی۔۔ اب دیکھ لو سیمنٹ پتھر سے بنے اس روڈ میں ایسی کیا خاص بات ہے جو تمہیں یہاں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔۔" مہرو مسکرائی تھی۔

"میں نہیں جانتی مجھے اس جگہ میں اتنی دلچسپی کیوں نظر آتی ہے۔۔؟ میں نہیں جانتی یہ روڈ مجھے کیوں اچھا لگتا ہے؟؟ شاید اس لیے کہ اس روڈ کا نام جنت ہے۔۔" وہ خود ہی اپنے سوال کا جواب دے چکی تھی۔ کیفے کے بالکل سامنے انکا ڈیپارٹمنٹ تھا۔ اچانک انہوں نے بہت سارے سٹوڈنٹس کو ڈیپارٹمنٹ کے اندر جاتے دیکھا تھا۔

"یہ سٹوڈنٹس اتنی جلدی میں کیوں جا رہے ہیں؟؟ کیا کوئی خاص وجہ ہے۔۔؟؟" حانم بڑبڑائی تھی۔

"سب سٹوڈنٹس جلدی سے آجائیں آرجے سنگنگ کرنے لگا ہے۔۔" ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر کھڑے ہو کر ایک لڑکے نے نعرہ لگایا تھا۔ آرجے کے نام پر حانم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اسے اتنا یاد تھا کہ ماہم اور جواد کسی آرجے کے بہت بڑے فین تھے۔

وہ دونوں بھی سٹوڈنٹس کے پیچھے پیچھے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔

گیٹ سے اندر داخل ہونے پر دونوں طرف گراؤنڈ تھا۔ دائیں طرف سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔

ایک خوشگوار سی دھن حانم کے کانوں سے ٹکرائی تھی اور بے خود سی اس ہجوم کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی۔

"ایکسکیوز می۔۔ تھوڑا سائیڈ پر ہو جائیں پلیز۔۔"

حانم نے آرجے کے گرد گھیر اڈالے سٹوڈنٹس سے درخواست کی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔

اور پھر پتھر سے بنے بینچ پر گٹار ہاتھ میں تھامے گنگناتے شخص کو دیکھ کر حانم کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ اسے ڈیپارٹمنٹ کی پوری بلڈنگ اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"روحان جبیل۔۔ یہاں۔۔؟" وہ بڑبڑائی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔ کالج میں ہونے والی ایک ایک بات اور آرجے سے ملاقات اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔ وہ سٹوڈنٹس کے ہجوم سے پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی روحان جبیل سے دوبارہ سامنہ کرنے کا نہیں سوچا تھا۔

"ہانی کہاں جارہی ہوں تم۔۔۔ادھر آؤ جلدی۔۔" مہرو نے اسے پیچھے ہٹتے دیکھا تو کہا۔ لیکن وہ شاکڈ تھی۔ وہ واپس کیفے چلی گئی تھی۔

(Millnials cafe)

جو بہت شاندار اور جدید طرز کا نہیں تھا بلکہ ایک عام سا اور سادہ سا کیفے تھے۔اسکی خوبصورتی وہاں موجود درخت تھے۔۔لمبے اور گھنے درختوں کے نیچے بنا یہ کیفے آنے والے کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔کیفے کے بالکل سامنے جنت روڈ کے دوسری جانب انکا ڈیپارٹمنٹ تھا۔مالیکیولر بائیولوجی اینڈ مالیکیولر جینیٹکس

(MMG)

وہ اس سبجیکٹ میں ماسٹرز کرنے آئی تھی اور یہی ڈیپارٹمنٹ کا نام تھا۔
کتنی ہی دیر وہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"کیا اسے سب یاد ہوگا۔۔؟؟ کیا پھر وہ مجھ سے کوئی بدلہ لے گا؟؟" حانم کے ذہن میں سوال کسی آندھی طوفان کی طرح اٹھ رہے تھے۔

"کیا وقعی روحان جبیل ہی آرجے ہے۔۔؟؟ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔" جو بھی ہے لیکن وہ میرے ڈیپارٹمنٹ میں کیا کررہا ہے۔۔۔؟؟" وہ سچ میں گھبرا گئی تھی۔"اس سے پہلے وہ مجھے دیکھے مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔۔" حانم نے فیصلہ کیا، اپنا بیگ اٹھایا اور یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف قدم بڑھادیے تھے۔وہ تیز تیز چل رہی تھی جیسے ابھی وہ اسے دیکھ لے گا اور پھر "ٹیچر جی" کہہ کر اسکا مذاق اڑائے گا۔بڑا گیٹ باہر سے آنے جانے والوں کیلیے تھا جبکہ وہ دوسرے تھوڑے سے فاصلے پر بنے چھوٹے گیٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔ جس سے باہر نکلنے پر ایک چھوٹا سا رستہ بنا تھا جو برج

(Bridge)

تک جاتا تھا۔یہ رستہ پیدل آنے جانے والے سٹوڈنٹس کیلیے تھا جسکے دونوں جانب باڑ لگی تھی۔وہ اب

تیزی سے برج کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جو ڈبل روڈ کراس کرنے کیلیے بنایا گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے وقت میں وہ کیفے سے برج کراس کر کے اب ہاسٹل کے گیٹ پر پہنچ گئی تھی۔۔۔ یونیورسٹی کے دوسری جانب ہاسٹل ایریا تھا جو باہر سے برج کی مدد سے اور اندر سے انڈر پاس کی مدد سے یونیورسٹی سے ملحقہ تھا۔

"انکل میں سوچ رہی ہوں کہ ہاسٹل شفٹ ہو جاؤں۔۔ یہاں سے یونیورسٹی کا فاصلہ بہت ہے۔۔ کافی ٹائم لگ جاتا ہے اور پھر میری کلاسز بھی سیکنڈ ٹائم ہوتی ہیں۔۔ انکل رحیم صبح جواد کو سکول چھوڑنے جاتا ہے اور پھر بارہ بجے مجھے یونیورسٹی لے کر جاتا ہے۔۔ پھر جواد کو لے کر آتا ہے اور پر شام کو واپس مجھے۔۔ وہ سارا دن اسی کام پر لگا رہتا ہے۔۔" وہ آج پہلے دن یونیورسٹی گئی تھی اور اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بحریہ سے یونیورسٹی کا سفر کافی ہے۔ اور ٹریفک کی وجہ سے وہ آج پہلے ہی دن لیٹ ہو گئی تھی۔

بہت سوچنے پر اس نے حمدان انکل کے سامنے تجویز پیش کی تھی۔

"لیکن ہاسٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔؟؟"

آسیہ بیگم پریشان ہوئی تھیں۔

"امی پریشانی ہو گی ناسب کو۔۔ اب ایک دو دن تک ماہم کا رزلٹ آجائے گا پھر اسکا ایڈمیشن ہو گا۔۔ ڈرائیور انکل کس کس کو پک اینڈ ڈراپ کی سروس دینگے۔۔ اور پھر میری کلاسز بھی شام تک ہوتی ہیں، باقاعدگی سے نہیں ہوتیں۔۔" حانم نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔ حمدان انکل گہری سوچ میں تھے۔

"لیکن بیٹا ہاسٹل میں تو کافی مشکل ہو گی نا۔۔ وہاں کا رہن سہن۔۔۔ ماحول اور پھر کھانا پینا۔۔"

وہ بھی فکر مند نظر آرہے تھے۔

"انکل میں سنبھال لونگی سب۔۔ اب ایڈمیشن لیا ہے تو مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں گی نا۔۔؟؟"

وہ مسکرائی تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لیں۔۔"

"جی انکل میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔۔"

"حمدان آپ بھی اسکا ساتھ دیں رہے ہیں یہ تو جذباتی ہے۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبراجاتی ہے ایک دن لیٹ ہوگئی تو کیا ہوا۔۔ ہاسٹل رہنے کی اجازت میں نہیں دے سکتی۔۔ اگر مشکلات برداشت نہیں کر سکتی تو پڑھائی چھوڑ دے۔۔ لیکن میں اسے ہاسٹل نہیں جانے دونگی۔۔"

آسیہ بیگم نے خفگی سے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"امی آپ یوں کہیں نا کہ آپکا دل نہیں لگے گا ہانی کے بغیر۔۔" ماہم نے منہ بنایا تھا۔

"اور امی آپ بالکل مت جانے دینا اسے۔۔ ابھی کچھ دن پہلے میں نے ایک ڈرامے میں ڈائیلاگ سنا تھا کہ ہاسٹل میں رہنے والی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔۔" ماہم نے اپنی طرف سے کام مکمل کیا تھا۔

"ماہم بری بات بیٹا۔۔ ایسے نہیں کہتے۔۔" حمدان انکل نے اسے ٹوکا۔

"ہائے اللہ نا کرے۔۔" آسیہ بیگم کا دل دہل گیا تھا۔

جبکہ حانم کے گھورنے پر ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے آسیہ۔۔ وہاں سب کچھ اچھا ہے۔۔ ویسے تو وہ لاہور میں رہنے والوں کو ہاسٹلز الاٹ نہیں کرتے لیکن میرے جاننے والے ہیں۔ ان شاء اللہ کام ہو جائے گا۔" حمدان انکل کی بات پر حانم نے شکر ادا کیا تھا۔

"لیکن ہاسٹل۔۔ میرا دل نہیں مانتا حمدان۔۔" آسیہ بیگم روہانسی ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوتا آسیہ ماہی کو دیکھو وہ بھی تو رہ رہی ہے اور وہ بھی دوسرے ملک میں، اپنے بچوں پر بھروسہ رکھنا چاہیے ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔۔" وہ ہمیشہ مثبت سوچتے تھے۔

آسیہ بیگم جانے قائل ہوئی تھیں یا نہیں لیکن انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"سب بہت اچانک ہوا تھا ماہی بیٹا بتانے کا ٹائم ہی نہیں ملا۔۔" وہ ماہی سے بات کر رہے تھے۔ ایک پل کیلیے تو ماہی کا دل بھی ڈر سا گیا تھا اپنے باپ کی دوسری شادی کا سن کر۔۔ حالانکہ اس نے ہی مشورہ دیا تھا۔ لیکن جلد ہی وہ سنبھل گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں بابا۔۔" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

"تم آسیہ سے بات کرو میں آتا ہوں کچھ دیر تک۔۔" وہ موبائل جس پر ویڈیو کال چل رہی تھی آسیہ بیگم کو پکڑا کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ وہ دونوں ہی ڈر رہی تھیں۔۔ دونوں کو خوف تھا کہ ناجانے سامنے والا کا رویہ کیسا ہو گا۔

ماہی نے شائستگی سے سلام کیا تھا اور اس سے زیادہ پیار سے آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

چہرے سے ہی ماہی کو آسیہ بیگم رحم دل محسوس ہوئی تھیں۔

"ایک بات کہوں آنٹی اگر آپ برا نا مانیں۔۔؟؟"

ماہی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"آنٹی مجھے نہیں پتا ماں کیسی ہوتی ہے؟؟ اسکا پیار کیسا ہوتا ہے۔۔ میرے لیے میری ماں میرے بابا ہی تھے۔ انہوں نے بہت مشکلوں سے پالا ہے مجھے۔۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔ آپ سے درخواست ہے پلیز کبھی میرے بابا کو مجھ سے دور مت کیجیے گا۔۔ میرا اس دنیا میں انکے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔۔"

ماہی کا دل بھر آگیا تھا۔۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ بیشک اس نے اپنے باپ کے چہرے پر خوشی محسوس کرلی تھی لیکن ایک سوتیلی ماں کا جو خاکہ اسکے ذہن میں بنا ہوا تھا وہ ڈر گئی تھی۔ ماہی کی بات سن کر آسیہ بیگم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا یہ تو وقت اور حالات اسے یہاں تک لے آئے تھے۔

اور وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ حمدان اسکے بچوں کو اپنے بچے ہی سمجھ رہے تھے اور انکی شفقت اور محبت دے رہے تھے۔۔ بدلے میں وہ خود ایسا ہی کرنا چاہتی تھیں۔

"ماہی بیٹا آپ پریشان نہ ہوں۔۔ حمدان پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حق آپکا ہے۔۔ میں مجبور نہ ہوتی تو کبھی آپ سے حمدان کو نا چھینتی۔۔"

"شکریہ آنٹی۔۔" ماہی کو انکی باتوں میں سچائی محسوس ہوئی تھی۔ اسکے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔

مہرو نے حانم کو وہاں نہ پا کر اپنے آس پاس نظریں دوڑائی تھیں لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔

"یہ ہانی کہاں چلی گئی ؟؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

وہ خود آر جے کی بہت بڑی مداح تھی۔ آر جے اسکے کزن مستقیم کا دوست تھا۔ وہ اکثر و بیشتر مستقیم سے اسکا ذکر سنتی رہتی تھی۔ تصویروں میں دیکھا تھا اسے لیکن کبھی ملی نہیں تھی۔

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جس روحان جبیل کا حانم ذکر کرتی وہ آر جے ہی تھا۔

"ہانی۔۔۔" مہرو نے پاگلوں کی طرح آواز لگائی تھی اور پھر ہجوم سے ہٹ گئی تھی اب وہ اسکا نمبر ملا رہی تھی۔

"کہاں ہو تم۔۔؟؟" اسکے ہیلو کہنے پر مہرو نے پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا تھا وہ اسے ڈیپارٹمنٹ اور کیفے ہر جگہ ڈھونڈ چکی تھی۔

"ہاسٹل ہوں۔۔" حانم نے پر سکون سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"کیا لینے گئی ہو ہاسٹل۔۔ تمہیں پتا ہے نا ابھی ایک کلاس رہتی ہے۔۔؟؟" مہرو کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ حانم کو اچانک کیا ہوا تھا۔

"میرا سر درد ہو رہا تھا اس لیے آگئی۔۔"

"ہائیں۔۔ سر میں درد کب ہوا۔۔؟ ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تم ٹھیک تھی۔۔" مہرو نے اچنبھے سے پوچھا۔

"یار اب کیا فون پر ہی پوری تفشیش کرو گی جاؤ جا کر کلاس لو اور میرے بھی نوٹس لے لینا۔۔" وہ غصے سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔

"اسکو کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟" مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اب وہ بھی کہاں کلاس لینے والی تھی۔ موبائل بیگ میں ڈالنے کے بعد وہ خود بھی ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

جب مہرو کو پتا چلا تھا کہ حانم ہاسٹل رہے گی اس نے رو دھو کر گھر میں سب کو منا لیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھی۔۔ وہ دونوں بچپن سے ایک کلاس اور ایک ہی ادارے میں پڑھتی آئیں تھیں۔۔ اب کیسے مہرو اسے اکیلی کو جینے دیتی۔۔؟؟ اور وہ دونوں ایک ہی ہاسٹل میں ایک ہی کمرے میں رہتیں تھیں۔۔

جورڈن اس باکس کا تالہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا اب وہ اسے لیے چھوٹے سے ڈرائینگ روم میں بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ابھی بھی نمی سی تھی۔ دکھ بہت گہرا تھا۔ جو اسکی روح تک کو جھلسا گیا تھا۔ باکس میں اسکی ماں اور باپ کی بہت سی تصویریں تھیں۔۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ جورڈن نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ تصویر میں موجود شخص بہت وجیہہ تھا۔ وہ مشرقی مرد تھا شاید اسی لیے مارتھا اس پر دل ہار گئی تھی۔

تصویروں کے علاوہ اس باکس میں سے ایک لاکٹ نکلا تھا۔ جس پر

Jabail

لکھا ہوا تھا۔

نفرت کی ایک لہر جورڈن کے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مسٹر جبیل۔۔ میں تمہیں ختم کر دوں گا۔۔" وہ چیخ رہا تھا۔۔

وہ پاگل ہو گیا تھا۔۔ ہاں پاگل۔۔ اپنی ماں کے دکھ میں۔

"یا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ایسی کیا آفت آگئی تھی جو تم یوں ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ آئی۔۔؟؟"مہرو نے بیگ کو بیڈ پر پھینکتے ہوئے سکون سے بیٹھی حانم سے پوچھا۔

"ویسے ہی مجھے بھوک لگی تھی۔۔"

"کیا۔۔ تم پاگل ہو ہانی۔۔؟؟"مہرو اسکی منطق پر حیران رہ گئی تھی۔

"تمہیں کیا آفت پڑی تھی جو میرے پیچھے پیچھے بھاگ آئی ہو۔۔؟؟"حانم نے الٹا سوال کیا۔

"کیونکہ تم وہاں سے چلی آئی تھی میں اس لیے آگئی۔۔"

!!تو میں بھی اسی لیے آگئی تھی کہ وہاں پر وہ آگیا تھا۔۔"

"وہ کون۔۔؟؟"مہرو اسکی بات پر چونکی تھی۔

"وہی روحان جبیل۔۔ منحوس۔۔!!"حانم نے موبائل کو پٹختے ہوئے کہا۔

"کون روحان جبیل۔۔؟؟"مہرو حیران تھی۔اسے نہیں پتا تھا کہ آر جے ہی روحان جبیل تھا جیسے حانم کو نہیں پتا کہ تھا کہ روحان جبیل ہی آر جے تھا۔

"وہی تمہارا کرش۔۔ آر جے۔۔"حانم نے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"کیا۔۔سچ میں۔۔؟؟"مہرو کو لگا تھا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو۔ اس یاد آیا تھا روحان جبیل جس نے کالج میں حانم کی ناک میں دم کر دیا تھا۔

"افففف۔۔۔ کیا واقعی۔۔۔ کیا آر جے ہی روحان جبیل ہے۔۔وہی روحان جو کالج میں تھا۔۔؟؟"

"ہاں وہی۔۔۔"حانم کو کوفت ہوئی تھی۔

"قسم کھاؤ۔۔۔"مہرو کا غصہ رفو چکر ہو گیا تھا اب وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ اسکے اس طرح کہنے پر حانم نے اسے گھورا تھا۔ جبکہ مہرو نے ڈھیٹ پن سے دانت نکالے تھے۔

"!مزہ آنے والا ہے پتا ہے وہ ہمارا ہی کلاس فیلو ہے۔۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا ہمارے بیچ کا۔۔"

"کیا۔۔؟؟" مہرو نے کی بات سن کر حانم کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔

"ہاں میرا کزن بتا رہا تھا میں نے بہت سنا تھا اسکے بارے میں۔۔ صبح میں اس سے ملوں گی۔۔ میرا کزن ملوائے گا اور تمہیں میں اپنے کزن سے ملواؤں گی۔۔ مستقیم عرف مکی۔۔ آرجے کا بہت اچھا دوست ہے۔۔" مہرو اور بھی کچھ کہہ رہی تھی جبکہ حانم کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ آنسو اسے اپنے گلے میں اٹکتے محسوس ہو رہے تھے۔

"وہ ہمارا کلاس فیلو کیسے بن گیا۔۔ اسی سال اس نے پری میڈیکل میں ایف ایس سی کی ہے۔۔ ایم ایس سی سے پہلے بی ایس ای کرنی ہوتی ہے۔۔ وہ ڈائریکٹ ماسٹرز میں کیسے آ گیا۔۔؟؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ سب کر سکتا ہے۔۔ کچھ بھی۔۔ جتنا میں نے سنا ہے اسکے بارے مجھے نہیں لگتا کہ اسکے لیے مشکل ہو گا ایڈمیشن لینا۔۔ کوئی نا کوئی جگاڑ لگا لیا ہو گا۔۔!!" مہرو اپنی دھن میں کہہ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کالج میں آرجے نے حانم کے ساتھ کیا کیا تھا؟ حانم نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس نے حانم کے چہرے پر غور نہیں کیا تھا جس پر پریشانی واضح تھی۔

"کیسی ہیں آپ بی جان اور بابا سائیں کیسے ہیں۔۔؟؟" حشام نے گاڑی پارک کی اور باہر نکلتے ہوئے کان سے لگائے فون پر بی جان سے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ تمہارے بابا پچھلے تین دن سے بزنس ٹور پر گئے ہیں میرا فون نہیں اٹھایا اور نا خود کال کی ہے۔۔" بی جان افسردہ سی کہہ رہی تھیں۔ انکے لہجے میں دکھ محسوس کر کے حشام کا دل دکھا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے بی جان۔۔؟؟" حشام نے مال میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کچھ ضروری چیزیں لینے آیا تھا۔

"ہاں پوچھو بیٹا۔۔"

"بی جان باباسائیں آپ سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتے جتنے چھوٹے بابا سائیں (حیدر جبیل، جنہیں سب لوگ شاہ جبیل کہتے تھے) چھوٹی ماں (عائشہ جبیل) سے کرتے تھے۔ انکے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی چھوٹے بابا سائیں نے دوسری شادی نہیں کی۔۔ وہ اب تک انہیں چاہتے ہیں۔۔اور ایک میرے بابا سائیں ہیں جنہیں آپکی زیادہ فکر نہیں ہوتی۔۔؟؟" جس سوال سے بی جان ڈر رہی تھیں کہ انکی اولاد ان سے وہ سوال نا کرلے وہی سوال آج حشام کے لبوں پر آہی گیا تھا۔بی جان کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

وہ ضیاء جبیل کی پسند نہیں تھیں۔ وہ ان سے عمر میں بڑی تھیں۔بی جان سے شادی ضیاء جبیل نے اپنے خاندان کی روایات کیلیے کی تھی۔ انکے خاندان میں لڑکے اور لڑکیوں کی شادی سید خاندان میں ہی کی جاتی تھی۔

"نہیں تو۔۔ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔۔وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور خیال بھی رکھتے ہیں۔"

بی جان نے جھوٹ بولا تھا۔

"اچھا مجھے کچھ کام ہے ہم پھر بات کرتے ہیں۔۔"

وہ حشام کی بات سنے بنا ہی فون بند کر چکی تھیں۔ حشام ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

وہ سر جھٹک کر ایک کچھ چیزیں چیک کرنے شیلف کی طرف بڑھا تھا جب اچانک چونکا۔

اس سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی سفید سکارف سے حجاب کیے کھڑی تھی۔ اسکے چہرے کا رخ دوسری جانب تھا۔ حشام ٹھٹھکا تھا۔ اسے سفید ڈوپٹہ اوڑھے کالج کے ایک کمرے میں بیٹھی ام حانم یاد آگئی تھی۔ وہ بے اختیار ہی اس لڑکی جانب بڑھا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔۔" حشام نے پکارا تھا۔ لڑکی نے مڑ کر دیکھا تھا اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"حشام جبیل۔۔" ماہی کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اور شش و پنج میں مبتلا اسے دشمن جان کو تکنے لگے تھی۔۔

"کبھی خود کو خود سے جھگڑتے دیکھا

کبھی شبِ تنہائی میں خود کو تڑپتے دیکھا
روئے اتنا کہ دامن بھگو دیا آنسوئوں سے
تو کبھی روتے روتے خود کو مسکراتے دیکھا
کبھی ناراض ہوئے خود سے اتنا کہ مر جانا چاہا
تو کبھی آئینے میں خود کو مناتے دیکھا
کبھی مسکرانے لگے دیکھ کر تصویر تیری
تو کبھی آنسوئوں میں خود کو ڈوبتے دیکھا
کبھی جنونِ عشق میں، لکھ دیا نام تیرا دیواروں پہ
تو کبھی بے بسی میں تیرا نام خود کو مٹاتے دیکھا
کبھی بہت تڑپا میں تیری یاد کے عالم میں
تو کبھی تجھے یاد کر کہ خود کو بہلاتے دیکھا
اتنا سب ہونے کے بعد فقط ایک تجربہ ہوا حاصل
"تیرے بعد جب بھی دیکھا تو خود کو سنبھلتے دیکھا

اگلے دن حانم خود کو بہت پر سکون کر کے ڈیپارٹمنٹ گئی تھی۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ آرجے کو پہچانے گی نہیں۔

"اور اسے بھی میں یاد نہیں ہو نگی۔۔" حانم نے خود کو تسلی دی تھی۔ وہ دونوں ابھی ڈیپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر تھیں جب دوسری جانب سے اچھلتے کودتے ڈیپارٹمنٹ کی طرف آتے مکی کی نظر مہرو کے ساتھ چلتی حانم پر پڑی تھی۔

وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے رکا تھا۔

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

مہرو کے ساتھ جو لڑکی تھی کیا وہ واقعی وہی تھی جسے وہ جانتا تھا۔۔ وہ سو فیصد وہی تھی۔۔

"ہانی۔۔۔" مکی نے زیرِلب دہرایا تھا۔

اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ہانی کو یوں اپنے سامنے دیکھے گا۔

"مکی۔۔۔" مہرو کی آواز پر اسکا سکتہ ٹوٹا تھا۔ مکی حانم کو اپنے ساتھ لیے اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"کہاں گم ہوتے ہو تم مکی۔۔؟؟ اس سے ملو یہ میری سب سے پیاری دوست ہے ام حانم عرف ہانی۔۔" اصل جھٹکا مکی کو اب لگا تھا۔

اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے کانوں نے کچھ غلط سنا ہو۔ "ام حانم" یہ نام وہ کتنی مرتبہ آرجے کے منہ سے سن چکا تھا۔ اسکو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ ہانی ہی ام حانم تھی۔

"اور ہانی یہ میرا کزن ہے مستقیم عرف مکی سب اسے مکی ہی بلاتے ہیں۔۔!!"

"اَلسَلامُ عَلَیکُم۔۔۔" حانم نے مسکرا کر سلام کیا تھا۔ اسے وہ لڑکا حلیے سے تھوڑا عجیب لگا تھا۔ مکی نے ہاتھ بڑا کر اپنی پیشانی پر آئے پسینے کو صاف کیا تھا۔

"اگر آرجے کو پتا چل گیا کہ۔۔" اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے میں آتا ہوں۔۔" وہ بنا سلام کا جواب دیے واپس پلٹ گیا تھا۔

"مکی بات سنو۔۔ تم آرجے سے ملنے آئے ہو گے نا۔۔ پلیز مجھے اس سے ملوا دو۔۔" مہرو چلائی تھی لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سٹوڈنٹس کے ہجوم میں غائب ہو گیا تھا۔

"تمہیں کیا ضرورت ہے آرجے سے ملنے کی۔۔؟؟" حانم کا موڈ بگڑا۔

"ویسے ہی یار دل کر رہا تھا۔۔ آر جے کونسا روز ڈیپارٹمنٹ آتا ہے کل آیا تھا اتنے دنوں میں آج پتا نہیں وہ آئے گا یا نہیں۔۔" مہرو اس سے ملنا چاہتی تھی جبکہ حانم نے اسکی اس خواہش پر افسوس کیا تھا۔

"حشام آپ۔۔۔؟؟" ماہی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اسکے سامنے حشام جبیل کھڑا تھا۔۔ اور تو اور اس نے خود ہی ماہی کو مخاطب بھی کیا تھا۔

"معاف کیجیے گا۔۔ میں کوئی اور سمجھا تھا۔" وہ معذرت کرتا پلٹ گیا تھا۔

"بات تو سنیں حشام۔۔" وہ اسے پیچھے لپکی تھی۔ البتہ ایک دم ڈوب کر ابھرا تھا جب حشام نے کسی اور کا ذکر کیا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے ماہی کے سر میں درد رہنے لگا تھا اور بال بھی روکھے سے ہو رہے تھے۔

آسیہ بیگم نے اسے تین چار آئل کو مکس کر کے بالوں میں لگانے کا کہا تھا۔ اس وقت اس نے وہی کام کیا تھا ہوا تھا۔ ایلا کو کچھ چیزیں لینے تھیں۔ وہ ماہی کو زبردستی اٹھا لائی تھی۔ اور ماہی نے بالوں کو باندھ کر گلے میں لٹکا سفید سکارف سر پر حجاب کی طرح چپکے لیے تھا جس پر حشام دھوکا کھا گیا تھا۔

"آپ یہاں کسے ڈھونڈ رہے تھے۔۔؟؟" ماہی نے اسکے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا تھا جبکہ حشام کو کوفت ہوئی تھی۔ وہ اب خود کو کوس رہا تھا کہ کسی بھی انجان لڑکی کو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"آپ کو اس سے مطلب مس ماہین۔۔؟؟" اس نے ٹھہر کر سرد سے لہجے میں پوچھا تھا ماہی کے چہرے کا رنگ ایک دم پھیکا پڑا تھا۔

"نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔ وہ۔۔" ماہی سے کوئی جواب نہیں بنا تھا۔

"اللہ حافظ۔۔" وہ سپاٹ لہجے سے کہتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر اسے نم آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں سیمینار روم میں بیٹھی تھیں۔ حانم نے شکر ادا کیا تھا اب تک اسے آرج کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ میں موجود

Debating and literary

سوسائٹی نے ایک سیمینار رکھا تھا۔

اس سوسائٹی کا مقصد سٹوڈنٹس میں اور خاص طور پر نئے آنے والے سٹوڈنٹس میں شعور کو اجاگر کرنا تھا۔ یہ سوسائٹی ڈیپارٹمنٹ میں ہر ہفتے میں ایک بار سیمینار کرواتی تھی۔ جہاں سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ پینل ڈسکشن ہوتی تھی۔ سٹوڈنٹس اپنے لیڈرز خود چنتے تھے اور پھر مختلف موضوعات پر بحث شروع ہوتی تھی۔

سوسائٹی کا

President

محمد عثمان ملک ڈیپارٹمنٹ کا سب سے سینیئر سٹوڈنٹ تھا جو کافی ذہین اور سمجھدار انسان تھا۔

آہستہ آہستہ سیمینار روم سٹوڈنٹس سے بھرنے لگا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ کے دو ٹیچرز وہاں پر کورآڈینیٹر کے طور پر موجود تھے۔ حانم کو یہ سب کافی دلچسپ لگ رہا تھا۔

"پریزیڈنٹ کی پرسنیلٹی اچھی ہے۔۔" حانم نے کمینٹ کیا تھا۔ سیمنار شروع ہو چکا تھا۔ ڈائز پر کھڑے ہوئے عثمان ملک نے بولنا شروع کیا تھا۔

"میں یہاں پر تمام نیو سٹوڈنٹس کو ویلکم کرتا ہوں۔۔ جیسے کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا سیمنار کروانے کا مقصد سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دینا ہے۔۔۔ ہر انسان کے ذہن میں ہر موضوع سے متعلق کچھ نا کچھ سوال ہوتے ہیں۔۔ اور انہی سوالوں کا جواب دینے میں ہر بار نئے موضوعات کو لے کر آتا ہوں۔۔" سلام دعا کے بعد وہ شائستگی سے کہہ رہا تھا۔

"اس بار میر اموضوع بہت عام سا ہے۔۔ لیکن صرف سننے اور دیکھنے میں۔۔ میں اور میری ٹیم اس موضوع پر روشنی ڈالنا چاہیں گے کچھ الگ طریقے سے۔۔ آپکے سوال ہونگے اور ہمارے جواب۔۔

"آج کا ہمارا موضوع ہے۔۔ اسلام سے لوگ ڈرتے کیوں ہیں۔۔؟؟لوگ اس مذہب کو ایک فوبیا سمجھتے ہیں۔۔"

"کیا مطلب اسکا اب مذہب پر بحث ہوگی۔۔؟؟" حانم کو برا لگا تھا۔

"سن تو لو یار وہ کیا کہہ رہا ہے۔۔ باقی بعد میں فیصلہ کرنا۔۔" مہرو نے اسے چپ کروایا۔

"ہم ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے کہ کن وجوہات کی بنا پر لوگوں کو اسلام فوبیا ہے۔۔ اور کن باتوں اور کاموں سے ہم اس فوبیا کو اور اسلام کے ساتھ لگے دہشت گردی کے ٹائٹل کو ختم کر سکتے ہیں۔۔؟؟" اس نے اپنے پہلے میمبر کو دعوت تھی۔ جس نے اسلام کی حقیقت پر روشنی ڈالی تھی۔ اور بتایا تھا کہ کیسے اسلام امن و سلامتی والا ملک ہے۔

اسکی تقریر سن کر سٹوڈنٹس کافی پرجوش ہوگئے تھے۔

"اسلام ایک حقیقی اور بہترین مذہب ہے۔۔"

اب اس پر میں اپنی بہت ہونہار ٹیم میمبر کو دعوت دونگا۔ وہ لڑکی اسٹیج پر آئی تھی اور اس نے دلائل اور واقعات سے ثابت کیا تھا اسلام ایک بہترین اور حقیقی مذہب ہے۔۔ یہ موضوع ایسا تھا کہ وہاں بیٹھا کوئی بھی سٹوڈنٹ مذہب پر سوال نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ چونکہ نئے سال کا آغاز تھا تو سیمینار کا آغاز بھی اللہ اور اسکے دین سے کیا گیا تھا۔

"Any Question..??"

لڑکی نے تقریر کرنے بعد سٹوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

اسکی تقریر پر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ بیشک کو اچھا بولتی تھی۔

"I have a Question Miss"

آواز پر سب نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ آر جے سب سے آخر میں بیٹھا تھا۔ اور اس وقت وہ کھڑا تھا اپنا سوال لئے۔۔

"یہ کب آیا۔۔؟؟" حانم نے اسے دیکھ کر اپنا چہرہ چھپایا تھا جیسے وہ اسے ہی ڈھونڈ رہا ہو۔

" آپ نے کہا کہ اسلام ایک حقیقی مذہب ہے۔۔ میں اس موضوع پر میں کچھ کہنا چاہوں گا۔۔ کیا میں وہاں آسکتا ہوں۔۔؟؟ اس نے پوچھا تھا۔

"یس شور پلیز۔۔" عثمان ملک نے اسے آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ پورے اعتماد سے قدم اٹھاتا اسٹیج کی طرف بڑھا تھا۔

"یہ کیا کرنے والا ہے۔۔؟؟" حانم کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا وہ کچھ الٹ ہی بولنے والا تھا۔ ڈائز پر پہنچنے کے بعد آر جے نے اپنا موبائل سامنے نظر آتی سکرین یعنی پروجیکٹر سے اٹیچ کیا تھا۔ اچانک سکرین پر ایک بحری جہاز نظر آنے لگا تھا۔ وہاں بیٹھا ہر سٹوڈنٹ حیران تھا۔ سب دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس جہاز کا مذہب سے کیا تعلق تھا۔؟؟ اب وہ ڈائز سے اسٹیج کی طرف چلا گیا تھا۔۔

"یہ جو آپ ایک بحری جہاز دیکھ رہے ہیں ناں، یہ آپ کو پاگل کر سکتا ہے۔۔۔" آر جے نے بولنا شروع کیا تھا۔

"سٹوڈنٹس، توّجہ "

"اب مَیں آپ کو ایک معمہ بتانے لگا ہوں جس نے گزشتہ 2 ہزار برس سے انسانی دماغ کو پلپلا کیے رکھا ہے۔ جوں جوں دماغ کی وسعت بڑھتی جا رہی ہے، اُتنا ہی یہ معمہ دہی بناتا جا رہا ہے، دماغ کی۔ آپ بھی سُنیے اور دماغ کے پیچ ڈھیلے کیجیے۔

یہ معمہ 50 برس بعد از مسیح دَور کے ایک یونانی ڈرامہ نگار اور رائیٹر "پلوٹارش" نے اپنے ڈرامے "بادشاہ تھیسیئس کی زندگی" میں پیش کیا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ تھیسیئس اور نوجوان ایتھنا شہزادی دُور دراز کے رومی جزیرے کرِیٹ سے لکڑی کے ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے اور یونانی جزائر کی سیر فرمائی۔ یہ شاہی جوڑا یونانیوں میں بہت متبرک سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ یونان کے مرکز ایتھنز کا نام ہی ایتھنا شہزادی کے نام پر ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ ایتھنز کے باسیوں نے اُس تاریخی جہاز کو " تھیسیئس کا جہاز" نام دے کر تبرک کے طور پر اپنی بندرگاہ میں کھڑا کر لیا یہاں تک

کہ ڈھائی سو برس بِیت گئے اور بادشاہ ڈیمیٹریئس کا دَور آ گیا۔ اس دوران جیسے جیسے اور جہاں جہاں جہاز کی لکڑی شکستہ ہوتی گئی، اُس کی جگہ نئی لکڑی لگا کر جہاز کو درست کر لیا جاتا۔ کچھ عرصہ بعد پورے جہاز میں کوئی حصہ بھی ایسا نہ رہا جو تبدیل نہ ہو گیا ہو۔ اُس زمانے کے فلاسفروں نے اس جہاز کے متعلق عجیب خیالات رکھنے شروع کر دیے۔ کچھ فلا افر کہتے تھے کہ چونکہ پورا جہاز بدل چکا ہے اس لیے اب یہ متبرک جہاز نہیں رہا۔ کچھ نے کہا کہ ان تبدیلیوں کے بعد بھی یہ وہی جہاز ہے۔۔"

وہ ایک پل کیلیے خاموش ہوا تھا۔ اور پھر بولنا شروع کیا تھا۔

"تو، سٹوڈنٹس، پلوٹارش پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ یقیناً آپ میں سے زیادہ تر یہی سوچیں گے کہ یہ عین وہی جہاز ہے۔ اگر ایسا ہے تو آگے سنیئے۔۔

صدیوں بعد 16 ویں صدی میں تھامس ہوبز نے اِس معمہ پر کام کرنا شروع کیا۔ اُس نے حل دینے کی بجائے جان بوجھ کر معمہ مزید پیچیدہ کر دیا۔ پہلے تو کچھ بھی رائے رکھ سکتے تھے مگر اب جو بھی رائے رکھیں گے، ہر صورت میں نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔ جیسے اگر کائنات میں ہماری زمین کے علاوہ کہیں اور زندگی بھی ہے تو واہ واہ... اور اگر ہم اکیلے ہیں تو شدید شاوا۔۔"

اسکی بات پر ہال میں سٹوڈنٹس کی دھیمی دھیمی ہنسی کی آواز گونج گئی تھی۔

"تھامس نے اس معمہ میں مزید تفصیل شامل کرتے ہوئے کہا کہ بالفرض اُس متبرک جہاز کے پچھلے تمام تختے اور جو بھی تبدیل کیا گیا تھا اُن سے جہاز دوبارہ بنا کر بندرگاہ میں کھڑا کر دیا جائے تو اب آپ کے پاس دو جہاز ہو گئے: ایک تبدیلیوں میں سے گزرا ہوا جہاز اور ایک اصل لکڑی سے بنا ہوا جہاز۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن میں سے تھیسیئس کا جہاز کونسا ہے؟؟؟

وہ ایک بار پھر خاموش ہوا تھا۔

حانم آنکھیں سکوڑے اور کان کھولے اسے سن رہی تھی۔ وہ کافی دلچسپ باتیں کر رہا تھا۔

سٹوڈنٹس کے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

"پلوٹارش سے پہلے ہیراکلیٹس اور پلاٹو بھی اسی قسم کا سوال پوچھ چکے تھے۔انہوں نے پوچھا تھا کہ ایک لکڑہارے نے اپنے کلہاڑے کا دستہ تبدیل کروایا۔کچھ عرصہ بعد دستے میں لوہے کی تیز دھار تبدیل کروالی۔کیا وہ کلہاڑا وہی ہے یا کوئی اور ہو چکا ہے؟ تھامس نے یہاں بھی پنگا لیا اور پوچھا کہ کلہاڑا کے قدیم پرزوں کو جوڑ کر اگر کلہاڑا بنا لیا جائے تو اب دو کلہاڑے ہو گئے۔سوال یہ ہے کہ اصلی والا کلہاڑا کونسا ہے؟؟"

ہال میں گہری خاموشی چھائی تھی۔

"پہلے والا کلہاڑا اصلی ہے۔۔"

جس لڑکی نے تقریر کی تھی اس نے بلااختیار ہی جواب دیا تھا۔

!!نہیں۔۔بعد والا اصلی ہو گا۔۔"

ایک سٹوڈنٹ نے ہال سے جواب دیا تھا۔اور لڑکی کی نفی کی تھی۔ آرجے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ایک دلچسپ کھیل کا آغاز ہوا تھا۔

"اِس فلسفیانہ معمہ کا سائیڈ ایفیکٹ ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک قانونی جنگ کی صورت میں نظر آیا تھا۔تفصیل کے مطابق 1854 میں امریکی جنگی جہاز یو-ایس-ایس کونسٹالیشن بنایا گیا اور اُس نے سو برس امریکہ کی سروس کی۔رفتہ رفتہ اُس کے حصے تبدیل ہوتے گئے۔تب اُسے بالٹیمور کے عجائب گھر میں منتقل کر دیا گیا۔1990 میں اُس جہاز کے قدیم حصوں کو جوڑ کر جہاز دوبارہ تخلیق کر لیا گیا۔تاریخ دانوں نے کیس دائر کر دیا کہ تبدیلیوں میں سے گزرا ہوا جہاز ہی اصلی ہے۔پرانی لکڑی والے جہاز کو یو-ایس-ایس کونسٹالیشن نہ کہا جائے۔یہ کیس 2004 تک بھی حل نہ ہو سکا۔اب جب بھی کوئی افسر ریٹائر ہوتا ہے اور نیا افسر آتا ہے وہ اپنی مرضی سے کسی ایک جہاز کو اصل مان لیتا ہے تب اُس کے خلاف حسبِ ذائقہ سازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔

جاپان میں شنتو مذہب کی عبادت گاہیں مذہبی رسوم کے سلسلے میں ہر 20 برس بعد دوبارہ تعمیر ہوتی ہیں مگر پھر بھی اُنہیں قدیم عبادت گاہیں کہا جاتا ہے۔ ایک عبادت گاہ 62 بار تعمیرِ نو سے گزری.. پھر بھی وہ قدیم کہلاتی ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب کے لوگ اِن شنتو عبادت گاہوں کی قدامت کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہیر اکلیٹس نے اس معمہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ "جب تم دریا میں قدم رکھتے ہو تو ہر لمحہ نہ دریا وہ رہتا ہے اور نہ ہی تُم.... لیکن اس تبدیلی سے شناخت نہیں بدل جاتی۔" تھامس نے اعتراض کیا کہ بھیا، دریا میں صرف پانی بدلتا ہے، کنارے نہیں بدلتے اس لیے دریا کی مثال غلط ہے۔

ہر دور میں مختلف فلسفیوں نے اس معمہ کا حل پیش کیا ہے مگر اُن تشریحات میں نقائص ہمیشہ موجود رہے۔ ہر حل اپنے آپ کو غلط ثابت کر دیتا تھا۔ یہ سب فلاسفیوں کا خیال تھا۔ اب آتے ہیں سائنس کی طرف۔"۔ کچھ پل خاموش ہونے کے بعد وہ دوبارہ بولنا شروع ہوا۔

"آج 21 ویں صدی میں بھی یہ معمہ جوں کا توں موجود ہے اور کئی اشکال میں سامنے آیا ہے۔

بالفرض ایک انسان کے جسم کے تمام عضلات رفتہ رفتہ ٹرانسپلانٹ ہو جاتے ہیں.. دل اور دماغ سمیت۔ تب اُس انسان کی اصل شناخت کیا ہو گی۔۔۔؟؟ ابھی ایسا مکمل طور پر ہوا تو نہیں مگر مستقبل قریب میں ہونے لگ جائے گا۔

ہر 5 سے 7 برس کے اندر انسان میں موجود تمام ایٹم نئے ایٹموں سے تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس دوران شکل و صورت اور جسم بھی بدل جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر بڑھاپا تک انسان کئی بار بدلتا ہے۔ جو ایٹم براہِ راست ہوا میں جھڑ جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی صورت کسی اور انسان کے جسم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یعنی آپ کے جسم میں چند ارب ایٹم شاید علامہ اقبال کے ہوں، کچھ ایٹم قائدِ اعظم کے ہوں گے، کچھ ہٹلر کے اور کچھ گوتم بدھ کے بھی ہوں گے۔ آپ کے اپنے ایٹم بھی دوسرے متعلقہ یا غیر متعلقہ انسانوں میں ہوں گے۔ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی بے شمار "لاشیں" اس وقت آپ کے جسم سے باہر کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پیناڈول کھا لیں۔

یعنی دریا تو بدلتا ہی ہے، تُم زیادہ بدل جاتے ہو، بلکہ بالکل نئے جسم کے مالک ہو جاتے ہو۔

توسوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی والے آپ کون ہیں؟ ہر انسان میں اُس کا اپنا جسم تو موجود ہی نہیں، دوسرے زندہ و مردہ انسانوں سے ادھار لیا ہوا ہے۔۔۔!! "اس نے سٹوڈنٹس سے سوال کیا تھا۔ لیکن کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔

"یہی تھیسیئس کے جہاز والا معمہ ہے جو خود تبدیلی سے نہیں گزر رہا.. جوں کا توں وہیں کھڑا ہے۔ وہ اسٹیج پر کبھی دائیں تو کبھی بائیں چل رہا تھا۔ تو یہ تھا تھیسیئس کے جہاز کا معمہ جو سات سمندر عبور کرتا ہے اور زیادہ تر لاجواب رہتا ہے۔

"اب آپ مجھے بتائیں مس کہ آپ نے کہا اسلام حقیقی مذہب ہے۔۔ جب سے دنیا بنی ہے بہت سے مذاہب گزرے ہیں۔۔ آپکے خدا نے چار پیغمبروں پر کتابیں نازل کی ہیں۔۔ اور آخر میں قرآن نازل کیا اور اسلام کو حقیقی مذہب قرار دے دیا گیا۔۔

یعنی عبادت خدا کی ہی کرنی تھی سبھی مذاہب میں تو، قدیم مذاہب بہت سی تبدیلیوں میں سے گزر کر موجودہ دور تک پہنچتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذہب کی اول ساخت پر اصرار کیا جائے یا تبدیلیوں میں سے گزرے مذہب پر اعتماد کیا جائے؟

آپ نے کہا تھا کہ پہلے والا کلہاڑا اصلی تھا۔۔"

!!اور آپ اپنی تقریر میں کہہ رہی ہیں کہ بعد میں آنے والا اسلام حقیقی مذہب ہے اس سے پہلے والے نہیں۔۔

میرا آپ سے سوال ہے مس کہ اگر کلہاڑا پہلے والا اصلی اور حقیقی تھا تو تبدیلیوں سے گزر کر آخر میں آنے والا مذہب اسلام حقیقی کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟" آرجے نے لڑکی کی طرف رخ کر کے پوچھا تھا۔ لڑکی سمیت پورے ہال کو سانپ سونگ گیا تھا۔ وہاں بیٹھے کسی شخص نے گمان نہیں کیا تھا کہ وہ انہیں انہی کے موضوع میں بری طرح سے پھنسا دے گا۔ حانم کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ جانتی نہیں تھی کہ آرجے کیا چیز تھا۔ کیا وہ اتنی گہرائی میں جاتا تھا چیزوں کو لے کر۔۔؟؟

اسے اپنے دماغ میں درد کی ایک ٹھیس اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔۔!!" حانم نے غصے سے پاس بیٹھی مہرو کے کان میں کہا تھا۔

آرجے کو لاکھوں لوگ جانتے تھے اور لاکھوں لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ملحد تھا۔۔ اسکے کسی مذہب سے تعلق نہیں تھا۔۔ لیکن لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اسکا تعلق سید خاندان سے تھا۔

"اگر وہ گمراہ کر رہا ہے تو لوگوں کو اسکے سوال کا جواب دینا چاہیے ناتا کہ غلط فہمی دور ہو۔"

مہرو نے جواب دیا تھا۔

سوال حانم کے مذہب پر اٹھایا گیا تھا۔۔ وہ تلملا رہی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے آرجے کو۔۔ اسے فلسفہ کا زیادہ علم نہیں تھا۔ اسے تو سائنس پڑھنے کے باوجود اتنا علم حاصل نہیں ہوا تھا جتنی باتیں وہ کر گیا تھا۔

دونوں ٹیچرز شاکڈ بیٹھے تھے۔

"کوئی ہے جو میرے سوال کا جواب دے۔۔؟؟ کوئی بھی۔۔؟؟" اس نے چلا کر ہال میں بیٹھے سٹوڈنٹس سے کہا تھا۔ وہ شو آف نہیں کروا رہا تھا۔۔ لیکن حانم کو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ شو آف کروا رہا تھا کہ "میں بہت بڑی چیز ہوں۔۔"

وہ تو صرف اپنے ذہن میں پلتے سوالات کے جواب لینے آیا تھا۔ سب خاموش تھے کسی کے پاس بھی جواب نہیں تھا۔ !!کوئی دلائل کوئی لاجک نہیں تھا کسی کے پاس۔۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔" حانم نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی تھی اور پھر ایک دم اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ وہاں بیٹھے تقریباً ہر سٹوڈنٹ سے کم اعتماد تھی۔ لیکن اس سے مذہب پر سوال برداشت نہیں ہوا تھا۔

سب نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا اور اس بار حیران ہونے کی باری آرجے کی تھی۔ اس نے بھی کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ ام حانم سے دوبارہ ملے گا۔

وہ بھولنے والوں میں سے نہیں تھا۔

اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ایک بار پھر وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔یعنی آر جے کے سامنے۔۔۔

"آپ سائنس کی بات کر رہے ہیں۔۔ جبکہ سائنس سے زیادہ جدید مذہب ہے ہمارا۔۔ ابھی میرے پاس آپکے سوال کا دلائل کے ساتھ جواب نہیں ہے۔۔

لیکن مذہب کا تعلق عقیدت اور ایمان سے ہوتا ہے۔۔اور عقیدت کسے کہتے ہیں ایمان کسے کہتے ہیں یہ آپکو کیا پتا؟؟"

ناجانے کیوں اسکا لہجہ آخر میں طنزیہ ہو گیا تھا۔

آر جے نے ابھرو اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

"میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ۔۔،

"بدل کر بھی کچھ نہیں بدلا

تصورِ عقیدت کے گرد گھومتی نسبت۔۔"

نسبت ایک ہی ہے۔۔عقیدت ایک ہی ہے۔۔ اللہ ایک ہی ہے۔۔جو اسے مانتا ہے وہ ہی اصل ہے وہی حق پر ہے ہے۔۔"

حانم جذباتی ہو گئی تھی۔

اب کی بار ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور اسکی شروعات اسٹیج پر بیٹھے ٹیچرز نے کی تھی۔وہاں بیٹھا تقریباً ہر شخص اللہ کو مانتا تھا۔

آر جے نے قہقہہ لگایا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے مس ام حانم۔۔

جذبات سے نہیں دلائل سے جواب دیں۔۔ کوئی لاجک لائیں۔۔ میں ان جذبات پر یقین نہیں رکھتا"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کیسے گزر گیا تھا پتا ہی نہیں چلا تھا۔سٹوڈنٹس کیلیے آج کا سیمینار بہت دلچسپ رہا تھا۔

"آج کے سیمینار کا وقت ختم ہو چکا ہے۔۔ آپکو آپکے سوال کے جواب ہم نیکسٹ سیشن میں دینگے۔۔!!" عثمان ملک نے آگے بڑھ کر بات کو سنبھالا تھا۔ اور آر جے مسکراتا اپنا موبائل اتار کر اسٹیج سے نیچے اتر گیا تھا۔ اسکی مسکراہٹ میں طنز نمایاں تھا۔ وہ سب سے پہلے ہال سے باہر نکلا تھا۔

لیکن جاتے جاتے جو سٹوڈنٹس اسکو نہیں جانتے تھے انہیں دل و جان سے متاثر کر گیا تھا۔

"یہ کون تھا۔۔؟؟" سٹوڈنٹس سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ہر طرف آر جے کی فضا بلند تھی۔ وہ انہیں سوچنے کی ایک نئ جہت دے کر گیا تھا۔ جبکہ حانم کا دل ابھی بھی تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ دبو سی لڑکی تھی ناجانے اس میں جوش کہاں سے آگیا تھا۔؟؟

سیمینار ختم ہو چکا تھا۔۔ سب باری باری باہر نکل رہے تھے۔۔ شاید وہ اگلے سیشن تک بھول بھی جاتے۔۔۔ لیکن یہاں سے آغاز ہوا تھا دو سلفائیٹس کی ایک عجیب و غریب داستان کا جسکا انجام کوئی نہیں جانتا تھا۔۔

"ایک نمبر کا گھٹیا اور ذلیل انسان ہے یہ آر جے۔۔"

حانم نے چیئر کو کھینچتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تھا اور پھر دھپ سے اس پر بیٹھ گئی۔۔ البتہ اسکا لہجہ سخت تھا۔۔ وہ دونوں ابھی میس روم میں آئی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے ہانی یہ میس ہے کچھ تو خیال کرو۔" مہرو کو اسکی بات نہایت ناگوار گزری تھی۔

"کیوں کیا کچھ غلط کہا میں نے۔۔؟؟"

حانم نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے پوچھا۔ اب وہ سکون سے پانی پی رہی تھی۔ میس میں ابھی لڑکیاں آنا شروع ہوئی تھیں۔ انکے ٹیبل پر صرف وہ دونوں بیٹھیں تھیں۔

"کیا آر جے نے تمہیں کبھی فون کیا۔۔؟؟ کیا اس نے تمہیں کبھی تنگ کیا۔۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔" حانم نے بے خیالی میں گلاس رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اس نے کبھی تمہیں چھیڑا۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔"

"کیا اس نے کبھی تمہیں ہراس کرنے کی کوشش کی۔۔؟؟ کیا اس نے کبھی تمہیں چھونے کی کوشش کی۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔" اس بار حانم چونکی تھی۔

"کیا اسکی آنکھوں میں تمہیں کبھی ہوس نظر آئی۔۔؟؟ کیا تمہیں کبھی محسوس ہوا کہ وہ تم میں دلچسپی لیتا ہے۔۔؟؟ مہرو اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔" "ہمارا المیہ یہی ہے ہم بنا پرکھے قیاس آرائی کرتے" حانم گڑبڑا گئی تھی۔

"تو پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ ایک گھٹیا انسان ہے۔۔؟؟ تم مان کیوں نہیں لیتی ہانی کہ آرجے کو مس ام حانم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔"وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"پتا ہے پچھلے کئی مہینوں سے اسکا کوئی افیئر منظر عام پر نہیں آیا۔ سوشل میڈیا پر کسی نے اُس سے پوچھا تھا کہ آرجے کوئی نئی گرل فرینڈ نہیں بنائی۔۔؟؟ اور جانتی ہو آرجے نے کیا ٹویٹ کیا تھا۔۔؟؟"

اسکی بات پر حانم نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"اس نے جواب دیا تھا کہ عورت ذات سے اُسکا دل بھر چکا ہے۔۔ اسٹرینج۔۔ اکیس سال کی عمر میں ایک لڑکے کا عورت ذات سے دل بھر چکا ہے۔۔ اور تم پتا نہیں کیا سمجھتی ہو اسے۔۔۔"

مہرو کا موڈ بگڑ چکا تھا۔ ایک پل کیلیے حانم لاجواب ہو گئی تھی۔

"وہ اپنی سوچ، اپنے عمل اور ردعمل ہر چیز سے لوگوں کو چونکا دیتا ہے بس اسی لیے تمہیں برا لگتا ہے۔۔ اگر تم غور کرو گی تو وہ تمہیں ایک دلچسپ اور عجیب وغریب مخلوق معلوم ہو گا۔

اور آج تم نے دیکھا نہیں اس نے کیسے سب کو لاجواب کر دیا تھا۔ البتہ تم نے بھی اچھا جواب دیا تھا۔۔"

"عورت ذات سے دل ایک گھٹیا انسان کا ہی بھرتا ہے ناں مہرو۔۔اور مجھے وہ اس لیے برا لگتا ہے کہ وہ ایک ملحد ہے۔" حانم نے جواب دیا تھا۔

"تو یار یہ اسکا مسئلہ ہے نا۔۔ ویسے بھی اس نے ٹویٹ کیا تھا کہ "مذہب ہر انسان کا ذاتی مسئلہ ہوتا ہے اسکی بنا پر کسی انسان کو جج نہیں کرنا چاہیے اور نا حقارت کا نشانہ بنانا چاہیے۔۔"

حانم نے اسکی بات سن کر افسوس کیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔۔گھر میں ماہم اور جواد آرجے کی رٹ لگا کر رکھتے تھے۔۔

یونیورسٹی میں وہ خود موجود ہوتا تھا۔۔اور ہاسٹل میں مہرو اسکا نام لیتے نہیں تھکتی تھی۔۔

اسکے چاروں جانب آرجے تھا۔۔!!حانم کو بلاوجہ کی کوفت ہونے لگی تھی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے مہرو۔۔یہ اسکا ذاتی مسئلہ۔۔ وہ کافر ہو کر مرے ، عیسائی بن کر مرے یا ملحد ہی مرے مجھے کیا۔۔ ہونہہ!!حانم نے سر جھٹکا تھا اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"ان چیزوں کے بارے میں بات کرنی چاہیے جو کہ ہیں نہ کہ جیسی ہوں گی_ مستقبل کے متعلق کسے معلوم؟ایک بار لوگ آزاد ہو گئے تو وہ خود فیصلہ کرلیں گے کہ ان کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟لوگوں کے دماغوں میں ان کے کہے بغیر پہلے ہی بہت کچھ بھر دیا گیا ہے_

وقت آگیا ہے کہ انہیں اپنے آپ سوچنے دیا جائے_ہو سکتا ہے کہ وہ ہر چیز مسترد کر دیں....ساری زندگی اور ساری تعلیم_

ممکن ہے وہ سمجھیں کہ کلیسا کے خدا کی طرح یہ سب چیزیں بھی ان کی دشمن ہیں_ان کے ہاتھوں میں کتابیں دے دو اور لوگ خود ہی جواب تلاش کرلیں گے_بات دراصل یہی ہے۔۔"

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔۔حانم میکسم گورکی کا ناول "ماں" پڑھنے میں مگن تھی۔۔!!اچانک اسکے ذہن میں آرجے کی باتیں گونج گئی تھیں اس نے کتاب کو اٹھا کر ایک طرف رکھا اور سوچنا شروع کر دیا تھا۔ بیشک جو سوال اس نے پوچھا تھا وہ بالکل ٹھیک پوچھا تھا۔اگر اسکی جگہ کوئی عیسائی اور یہودی یا کوئی اور سوال کرتا تو ایسے ہی کرتا۔۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے کسے متفق کیا جاتا۔۔

"آرجے قرآن اور حدیث سے دیے گئے دلائل پر یقین نہیں کرنے والا۔۔ اسے اسی کے انداز میں جواب دینا ہوگا۔۔میں نے جذبات میں آکر اسے جواب دینے کا کہہ تو دیا ہے لیکن میں کیسے دونگی۔۔؟؟یااللہ میری مدد کرنا۔۔!!"اسکی سوچ کے دھارے مختلف سمتوں میں بہہ رہے تھے۔۔"اللہ جانے یہ شخص اتنا ذہین کیوں ہے۔۔اتنا دماغ کہاں سے آیا ہے اسکے پاس۔۔؟؟"حانم بڑبڑاتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔اس نے مہرو کی طرف دیکھا تھا جو کب سے سوگئی تھی اور پھر موبائل اٹھا کر اس پر لگے وال پیپر کو۔۔ آسیہ بیگم اور حمدان صاحب دونوں ایک ساتھ بیٹھے تھے اور بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔ آسیہ بیگم کو خوش دیکھ کر حانم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اسکی ماں خوش اور پرسکون تھی اور یہی چیز اسے مطمئن رکھے ہوئے تھی۔

"کیا بات ہے مکی تم آج کل بڑے خاموش اور الجھے ہوئے سے ہو۔۔؟؟"آرجے نے مکی سے سوال کیا تھا۔

"نہیں۔۔ایسی بات نہیں ہے۔۔"ناشتہ کرتا مکی اسکی بات سن کر گڑبڑا گیا تھا۔اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"تم کل کیوں واپس چلے آئے تھے۔۔؟؟"آرجے کی گہری نظریں مکی کے چہرے پر جمی تھیں۔

"وہ بس سر میں درد تھا۔۔"مکی نے اپنی کنپٹیوں کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا۔۔اب ٹھیک ہے۔۔؟؟"

"ہاں اب ٹھیک ہے۔۔"مکی نے جواب دیا تھا۔

"چلو اچھی بات ہے۔۔" آرجے نے مکی کے چہرے پر زندگی میں پہلی دفعہ پریشانی دیکھی تھی لیکن وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ مکی کیا چھپا رہا تھا۔ لیکن آرجے کو پوچھنے میں دلچسپی نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ مکی خود ہی بتا دے گا۔

"اٹھ جاؤ مہرو کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے۔۔" حانم مہرو کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو گھنٹہ پہلے سوئی تھی۔ بارہ بج رہے تھے ایک بجے انکی کلاس شروع ہوتی تھی۔ وہ اسے اٹھا رہی تھی کیونکہ مہرو اٹھتے اٹھتے اور پھر تیار ہوتے دیر کر دیتی تھی۔

"اگر تم اس بار نہیں اٹھی تو میں اکیلی چلی جاؤں گی۔۔" حانم اسے آخری دھمکی دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ اسکی دھمکی سن کر مہرو نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ حانم سچ میں اسے چھوڑ کر جا سکتی تھی۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔۔ ایک بجے کلاس۔۔ کتنا غلط وقت ہے۔۔" مہرو کو کوفت ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ حانم کے آنے سے پہلے بستر سے اٹھ گئی تھی۔

موسم ابر آلود ہو رہا تھا۔ سیاہ بادلوں نے نیلے آسمان کو کہیں چھپا لیا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں روح سے ہو کر گزرتیں تو سکون بخشتی تھیں۔ حانم کو یہ موسم بہت پسند تھا۔ یہ موسم اسکے چہرے پر حقیقی مسکراہٹ پھیلا دیتا تھا۔

اسکے دل میں ایک خوف ضرور تھا کہ کہیں سے آرجے اسکے سامنے آئے گا اور کہے گا

"تم زیادہ ذہین بنتی ہو نا اب جواب دو۔ "یا پھر کہے گا کہ "تمہیں مجھ سے پنگے لینے کی عادت کیوں ہے۔۔ تم آرام سے کیوں نہیں رہ سکتی۔۔؟؟" انہی سوچوں میں گم وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی تھیں۔

"کلاس شروع ہونے میں ابھی پندرہ منٹ ہیں ہم جوس پی لیں۔۔؟؟" مہرو نے کہا تھا اور حانم نے اسکی بات پر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

وہ دونوں کبھی ڈیپارٹمنٹ کے کیفے نہیں جاتی تھیں بلکہ ڈیپارٹمنٹ سے باہر بنے کیفے پر جانا انہیں اچھا لگتا تھا۔ جنت روڈ کو کراس کرنے کے بعد وہ دونوں کیفے آگئی تھیں۔ حانم کی نظر سٹوڈنٹس کے جھرمٹ میں بیٹھے آرجے پر پڑی تھی۔ اس نے سیاہ گھنے بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کی جانب چپکے رکھا تھا۔ اور وہ گرے پینٹ پر بلیک ٹی شرٹ پہنے لوگوں کو اٹریکٹ کر رہا تھا۔ ایک پل کیلیے حانم کا دل سہما تھا کہ وہ ابھی اٹھ کر اسکی جانب آئے گا اور اسکا مذاق اڑائے گا۔۔ لیکن نہیں۔۔ آرجے کی نظر اس پر بے دھیانی میں پڑی تھی اور پھر وہ اسے نظر انداز کر گیا تھا جیسے جانتا ہی نا ہو۔۔

"شکر ہے۔۔" حانم نے اسکے اگنور کرنے پر شکر ادا کیا تھا۔ وہ بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا تھا۔ اب تو ویسے بھی وہ سنگر تھا۔۔ لوگ خود بخود اسکی طرف مائل ہوتے تھے۔

اور آرجے۔۔ بے دھیانی کی نظر میں بھی اسے اچھا خاصا نوٹ کر گیا تھا۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پر پیچ کلر کی شرٹ پہنے ہوئی تھی۔ اور پیچ کلر کے بڑے سے ڈوپٹے کو خود پر پھیلا رکھا تھا۔

وہ جب کالج جاتی تھی تو اسکے کپڑے اتنے مہنگے اور برانڈڈ نہیں ہوتے تھے لیکن اب۔۔ وہ کافی برانڈڈ کپڑے پہننا شروع ہو گئی تھی۔

اسکے چہرے پر جو سب سے زیادہ متوجہ کرنے والی چیز تھی وہ اسکی آنکھیں تھیں۔۔ بڑی بڑی گرے آنکھیں۔۔ بائیں آنکھ کے بائیں طرف ایک تل تھا۔۔۔ جب وہ آنکھیں کھول کر دیکھتی تھی تو وہ تل واضح نظر آتا تھا۔ بلاشبہ وہ خوش شکل لڑکی تھی۔۔ جسے معصوم اور پیاری کہا جا سکتا تھا۔

آرجے نے ابھی تک اسکی ٹھوڑی (چن) پر چمکتے اس نشان کو نہیں دیکھا تھا جو اسے پیدائشی ملا تھا۔ یا شاید اسکی آنکھوں کے پاس وہ خوبصورتی وہ وسعت نہیں تھی جس سے وہ ایک چمکتی چیز کو دیکھ سکے۔۔ مہرو جوس لے کر آگئی تھی۔۔ اسکا پورا گروپ اٹھ کر چلا گیا تھا اور وہ بھی ساتھ ہی گیا تھا۔ حانم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ جہاں وہ ہوتا تھا وہاں حانم کو

Uncomfortable

محسوس ہوتا تھا۔ اسکے جانے کے بعد حانم کے چہرے کی چمک بڑھ گئی تھی اب وہ مہرو کی کسی بات پر کھکھلا کر ہنستی موسم کا لطف اٹھا رہی تھی۔

ویک اینڈ پر وہ گھر آئی ہوئی تھی۔ بارش زوروں سے جاری تھی۔ جواد، ماہم اور وہ تینوں بارش میں لان میں فٹ بال کھیل رہے تھے۔

حمدان صاحب آفس گئے تھے۔ آسیہ بیگم اندر ملازموں کے ساتھ کھانا بنا رہی تھیں۔ وہ تینوں بہن بھائی بہت خوش نظر آرہے تھے۔ اور انکے ساتھ اس گھر کے ملازم بھی کیونکہ انکے آنے سے گھر میں رونق میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اچانک جواد فٹ بال اٹھا کر گیٹ کی طرف بھاگا تھا۔

"جواد کہاں جا رہے ہو۔۔فٹ بال دو ادھر۔۔" حانم اسکے پیچھے بھاگی تھی جبکہ ماہم تھک ہار کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ تینوں مکمل طور پر بھیگ چکے تھے۔۔ آسیہ بیگم انہیں کتنی بار بلانے آئی تھیں لیکن وہ کھیلنے میں مگن تھے۔ جواد گیٹ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

"جواد۔۔واپس آؤ۔۔۔!!" حانم نے گیٹ میں کھڑے ہو کر اسے آواز لگائی تھی۔ چلانے کی آواز سن کر دو گھر چھوڑ کر اپنے گھر کے سامنے بائیک پر بیٹھے آرجے نے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ گیٹ سے منہ باہر نکالے اس لڑکے کو آوازیں لگا رہی تھیں جو اسکے پاس سے گزر کر آگے بھاگ گیا تھا۔ جواد کی نظر آرجے پر نہیں پڑھی تھی۔ اتنی دور سے بھی حانم نے آرجے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اندر ہوئی تھی اور ٹھاہ کی آواز سے گیٹ بند کیا تھا۔

" آرجے یہاں۔۔؟؟" حانم کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ اندر کی جانب بھاگی تھی۔ جبکہ جواد کچھ دیر بعد واپس آ گیا تھا۔

"کیا ہوا وہاں کیا دیکھ رہے ہو۔۔؟؟" مکی نے دوسری بائیک پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔ مجھے لگا میں نے ام حانم کو دیکھا تھا ابھی۔۔" آرجے کہہ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر ہیلمٹ سر پر باندھتے مکی کے ہاتھ کانپے تھا۔

"ام حانم اور یہاں۔۔؟؟ آرجے تم پاگل ہو گئے ہو۔۔؟؟" بالآخر مکی ہنسا تھا۔ اسے لگا تھا کہ آرجے کو وہم ہو گیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ مجھے ایسا ہی لگا تھا کہ وہ ام حانم تھی۔۔" آرجے اب بھی اس بند گیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"ظاہر سی بات ہے بیوی ہے تمہاری نظر تو آئے گی نا ہر جگہ۔۔!!" مکی نے شرارت سے کہا تھا۔

"بکومت۔۔۔" معمول کے مطابق آرجے بھڑکا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والا حیران سا آرجے کہیں غائب ہو گیا تھا۔ پہلی بار زندگی میں اسے وہم ہوا تھا۔۔ یہ اسے لگ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ام حانم ایک غریب گھر کی لڑکی تھی۔ وہ یہاں کبھی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پانچ منٹ وہ بائیکس کو فل بارش میں آگے پیچھے بھگائے جا رہے تھے۔

"یعنی میرا اس دن والا وہم ٹھیک نکلا ہے۔۔ وہ آرجے ہی تھا۔۔ وہ یہاں رہتا ہے۔۔ اللہ خیر کرے۔" حانم اپنے بالوں کو خشک کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ منحوس ہر جگہ میرے پیچھے پہنچ جاتا ہے۔۔" حانم کا دل خراب ہو گیا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔ کیوں اسے اتنا آرجے کے قریب لایا جا رہا تھا؟

بے خیالی میں اسکی نظر سامنے لگے آئینے میں پڑی تھی۔ وہ ایک دم چونک گئی تھی۔ جب سے وہ یونیورسٹی گئی تھی پیاری ہوتی جا رہی تھی۔

سیاہ رنگ کے کپڑوں میں اسکا رنگ دمک رہا تھا۔ اسکے سنہری لمبے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔

پریشانیاں اور دکھ انسان کو کھا جاتے ہیں۔۔ اور اب اسے نا کوئی پریشانی تھی اور نا ہی دکھ۔۔

وہ خوش تھی کیونکہ اسکی ماں خوش تھی۔۔انہیں اب چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلیے ترسنا نہیں پڑتا تھا۔وہ اب خوشحال تھیں۔اور یہی چیز انہیں خوبصورت بنا رہی تھی۔وہ نکھرتی جارہی تھی۔خوبصورتی اور ذہانت دونوں میں۔

کچھ موسم کا اثر تھا کچھ بارش میں بھیگنے کا اور کچھ اپنے آپکو خوبصورت محسوس کرنے کا۔۔

آرجے کا خیال کہیں اڑن چھو ہو گیا تھا۔۔وہ مسکرائی تھی۔۔ اور پھر دوبارہ اپنے آپکو آئینے میں دیکھ کر شرما گئی تھی۔

"تیرے کمرے کے آئینوں کو میں،

دشمنوں میں شمار کرتا ہوں۔۔۔"!!!!

ویک اینڈ کے بعد وہ ہاسٹل واپس آگئی تھی۔

ڈرائیور اسے گاڑی میں چھوڑ جاتا تھا۔آسیہ بیگم اسے کھانے کی بہت سی چیزیں بنا کر دیتی تھیں۔

اسی لیے وہ اور مہرو میس میں کم جاتی تھیں۔

ہر پندرہ دن بعد حمدان انکل اسکے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم ٹرانسفر کروادیتے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ پیسے کہاں خرچ کرے۔۔کیونکہ اسے فضول خرچی کی عادت نہیں تھی۔۔اس میں اعتماد پیدا ہو رہا تھا۔وہ اپنے آپکو آزاد محسوس کر رہی تھی۔آج پھر ڈیپارٹمنٹ میں انکا سیشن تھا۔۔یعنی پھر سیمینا تھا۔آرجے وہ دونوں کلاس میں ایسے ہوتے تھے جیسے ایک دوسرے کو جانتے ہی نا ہوں۔۔اور یہی چیز حانم کو پرسکون کیے ہوئے تھی وہ بلاوجہ اسکا سامنا نہیں کرتا تھا۔ اس دن جیسے ہی وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئی تھیں انہیں ایک افرا تفری سی نظر آئی تھی۔ سٹوڈنٹس ایک لڑکی کے گرد جمع تھے جو بری طرح سے رو رہی تھی۔

وہ کومل تھی۔۔جسکی نئی نئی شادی ہوئی تھی ابھی کچھ دن پہلے۔۔اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔

اسکے ماں باپ نہیں تھے۔ وہ اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی۔ طلاق کے بعد اسکے ماموں نے بھی اسے رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

مہرو اور حانم دونوں کو دلی افسوس ہوا تھا۔

اچانک حانم کی نظر آرجے پر پڑی تھی۔ جسکے چہرے پر کافی غصہ نظر آرہا تھا۔ وہ حیران ہوئی تھی کہ اسے کس بات پر غصہ آرہا تھا۔

ایک لیکچر لینے کے بعد انکا سیمینار شروع ہوا تھا۔ حانم اپنے آپکو اس بار تیار کر کے آئی تھی کہ اگر آرجے نے جواب مانگ لیا تو وہ اسے دے سکے۔

کلاس میں ٹیچرز نے افسوس کیا تھا۔ آج کل ویسے بھی طلاق کی شرح بڑھتی جارہی تھی۔

"ہمارا آج کا سیمینار کسی خاص موضوع پر نہیں ہے بلکہ آج آپ لوگ معاشرے سے متعلق جو آپ سوال آپکے ذہن میں ہوں انہیں پوچھ سکتے ہیں۔۔ آج ہم معاشرے میں پھیلی کچھ برائیوں کا ذکر کرینگے۔۔" عثمان ملک اپنے مخصوص انداز میں بول رہا تھا۔ اس نے پانچ میمبرز کو اسٹیج پر بٹھایا ہوا تھا جو کافی ذہین کہلاتے تھے اور کافی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

سوال جواب کا سیشن شروع ہوا تھا۔ مختلف سٹوڈنٹس نے مختلف سوال کیے تھے جنکا جواب دیا گیا تھا۔ برائیوں کی وجوہات کو زیر بحث لایا گیا تھا۔ آرجے انکی باتیں سن سن کر پک گیا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"میرا ایک سوال ہے۔۔" اسے دیکھ کر عثمان ملک اور اسکی ٹیم کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ وہ ڈر گئے تھے کہ جانے وہ کیا پوچھنے والا تھا۔

"جی پوچھیں۔۔" اجازت دی گئی تھی۔

"اسلام میں طلاق کیوں دی جاتی ہے۔۔؟؟ جبکہ ہندو مذہب میں ایسا نہیں ہے۔۔؟؟ اسلام میں عورت کو طلاق کے بعد گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔۔ کوئی دوسری شادی کرنے کو راضی نہیں ہوتا۔۔ اگر وہ مجبوراً جسم فروشی شروع کردے تو کس کا قصور ہوگا۔۔؟؟ اسلام سے اچھا تو ہندو مذہب۔ وہ اپنی بیوی کو چھوڑتے تو نہیں۔۔" آرجے کا لہجہ تلخی سے بھرا ہوا تھا۔ یہی سوال کچھ عرصہ پہلے شالنی نے کیا تھا۔

حانم کے چہرے پر غصہ پھیل گیا تھا۔ اسے آرجے کی بات کے ہندو مذہب بہتر ہے سن کر خود پر برداشت کرنا مشکل ہوگیا تھا اسکا دل کر رہا تھا کہ آرجے کو شوٹ کردے۔

"پلیز اب یہ مت کہنا کہ یہ ہمارے خدا کا حکم ہے۔۔ ہمارے دین کا حصہ ہے۔۔ مجھے لاجک سے سمجھایا جائے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اسلام میں۔۔؟؟" اسٹیج پر بیٹھے میمبر نے جواب دینے کیلیے منہ کھولا ہی تھا کہ آرجے نے پہلے ہی اچھی خاصی سنا کر اسے چپ کروادیا تھا۔

وہاں بیٹھے سٹوڈنٹس اسے اسلام کے حوالے سے ہی سمجھا سکتے تھے لیکن آرجے نے منع کردیا تھا۔

اس بار وہ سب سے پہلی رو میں بیٹھا تھا۔

آج کے اس سیمنار میں ٹیچرز موجود نہیں تھے۔

اس سیمنار عثمان ملک کی ذمے داری پر منعقد کیا گیا تھا۔ سب خاموش تھے۔ عثمان ملک کی نظریں سٹوڈنٹس میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔ اور پھر نظروں نے حانم کو ڈھونڈ لیا تھا۔

وہ خاموش بیٹھی تھی البتہ اسکے چہرے پر ایک چمک تھی۔ حانم نے محسوس کیا تھا کہ عثمان ملک گھبرایا ہوا تھا۔ وہ لوگ ایک

Rationalist

کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ حانم نے عثمان ملک کو سر کے اشارے سے پرسکون رہنے کا کہا تھا۔

"کیا میں کچھ کہہ سکتی ہوں۔۔؟؟" آواز پر آرجے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ آرجے کے چہرے پر حانم کو دیکھ کر ناگواری ابھری تھی۔ وہ اب نیچے کی جانب اتر رہی تھی۔

سیمنار ہال میں ہمیشہ کرسیاں پیچھے کی جانب اونچائی میں رکھی ہوتی ہیں۔۔ تاکہ پیچھے والوں کو آسانی سے سب نظر آئے۔ وہ پر اعتماد سی آکر آرجے کی سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔

"اووہ تو مس ام حانم اب آپ کہیں گی کہ نسبت ایک ہی ہے۔۔ ہمارا ایمان ہے۔۔ دین ہے۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔" آرجے نے اسکے پچھلے جواب کا مذاق اڑایا تھا۔

"مسٹر آرجے کیا آپکی کوئی بہن ہے۔۔؟؟" حانم نے سوال کیا تھا۔

"اس بات کا میرے سوال سے کیا تعلق ہے۔۔؟؟" وہ اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہے یا نہیں۔۔؟؟" حانم نے اسکی بات کو نظر انداز کیا تھا۔

"ہاں ہے۔۔" وہ مدیحہ کو اپنی بہن ہی سمجھتا تھا۔ "کیا وہ شادی شدہ ہے۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔" آرجے نے جواب دیا تھا۔

"ھمم۔۔" وہ کچھ قدم بڑھا کر اسکے سامنے اسٹیج پر جا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ مہرو حیرت سے منہ کھولے اسکے اعتماد کو دیکھ رہی تھی۔

"فرض کریں کہ آپکی بہن کی شادی ہو جاتی ہے اور اسکا شوہر ایک نہایت لنفگا انسان نکلتا ہے۔۔ جو نشہ کرتا ہو۔۔ جوا کھیلتا ہوا۔۔ بری عادتوں میں مبتلا ہو۔۔"

"کیا بکواس ہے یہ۔۔؟؟" آرجے گویا دھاڑا تھا۔

"ریلیکس مسٹر آرجے صرف فرض کرنا ہے۔۔!!" وہ پرسکون سی بول رہی تھی۔

"وہ روزانہ شراب پینے کے بعد آپکی بہن کو بری طرح سے مارتا ہو۔۔ اذیت دیتا ہو۔۔ اسے جانور سمجھتا ہو۔۔ اور اسکے ساتھ جانوروں کی طرح پیش آتا ہو۔۔ آپ کیا کرینگے۔۔؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"کیا آپ اپنی بہن کو اسکے پاس مرنے کیلیے چھوڑ دینگے۔۔؟؟" آرجے نے غصے سے اپنے دانت اور مٹھیوں کو بھینچا تھا۔

"میں اسے ختم کر دوں گا۔۔!!" وہ غصے سے بولا تھا۔

"اسکا مطلب آپ اپنی بہن کو بیوہ کر دیں گے۔۔ لیکن طلاق نہیں دلوائیں گے۔۔؟" حانم نے خود ہی جواب دیا تھا۔

"میں اپنی بہن کیلیے ایسا گھٹیا اور وحشی انسان نہیں ڈھونڈوں گا۔۔"

" لیکن فرض کریں ایسا ہو جائے پھر؟ فرض کریں آپ اسے نا مار سکیں کسی مشکل کی وجہ سے۔۔"

"فرض کریں وہ روزانہ رات کو اپنے دوستوں کو اپنی بیوی کے پاس لاتا ہو پھر۔۔؟؟" آخری بات کہتے ہوئے حانم کا چہرہ سرخ ہوا تھا لیکن وہ آرجے کا ردعمل دیکھنا چاہتی تھی۔

"کیا کرینگے آپ۔۔؟؟" آرجے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ام حانم کا گلہ دبا کر اسے مار ڈالے۔

"کیا آپ اپنی بہن کو ساری عمر ایسے شخص کے ساتھ رہنے دے سکتے ہیں۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔" وہ فوراً بولا تھا۔

کیا آپ کسی بھی معصوم لڑکی کیلیے ایسے شوہر کا سوچ سکتے ہیں۔۔؟؟"

"نہیں ۔۔۔" وہ کسی روبوٹ کی طرح جواب دے رہا تھا۔"

"کیا آپ چاہیں گے کہ آپکی بہن کی اس شخص سے ہمیشہ کیلیئے جان چھوٹ جائے۔۔؟؟"

"ہاں۔۔"

"ڈیٹس گریٹ مسٹر آرجے۔۔!!" وہ مسکرائی تھی۔ "یہی وجہ ہے کہ اسلام میں طلاق کو رکھا گیا ہے۔"

اس بار چونکنے کی باری آرجے کی تھی۔

"اسلام میں طلاق کو رکھا گیا کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ نا رہنا چاہیں تو وہ الگ ہو سکتے ہیں۔۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد دونوں فریقین کو غلطی کا احساس ہو تو رجوع کیا جا سکتا ہے۔ جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے وہیں

عورت کو خلع کا حق حاصل ہے اگر کسی بھی وجہ سے عورت مرد کو ناپسند کرے عدالت سے رجوع کر کر خلع کا حق استعمال کر سکتی ہے کسی اور مذہب میں ایسا قانون دکھا سکتے ہو؟؟"

"اس دین کی بات کرتے ہو جس میں عورت کو پیدا ہوتے زندہ گاڑ دیا جاتا تھا چلتی حاملہ عورت پہ شرط لگائی جاتی تھی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا جاتا تھا عورت کو تمام تر برائیوں کا محور سمجھا جاتا تھا۔ عورت کو شیطان سے تشبیح دی جاتی تھی عورت کو جینے مرنے کا حق نا تھا شوہر کے مرتے ہی عورت کو ستی کر کے زندہ جلا دیا جاتا تھا اس کا جینا مرنا مرد کے ہاتھ میں تھا کب زندگی دے کب قتل کر دے۔ معاشرہ برائیوں کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا پھر ایک دین آیا جسے دین اسلام کہتے ہیں اس نے عورت کو پستی چکی سے نکالا پستیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں پہ پہنچایا۔ اگر عورت ماں ہے قدموں تلے جنت رکھ دی اگر بیوی ہے تو اسے سکون کا نام دیا گیا اگر بیٹی ہے تو اسے رحمت خداوندی کا نام دیا گیا ہے کوئی مذہب جو عورت کو اتنی عزت دے سکے؟؟

آج بھی قدیم یونانی فلاسفر عورت کو تمام تر نحوست کی جڑ قرار دیتے ہیں لیکن ایک اسلام ہے جو عورت کو معاشرے میں مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے آپ اس پہ بنا دلیل کے کیسے سوال کر سکتے ہیں؟؟؟

اور طلاق کے بعد عورت کو آزادی دی گئی ہے دوسری شادی کی۔۔ اسلام ہر طرح سے مکمل ہے مسٹر آر جے۔۔ یہ تو مسلمان ہیں جنہوں نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔۔ زکوۃ کی مدد سے بیوہ اور انکے بچوں کی کفالت کی جا سکتی ہے۔۔"

وہ خود یتیم تھی اور وہ غربت کا دکھ بھی اچھے سے جانتی تھی۔

"آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں مسٹر آر جے کیونکہ مسلمان پرفیکٹ نہیں ہیں لیکن اسلام پرفیکٹ ہے۔۔"

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اگر آر جے مجمع کو خاموش کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا تو وہ لوگوں کو خوش کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کسی نے آر جے کو جواب دیا تھا۔۔ جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن وہ جان گیا تھا کہ پہلی بار کسی نے اسکے سوال کو سمجھتے ہوئے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

آرجے کو پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کوئی اسکے جیسی سوچ رکھنے والا بھی اس دنیا میں موجود ہے۔

"ویل ڈن مس ام حانم۔۔۔" عثمان ملک جوش سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

"شکریہ۔۔۔ابھی میرا جواب مکمل نہیں ہوا۔۔ابھی مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے۔۔" اسکی آواز پر دروازے کی طرف قدم بڑھاتے آرجے نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"کچھ وقت اور مسٹر آرجے آپکے تھیسیئس کے جہاز کا معمہ بھی حل کرتے ہیں۔"۔حانم نے کہتے ہوئے ڈائز پر رکھے ہوئے لیپ ٹاپ سے اپنا موبائل اٹیچ کیا تھا جسکی سکرین اب پروجیکٹر پر نظر آرہی تھی۔ پروجیکٹر کی سکرین پر اب ہیرے اور سونے کے ہار یعنی نیکلس نظر آرہے تھے۔

آرجے گہری خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کیا واقعی وہ اسے معمعے کو حل کر سکتی تھی۔

"کیا آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کونسا نیکلس قیمتی ہے۔۔ہیرے کا یا سونے کا۔۔؟؟"

اس نے سٹوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

آرجے اب اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔دونوں کہنیوں کو گھٹنوں پر جمائے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بند کیے تھوڑی کے نیچے رکھے وہ غور سے سکرین کو دیکھ رہا تھا البتہ اسکے کان حانم کی طرف لگے تھے۔

"!!!آف کورس ڈائمنڈ کا نیکلس قیمتی ہے۔۔"

سٹوڈنٹ کے جواب پر حانم مسکرائی تھی۔

"تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈائمنڈ کا نیکلس تھیس کا جہاز ہے یعنی یہ متبرک ہے۔۔"

حانم نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ پر انگلیوں کو چلا کر سکرین کو بدلا تھا۔

اب بھی سکرین پر ہیرے اور سونے کے ہار نظر آرہے تھے۔ایک ہیرے کا اور تین سونے کے۔

"اگر ہم ڈائمنڈ والے نیکلس میں سے تین ڈائمنڈز نکال کر ان تین گولڈ والے نیکلس میں لگا دیں تو کیا گولڈ والے نیکلسز کی قیمت بڑھے گی مسٹر آر جے۔۔۔؟؟" حانم نے آر جے سے پوچھا تھا ایسا ہی کچھ سکرین پر نظر بھی آرہا تھا۔ تین سونے کے ہاروں میں تین ہیرے جڑے تھے۔ یعنی ہر ایک ہار میں ایک ہیرا۔۔

"بالکل بڑھے گی۔۔" آر جے نے توجہ سے جواب دیا تھا۔۔ وہاں بیٹھے ہر سٹوڈنٹ کیلئے یہ ایک دلچسپ گیم تھی۔ جو آر جے اور حانم کے درمیان چل رہی تھی۔ وہ سب اسے بہت انجوائے کر رہے تھے۔

"یعنی ایک متبرک چیز کا حصہ اگر کسی عام چیز میں چلا جائے تو عام چیز بھی متبرک ہو جاتی ہے۔۔ دوسرے لفظوں میں ہیروں کے جڑنے سے ہار کی قیمت بڑھ گئی ہے۔۔؟؟" وہ سوالیہ انداز سے سٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مس ام حانم۔۔ ایسا ہو سکتا ہے۔۔" آر جے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔

"تو یہ جواب ہے آپکے تھیسیئس کے جہاز کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب کہ اگر تھیسیئس کے متبرک جہاز کے کچھ حصوں سے ایک نیا جہاز بنایا جائے تو وہ اصلی ہو گا؟ متبرک ہو گا یا نہیں۔۔؟؟

"وہ بالکل متبرک ہو گا۔۔"

"اب اس نیکلس کو دیکھیں۔۔ یہ وہ نیکلس ہے جس سے تین ڈائمنڈز نکال کر اس میں گولڈ کے

Pearls

لگا دیئے گئے ہیں۔۔ یہ تھا تھیسیئس کا اصلی جہاز۔۔ جس میں ٹوٹ پھوٹ کے بعد بہت سے پرزوں کو بدلا گیا تھا۔۔

"چونکہ ابھی اس میں ڈائمنڈز موجود ہیں تو کیا یہ متبرک نہیں رہا۔۔؟؟

وہ ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ قیمتی ہے اور متبرک ہے۔۔ لیکن پہلے سے کم کیونکہ اب اس میں ڈائمنڈز کم ہو گئے ہیں لیکن موجود ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی اصلی ہے۔۔ یعنی متبرک ہے۔۔" اب کی بار جواب عثمان ملک نے دیا تھا۔

"جی بالکل۔۔ تو یہ تھا تھیسیئس کے سوال کے پہلے حصے کا جواب کہ جب تھیسیس کا جہاز جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور اسکے کچھ پرزوں کو بدلے گیا چونکہ پہلے جہاز کا کچھ حصہ باقی تھا تو وہ ابھی بھی متبرک ہی تھا۔ جبکہ اسکے تمام پرزے نہ تبدیل کر دیے جاتے۔۔" حانم کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"لیکن مس ام حانم تھیسیئس جہاز کا صرف ایک حوالہ دیا تھا میں نے، اصل سوال تو مذہب پر تھا کہ تبدیلیوں سے گزرنے پر آخر میں آنے والا مذہب حقیقی کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟" آرجے پوچھ رہا تھا۔

"درست فرمایا آپ نے مسٹر آرجے میں نے بھی ابھی صرف ایک مثال دی ہے۔۔ مذہب پر بھی میں آتی ہوں۔۔" وہ خوشدلی سے مسکرائی تھی۔

"اب دیکھیں مسٹر آرجے یہ ایک نیا ڈائمنڈ نیکلس ہے۔۔ جس میں تین ڈائمنڈز کی کمی ہے۔۔"

سکرین پر اب ایک ہیرے کا ہار نظر آرہا تھا جس میں بڑے بڑے تین ہیروں کی جگہ خالی تھی۔

"اب اگر ہم ان تین گولڈ والے نیکلسز میں سے تینوں ڈائمنڈز کو نکال لیں جو ہم نے پہلے فٹ کیئے تھے تو کیا اب یہ تین گولڈ والے نیکلس قیمتی یا متبرک بچے یا نہیں۔۔؟؟"

اگلی سکرین پر اب تینوں سونے والے ہار میں سے تینوں ہیرے نکال لیے تھے وہ نظر آرہے تھے۔

"نہیں۔۔ کیونکہ پہلے ہی میں نے کہا تھا کہ قیمتی اور متبرک چیز ڈائمنڈ نہ کہ گولڈ اگر وہی نہیں رہا نیکلس میں تو نیکلس کی کوئی قیمت نہیں رہی۔۔" حانم نے اپنے سوال کا جواب خود دیا تھا۔

"اور اگر ہم ان تین ڈائمنڈز کو اس نئے نیکلس میں فٹ کر دیں جس میں جگہ خالی ہے تو کیا اس نیکلس کی قیمت بڑھے گی۔۔ کیا یہ متبرک ہو گا۔۔؟؟" اب سکرین پر وہ تینوں ہیرے اس نئے ہار میں جڑے نظر آرہے تھے جس میں جگہ خالی تھی۔

"جی بالکل ہو گا۔۔ کیونکہ اب یہ مکمل ڈائمنڈز کا نیکلس ہے تو قیمتی ہو گا نا۔۔؟؟" حانم کی سوالیہ نظریں آرجے پر جمی تھیں جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

" thats great..,

"اب غور کیجیے گا مسٹر آر جے کہ یہ جو پہلا ڈائمنڈ والا نیکلس تھا یہ وہ پیغام تھا جو حضرت آدم علیہ اسلام لے کر آئے تھے کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کی جائے۔۔ جو بہت خالص تھا۔پھر اس نیکلس میں سے تین ڈائمنڈز نکال لئے گئے یعنی وقت گزرتا گیا لوگوں گمراہ ہوتے گئے،وہ جو چیز اصل تھی جو پیغام حقیقی تھا وہ جہالت کے اندھیروں میں قیمت کھو گیا تھا۔ اب آپ ان تین نیکلسز کو دیکھیں یہ گولڈ والے نیکلس جن میں تین ڈائمنڈز جڑے ہیں یہ وہ تین مذہب ہیں جن پر قرآن پاک سے پہلے کتابیں نازل کی گئی۔۔ ان میں جڑے ڈائمنڈز اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں متبرک،خالص اور حقیقی پیغام ان میں بھی ایک ہی تھا یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔۔،اور جو گولڈ جڑا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ مذہب خالص نہیں رہے۔۔وقت کے ساتھ لوگوں نے ان میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کی اور انکی
قیمت کم ہوگئی۔۔ لیکن چونکہ ڈائمنڈز ابھی بھی جڑے تو ظاہر تھا کہ یہ پیغام اللہ کا ہی تھا۔۔ جسے توڑ مروڑ کر عجیب و غریب شکل دے دی گئی ہے۔۔،"
وہ سانس لینے کو رکی تھی۔سٹوڈنٹس دم سادھے اسے سن رہے تھے۔
"اب آپ اس نیکلس کو دیکھیں جو نیا تھا جس میں ڈائمنڈز کی کمی تھی اور وہ تین ڈائمنڈز گولڈ والے نیکلس سے نکال کر اس میں ڈال دیے گئے تھے۔۔،یہ نیا نیکلس دین اسلام ہے۔۔ جو تبدیلیوں سے گزرا ہے۔۔ آپ نے خود کہا کہ یہ قیمتی اور متبرک ہے۔۔،اس نیکلس میں جو تین ڈائمنڈز لگے ہیں وہ پچھلے مذاہب کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ پہلے بھی پیغام ایک تھا یعنی اللہ ایک ہے اور اب بھی پیغام ایک ہی ہے یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔۔،چونکہ یہ نیکلس پورا کا پورا ڈائمنڈز کا ہے۔۔ بیشک یہ تبدیلیوں سے گزرا ہے لیکن یہ قیمتی ہے، متبرک ہے، خالص اور حقیقی ہے۔۔یہ ہے تبدیلیوں سے گزر کر آخر میں آنے والے دین اسلام کی حقیقت۔۔!!" حانم نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

اسکی نظریں آرجے پر جمی تھیں۔

"گڈ۔۔" بے اختیاری میں آرجے کے منہ سے نکل گیا تھا۔وہ کمال کا لاجک لائی تھی۔ نہ سائنس کا حوالہ دیا تھا نہ کوئی آیت لے کر آئی تھی وہ اسے اسی کے انداز میں سمجھا گئی تھی۔

"آپکا لاجک اچھا ہے مس ام حانم۔۔"ہال میں چھائی خاموشی کو آرجے نے توڑا تھا۔ سٹوڈنٹس کو جیسے سانپ سونگ گیا تھا۔

"لیکن ابھی بھی میرے بہت سے سوال ہیں۔۔اس مذہب میں بہت سے جھول ہیں جن کے مجھے جواب چاہیے۔۔"

"ضرور ملیں گے مسٹر آرجے چونکہ اس سیشن کا وقت ختم ہو چکا ہے، آپکے باقی سوالوں کے جواب اگلے سیشن میں ملیں گے۔۔!!" عثمان ملک نے آگے بڑھ کر اسے ٹوکا تھا۔ آرجے کی تیوری چڑھی تھی۔اسے اپنے اور حانم کے درمیان مداخلت کرتا عثمان ملک زہر لگ رہا تھا۔

"کمال کر دیا آپ نے حانم۔۔کیا آپ میری ٹیم کا حصہ بنیں گی۔۔؟؟" عثمان ملک ستائشی نظروں سے حانم کو دیکھ رہا تھا۔ حانم کا جواب سننے سے پہلے آرجے ہال سے باہر نکل گیا تھا۔

"مسٹر آرجے بات سنیں۔۔آپکے ذہن میں ایسے سوالات کہاں سے آتے ہیں۔۔؟؟سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

"میں اس قابل نہیں ہوئی ابھی کہ آپکی ٹیم کے ساتھ چل سکوں۔۔"حانم نے مسکرا جواب دیا تھا۔

اسٹیج پر بیٹھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی ہیڈ اور اسکی چہیتی تھی اس وقت جل کر راکھ ہوگئی تھی۔

"آپ ہی تو اس قابل ہیں مس حانم۔۔ آپ سوچ لیں۔۔میں انتظار کروں گا۔۔"وہ بضد تھا۔اس سے پہلے حانم کچھ بولتی مہرو آندھی طوفان کی طرح اسکی طرف بڑھی تھی۔

"تم ادھر مر وہانی۔۔!!"وہ اسے کھینچتے ہوئے لے گئی تھی جبکہ عثمان ملک دیکھتا رہ گیا تھا۔۔

"آخر اس ام حانم میں اتنا کنفیڈینس کہاں سے آیا ہے۔۔؟؟ سٹوڈنٹس کے ہجوم میں گھرے آر جے کا ذہن کہیں اور الجھا تھا۔ اس نے مہر واور حانم کو ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتا دیکھا تھا۔

"بتائیں نا آر جے آپکا دماغ اتنا تیز کیسے چلتا ہے۔۔؟؟" ایک لڑکی نے کسی اینکر کی طرح اس سے سوال کیا تھا۔

"بہن جی میرا دماغ ہے آہستہ چلے، تیز چلے، ڈبل سپیڈ سے چلے، الٹا گھومے یا نہ چلے۔۔ اینی پرابلم۔۔؟؟" آر جے کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔ وہ تنگ آگیا تھا لوگوں کے سوالات سے۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گیا جبکہ لڑکی اپنا سامنہ لے کر رہ گئی تھی۔

"بدتمیزی کی تمام حدیں مسٹر آر جے پر آکر ختم ہوتی ہی۔۔" وہ بڑبڑائی اور پھر دور جاتے آر جے کو دیکھا تھا۔

"تم نے جواب کہاں سے ڈھونڈے ہانی۔۔؟؟ مجھے تو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ تم ہی ہو۔۔؟؟ مہر وابھی تک شاکڈ تھی۔

"طلاق والا جواب میں نے بہت سرچ کیا، انٹرنیشنل سکالرز کو سنا تب جا کر مجھے لاجک سمجھ میں آیا کہ آر جے کو کیسے قائل کرنا ہے۔ جب مجھے لاجک کی سمجھ آئی پھر میں دین والی اور تھیسیئس کے جہاز والی بات میں اپنا دماغ لگایا اور بالآخر میں پالیا۔۔" وہ مسرور سی بتارہی تھی۔

وہ دونوں ہاسٹل جارہی تھیں۔ شام کے چھ بجنے والے تھے، سورج غروب ہونا شروع ہو چکا تھا۔

"لیکن اتنے اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا تم نے پہلے تو تم ایسی نہیں تھی۔۔" مہرو کو جانے کس بات کا صدمہ لگا تھا۔۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو ابھی اندر لوگوں کو قائل کر رہی تھی وہ ہانی ہی تھی۔ اسکی بات سن کر ہانی مسکرائی تھی اور اسکا ذہن پیچھے کہیں بھٹکا تھا۔

یہ پچھلے ویک اینڈ کی بات تھی جب وہ گھر گئی تھی۔ وہ آرجے کے سوالات کو لے کر پریشان تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس نے ہامی تو بھرلی تھی لیکن جواب کیسے دی گی۔۔؟وہ مغرب کی نماز کے بعد لان میں بیٹھی تھی کرسی سے ٹیک لگائے، آنکھیں بند کئے، اسکے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

"کیا ہوا ہانی بیٹا سب خیریت ہے نا۔۔؟؟"

اچانک اسکے کانوں سے حمدان انکل کی آواز ٹکرائی تھی۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

"ارے انکل آپ۔۔ بیٹھیں پلیز۔۔" حانم کے کہنے پر وہ اسکے سامنے والی کرسی پر براجمان ہو چکے تھے۔

"یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔۔؟؟ کوئی پریشانی ہے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔" وہ زبردستی مسکروئی تھی۔

"لیکن بیٹا پریشانی آپکے چہرے سے واضح ہے۔۔"

وہ ایک تجربہ کار انسان تھے۔فوراً سمجھ گئے تھے۔

"انکل اگر ایک سائنس کا پیروکار آپکے مذہب پر سوال اٹھائے اور آپکو لاجک کے فلسفے میں الجھادے، تو اسکو کیسے جواب دینا چاہیے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

بیٹا پہلے تو یہ سمجھیں کہ وہ چاہتا کیا ہے۔۔؟؟"

پھر اسکے سوالات پر دھیان دیں۔۔ نوٹ کریں اسے کیا چیز پریشان کرتی ہے۔۔؟ پھر اسکی منطق کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کیسے قائل ہو سکتا ہے۔۔؟؟ پھر کائنات سے نشانیاں ڈھونڈیں اور اسے اسی کے انداز میں جواب دیں۔۔" وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

اور انکل ان سب کیلئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔۔؟؟"

"سوچنا ہوگا۔۔جوابات کے متلعق، اگر ایک انسان سوالات کی کھوج میں رہتا ہے تو دوسرے کو جوابات تلاش کرنے چاہیے۔۔، اگر وہ انسان آپکو سوالوں الجھاتا ہے تو آپ اسے جوابات میں الجھادیں۔۔!!" کیا کمال لاجک بتایا تھا حمدان انکل نے اسے۔وہ سمجھ کر مسکرادی تھی۔

"جو انسان کائنات کو جتنا تسخیر کرنا چاہے گا یہ اُس انسان کیلیے اتنی ہی کھلتی جائے گی، یہ راز افشاں کرتی جائے گی۔۔!!" وہ پتے کی بات کر رہے تھے۔ حانم نے اثبات میں سر ہلادیا تھا۔

اور قرآن پاک میں ارشاد ہے،

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور شب وروز کے باری باری آنے جانے میں اہل عقل کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔[آل عمران:190]

اس آیت میں اللہ تعالی نے لوگوں کو اس کائنات میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے کہ کائنات کی نشانیوں سے بصیرت حاصل کریں، اس کی تخلیق میں غور و فکر کریں، اس کے لئے لفظ "آیات" کو مبہم رکھا اور یہ نہیں کہا کہ: "اس میں فلاں فائدہ ہے"؛ کیونکہ ان فوائد اور آیات کی اقسام ہی بہت زیادہ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کائنات میں ایسی محیر العقول نشانیاں ہیں جو دیکھنے والوں کو دنگ کر دیں، ان میں غور و فکر کرنے والے انہیں تسلیم کیے بغیر رہ نہیں سکتے، یہ نشانیاں متلاشیان حق کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اللہ تعالی کے تمام اہداف کے متعلق روشن دماغوں کو متنبہ بھی کرتی ہیں، چنانچہ اس کائنات میں موجود اجرام فلکیہ اور اشیا کی تفصیل کسی بھی مخلوق کے لئے شمار کرنا ممکن نہیں ہے، تفصیل تو کیا کسی ایک چیز کی مکمل معلومات حاصل کرنا بھی ممکن نہیں۔۔!!

مختصر یہ کہ اس کائنات کے حجم، وسعت، اور اس کا منظم نظام حرکت، اس کائنات کے خالق کی عظمت، عظیم سلطنت، اختیارات اور وسیع قدرت کی واضح دلیلیں ہیں۔"

"روحان نماز پڑھی آپ نے۔۔؟؟" ایک چھوٹے سے لکڑی کے ڈیسک کے پیچھے بیٹھے، لمبی داڑھی والے مولوی نے ساتے سال کے روحان سے پوچھا تھا جو جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ مولوی صاحب کے دونوں طرف بچوں کی لمبی قطاریں تھیں، بچے سر ہلا ہلا کر اور زور لگا کر اونچی اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے۔

روحان ان تمام بچوں میں سب سے ذہین اور لائق بچہ تھا۔ وہ چار سال کا تھا جب اس مسجد میں ناظرہ پڑھنے آیا تھا۔ وہ ایک سال میں قرآن پاک پڑھ گیا تھا۔ وہ دوسرے بچوں کی نسبت کم گو تھا اپنے سبق پر دھیان دیتا تھا۔

وہ قرآن پاک کے صفحات پر لکھے حروف کو غور سے دیکھتا تھا جیسے کیمرہ کسی چیز کو سکین کرتا ہو۔۔!! دو سال میں اس نے دوبارہ قرآن پاک مکمل کیا تھا اب وہ حفظ کر رہا تھا۔ لیکن اچانک وہ عجیب و غریب سوال کرنے شروع ہو گیا تھا۔ جنہیں سن کر کبھی تو مولوی صاحب حیران رہ جاتے، کبھی گھبرا جاتے تھے اور شدید غصہ کرتے تھے۔

"نہیں پڑھی۔۔" روحان نے اطمینان سے کہا تھا۔

"کیوں نہیں پڑھی آپکو پتا ہے نا اللہ پاک سزا دیتے ہیں نماز نہ پڑھنے پر۔۔؟؟" وہ سخت سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟ کیوں سزا دیتے ہیں وہ۔۔؟؟ آپ تو کہتے ہیں کہ وہ ہم سے بہت پیار کرتے ہیں پھر سزا کیوں دینگے۔۔؟؟" اسکا سوال مولوی صاحب کو خاموش کروا گیا تھا۔

"کیونکہ وہ اللہ ہے۔۔۔ سب سے بڑا ہے۔۔ اس لیے۔۔"

کچھ دیر بعد وہ بولے تھے۔

"اللہ ہونے کا مطلب سزا دینا ہوتا ہے۔۔۔؟؟ اگر ہم اللہ بن گئے تو کیا ہم بھی سزا دینگے۔۔؟؟ اور مجھے ایسا اللہ نہیں پسند جو سزا دیتے ہو۔۔ مجھے نہیں پسند۔۔ آئی ڈونٹ لائک ہم۔۔" وہ معصوم تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ کیا پوچھ رہا ہے۔ کیا بول رہا ہے،

چٹاخ کی آواز پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ مولوی صاحب کے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان اسکے نازک گال پر بری طرح چھپ گئے تھے۔

وہ حیران سا مولوی کو دیکھ رہا تھا جسکے چہرے پر وحشت چھائی تھی۔

"تم بچے نہیں ہو شیطان ہو شیطان۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر حویلی لے آئے تھے۔ مولوی صاحب کی پورے علاقے میں بہت عزت تھی۔ جبیل صاحب خود انکا بہت احترام کرتے تھے۔

"آپکے گھر میں انسان کے روپ میں شیطان پیدا ہوا ہے سید صاحب۔۔ اسے یہاں سے دور لے جائیں اور آئندہ مسجد مت بھیجنا باقی بچوں کو بھی خراب کرے گا۔۔!!" وہ غصے سے بولتے واپس جا چکے تھے۔

"آپ نے کیا کہا تھا روحان بیٹا۔۔؟؟" عائشہ جبیل، اسکی ماں، نے پیار سے پاس بیٹھا کر پوچھا تھا۔ روحان کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو کا قطرہ ٹپکا تھا جو اسکے پھولے گالوں پر پھسل گیا تھا۔ انگلیوں کے نشان ابھی بھی واضح تھے۔

"انہوں نے کہا تھا کہ اللہ نماز نہ پڑھنے پر سزا دیتے ہیں میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ وہ بڑے ہیں۔۔ اور پھر میں نے کہا کہ مجھے سزا دینے والا اللہ نہیں پسند۔۔ مجھے ایسا اللہ نہیں چاہیے۔۔" وہ روتے ہوئے اپنی ماں سے لپٹ گیا تھا۔ عائشہ جبیل کا دل پھٹ گیا تھا جیسے۔

اسکا سوال اتنا برا نہیں تھا کہ ایک معصوم بچے کو شیطان کا نام دے دیا جاتا،

"آج سے میں اپنے بیٹے کو پڑھاؤں گی۔۔ میں بتاؤں گی سب۔۔" وہ اسے لے کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔

ہمارے معاشرے کا یہی المیہ ہے کہ ہمیں ڈرایا جاتا ہے، دھمکایا جاتا ہے، اللہ کو سزا دینے والا بتایا جاتا ہے، ہمیں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو نہیں تو اللہ مارے گا۔ ہمیں اللہ کی محبت نہیں سمجھائی جاتی، بندے اور اللہ کا تعلق نہیں بتایا جاتا، وہ بچہ تھا اسکے معصوم سوالوں کے جواب دیئے جاسکتے تھے لیکن اسے شیطان کہہ کر دھتکار دیا گیا تھا۔۔ کسی نے نہیں سوچا تھا ان سب کے سخت الفاظ واقعی اسے اللہ سے بہت دور اور اسکا انکار کرنے والا بنا دینگے۔

"یہ نہیں بتایا جاتا وہ تو سب سے زیادہ پیار کرنے والا بھی ہے غفور و رحیم ہے"

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ سے سیدھا

STC

آئی تھیں۔ یہ سٹوڈنٹس ٹیچرز سینٹر تھا جو ہاسٹل ایریا میں تھا جو ایک چھوٹے سے شاپنگ مال کی طرح تھا، جہاں ضرورت اور پسند کی ہر چیز مل جاتی تھی۔

مہرو کو کچھ چیزیں لینی تھیں۔

"میں تھک گئی ہوں یار۔۔" حانم نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ڈیپارٹمنٹ سے وہاں تک پیدل آئی تھیں جو اچھا خاصا فاصلہ تھا۔

"اچھا تم بیٹھو میں چیزیں لے کر آتی ہوں۔۔" مہرو شاپ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ رات کو

Stc

پر سٹوڈنٹس کا ایک میلہ لگا ہوتا تھا۔ ہنستے مسکراتے چہرے، وہاں زندگی دوڑتی تھی۔

اچانک حانم کی نظر لڑکوں کے ایک گروپ میں بیٹھے آرجے پر پڑی تھی جو سگریٹ پی رہا تھا۔

"نشئی۔۔" حانم اسے دیکھ کر بڑبڑائی تھی۔

اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے آرجے نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں اور پھر حانم پر اسکی نظریں رکی تھیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اور پھر آرجے کے دیکھنے پر نظریں چرا گئی تھیں۔

وہ سگریٹ کا دھواں اڑاتے حانم کو دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں کے مرغولوں میں حانم کا چہرہ کبھی دھندلا جاتا تھا اور کبھی واضح ہو جاتا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر نا جانے کی کس گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"لفنگا۔" وہ اسے ہی تک رہا تھا۔ حانم ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پھر اس شاپ کے اندر چلی گئی تھی جہاں مہرو گئی تھی۔ جبکہ آرجے ابھی تک سوچ کے زیر اثر تھا۔

ڈیپارٹمنٹ میں مڈٹرم ایگزامز چل رہے تھے۔ سیمینار کو کچھ دنوں کیلیئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

ایک ہفتے تک وہ بری طرح سے پڑھائی میں غرق رہے تھے۔ آج انکا رزلٹ تھا۔توقع کے مطابق آر جے نے ٹاپ کیا تھا۔ وہ سب سے اوپر تھا۔

حانم کو اسکے ٹاپ کرنے پر کوئی مسئلہ نہیں تھا البتہ وہ حیران تھی کہ کبھی وہ کلاس میں آجاتا تھا اور کبھی دنوں غائب رہتا تھا، پھر بھی ٹاپ کر گیا تھا۔ البتہ ایک بات پر وہ شکر کرتی تھی کہ کبھی انکی براہ راست بات نہیں ہوئی تھی۔

!!وہ سیمینار روم کے باہر ایسے ہوتا تھا جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔۔

دسمبر کا دوسرا ہفتہ چل رہا تھا۔ سردی کی شدت میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا تھا۔ لاہور کا درجہ حرارت پانچ سے چار ڈگری پر چلا گیا تھا۔

حانم بستر میں دبکی بیٹھی تھی۔ باہر چلنے والی تیز ہوائیں اسے اندر رکے رہنے پر مجبور کر رہی تھیں کیونکہ اسے حد سے زیادہ ٹھنڈ لگتی تھی۔

وہ پوری طرح سے اپنے موبائل میں مگن تھی جب مہرو کی آواز پر چونکی۔

"ہانی چلو نا

Stc

چلتے ہیں۔۔" حانم کیلیئے مہرو نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ وہ ٹھنڈ سے مری جا رہی تھی اور مہرو کو

Stc

جانے کی پڑی تھی۔

"نا بابا۔۔ بہت ٹھنڈ ہے۔۔" حانم نے صاف انکار کیا تھا۔

"یار چلو نا۔۔ ڈیپارٹمنٹ سے آکر کمرے میں گھس جاتی ہو، ہم کہیں باہر بھی گھومنے نہیں جاتے۔۔" مہرو منمنائی تھی۔

"ابھی فرسٹ سمیسٹر ہے مہرو دو سال پڑے ہیں گھوم لیں گے، ویسے بھی کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تم نے لاہور نہیں دیکھا۔۔"

" دیکھا ہے یار لیکن ہم دونوں تب ساتھ نہیں تھیں نا۔۔ اور میں اچھے سے جانتی ہوں یہ دو سال بھی ایسے ہی گزر جائیں گے تمہیں تو فرق نہیں پڑنے والا۔۔"

حانم کافی

Introvert

قسم کی لڑکی تھی۔ اپنے کمرے میں رہنا، گوگل پر چیزیں سرچ کرنا اور کتابیں پڑھنا یہ اسکا اولین مشغلہ تھا، اسے باہر گھومنا پھرنا ایک حد تک اچھا لگتا تھا وہ ان چیزوں کیلیے پاگل نہیں تھی۔ نہ وہ زیادہ سوشل تھی اس سے فرینڈز نہیں بنائے جاتے تھے اور اسکا ثبوت تھا کہ پوری سکول، کالج اور اب یونیورسٹی لائف میں اسکی کوئی فرینڈ نہیں تھی سوائے مہرو کے، وہ اکثر حیران ہوتی تھی کہ مہرو اسکی دوست کیسے بن گئی تھی۔۔؟؟ یہ شاید مہرو کی پیش قدمی تھی، وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی اور لوگ اسے اکثر بورنگ کہتے تھے۔

"کل چلیں گے نا۔۔ اب تو شام ہو گئی ہے ویسے بھی باہر بہت ٹھنڈ ہے۔"

"اوہ شٹ۔۔۔" مہرو نے اپنے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی۔

"یار آج آر جے کا انٹرویو تھا۔ میں بھول گئی۔۔"

مہرو فوراً بستر کے اندر گھسی تھی اور لیپ ٹاپ اٹھا کر یوٹیوب آن کی تھی۔ وہ اسکا انٹرویو کیسے مس کر سکتی تھی۔ جبکہ حانم افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر آر جے۔۔۔"

''جیسا ہمیشہ سے تھا۔۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''اور آپ ہمیشہ سے کیسے ہیں۔۔؟؟'' ایکنر نے دوبارہ پوچھا۔

''جیسے ابھی نظر آرہا ہوں۔۔''

''یعنی آپ بدلتے نہیں ایک سے رہتے ہیں۔۔؟؟'' اینکر نے تصدیق چاہی تھی۔

''جی آپ کہہ سکتی ہیں۔۔'' وہ پھر مسکرایا تھا۔

"آپ پر چیزیں، موسم اور خوبصورتی اثر نہیں کرتی کیا۔۔۔؟؟ موسموں کا بدلنا آپکی شخصیت پر کتنا اثر کرتا ہے۔۔؟؟'' سوال موجود تھا۔

''کچھ خاص نہیں، مجھے یہ سب چیزیں جلدی متاثر نہیں کر پاتیں۔۔''!!

"کمال ہے۔۔ خیر یہ سب چھوڑیں اپنا حقیقی نام بتائیں مجھ سمیت یہاں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہونگے کہ آرجے کا اصل نام کیا ہے۔۔؟؟'' اینکر نے پوچھا۔

''روحان جبیل۔۔ لیکن لوگ مجھے آرجے کے نام سے ہی جانتے ہیں۔۔''

آپکی گرل فرینڈ آپکو کس نام سے بلاتی ہے۔۔؟؟''

"میری گرل فرینڈز۔۔۔؟؟"اس نے گرل فرینڈز پر زور دیا تھا یعنی کوئی ایک نہیں تھی،

"بریک اپ سے پہلے جان، بریک اپ کے بعد شیطان۔۔'' اس نے ڈھٹائی سے قہقہہ لگایا تھا۔

''اور آپکے پیرنٹس۔۔؟؟''

" آرجے تم ایک نمبر کے گدھے اور الو کے پٹھے ہو، تم سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں۔۔۔'' سید جبیل کہ آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"لگتا ہے وہ آپ سے کچھ زیادہ ہی پیار کرتے ہیں۔۔؟؟'' آرجے کو خاموش دیکھ کر اینکر نے پوچھا۔

"وہ کچھ ایکسٹرا ہی پیار کرتے ہیں۔۔'' آرجے بڑبڑایا تھا۔

آپکو گانے کا شوق کب ہوا۔۔؟؟"

"جب میں چھ سال کا تھا۔۔"

"آپکی آواز بہت اچھی ہے۔۔ جادو کرتی ہے۔۔ آپ پروفشنل اور آفیشل سنگر کیوں نہیں بن جاتے۔۔؟؟"

"مجھے شوق نہیں۔۔" سنجیدہ سا جواب آیا تھا۔

"تو پھر کس چیز کا شوق ہے آپکو۔۔؟؟"

"گانے اور تیرنے کا۔۔" لوگوں کو تنگ کرنا انکا جینا حرام کرنا، یہ سب کہنا وہ شاید بھول گیا تھا۔

"یہ گدھا مجھ سے مار کھائے گا۔۔" سید جبیل کی آواز پر مدیحہ ایک دم اچھلی تھی۔ وہ حویلی آئی ہوئی تھی، اور لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جہاں آرجے کا شو چل رہا تھا۔

"ارے چھوٹے بابا سائیں آپ کب آئے۔۔؟؟" وہ ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔ سید حویلی میں مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا خاص احترام کرتی تھیں۔

بڑے بابا سائیں، چھوٹے بابا سائیں اور حشام آج تک مدیحہ کے کمرے میں نہیں گئے تھے۔ کوئی کام ہوتا تو پیغام بھیج کر بلا لیتے تھے۔ ایک آرجے تھا جو طوفانوں کی طرح آتا اور جاتا تھا، نا کسی کا ڈر نہ لحاظ، سوائے سید جبیل کے جن سے وہ خار کھاتا تھا۔

"یہ لڑکا نہیں سدھرنے والا۔۔ اللہ جانے اسکا کیا بنے گا۔۔؟؟ کرتا ہوں اس گدھے کو فون۔۔"۔ وہ افسوس کرتے جا چکے تھے جبکہ مدیحہ ایک بار پھر سر جھٹک کر انٹرویو کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"سُنا ہے آپ بہت موڈی

(moody)

ہیں مسٹر آرجے۔۔؟؟" خوبصورت اینکر نے اپنے سامنے شان سے براجمان آرجے سے پوچھا تھا۔ یہ

Shining Stars

چینل کا سیٹ تھا۔ جہاں پر زیادہ تر نئی شہرت حاصل کرنے والے نوجوانوں کے انٹرویو ہوتے تھے۔ اینکر صنم پچھلے کئی مہینوں سے آرجے کو انٹرویو کیلیئے بلا رہی تھی جو مسلسل انکار کر رہا تھا۔ اسے شہرت کا زیادہ شوق نہیں تھا وہ یہ چیز پروفشنل سنگر بن کر بھی حاصل کر سکتا تھا۔ اچانک اس نے اب انٹرویو کیلیئے ہاں کر دی تھی۔

"نہیں۔۔۔ موڈی نہیں ہوں۔۔ لیکن میرے موڈ کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔۔ میں بہت

Quick

ریسپانس دیتا ہوں ہر چیز کا۔۔ شاید اسی وجہ سے لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔۔!!" وہ سنجیدہ سا بتا رہا تھا۔

"فرض کریں مسٹر آرجے کہ آپکو کسی سے محبت ہو جاتی ہے۔۔ کسی سے بھی۔۔ کیا ہو سکتی ہے۔۔؟؟"

"نو نیور۔۔ لیکن میں ہزار محبتیں کر چکا ہوں۔۔"

وہ ہنسا تھا۔

" چلیں محبت نا چھوڑیں پسندیدگی ہی کہہ لیں۔ کوئی آپکو اچھا لگنے لگے اور پھر آپکو محسوس ہو کہ وہ ایک دھوکے باز شخص ہے، فرض کریں وہ آپکے دل کے بہت قریب ہو جائے، فرض کریں وہ آپکو چھوڑ جائے اور آپ اسکی یاد میں روئیں کیسے لگا گا آپکو۔۔؟؟" لڑکیوں کی فرمائش پر جو آرجے کی مداح تھیں اینکر صنم اس سے محبت کے بارے میں بہت سوال کر رہی تھی۔

"ھاھاھا۔۔" اینکر کی بات سن کر آرجے نے زوردار قہقہہ لگایا تھا، وہ ہنسا تھا اور پھر ہنستا چلا گیا تھا۔

"ویری انٹرسٹنگ، بہت دلچسپ ہو گا یہ سب۔۔ مجھے اچھا لگے گا اگر ایسا ہوا تو۔۔ انفیکٹ میں چاہوں گا اب ایسا ہو۔۔"

وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جن میں بہت زیادہ ہنسنے کے باعث اب نمی سی پھیل گئی تھی۔

جس بات کے تصور سے ہی عام لوگ کانپ جاتے تھے کہ انہیں محبت میں دھوکا نا ملے، وہ اس بات پر

قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسکے لیے یہ سب دلچسپ ہو گا۔لوگ حیران و پریشان سے اسکا شو دیکھ رہے تھے۔۔وہ اپنی سوچ میں سلفائٹ ہونے کا ثبوت دے رہا تھا، اینکر صنم جانتی تھی کہ آج کا یہ شو سپر ہٹ ہونے جا رہا تھا۔

"ہو ہی نا جائے اس ڈیش کو کہیں محبت۔۔"مہرو نے فل والیوم میں اسکا انٹرویو لگایا ہوا تھا۔ آخری بات سن کر حانم بڑبڑائی تھی۔

"یار ہانی کچھ تو احترام کیا ہو جانتی ہو وہ سید ہے۔۔"مہرو نے اسے ٹوکا تھا۔

"ہاں تو میں نے کب کوئی گالی دی۔۔؟ میں تو بس ڈیش کہا ہے۔۔ اور جسے خود اپنے خاندان کا احساس نا ہو دوسروں سے توقع کیا رکھنی۔۔۔؟؟؟"

وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی، مجال تو مان جاتی۔

"اللہ معاف کرنا، بس غلطی سے منہ سے نکل گیا۔ورنہ آپ جانتے ہیں میں ہر انسان کی عزت کرتی ہوں۔۔"وہ اب دل ہی دل میں اللہ سے معافی مانگ رہی تھی۔

ملی اور آرجے سینٹرل پلازہ کے سامنے گاڑی میں بیٹھے تھے، ملی کی نظریں بار بار پلازہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں سے انکے دوست نے باہر آنا تھا۔وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے ملی اچانک چونکا تھا۔اسے گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک پیزا ہٹ کی طرف جاتی ہوئیں مہرو اور حانم نظر آئی تھیں،

"یہ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔؟؟"انتہا کی دھند پڑ رہی تھی، مہرو اور حانم دونوں گھٹنوں تک آتے کوٹ پہنے بھالو لگ رہی تھیں لیکن پھر ملی انہیں پہچان گیا تھا۔

"یہ مہرو کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتی۔۔"ملی کی تیوری چڑھی تھی۔

"تمھے کس بات کی فکر ہو رہی ہے؟ تمہاری ہونے والی زوجہ ہے کیا مہرو۔۔؟؟" آرجے نے اپنی ہی بات پر چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا۔

"میرے ہونے والی زوجہ ہو یا نہ ہو۔۔ لیکن تمہاری قانونی وائف بھی اسی کے ساتھ ہے۔۔!!" مکی نے تپ کر کہا تھا۔ اسکے اشارہ حانم کی طرف تھا۔

آرجے نے چہرہ اسکی جانب کر کے دیکھا تھا۔ وہ واقعی وہی دونوں تھی۔

"منہ بند رکھو مکی۔۔" آرجے نے سنجیدہ سے لہجے میں کہا تھا۔ جب خود پر بات آتی تھی وہ سیریس سے ہو جاتا تھا۔

"ویسے میں حیران ہوں اچھی خاصی لڑکی ہے حانم ابھی تک یونیورسٹی میں یا باہر کوئی بوائے فرینڈ نہیں بنایا اس نے۔۔؟؟" وہ پرسوچ سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیوں تمہارا دل کر رہا ہے کیا اسکا بوائے فرینڈ بننے کو۔۔؟؟" آرجے کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

"نہیں، میری اتنی مجال کہ میں آرجے کی قانونی وائف کی طرف میلی آنکھ سے دیکھوں۔۔" مکی کھسیانی ہنسی ہنسا تھا۔

"اچھی بات ہے۔۔ دو سو قدم دور رہنا چاہیے اُس سے۔" آرجے کی بات پر مکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا، اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ آرجے نے مذاق کیا تھا یا سچ میں وہ سنجیدہ تھا۔

!!!!اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انکا دوست واپس آ گیا تھا اور آرجے نے بنا کچھ پوچھے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔۔

اس رات حانم کو نیند نہیں آ رہی تھی، صبح انہیں یونیورسٹی سے دسمبر کی چھٹیاں ہونی تھیں۔

آرجے پچھلے دو ہفتوں سے یونیورسٹی نہیں آیا تھا۔ وہ اکثر سوچتی تھی کہ اتنی چھٹیاں کرنے کے باوجود بھی ڈیپارٹمنٹ والے اسے کچھ نہیں کہتے تھے، اس دوران ایک سیمینار ہوا تھا جس میں آرجے نہیں تھا اور حانم کو اس میں مزہ نہیں آیا

تھا۔ اسکے سوال دماغ کو ہلانے والے ہوتے تھے، وہ سوچنے پر مجبور کر دیتا تھا جبکہ باقی سٹوڈنٹس اتنی گہرائی میں نہیں جاتے تھے۔

اس نے مہرو سے بھی نہیں پوچھا تھا کہ آرجے کیوں نہیں آتا؟ اگر وہ ایسا کرتی تو مہرو لازماً اسے تنگ کرتی۔ وہ بور ہو رہی تھی اور پھر اس نے مہرو کا لیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے شروع کیے تھے۔

"روح کیا ہے۔۔۔؟؟" اس نے ٹائپ کیا تھا، لیپ ٹاپ کی روشنی میں اسکی گرے آنکھیں جگمگ کر رہی تھیں۔

روح اللہ کا امر ہے۔"

● یسئلون عن الروح قل روح من امر ربی۔"

"(القرآن)

اگر روح کی ماہیت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ابھی تک سائنس اس قدر ترقی نہیں کر پائی کہ آخر روح ہے کیا ایک انسان ہی کو باقی جانداروں سے زیادہ شعور کیوں ہے؟؟ اسکا جواب سائنس کے پاس ابھی تک نہیں ہے۔

لیکن منطقی طور پر اتنا جان لیا گیا ہے کہ روح ہی وہ امر ہے جسکی وجہ سے انسان اپنی اور اپنے ارد گرد ماحول کی بقا کی فکر میں سر گرداں رہتا ہے اسی روح کی بدولت وہ موت اقر بعد از موت کیا ہوتا ہے کے جواب کا بھی متلاشی ہے۔ اسکا جواب بھی سائنس کے پاس نہیں ہے کیونکہ سائنس کا دائرہ اختیار سے یہ موضوع باہر ہے۔ ایک بات ذہن میں رکھ لیجیئے کہ موت کا تعلق روح سے نہیں موت یا زندگی کا تعلق مادہ کی خاص ترکیبی بناوٹ سے ہے۔ جو ترقی کر کے ایک مائیکرو سے میکرو جاندار بن جاتا ہے۔

ممکن ہے فیوچر میں سائنس خود یونی سیلولر بنانے کے قابل ہو جائے اور موت پر بھی قابو پا لے لیکن یہ ناممکن کے قریب تر ہے۔ لیکن اس مادہ کو شعور دینا انسان کیلئے ناممکن ہی رہے گا۔ وہ شعور جس سے انسان خود ایجادات کرنے کے قابل ہوا ہے۔"

"یعنی روح شعور کا دوسرا نام ہے۔۔" حانم نے زیر لب کہا تھا۔

"کوانٹم فزکس کا روح سے کیا تعلق ہے؟ صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ سائنس دان بھی موت سے قبل کے غیر معمولی تجربے کو مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے کو فقط کوانٹم طبعیات کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کے بارے نیلز بوہر نے پیش گوئی کی تھی۔ نیلز بوہر کے مطابق ایک منبع سے متعلق ذرات کے درمیان ایک مضبوط ربط پایا جاتا ہے۔ تاہم آئن اسٹائن نے اسے 'بھوتیا رابطہ' قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اس نظریے کے مطابق دو مربوط ذرات یعنی ایک منبع سے الگ الگ کیے جانے والے ذرے آپس میں ایک تعلق قائم رکھتے ہیں اور ان کے درمیان یہ ربط کائناتی فاصلے کے باوجود بھی قائم و دائم رہتا ہے۔ کوانٹم طبعیات سے وابستہ سائنس دان اب اس نظریے کو مکمل طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی نظریے کو سامنے رکھ کر بعض محققین کہتے ہیں کہ جسم اور روح اسی طرز پر ایک منبع سے جڑے دو الگ الگ باوجود ان کے بیچ ایک تعلق باقی رہ سکتا ہے۔ تاہم سائنسی طور پر ابھی ے ک عناصر ہیں اور جسم سے روح دور ہو جانے اس مفروضے کا ثابت یا رد کیا جانا باقی ہے۔

"موت کیا ہے۔۔؟؟"

طبعی زندگی کا عمل عموماً مختلف اعضاء کے ناکارہ ہونے، قلبی نظام کے تھم جانے، پھیپڑوں اور دماغ کے ناکارہ ہونے کی صورت میں رکتا ہے۔ طبی نکتہ ہائے نگاہ سے موت کی مختلف اقسام ہیں، ایک طرف تو 'کلینیکل موت' ہے، جس میں قلبی نظام رک جاتا ہے، جس کے نتیجے میں آکسیجن کی مختلف اعضاء تک ترسیل بند ہو جاتی ہے۔ کلینکل موت کو ٹالنے کے لیے منہ سے سانس دینے، یا مصنوعی سانس دینے اور سینے کو دبانے سے اسے ٹالنا ممکن ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر دماغ ناکارہ ہو جائے، یعنی موت دماغی ہو، تو پھر اسے ٹالنا ممکن نہیں ہوتا۔ گو کے دماغ کی نچلی تہوں میں کچھ خلیات برین ڈیتھ کی صورت میں بھی زندہ ہو سکتے ہیں، مگر شعور جاتا رہا ہے۔ یہ بات تاہم اہم ہے کہ دماغی طور پر مرنے والوں کو بھی مصنوعی طریقے سے طویل عرصے تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ دماغی طور پر مر چکی خواتین کو بچے کی پیدائش

تک مصنوعی طور پر زندہ رکھنے کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ دماغی طور پر مردہ ہو چکے بعض مریض بیرونی عوام پر رد عمل ظاہر کر سکتے ہیں، تاہم ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کی وجوہات ریڑھ کی ہڈی سے وابستہ ہو سکتی ہے اور اصل میں یہ درد یا بیرونی چھونے کا رد عمل نہیں ہوتے۔"

ایک کرنٹ سا حانم کے پورے جسم میں دوڑ گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ موت اٹل ہے۔ اور ہر ذی روح کو اسکا ذائقہ چکھنا ہے۔ لیکن یہ سب پڑھ کر اسکا دل کانپ اٹھا تھا۔ ابھی تو اس نے کوئی تحقیق نہیں کی بس سادے سا جواب ڈھونڈا اور اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

انسان کے اندر صدیوں جینے کی چاہ صدیوں سے موجود ہے، لیکن موت پھر بھی اٹل ہے۔

وہ ان سوالات پر بہت تحقیق اور ریسرچ کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اچھے طریقے سے جانتی تھی کہ موت، حیات اور روح کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم۔

"موت کے وقت انسان کو کیا نظر آتا ہے۔۔؟؟"

"موت کے قریب جا کر واپس آئے والے کئی لوگوں نے بتایا کہ انہیں ایک دلکش روشنی نظر آئی تھی۔ شاید موت اتنی بری یا خوفناک چیز نہیں ہے۔ مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ موت سے چند لمحے پہلے اکثر لوگ شدید تکلیف میں ہوتے ہیں۔ یہ تکلیف جانوروں میں نظر آتی ہے۔ مگر موت کے بعد کیا ہوتا ہے یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔، دنیا سے جانے والوں کے ساتھ ہم رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ مگر کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ دوسرے جہان کے کسی شخص سے انکا رابطہ ہوا ہے، جسے سائنس ماننے کو تیار نہیں۔ اس قرہ ارض پر موت ایک ضرورت ہے۔ یہ چھوٹا سا سیارہ جس کا ستر فیصد سمندر رہے انسانوں یا حیوانوں کی بہت بڑی تعداد کو سنبھال نہیں سکتی۔ اس لئے اس جہان میں موت ناگزیر ہے۔ میری ذاتی رائے میں موت اگلے جہاں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اور اگلے جہاں میں ہم بہت بہتر اور بامقصد زندگی میں داخل ہونگے۔ بلکہ شاید ہم اس دن

کا حصہ بن جائینگے جس میں خوشیاں ہی خوشیاں ہونگی"

حانم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا، کچھ ایسا تھا جسے دیکھ کر اسے سکون ہوا تھا، کیا پتا وہ ایک اور جہاں ہو۔۔ جہاں واقعی ابدی خوشیاں ہوں۔۔

کیا پتا وہ جہاں اس جہاں سے بہت خوبصورت ہو۔۔!! اس نے اپنے دل کو تسلی دی تھی، اسکی آنکھیں اب بند ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

ان سب میں کوئی لاجک نہیں تھا، لاجک اسے خود تلاش کرنا تھا، وہ سونے کیلیے لیٹ گئی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔!!

آرجے فٹ بال لیے گراؤنڈ میں پریکٹس کر رہا تھا۔ آج انکا فٹ بال میچ تھا جو ڈیپارٹمنٹ کی ہی مختلف ٹیمز کے درمیان تھا۔ اس نے سامنے دوسرے گراؤنڈ میں دھوپ میں بیٹھی حانم اور مہرو کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ پانچ منٹ بعد حانم کے پاس کلاس کا ایک لڑکا آیا تھا۔ آرجے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے ذہن میں کل والی مکی کی بات گھوم رہی تھی۔

"ہیلو حانم کیسی ہو۔۔؟؟" وہ اسکے بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ دونوں چونکی تھیں۔

"جی الحمدُ للہ میں ٹھیک ہوں۔۔" وہ حیران سی بتا رہی تھی۔

"دراصل مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔"

اسے ہلتے لبوں کو دیکھ کر آرجے کا حرکت کرتا ہوا فٹ بال والا ہاتھ رکا تھا۔ وہ اسکی

Lipsing

سے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔

"تم بہت اچھا بولتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں آرجے سے بحث کرتے دیکھا ہے، اور مجھے بہت اچھا لگتا ہے تمہیں سننا۔۔" وہ صاف صاف بتا رہا تھا۔ حانم کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"شکریہ۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"کیا ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں۔۔؟؟ میرا مطلب ہے صرف دوست، ویسے بھی ہم کلاس فیلوز ہیں۔۔"

اسکی بات کو سمجھ کر حانم اور آرجے دونوں کا دماغ گھوما تھا، مہرو تو منہ کھولے اس شیراز کو دیکھ رہی تھی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اسکے سامنے ہی بول دے گا۔

"ہم کلاس فیلو ہی بہتر ہیں مسٹر شیراز۔۔!!"

اب کی بار حانم کا لہجہ سرد ہوا تھا۔

"آج چھٹیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں ہم نمبر ایکسچینج کرلیں۔۔ ویسے تو کلاس گروپ سے بھی میں لے سکتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا شاید تمہیں برا لگے۔۔"

حانم تو اسکی ڈھٹائی پر حیران رہ گئی تھی۔

"مجھے آپ سے بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور پلیز آئندہ میرے سامنے اس طرح کی باتیں کرنے سے پرہیز کیجئے گا۔۔" وہ ایک دم ہی بھڑک اٹھی تھی۔ اور بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

اس نے صرف دوستی کا کہا تھا کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ لیکن نا جانے کیوں حانم کا رد عمل بہت سخت تھا۔ یونیورسٹی میں ایسی دوستیاں کرنا عام سی بات ہوتی ہے۔ دوستی نا بھی ہو اپنے گروپ کے لڑکوں سے اچھی بول چال ہو جاتی ہے۔

"آپ پلیز بیٹھ جائیں، میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا سوری اگر برا لگا ہو تو۔۔" وہ اب معذرت کر رہا تھا۔ اور پھر کچھ سنے بنا ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا۔۔؟؟" اسکے جانے کے بعد مہرو ایک دم چونکی تھی۔

"مجھے کیا پتا تمہیں نظر نہیں آیا کیا۔۔؟؟"

حانم غصے سے کہتی لائبریری کی طرف بڑھ گئی تھی۔آدھے گھنٹے بعد مہرو اسے کھینچ کر میچ دیکھنے لائی تھی۔ آرجے کی ٹیم اور ایک دوسری ٹیم کھیل رہی تھی۔ دوسری ٹیم میں وہ شیراز تھا۔ کھیل کھیل کے دوران آرجے نے شیراز کا نشانہ لے کر فٹ بال پوری قوت سے اسے دے مارا تھا۔

وہ دھڑام سے اوندھے منہ نیچے گرا تھا۔حانم حیرت سے منہ کھولے کبھی آرجے تو کبھی اس شیراز کو دیکھ رہی تھی جو نیچے پڑا کراہ رہا تھا اور باقی لڑکے اسکی طرف لپکے تھے۔

حانم نے دیکھا تھا کہ آرجے نے جان بوجھ کر اسے فٹ بال مارا تھا۔اس سے پہلے کوئی کچھ سمجھتا یا آرجے کو کچھ کہتا وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا گراؤنڈ سے باہر آیا تھا اور پھر ایک سرد کی نگاہ حانم پر ڈال کر یہ جا وہ جا۔۔جبکہ حانم بت بنے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

حانم کا دل ایک دم کانپ اٹھا تھا۔آرجے کی سرد نگاہ جو وہ اس پر ڈال کر گیا تھا،حانم کو اسکی سمجھ نہیں آئی تھی۔ شیراز زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ فٹبال اسکے سینے پر لگا تھا۔ سٹوڈنٹس اسے اٹھا کر اندر لے گئے تھے۔ حانم کے دل میں اچانک ہی آرجے کیلیئے نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

اسے بہت غصہ آیا تھا۔وہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا تھا یہ حانم سمجھ گئی تھی۔

"تم نے شیراز کو کیوں مارا آرجے۔۔۔؟؟"وہ ٹیرس پر کھڑا تھا۔ٹھنڈی ہوا میں ایک باریک سی ٹی شرٹ پہنے جب مکی اسکے پیچھے نمودار ہوا تھا۔

ہاتھ میں جلتے سگار کے وہ فرصت سے کش لگا رہا تھا البتہ اسکا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"میرا دل کر رہا تھا اس لئے۔۔"

"کوئی تو وجہ ہو گی نا مجھے پتا ہے تم بلاوجہ نہیں مارتے۔۔"مکی اب اسکے بائیں طرف آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وہ ام حانم کو تنگ کر رہا تھا۔۔"آرجے بات پر مکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو۔۔؟؟"

"تو یہ کہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔۔" آر جے کا لہجہ سخت تھا۔

"اووہ کم آن آر جے۔۔یقین نہیں ہوتا یہ تم کہہ رہے ہو۔۔ کیا تم خود کبھی کسی لڑکی کے قریب نہیں گئے۔۔؟؟"

"میں نے لڑکیوں کی مرضی سے کیا ہے جو بھی کیا ہے۔۔ جبکہ وہ سراسر زبردستی دوست بننے کو کہہ رہا تھا اور آر جے کو زبردستی نہیں پسند۔۔"

"ایسا تو ہر جگہ ہوتا ہے، تم کس کس کو مارو گے۔۔؟؟ مکی طنزیہ پوچھ رہا تھا۔

"جس جس پر غصہ آئے گا۔۔"اسکا لہجہ اٹل تھا۔

"اوہ بھائی ہلاکو خان کی اولاد شرٹ پہن لے۔۔ ہر وقت لڑنے مرنے پر تلے رہتے ہو۔۔ کبھی ٹھنڈے دماغ سے بھی سوچ لیا کرو۔۔"ٹھنڈی ہوا مکی کی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی وہ آر جے کو تلقین کرتا اندر جا چکا تھا کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ آر جے ہمیشہ اپنی مرضی کرتا تھا۔ جبکہ آر جے ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"ہانی واک کرنے چلیں۔۔؟؟" ماہم پوچھ رہی تھی۔ دسمبر کی چھٹیاں ہو چکی تھیں۔ حمدان انکل اسے ہاسٹل سے لے آئے تھے۔ مہرو اپنے گھر جا چکی تھی۔ وہ جب سے گھر آئی تھی، باہر نہیں نکلی تھی۔

"نہیں مجھے نہیں جانا۔۔" حانم نے صاف انکار کیا تھا۔

"یار کیا مسئلہ ہے کبھی بات مان بھی لیا کرو، سب ہی واک کرنے جاتے ہیں،شام کو اتنا اچھا نظارہ ہوتا ہے باہر، میں اور جواد بھی روزانہ جاتے ہیں آج تم بھی چلو نا۔۔"ماہم نے منت کی تھی۔

"یار مجھے کام ہے میں نہیں جاسکتی۔۔" حانم جان گئی تھی کہ آرجے اسی ٹاؤن میں دو گھر چھوڑ کر رہتا تھا۔ اور اسکی شدید خواہش تھی کہ اسے غلطی سے بھی یہ پتا نا چلے کہ وہ بھی وہیں رہتی تھی۔۔ اس لیے وہ باہر جانے سے گریز کرتی تھی۔

"مروتم۔۔ یونہی اکیلے جل بھن کر اور سڑ سڑ کر مر جانا۔۔!! ماہم پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتی باہر نکل گئی تھی جب اسکی بات پر حانم کا قہقہہ ابھرا تھا۔ وہ اسکے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک ہنستی رہی تھی۔

"جورڈن تم مسٹر جوزف کی کرسمس پارٹی میں چلوگے۔۔؟؟" انتھنی نے پش اپس کرتے جورڈن سے پوچھا تھا۔ جب سے مارتھا کی موت ہوئی تھی انتھنی اسے اپنے پاس لے آیا تھا۔

"نہیں۔۔" جورڈن نے انکار کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہیں جانا چاہیے۔۔ باہر نکلوگے تو دل کو سکون ملے گا۔۔" انتھنی نے خیال ظاہر کیا تھا۔

"میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔۔" جورڈن کا لہجہ برف سے بھی زیادہ سرد تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔" انتھنی نے کندھے اچکائے تھے۔

"ویسے میں نے سنا ہے کہ جوزف کی وائف پاکستان سے ہے۔۔ اور اس کرسمس میں اسکی فیملی بھی آئے گی۔۔" انتھنی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ترچھی نگاہوں سے جورڈن کو دیکھ رہا تھا۔

پاکستان کے نام پر جورڈن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ حرکت کرتے اسکے جسم میں ایک دم ٹھہراؤ آیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔۔" اس نے اتنا ہی جواب دیا تھا۔ انتھنی نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جورڈن اپنی مرضی کرے گا۔

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ جورڈن اب لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"یہ دعوتی کارڈ ہے۔۔اگر تمہارا موڈ بدل جائے تو آجانا۔۔ اسکے بغیر اندر داخل نہیں ہونے دینگے۔۔"
انتھنی میز پر کارڈ رکھتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ جورڈن نے اسکی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

مسٹر جوزف کا گھر روشنیوں سجا تھا۔ مسٹر جوزف پیرس مشہور کسینو کا مالک تھا۔ اسی وجہ سے انتھنی اسے جانتا تھا۔ گھر کے باہر بڑے سے لان میں کرسمس ٹری بنایا گیا تھا۔ مہمان آنا شروع ہوگئے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی برف باری نے لان کو سفید بنا دیا تھا جس پر کی گئی سجاوٹ نے اس جگہ کو پریوں کے دیس میں بدل دیا تھا۔
!!یہ سب کتنا اچھا ہے نا۔۔ بالکل خواب جیسا۔۔"
ماہی نے پاس بیٹھی ایلا سے کہا تھا۔ ایلا مسٹر جوزف کی بھتیجی تھی۔ اور وہ ہی ماہی کو اس پارٹی میں لائی تھی۔
"ہاں ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔۔ اسی لیے میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔۔" ایلا نے جواب دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی اسکی نظر گیٹ کی طرف سے آتے جورڈن پر پڑی تھی وہ اسے لمحوں میں پہچان گئی تھی۔ بلیک ڈنر سوٹ پہنے وہ تھوڑا تہذیب یافتہ لگ رہا تھا ورنہ ایلا نے تو اسکا نام ہی جنگلی رکھ دیا تھا۔
"یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔۔؟؟" ایلا کی تیوری چڑھی۔
جورڈن اب مسٹر جوزف اور انتھنی کے پاس کھڑا تھا۔ مسٹر جوزف اسے کسی بات پر کندھا تھپتھپا کر داد دے رہا تھا۔
"کس کی بات کر رہی ہو۔۔؟؟" ماہی نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ اسے بھی جورڈن نظر آگیا تھا۔
"وہی جنگلی۔۔" ایلا نے چبا چبا کر کہا تھا۔
"چھوڑو یار۔۔ رات گئی بات گئی" ماہی نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔
"لیکن اسے یہاں کس نے بلایا ہے۔۔؟؟ ایلا سوچ رہی تھی۔
"اچھا کیا جورڈن تم آگئے۔۔ میرے کسینو کو چلانے میں تمہارا بہت بڑا کردار ہے۔۔" مسٹر جوزف اکثر جورڈن کے قصے سنتا رہتا تھا۔ وہ بہت اچھا فائٹر تھا۔

"انجوائے کرو۔۔"مسٹر جوزف اپنا مشروب کا گلاس میں تھامے وہاں سے دوسرے مہمانوں کی طرف چلا گیا تھا۔

"مجھے پتا تھا تم آؤ گے۔۔" انتھنی نے مسکراتے ہوئے جورڈن کے کندھے پر ہٹ کیا تھا۔ جبکہ جورڈن کی نگاہیں وہاں موجود ہر شخص کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ ان چہروں میں مشرقی چہروں کو تلاش کر رہا تھا کہ شاید کوئی اسے اسکی منزل تک پہنچا دے۔

آدھی رات کا وقت تھا جب ایک جھٹکے سے حانم کی آنکھ کھلی تھی۔ آج کافی دنوں بعد اسے اپنا وہ خواب نظر آیا تھا جس میں اسے کوئی آگ کے دریا میں دھکا دے دیتا ہے۔ اسکی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں۔ کچھ منٹ وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔ میز پر رکھے پانی کے جگ سے اس نے پانی پیا تھا۔ اسے سردی میں بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ سے نیچے اتری اور پھر کمرے میں موجود کھڑکی کو کھول کر اس میں کھڑی ہو گئی تھی۔ تازہ ہوا کے جھونکے نے اسے فریش کیا تھا۔

شور کی آواز پر اس نے دائیں طرف مڑ کر دیکھا تھا۔ آرجے کے گھر کے لان میں اسے کافی لوگ نظر آئے تھے۔ وہاں سے میوزک کی ہلکی آواز بھی آ رہی تھی۔ اس نے گھر کے سامنے گاڑی کو رکتے اور پھر اس میں سے لڑکیوں کو اترتے دیکھا تھا جنکا لباس قابل اعتراض تھا۔ یقیناً وہاں کوئی پارٹی چل رہی تھی۔ اور میوزک کافی تیز تھا جسکی مدھم آواز حانم تک پہنچ رہی تھی۔

وہ تصور کر سکتی تھی کہ اندر کیا ہو رہا ہو گا۔

غصے اور ناگواری کی ایک لہر اسکے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ وہ اسے کچھ کہہ کر اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے ٹھاہ کی آواز سے کھڑکی بند کر چکی تھی۔

"ماہی ریڈی ہو جاؤ۔۔ تم کچھ سنا رہی ہو" ایلا ماہی سے کہتی اپنے انکل کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ریڈی ہو جاؤں۔۔؟؟ لیکن کس چیز کیلیے ایلا۔؟؟" ماہی نے حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا۔ لیکن ایلا ان سنی کر گئی تھی۔

دو تین منٹ مسٹر جوزف سے بات کرنے کے بعد وہ اب لوگوں کے ہجوم کے درمیان کھڑی ہو گئی تھی۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین۔۔" ایلا نے خوشدلی سے سب کو متوجہ کیا تھا۔

"جیسے کہ آپ سب جانتے ہیں یہ رات ہمارے کیلیے بہت ہی خاص ہے، تو کیوں نا اس خاص موقع کو مزید خاص بنایا جائے۔۔؟؟" وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"یہاں میری ایک پیاری سی دوست ہے جسے کبھی گانے کا بہت شوق ہوتا تھا۔۔" ایلا نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ ماہی پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پچھلے سال اسے میوزک کا شوق چڑھا تھا اور اس نے میوزک سیکھا بھی تھا باقاعدہ کلاسز لے کر، اسکے گھر میں پیانو تھا وہ کبھی کبھی بجا لیتی تھی، ہزاروں بار بجانے پر وہ صرف ایک دو بار گنگنائی تھی۔ ماہی کی آواز اچھی تھی۔

لیکن اب جو کام ایلا نے کیا تھا ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ جا کر اس چڑیل کا منہ نوچ لے جو لوگوں کی تالیوں میں اپنی بتیسی کی نمائش کی رہی تھی۔

"آجاؤ ماہی اور اپنی سریلی آواز سے جادو بکھیرو۔۔!!" ایلا نے ایک آنکھ بند کرتے ہوئے شرارتی انداز میں کہا تھا۔ لوگ اب اسکی طرف دیکھ رہے تھے اور اپنی تالیوں سے اسے آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ ماہی غصے سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور ایلا کی طرف بڑھی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے ایلا۔۔؟؟" ماہی نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا تھا البتہ اسکی آواز دھیمی تھی۔

"تم کب سے رونے والا منہ بنا کر بیٹھی تھی میں نے سوچا کچھ نیا ہو جائے۔۔!!" وہ پھر مسکرائی تھی جبکہ ماہی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

اچانک ساری لائٹس بند ہوگئی تھیں۔ ایک سپاٹ لائٹ برف سے بنے قالین پر رکھے پیانو پر پڑی تھی جسکے اردگرد رکھی مشعلیں کسی اور دنیا کا نظارہ پیش کررہی تھیں۔
ماہی بے اختیار ہی اس پیانو کی طرف بڑھی تھی۔

جورڈن کرسمس ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ مناتا تھا۔ اسے یاد تھا پچھلے سال بھی مارتھا بہت بیمار تھی لیکن پھر بھی اس نے جورڈن کے ساتھ مل کر کرسمس

Tree

بنایا تھا اور پھر سینٹا والے کپڑے پہن کر اسے خوش کرنے کی کوشش کی تھی۔
وہ اب جوان ہوگیا تھا لیکن مارتھا اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔
مارتھا کے یاد آتے ہی اسکی نم ہوئی تھیں اور آس پاس کا سارا منظر دھندلا سا گیا تھا۔
جورڈن کا دل وہاں موجود ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے بنا انتھنی کو بتانے واپسی کیلیے قدم بڑھادیئے تھے جب اسکے کانوں نے ایک بھلی سی آواز سنی تھی۔
وہ پیانو کی آواز تھی،
ایک خوبصورت دھن،
کوئی بجا رہا تھا۔۔
کوئی دل سے بجا رہا تھا،
جورڈن کے قدم ساکت ہوئے تھے اس نے پیچھے مڑکر دیکھا تھا جہاں اسے لوگوں کا ہجوم ایک جگہ نظر آیا تھا۔ وہ بے اختیار کی دھن کی آواز کی طرف بڑھا تھا،
جسم کا روح سے،

کیوں لگے ہے فاصلہ۔۔

وہ ایک لڑکی کی آواز تھی۔وہاں موجود لوگ گول دائرے میں ۔ماہی کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اس نے لوگوں کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اسکی طرف ماہی کی پشت تھی۔

میں ہوں یا ہیں بس

میری یہ پرچھائی یاں۔۔۔،

ہے بچھی بس زمین

راستے ہیں لاپتہ

لفظ ہوں میں ان کہا،

ہیں یہ سچائی یاں۔۔،

وہ گول دائرے میں چلتے ہوئے اسکے سامنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ جو بھی بہت اچھا گا رہی تھی۔اسکے سامنے پہنچنے کے بعد جورڈن کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

میرے سینے کی خلا۔۔

جیسے جنموں کی بلا،

کیوں نا سانسوں سے مٹے

ہیں یہ تنہائیاں۔۔۔،

اسکی آواز میں انتہا کا درد تھا۔وہی درد جو جورڈن کے سینے میں موجود تھا،

اسکی آواز میں اتنی ہی نمی گھلی تھی جتنی جورڈن کی آنکھوں میں رہتی تھی۔وہ اس وقت جورڈن کو اپنا عکس معلوم ہوئی تھی۔ زمین کو چھوتی میکسی پر بھورے رنگ کا کوٹ پہنے، بھورے بالوں کو کندھے ہر بکھرائے، جورڈن کو اس وقت اس پر کسی اداس شہزادی کا گمان ہوا تھا۔

کوئی ی اندھا سا کنواں،

میرے اندر ہے چھپا

مجھے ملتی ہی نہیں

!!!!!میری گہرائیاں۔۔۔

!!میرا پیچھا چھوڑ دیں مس ماہین حمدان۔۔"

حشام کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور ماہی کے ہاتھ ایک دم ساکت ہوئے تھے۔لوگوں کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ ماہی نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ بڑھا کر صاف کیا تھا۔

"تم نے کمال کر دیا ماہی۔۔" ایلا نے جھکتے ہوئے اسکے گال کو چھوا تھا۔ جورڈن اسے پہنچان گیا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جسے کچھ ماہ پہلے جورڈن کی وجہ سے چوٹ آئی تھی۔

کرسمس کا کیک کاٹنے کے بعد کھانا لگایا گیا تھا۔

وہ جورڈن کی نظروں میں تھی۔ وہ انکے ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھا تھا اور وہ ایسا کیوں کر رہا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"کاش آج یہاں حشام جبیل ہوتا۔۔میں اسے دیکھ پاتی۔۔" ماہی نے حسرت سے کہا تھا۔

جبیل کے نام پر جورڈن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اسکے چہرے کے زاویے ایک دم بدل گئے تھے۔ اچانک ہی اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر انکے قریب بیٹھا تھا کہ انکی باتیں سن سکے۔۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ لڑکی جبیل کو جانتی تھی۔۔ جسے وہ ختم کرنا چاہتا تھا۔

حانم اور آرجے دونوں ایک بس اسٹیشن پر کھڑے تھے۔ ہر طرف بارش ہو رہی تھی، طوفانی بارش، ان دونوں کے علاوہ اس اسٹیشن پر اور کوئی نہیں تھا۔ ڈری سہمی سی حانم نا جانے کیوں آرجے کو غصہ دلا رہی تھی۔ وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔ حانم سہم کر ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔ وہ دونوں لوہے کی بنی اس چھت کے نیچے کھڑے تھے

جہاں مسافروں کے انتظار کرنے کیلیے کرسیاں رکھی تھیں۔ لوہے کی چھت پر طوفانی بارش کے برسنے کی آواز کسی خوفناک چڑیل کے چیخنے جیسی تھی۔ جیسے جیسے وہ اسکی طرف بڑھ رہا تھا حانم پیچھے ہو رہی تھی۔ اب وہ کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ اگر وہ ایک قدم باہر نکالتی تو اسے بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔

آرجے نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ جہاں ڈر تھا اور التجا تھی کہ

"مجھے بخش دو،،"

لیکن وہ بخشنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر حانم کو دھکا دیا تھا۔ وہ باہر سڑک پر گری تھی۔ اچانک پانی کا رنگ سرخ ہوا تھا اور بارش خونی بارش میں بدل گئی تھی۔

حانم کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے بارش اب آگ کا روپ دھار گئی تھی۔ جو اسے بری طرح سے جھلسا رہی تھی۔ حانم کی دل دہلا دینے والی چیخ ابھری تھی۔ اور آرجے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ کتنے ہی پل وہ شاکڈ بیٹھا رہا تھا۔ اسکے دل کی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چہرے پر آیا پسینہ صاف کیا تھا۔ اگر وہ خواب تھا تو اس نے اپنی پوری زندگی میں اتنا برا خواب نہیں دیکھا تھا۔

وہ لوگ صبح پانچ بجے سوئے تھے۔ ساری رات تیز میوزک میں بے ہنگم ڈانس کرتے تھک چکے تھے۔ صبح فجر کی اذان کے وقت میوزک بند ہوا تھا۔

اپنے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد وہ اب نیچے آیا تھا۔ پورا لاؤنج بکھرا تھا۔ کانچ کی بوتلیں، کین کے ڈبے، کھانے پینے کی چیزیں ہر جگہ پڑی نظر آرہی تھیں۔ آرجے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے سویا تھا۔ ابھی چھ بجے رہے تھے۔ لیکن راتیں لمبی ہونے کی وجہ سے باہر اندھیرا تھا۔ اسکے کچھ دوست رات کو ہی جا چکے تھے جبکہ کچھ گیسٹ روم میں سوئے پڑے تھے۔

لاؤنج میں ایک صاف ستھرا صوفہ دیکھنے کے بعد وہ اس پر بیٹھ گیا تھا۔ خواب نے اسے بری طرح ڈرا دیا تھا۔ نیند تھی کہ اس پر غلبہ پا رہی تھی اور پھر وہ کچھ دیر بعد گہری نیند سو چکا تھا۔

چھٹیاں کیسے گزریں تھیں پتا ہی نہیں چلا تھا۔

وہ اکتیس دسمبر کا دن تھا۔ مہرو صبح سے اسے فون کر رہی تھی۔ مہرو اور حانم کی کلاس میں ایک لڑکی اور لڑکے سے اچھی بول چال ہو گئی تھی۔ انفیکٹ لڑکی تو اب انہیں اپنی فرینڈز ہی کہتی تھی۔ جس کا نام اقصی تھا۔

"ہانی مان جاؤ نا پلیز دیکھو اقصی مجھے روزانہ فون کال کرتی ہے وہ چھوٹی سی نیو ایئر پارٹی دے رہی ہے۔ ہم چلتے ہیں نا۔۔" مہرو اسکی منتیں کر رہی تھی۔

"مہرو میرا رات کے فنکشن اٹینڈ کرنے کو دل نہیں کرتا یہ تم بھی جانتی ہو۔۔۔ اور پھر نیو ایئر۔۔ بارہ بجے تک۔۔۔" حانم سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"میرا نہیں تو اقصی کا ہی دل رکھ لو۔۔ وہ اسپیشل ہمارے لیے یہ سب کر رہی ہے۔۔ ہمیں جانا چاہیے۔۔" مہرو چاہتی تھی کہ وہ کسی طرح مان جائے۔

"میں اتنی رات گئے تک باہر نہیں رہ سکتی امی پریشان ہونگی"

"آنٹی سے میں بات کر لونگی بس تم ہاں کرو۔ ہم نو دس بجے تک واپس آجائیں گے۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" حانم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ وہ جانتی کہ مہرو اسے منا کر ہی دم لے گی۔

اقصی کا گھر گلبرگ میں تھا۔ وہ دونوں سات بجے کے قریب اسکے گھر پہنچ گئی تھیں۔ مہرو کا ڈرائیور انہیں چھوڑ گیا تھا اور اس نے ہی لینے آنا تھا۔

اقصی نے خوشدلی سے انکا استقبال کیا تھا۔ اسکے گھر میں اسکی بہن، امی اور ملازموں کے علاوہ اور کوئی مرد نہیں تھا۔ حانم کو یہ دیکھ کر تھوڑا اطمینان ہوا تھا۔ کلاس کی کچھ اور لڑکیاں اور اقصی کی کزنز بھی تھیں۔ ان سب نے مل کر باربی کیو کیا تھا۔ غرض کہ فنکشن اچھا جا رہا تھا۔

آر جے آئے گا نا۔۔؟؟" اقصیٰ کی ایک کزن نے دھیرے سے اسکے کان میں پوچھا تھا۔

"اللہ کرے آجائے۔۔ بہت منتیں کی تھیں مکی کہ کسی طرح وہ اسے لے آئے۔۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آر جے آج تک اپنے رشتے داروں کے گھر بھی نہیں گیا اسکا آنا ناممکن ہے۔۔" اقصیٰ کا لہجہ افسردہ تھا۔

"تو تم کہہ دیتی کہ ہم باہر کر لیں گے فنکشن۔۔"

"میں نے کہا تھا۔۔۔ اب دیکھو"

"یہ وہی لڑکی ہے نا جسکی آر جے سے نہیں بنتی۔۔؟؟" اقصیٰ کی کزن نے سنہری بالوں والی لڑکی طرف اشارہ کیا تھا۔ جسکے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔ جن میں نیچے سے کرل ڈالے گئے تھے۔

"ہاں یہ ام حانم ہے، ویسے تو بہت اچھی ہے لیکن آر جے کو کافی ناپسند کرتی ہے۔۔"

"ہمم۔۔ اسے دیکھ کر لگتا بھی ہے۔۔"

حانم مہرو کے ساتھ باربی کیو کرنے میں مگن تھی۔ وہ کافی انجوائے کر رہی تھی۔ انہوں نے لان میں ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ اچانک کافی شور ابھرا تھا۔ باہر کا گیٹ کھلا تھا اور پھر اندر کافی سارے لڑکے آئے تھے۔ حانم کا رنگ تو لڑکوں کو دیکھ کر پھیکا پڑا تھا۔ مہرو نے اسے کہا تھا کہ وہاں کوئی لڑکا نہیں ہوگا۔۔ اور اب۔۔۔ حانم نے ایک شکایتی نظر مہرو پر ڈالی جو نظریں چرا گئی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ مہرو نے حانم سے جھوٹ بولا تھا اور دھوکا دیا تھا۔

حانم اپنا ڈوپٹہ سر پر ڈالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ حانم کا دل دکھا تھا اسے مہرو سے اس درجہ بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی جس فنکشن میں لڑکے ہوتے تھے وہاں حانم کو ان کمفرٹیبل محسوس ہوتا تھا۔ وہ سیدھا اقصیٰ کے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے گھر فون کیا تھا۔

"امی رحیم انکل کو مجھے لینے بھیج دیں ماہم کو ایڈریس پتا ہے۔"

"میں نے اسے پندرہ منٹ پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ میرا اپنا دل بیٹھا جا رہا تھا۔" حانم نے سکون کا سانس لیا تھا۔
بالوں کو اچھے طریقے سے باندھنے کے بعد اب وہ اپنے ڈوپٹے سے حجاب کرنے میں مصروف تھی۔
جب اسے یقین ہو گیا کہ اب ڈوپٹہ نہیں ملنے والا اس نے اپنا کوٹ اٹھا کر پہنا تھا۔ جو یہاں آنے کے بعد اتار دیا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھی دروازے میں کھڑے انسان کو دیکھ کر دھک سے رہ گئی تھی۔ آرجے دروازے میں کھڑا بتیسی نکالے اسے دیکھ رہا تھا۔ حانم کا اسے اپنے سامنے دیکھ کر سر چکرا گیا تھا۔ اسکے فرشتوں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ یہاں آئے گا۔
وہ خود پر قابو پاتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔
"راستہ دو۔۔" حانم نے لہجے کو سخت بنانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ اسکا نازک سا دل کانپ رہا تھا۔
"اگر نہیں دیا تو۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
یہ پہلی مرتبہ تھا جو وہ دونوں اس طرح ذاتی طور پر آمنے سامنے آئے تھے۔ نہیں تو اکثر سیمینار روم میں ہی ملتے تھے۔
"یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے سمجھ آئی۔ شرافت سے راستہ چھوڑو میرا۔۔" اسکی بات پر آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔
"شرافت نام کی چیز مجھے چھو کر نہیں گزری۔ میں بس یہاں پر کچھ چیک کرنے آیا تھا۔" وہ پراسرار سے لہجے میں کہتا اسکی طرف بڑھا تھا۔
حانم ایک دم اچھلی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔
"میں نے سنا ہے مس ام حانم۔۔" وہ اسکی طرف جھک کر بہکہ بہکہ سا کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا حانم کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اور آرجے دنگ رہ گیا تھا۔
"اپنی بکواس بند رکھو، تم ہو ہی گھٹیا۔۔"

وہ اسکے منہ پر تھپڑ مارنے کے بعد اب وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"میں نے سنا ہے کہ مس ام حانم باقی لڑکیوں سے بہت الگ ہے، وہ دوسروں کی طرح آرجے کی خوش آمد نہیں کرتی، میں نے سنا ہے وہ واحد لڑکی ہے جو آرجے کو دل سے ناپسند کرتی ہے۔۔

"اور میں نے بالکل ٹھیک سنا ہے مس ام حانم۔۔ تم واقعی الگ ہو۔۔"وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ اسے یہاں آنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ یہاں جس کام کیلیئے آیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔

وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے اسے سہلا رہا تھا۔ البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی نے آرجے پر ہاتھ اٹھایا تھا اور بدلے میں اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ مسکرا رہا تھا۔

حانم لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ باہر آئی تھی۔ اسکا دل ابھی تک کانپ رہا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ آرجے یوں اکیلے میں اسکے قریب آنے کی جرات کرے گا۔

"ہانی میری بات سنو۔۔" مہرو اسکے پیچھے لپکی تھی۔ لیکن وہ ان سنی کرتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہانی رک جاؤ۔۔ پلیز" وہ اسکی منتیں کر رہی تھی لیکن حانم کو لگا تھا کہ اگر وہ رکی تو کچھ غلط کر دے گی۔ اپنے ساتھ یا مہرو کے ساتھ۔

"ہانی۔۔"مہرو نے پھر پکارہ۔

"میرے پیچھے مت آؤ۔۔"وہ ایک دم رکتے ہوئے چیخی تھی۔ حانم کا چہرے غصے کو ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ مہرو کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے اسے اندازہ نہیں تھا کہ حانم اتنا غصہ کرے گی۔ اسکے اس طرح چلانے پر مہرو کے قدم رک گئے تھے۔ اور حانم خاموشی سے گیٹ پار کر گئی تھی۔ مہرو کو اب افسوس نے گھیر لیا تھا۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کر دی تھی۔ حانم کے جانے کے بعد مہرو بھی گھر چلی گئی تھی۔ اسکے بعد آرجے اور باقی لڑکے، لڑکیاں بھی نیا سال منانے کیلیے باہر جا چکے تھے۔

حانم گھر آنے کے بعد خوب روئی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اگر اسکے تھپڑ مارنے پر آرجے اسے سزا دیتا تو۔؟؟

اگر وہ مستقبل میں اسکے مارے گئے تھپڑ کو معاف نا کرے تو۔۔؟؟اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

بالآخر رات کے آخری پہر رونے کے بعد، سر میں ہونے والے درد کی وجہ میڈیسن لے کر وہ مشکل سے ہی سو گئی تھی۔

یونیورسٹی پانچ جنوری کو اوپن ہونی تھی۔ مہرو نے اسے سینکڑوں مرتبہ فون کیا تھا لیکن حانم نے بات نہیں کی تھی۔ وہ اسے شدید ناراض تھی۔ تھک ہار کر مہرو نے بھی فون اور میسجز کرنے بند کر دیئے تھے۔ اب وہ اسے یونیورسٹی میں ہی منانے والی تھی۔

چھٹیاں کب ختم ہوئیں کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا۔

چار جنوری کی شام کو ڈرائیور نے حانم کو ہاسٹل چھوڑا تھا۔ مہرو بھی کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی۔

کمرے میں داخل ہونے پر حانم نے مہرو کو دیکھ کر سرسری سا سلام کیا تھا۔ اسکا غصہ کافی حد تک ٹھنڈا ہوا چکا تھا۔

مہرو اسے غور سے دیکھ رہی تھی جو سنجیدہ سی اپنے کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"ہانی۔۔" مہرو نے اسے پکارہ تھا۔ اسے حانم کی خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔

بولو۔۔" حانم کا لہجہ سرد تھا۔ جبکہ مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے بات کرے؟ کیسے معافی مانگے۔۔؟؟"

"ناراض ہو۔۔؟؟" مہرو نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔ اسکا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔

"نہیں۔۔ ناراض کیوں ہوں گی میں تم سے۔۔؟؟" وہی روح کو چیرتا سرد پن۔

"یار پلیز غصہ کرونا مجھ پر۔۔ چیخو چلاؤ برا بھلا کہو مجھے لیکن یوں نظر انداز مت کرو۔۔!!مہرو کا لہجہ آخر میں نم ہو گیا تھا۔ حانم اب موبائل چارج پر لگا رہی تھی۔ ایک پل کیلیے اسکے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ مہرو اچھے سے جانتی تھی کہ حانم برا بھلا نہیں کہتی تھی وہ بس خاموشی کی موت مارتی تھی۔

"دیکھو اقصی نے کہا تھا اسکی کزنز آرجے سے ملنا چاہتی ہیں۔۔ اگر آرجے آگیا تو اسکی ویلیو بڑھ جائے گی اسکی کزنز کے نزدیک،اور آرجے کا اسکے بلانے پر آنا ناممکن تھا۔ اسی لیے اس نے تمہیں بلایا،کیونکہ وہ جانتی تھی آرجے اور تم ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں، اگر تم آؤ گی تو تمہارا موڈ خراب کرنے وہ ضرور آئے گا۔۔"مہرو نے ڈرتے ڈرتے سچائی بتائی تھی۔۔

"میں کوئی سیڑھی نہیں ہوں مہرو جسکے ذریعے لڑکیاں آرجے تک پہنچنا چاہتی ہیں۔۔ میں ایک انسان ہوں اور مجھے دھوکے سے شدید نفرت ہے۔۔"بالآخر وہ بول پڑی تھی۔ حانم کی آواز رندھ گئی تھی۔ سب نے مل کر اسے آرجے کیلیئے دھوکا دیا تھا اور یہ بات اسے دکھ پہنچا رہی تھی۔

"معاف کردو پلیز آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔ میں قسم اٹھاتی ہوں آئندہ کبھی ایسا کچھ نہیں کرونگی۔۔"مہرو روتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی تھی اور اس سے زیادہ تو حانم بھی اس سے ناراض نہیں رہ سکتی تھی۔

حانم نے سیمینار ہال میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ جہاں اسے آرجے کی موجودگی محسوس ہوتی وہ اس جگہ سے سو قدم کے فاصلے پر رہتی تھی۔ انکا اب تک دوبارہ آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ خود بھی حانم کو نظر انداز کر رہا تھا۔

حانم اسے سمجھ نہیں پقئی تھی، عجیب شخص تھا کام کرنے کے بعد ایسے ہو جاتا تھا جیسے وہ کام اس شخص نے نہیں کسی بلکہ اور نے کیا ہو۔۔اور جب سامنے آتا یا بولتا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں بھولتا۔ لیکن وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ تھپڑ کے بدلے میں آرجے کی طرف سے اب تک کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی۔ حانم نے یہ بات بھی مہرو کو نہیں بتائی تھی کہ اس نے آرجے کو تھپڑ مارا تھا۔۔ یقیناً یہ سن کر مہرو

کو اٹیک ہوجانا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وقت جیسا گزر رہا تھا۔۔ اسے گزرنے دیا جائے۔۔ وہ کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ خاموشی سے بہتی زندگی کی پر سکون ندی میں ایک ایسا پتھر گرنے والا تھا جو اسکی زندگی کے بہاؤ کا رخ ایک پل میں پلٹ دے گا۔

ان کے فائنل پیپر شروع ہونے والے تھے۔ حانم اور مہرو ڈیپارٹمنٹ کے لان میں دھوپ میں بیٹھی پریکٹیکلز کی نوٹ بکس تیار کر رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر لکھنے کے بعد مہرو بور ہوگئ تھی۔

"ہانی اچھا یہ بتاؤ تمہیں اپنی زندگی میں کیسا لڑکا چاہیے۔ مطلب لائف پارٹنر۔۔؟؟" مہرو نے اچانک ہی کاپی کو ایک طرف رکھ کر اشتیاق سے حانم سے پوچھا تھا۔

"کبھی سوچا نہیں۔۔" حانم نے موبائل سے کچھ دیکھ کر کاپی پر لکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"پھر بھی یار۔۔۔ کچھ تو، کچھ تو ایسا ہوگا نا جسکی تمہیں خواہش ہو، جو تمہیں لگے کہ میرے ہسبنڈ میں یہ بات ہونی چاہیے۔۔؟؟" مہرو بضد تھی۔

"ہمم۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا لائف پارٹنر ایک سکالر ہو، ایک اسلامک سکالر۔۔" حانم نے کچھ دیر بعد سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ شاید دنیا کی پہلی لڑکی نے جس نے اپنے جیون ساتھی کے بارے میں ایسی خواہش کی تھی۔ مہرو اسکی بات پر ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر اسکا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ اب پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

حانم نے مہرو کے اس طرح کے ردعمل پر خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"تم۔۔ یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہارا شوہر ایک مولوی ہو۔۔؟؟"

مہرو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔ میں نے مولوی نہیں کہا۔۔" حانم نے خفگی سے کہا تھا۔

"تو پھر سکالر کون ہوتا ہے۔۔؟؟ مہرو کو اپنی دوست پر حیرانی ہو رہی تھی۔

"ایک ایسا شخص جسکے پاس بہت سا علم ہو، ایک ایسا شخص جسکے پاس لوگ اپنی الجھنیں لے کر آتے ہوں۔۔ ایک ایسا شخص جو لوگوں کے دل پھیر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔۔ بیشک ہدایت دینا اللہ کا کام ہے لیکن اس میں کچھ ایسا ہو جس سے لوگ متاثر ہو جائیں۔۔ وہ جو اسلام کا ایک غلط تصور لوگوں میں ذہن میں ہے، وہ شخص اس غلط تصور کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔۔!!! "یہ سب کہتے ہوئے حانم کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"ناممکن۔۔۔!!" مہرو نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کیوں ناممکن کیوں۔۔؟؟"

"کیا تم نے کبھی ایسا انسان دیکھا ہے ہانی جو ایک میوٹنٹ

(Mutant)

ہو۔۔؟؟ یعنی جسکے کروموسومز میں جینیٹکلی میوٹیشنز آئی ہوں اور میوٹیشنز اس شخص کیلیے فائدہ مند ثابت ہوئی ہوں۔۔؟؟؟"

"میوٹنٹ دیکھا ہے لیکن فائدے مند نہیں۔۔۔" حانم نے دماغ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ایسے میوٹنٹس دیکھے تھے جو میوٹیشنز (تبدیلیوں) کی وجہ سے ابنارمل ہوتے تھے۔ انکے پرانے محلے میں بھی ایسے بچے تھے جو ٹھیک سے بول نہیں پاتے تھے، کچھ چل نہیں سکتے تھے، بڑا سا سر ہوتا تھا اور کمزور ہاتھ پاؤں۔۔ کچھ ایسے بھی تھے جو روتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے بلی رو رہی ہو۔۔ یہ سب میوٹیشنز سے ہونے والی بیماریوں کی علامات تھیں۔ لیکن اسے کبھی کوئی مثبت میوٹنٹ نہیں ملا تھا۔ جو نارمل سے بھی غیر معمولی ہو۔

"تو پھر تمہاری یہ خواہش بھی کچھ ایسی ہی ہے۔۔ مجھے نہیں لگتا ہے تمہیں کوئی ایسا انسان ملے گا۔۔ مجھے تو سینکڑوں مولوی نظر آتے ہیں جو فرقہ واریت پر بات کرتے ہیں۔۔ دین پر نہیں۔۔ "مہرو نے ایک کڑوی سچائی بیان کی تھی۔ آج کے دور میں زیادہ تر ایسا ہی ہو رہا تھا۔

"اچھا چلو یہ سب چھوڑو۔۔ یہ بتاؤ کہ وہ تمہارے لئے کیا کرے؟ کچھ خاص۔۔ جو تمہیں اچھا لگے۔۔ جو تمہاری خواہش ہو۔۔؟؟" آج مہرو اس سے جانے کیا کیا اگلوانے والی تھی۔

"اگر ثواب اور گناہ کے دائرے سے باہر نکل کر خواہش کی جائے تو میں چاہتی ہوں کہ وہ خوبصورت برستی بارش میں میرے لیے کچھ گنگنائے۔۔ صرف میرے لئے۔۔!!

حانم کے چہرے پر ساتوں رنگ جھلمل کر رہے تھے۔

"یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہیں آرجے ملے۔۔؟؟" مہرو کا پھر سے قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ آج حانم کی عجیب و غریب خواہشات سن کر پاگل ہو رہی تھی۔

"لاحولہ ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔ اَستَغفِرُاللہ، اَستَغفِرُاللہ، اَستَغفِرُاللہ" مہرو کی بات پر حانم نے ایسے رد عمل کا اظہار کیا تھا جیسے آرجے کوئی انسان نہیں بلکہ شیطان ہو۔

اب وہ کھا جانے والی نظروں سے مہرو کو گھور رہی تھی جو ہمیشہ آرجے کا نام لے کر اسکا موڈ خراب کرتی تھی۔

"اچھا یار سوری اب نہیں ہنستی۔۔" مہرو نے معذرت کی تھی۔ اس نے کافی دنوں بعد حانم کے سامنے آرجے کا ذکر کیا تھا۔

"ویسے آرجے کو

New Hair cut

بہت سوٹ کر رہا ہے۔۔ "!!

مہرو نے ملی کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے آرجے کو دیکھ کر کہا تھا۔ وہ دو دن بعد ڈیپارٹمنٹ آیا تھا اور فوراً ہی ملی اسے بلانے آگیا تھا۔ اسکے بال گھنے تھے۔ جو گردن کو چھوتے تھے۔۔ لیکن اب پیچھے سے کٹ چکے تھے اور جیل لگا کر سر پر موجود بالوں کو کھڑا کیا گیا تھا۔

"اس میں سوٹ کرنے والا کیا ہے۔۔؟ ایسے لگتا ہے جیسے بالوں کا ایک ٹوکرا سا سر پر رکھ دیا ہو۔۔ ہونہہ" حانم نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"واہ واہ۔۔ اسکے اتنے اچھے ہیئر اسٹائل کو تم نے ٹوکرے کا نام دے دیا ہے۔۔۔" مہرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ویسے یہ ٹوکرا کس زبان کا لفظ ہے۔۔؟؟"

"مجھے خود نہیں پتا۔۔" حانم نے دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھتے ہوئے جواب دیا تھا جیسے کچھ غلط کہہ دیا ہو۔ اور پھر دونوں کی ہنسی فضا میں بکھر گئی تھی۔

"کیا تم ایک نئی کامیابی کیلیے تیار ہو۔۔؟؟" حشام پرجوش سا پوچھ رہا تھا۔ آج آرجے کی

Convocation

تھی۔ اسے ایم بی اے ڈگری ملنے والی تھی۔ اور ساتھ گولڈ میڈل بھی۔۔

اس نے اس بار بھی ٹاپ کیا تھا۔ حشام اسکی کامیابی کو لے کر بہت خوش تھا۔

"میں ہمیشہ تیار رہتا ہوں شاموکاکا۔۔" آرجے نے جواب دیا تھا۔ "گھر میں سب بہت خوش ہونگے۔۔ بی جان، مدیحہ، بڑے اور چھوٹے باباسائیں۔۔"

"ڈیڈ کا تو تم رہنے ہی دو۔۔ انکے نزدیک تو میں گدھا ہی ہوں۔۔ اب گدھا چارہ کھائے یا سونا۔۔ انہیں فرق نہیں پڑنے والا۔۔" آرجے نے خفگی سے کہا تھا۔

"ھاھا۔۔ واہ آرجے کیا لاجک نکالا ہے۔۔ ویسے تم مان گئے آخر کہ تم ایک گدھے ہو۔۔"

"شاموکاکا۔۔" وہ احتجاجاً چلایا تھا۔

"چھوٹے باباسائیں کے نزدیک۔" حشام نے بات پوری کی تھی۔ وہ ہنس دیا تھا۔ وہ خوش تھا آرجے کی کامیابی پر، لیکن آرجے۔۔؟؟ وہ ان سب چیزوں کا عادی تھا۔ اسے کیا فرق پڑنے والا تھا۔۔۔؟؟

"تو یہ تھیں میوٹیشن سے ہونے والی بیماریوں کی اقسام۔۔اب ہم انکی تفصیل پڑھیں گے۔۔!!پروفیسر نے پروجیکٹر پر کچھ پوائنٹس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

جینیٹک ایوولوشن پر انکی کلاس ہو رہی تھی کہ کیسے وقت کے ساتھ ساتھ کروموسوز اور جین میں تبدیلیاں آئیں۔۔ اور اب کیوں ان تبدیلیوں کی وجہ سے بیماریاں زیادہ ہوگئی تھیں۔

"ارتقاء کہتا کہ پہلے ایک سیل تھا پھر ڈبل ہوئے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بندروں سے انسان وجود میں آئے۔۔ یہ ارتقاء کا نظریہ ہے۔۔ لیکن ہمیں اسلام کچھ اور بتاتا ہے کہ ہم سب حضرت آدم علیہ اسلام کی اولاد ہیں۔۔!!پروفیسر لیکچر دے رہے تھے۔ "اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں میں آپ لوگوں ایک دلچسپ بات بتانا چاہتا ہوں جسے سن کر یقیناً آپ لوگ حیران ہونگے۔۔!!"کچھ یاد آنے پر پروفیسر ابراہیم کی آنکھیں چمکی تھیں۔حانم ایکٹو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ پروفیسر ابراہیم اکثر انہیں دلچسپ معلومات سے نوازتے رہتے تھے۔

"امریکی ایکولوجسٹ ڈاکٹر ایلس سِلور کی تہلکہ خیز ریسرچ، انہوں نے اپنی اس ریسرچ میں کہاہے کہ "انسان زمینی مخلوق نہیں ھے:

انکی اس ریسرچ کی بنیاد پر ارتقاء

(Evolution)

کے نظریات کا جنازہ اٹھ گیاہے، ارتقائی سائنسدان لاجواب ہو چکے ہیں،

"!!انسان زمین کا ایلین ہے ایساوہ کہتے ہیں۔۔"

انکی باتیں سن کر حانم چونکی تھی۔

ڈاکٹر ایلیس سِلور

(Ellis Silver)

نے اپنی کتاب

(Humans are not from Earth)

میں تہلکہ خیز دعویٰ کیا ہے کہ انسان اس سیارے زمین کا اصل رہائشی نہیں ہے بلکہ اسے کسی دوسرے سیارے پر تخلیق کیا گیا اور کسی وجہ سے اس کے اصل سیارے سے اس کے موجودہ رہائشی سیارے زمین پر پھینک دیا گیا۔

پروفیسر ابراہیم نے دلچسپی سے بتانا شروع کیا تھا۔

ڈاکٹر ایلیس جو کہ ایک سائنسدان محقق مصنف اور امریکہ کا نامور ایکالوجسٹ

(Ecologist)

ہے اس کی کتاب میں اس کے الفاظ پر غور کیجئیے۔ ذہن میں رہے کہ یہ الفاظ ایک سائنسدان کے ہیں جو کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کا کہنا ھے کہ انسان جس ماحول میں پہلی بار تخلیق کیا گیا اور جہاں یہ رہتا رہا ہے وہ سیارہ، وہ جگہ اس قدر آرام دہ پرسکون اور مناسب ماحول والی تھی جسے وی آئی پی کہا جا سکتا ھے وہاں پر انسان بہت ہی نرم و نازک ماحول میں رہتا تھا اس کی نازک مزاجی اور آرام پرست طبیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنی روٹی روزی کے لئے کچھ بھی تردد نہیں کرنا پڑتا تھا، یہ کوئی بہت ہی لاڈلی مخلوق تھی جسے اتنی لگژری لائف میسر تھی۔۔ وہ ماحول ایسا تھا جہاں سردی اور گرمی کی بجائے بہار جیسا موسم رہتا تھا اور وہاں پر سورج جیسے خطرناک ستارے کی تیز دھوپ اور الٹرا وائلیٹ شعاعیں بالکل نہیں تھیں جو اس کی برداشت سے باھر اور تکلیف دہ ہوتی ہیں۔"

"کیا واقعی ایسا تھا۔۔؟؟" حانم نے سوال کیا تھا۔

"بالکل۔۔ ہو سکتا ہے۔۔ اب آگے سنیں۔۔!!"

تب اس مخلوق انسان سے کوئی غلطی ہوئی۔۔اس کو کسی غلطی کی وجہ سے اس آرام دہ اور عیاشی کے ماحول سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔جس نے انسان کو اس سیارے سے نکالا لگتا ہے وہ کوئی انتہائی طاقتور ہستی تھی جس کے کنٹرول میں سیاروں ستاروں کا نظام بھی تھا۔۔۔وہ جسے چاہتا، جس سیارے پر چاہتا، سزا یا جزا کے طور پر کسی کو بھجوا سکتا تھا۔وہ مخلوقات کو پیدا کرنے پر بھی قادر تھا۔

ڈاکٹر سلور کا کہنا ہے کہ ممکن ہے زمین کسی ایسی جگہ کی مانند تھی جسے جیل قرار دیا جاسکتا ھے۔یہاں پر صرف مجرموں کو سزا کے طور پر بھیجا جاتا ہو۔کیونکہ زمین کی شکل۔۔کالا پانی جیل کی طرح ہے۔۔۔خشکی کے ایک ایسے ٹکڑے کی شکل جس کے چاروں طرف سمندر رہی سمندر رھے،وہاں انسان کو بھیج دیا گیا۔

ڈاکٹر سلور ایک سائنٹسٹ ہے جو صرف مشاہدات کے نتائج حاصل کرنے بعد رائے قائم کرتا ہے۔اس کی کتاب میں سائنسی دلائل کا ایک انبار ہے جن سے انکار ممکن نہیں۔

اس کے دلائل کی بڑی بنیاد جن پوائنٹس پر ھے ان میں سے چند ایک ثابت شدہ یہ ہیں۔۔"

"کیا میں ان پوائنٹس کو بیان کروں۔۔؟؟"

آرجے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔پروفیسر کو حیرت ہو رہی تھی کہ واقعی وہ لڑکا اس ریسرچ کو جانتا تھا۔۔اگر جانتا تھا تو پھر بھی۔۔

"نمبر ایک، زمین کی کش ثقل اور جہاں سے انسان آیا ہے اس جگہ کی کشش ثقل میں بہت زیادہ فرق ہے۔جس سیارے سے انسان آیا ہے وہاں کی کشش ثقل زمین سے بہت کم تھی، جس کی وجہ سے انسان کے لئے چلنا پھرنا بوجھ اٹھا وغیرہ بہت آسان تھا۔انسانوں کے اندر کمر درد کی شکایت زیادہ گریوٹی کی وجہ سے ہے۔

نمبر دو:انسان میں جتنے دائمی امراض پائے جاتے ہیں وہ باقی کسی ایک بھی مخلوق میں نہیں جو زمین پر بس رہی ہے۔ڈاکٹر ایلیس لکھتا ہے کہ آپ اس روئے زمین پر ایک بھی ایسا انسان دکھا دیجئے جسے کوئی ایک بھی بیماری نہ ہو تو میں اپنے

دعوے سے دستبردار ہو سکتا ہوں جبکہ میں آپ کو ہر جانور کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ وہ وقتی اور عارضی بیماریوں کو چھوڑ کر کسی ایک بھی مرض میں ایک بھی جانور گرفتار نہیں ہے۔

نمبر تین؛ ایک بھی انسان زیادہ دیر تک دھوپ میں بیٹھنا برداشت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ ہی دیر بعد اس کو چکر آنے لگتے ہیں اور سن سٹروک کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ جانوروں میں ایسا کوئی ایشو نہیں ہے مہینوں دھوپ میں رہنے کے باوجود جانور نہ تو کسی جلدی بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طرح کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں جس کا تعلق سورج کی تیز شعاعوں یا دھوپ سے ہو۔"

حانم آنکھیں پھاڑے اسے سن رہی تھیں۔۔ جیسے آرجے بول رہا تھا۔۔ حانم کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔۔ اسکے ذہن میں کچھ گردش کرنے لگا تھا۔

نمبر چار؛ ہر انسان یہی محسوس کرتا ہے اور ہر وقت اسے احساس رہتا ہے کہ اس کا گھر اس سیارے پر نہیں۔ کبھی کبھی اس پر بلاوجہ ایسی اداسی طاری ہو جاتی ہے جیسی کسی پردیس میں رہنے والے پر ہوتی ہے چاہے وہ بیشک اپنے گھر میں اپنے قریبی خونی رشتے داروں کے پاس ہی کیوں نا بیٹھا ہوں۔

نمبر پانچ، زمین پر رہنے والی تمام مخلوقات کا ٹمپریچر آٹومیٹک طریقے سے ہر سیکنڈ بعد ریگولیٹ ہوتا رہتا ہے یعنی اگر سخت اور تیز دھوپ ہے تو ان کے جسم کا درجہ حرارت خودکار طریقے سے ریگولیٹ ہو جائے گا، جبکہ اسی وقت اگر بادل آ جاتے ہیں تو ان کے جسم کا ٹمپریچر سائے کے مطابق ہو جائے گا جبکہ انسان کا ایسا کوئی سسٹم نہیں بلکہ انسان بدلتے موسم اور ماحول کے ساتھ بیمار ہونے لگ جائے گا۔ موسمی بخار کا لفظ صرف انسانوں میں ہے۔

نمبر چھ؛ انسان اس سیارے پر پائے جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف ہے۔ اسکا ڈی این اے اور جینز کی تعداد اس سیارہ زمین پہ جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف اور بہت زیادہ ہے۔

نمبر سات: زمین کے اصل رہائشی (جانوروں) کو اپنی غذا حاصل کرنا اور اسے کھانا مشکل نہیں، وہ ہر غذا ڈائریکٹ کھاتے ہیں، جبکہ انسان کو اپنی غذا کے چند لقمے حاصل کرنے کیلیئے ہزاروں جتن کرنا پڑتے ہیں، پہلے چیزوں کو پکا کر نرم کرنا

پڑتا ھے پھراس کے معدہ اور جسم کے مطابق وہ غذا استعمال کے قابل ھوتی ہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین کا رہنے والا نہیں ھے۔ جب یہ اپنے اصل سیارے پر تھا تو وہاں اسے کھانا پکانے کا جھنجٹ نہیں اٹھانا پڑتا تھا بلکہ ہر چیز کو ڈائریکٹ غذا کیلیئے استعمال کرتا تھا۔ مزید یہ اکیلا دو پاؤں پر چلنے والا ہے جو اس کے یہاں پر ایلین ھونے کی نشانی ھے۔

نمبر آٹھ: انسان کو زمین پر رہنے کیلیے بہت نرم و گداز بستر کی ضرورت ھوتی ھے جبکہ زمین کے اصل باسیوں یعنی جانوروں کو اس طرح نرم بستر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ اس چیز کی علامت ھے کہ انسان کے اصل سیارے پر سونے اور آرام کرنے کی جگہ انتہائی نرم و نازک تھی جو اس کے جسم کی نازکی کے مطابق تھی۔

نمبر نو: انسان زمین کے سب باسیوں سے بالکل الگ ہے لہذا یہ یہاں پر کسی بھی جانور (بندر یا چمپینزی وغیرہ) کی ارتقائی شکل نہیں ہے بلکہ اسے کسی اور سیارے سے زمین پر کوئی اور مخلوق لا کر پھینک گئی ہے۔

انسان کو جس اصل سیارے پر تخلیق کیا گیا تھا وہاں زمین جیسا گندا ماحول نہیں تھا، اس کی نرم و نازک جلد جو زمین کے سورج کی دھوپ میں جھلس کر سیاہ ہو جاتی ہے اس کے پیدائشی سیارے کے مطابق بالکل مناسب بنائی گئی تھی۔ یہ اتنا نازک مزاج تھا کہ زمین پر آنے کے بعد بھی اپنی نازک مزاجی کے مطابق ماحول پیدا کرنے کی کوششوں میں رہتا ھے۔ جس طرح اسے اپنے سیارے پر آرام دہ اور پر تعیش بستر پر سونے کی عادت تھی وہ زمین پر آنے کے بعد بھی اسی کے لئے اب بھی کوشش کرتا ھے کہ زیادہ سے زیادہ آرام دہ زندگی گزار سکوں۔ جیسے خوبصورت قیمتی اور مضبوط محلات مکانات اسے وہاں اس کے ماں باپ کو میسر تھے وہ اب بھی انہی جیسے بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ باقی سب جانور اور مخلوقات اس سے بے نیاز ہیں۔ یہاں زمین کی مخلوقات عقل سے عاری اور تھرڈ کلاس زندگی کی عادی ہیں جن کی اور نہ ہی امن سکون سے رہنے کی۔ انسان ان مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر ہنے کو نہ اچھا سوچنے کی توفیق ہے نہ اچھار خونخوار ہو گیا۔ جبکہ اس کی اصلیت محبت فنون لطیفہ اور امن وسکون کی زندگی تھی۔۔ یہ ایک ایسا قیدی ہے جسے سزا کے طور پر تھرڈ کلاس سیارے پر بھیج دیا گیا تاکہ اپنی سزا کا دورانیہ گزار کر واپس آجائے۔ ڈاکٹر ایلیس کا کہنا ہے کہ انسان کی

عقل و شعور اور ترقی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ایلین کے والدین کو اپنے سیارے سے زمین پر آئے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا، ابھی کچھ ہزار سال ہی گزرے ہیں یہ ابھی اپنی زندگی کو اپنے پرانے سیارے کی طرح لگژری بنانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہا ہے، کبھی گاڑیاں ایجاد کرتا ہے، کبھی موبائل فون اگر اسے آئے ہوئے چند لاکھ بھی گزرے ہوتے تو یہ جو آج ایجادات نظر آرہی ہیں یہ ہزاروں سال پہلے وجود میں آچکی ہوتیں، کیونکہ میں اور تم اتنے گئے گزرے نہیں کہ لاکھوں سال تک جانوروں کی طرح
باچی رگی اور ترس کی زندگی گزارتے رہتے۔
ایسا ہی ہے نا پروفیسر ابراہیم ؟؟" آرجے نے تصدیق چاہی تھی۔ پروفیسر نے حیرانگی سے سر ہلا دیا تھا۔ اسے ہر چیز ازبر ہوتی تھی۔

" آپکا اس بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"ڈاکٹر ایلیس سِلور کی کتاب میں اس حوالے سے بہت کچھ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے دلائل کو ابھی تک کوئی جھوٹا نہیں ثابت کر سکا۔۔"
پروفیسر نے بولنا شروع کیا۔
"میں اس کے سائنسی دلائل اور مفروضوں پر غور کر رہا تھا۔۔ یہ کہانی ایک سائنسدان بیان کر رہا ہے یہ کوئی کہانی نہیں بلکہ حقیقی داستان ہے جسے انسانوں کی ہر الہامی کتاب میں بالکل اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ میں اس پر اس لئے تفصیل نہیں لکھوں گا کیونکہ آپ سبھی اپنے باپ آدمؑ اور حواؑ کے قصے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔۔ سائنس اللہ کی طرف چل پڑی ہے۔۔ سائنسدان وہ سب کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں جو انبیاء کرام اپنی نسلوں کو بتاتے رہے تھے۔ میں نے نسل انسانی پر لکھنا شروع کیا تھا۔ اب اس تحریر کے بعد میں اس سلسلے کو بہتر انداز میں آگے بڑھا سکوں گا۔۔
ارتقاء کے نظریات کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔۔ اب انسانوں کی سوچ کی سمت درست ہو رہی ہے۔۔ یہ سیارہ ہمارا نہیں ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیشمار بار بتا دیا تھا۔ اللہ پاک نے اپنی عظیم کتاب قران حکیم میں

بھی بار بار لاتعداد مرتبہ یہی بتادیا کہ اے انسانوں یہ دنیا کی زندگی تمہاری آزمائش کی جگہ ہے۔جہاں سے تم کو تمہارے اعمال کے مطابق سزا و جزا ملے گی۔"

"معاف کیجیئے گا سر لیکن جس سائنسدان نے یہ مفروضہ پیش کیا ہے وہ ایک مصنف بھی ہے،اور مصنف خیالوں کی دنیامیں زیادہ رہتے ہیں۔۔" آرجے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔

"آپ نے کہا اسکے مشاہدات کو غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا۔۔لیکن کوئی بھی سائنسدان ایلس سلور سے متفق نہیں ہے۔

پوائنٹ نمبر پانچ میں اس نے کہا ہے کہ جانوروں کو موسمی بخار نہیں ہوتا۔۔جبکہ یہ غلط ہے۔موسمی بیماریوں کے اکثر جانوروں کو انجیکشن لگتے ہیں۔۔

اسلام کا تھوڑا اثر ہو گیا ہو گا اس پر اسی لیے اس نے یہ سب لکھ دیا۔۔ ورنہ جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔!! "!آرجے کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

پروفیسر خاموش ہو گئے تھے۔

"تو سائنس کہاں تک سو فیصد درست ہے مسٹر آرجے۔۔؟؟"

سائی نس کہتی ہے کہ میوٹیشن سے ہونے والی تبدیلیوں سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خاص طور پر

Trisomy

(جس میں ایک کروموسوم اضافی ہوتا ہے)میں جاندار کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ میں نے ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا جو ایک میوٹنٹ ہو۔۔جسے میوٹیشن کی وجہ سے کوئی خاصیت ملی ہو۔۔ اس بارے میں کیا کہیں گے آپ۔۔؟؟"

حانم کی بات سن کر آرجے مسکرایا تھا۔ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بہت محفوظ ہوا تھا اسکی بات سن کر۔۔

"آپکے پاس کیا ثبوت ہے کہ ایسا کوئی میوٹنٹ موجود نہیں ہے۔؟؟"الٹا سوال آیا تھا۔

"کہاں ہے۔۔؟؟ اگر ہے تو بتائیں۔۔؟؟" حانم بضد تھی۔

"مثال آپکے سامنے ہے مس ام حانم میں ایک

Trisomic

ہوں۔۔۔" آرجے نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

"عموماً ایسے لوگ بچپن میں ہی مر جاتے ہیں انکے جینے کے چانسز بہت کم ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ کنڈیشن میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔۔ میرے پاس

scanning eyes

ہیں۔۔ میرا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا ہے، میں

HIV

کو

Resist

کر سکتا ہوں یعنی مجھے کبھی ایڈز نہیں ہو سکتا۔۔ "!!

حانم پھٹی پھٹی آنکھوں سے آرجے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ بچپن میں ہالی ووڈ موویز بہت دیکھا کرتی تھی۔ خاص طور پر

X-Men

جس میں میوٹنٹس ہوتے ہیں اور ان میوٹنٹس کے پاس کوئی نا کوئی خاصیت ہوتی ہے۔

آج وہ حقیقت میں ایک میوٹنٹ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی سکین کرنے والی آنکھیں اور دماغ رکھتا تھا۔۔!!

حانم سمیت وہاں موجود ہر انسان دنگ رہ گیا تھا۔

اس نے غیر معمولی چیزوں کا سنا تھا۔۔ آج حقیقت میں ایک ایسے انسان کو دیکھا تو حالت عجیب ہو رہی تھی۔

وہ شخص شاید جانتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی نعمت سے نوازا تھا۔

"اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔؟؟"اور سامنے کھڑا شخص جھٹلاتا تھا۔ ہر ایک نعمت جو اسے دی گئی تھی وہ صرف اسے اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا تھا۔

"مسٹر آرجے یہ سب جاننے کے باوجود بھی آپ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔۔؟؟"وہ بلا اختیار ہی پوچھ گئی تھی۔

"اس میں خدا کو ماننے والی کیا بات ہے۔۔؟؟"

یہ ایک بیماری ہے بس میری قسمت کہ یہ بیماری میرے لیے فائدے مند ثابت ہوئی۔۔!!"وہ عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اور اگر یہ بیماری واقعی آپکے لیے عذاب بن جاتی تو۔۔؟؟"

"نہیں بنی نا۔۔ اور میں کسی چیز کو فرض نہیں کرتا کہ ایسا ہوگا۔۔ یا ایسا ہوتا۔۔ تو، ایسا ہوا ہی نہیں۔ خیر کلاس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔۔ پھر ملاقات ہوگی پروفیسر۔۔ گڈ بائے۔۔!!وہ کلاس سے باہر چلا گیا تھا۔ حانم خاموشی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی جبکہ اسکے ذہن میں صبح تلاوت کی گئی آیت گونج گئی تھی۔

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔(البقرۃ:۱۸)

"اور وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اب یہ نہیں پلٹیں گے۔"

آرجے تو چلا گیا تھا لیکن حانم کو الجھن میں ڈال گیا تھا۔۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں نعمتوں سے اتنا نوازا گیا شخص نہیں دیکھا تھا۔۔ جہاں اسے آرجے پر رشک آیا تھا وہیں افسوس بھی ہوا تھا کہ ایسے نوازے ہوئے شخص کا کیا فائدہ جسے کچھ نظر نا آتا ہو۔۔۔۔؟؟؟

"اووہ مائے گاڈ۔۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا۔۔"مہروشا کڈسی حانم کے پاس آئی تھی۔

"کچھ ایسی ہی حالت میری بھی ہے۔۔" حانم نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ پروفیسر جا چکے تھے اور کچھ دیر بعد وہ دونوں بھی کلاس سے باہر نکل آئی تھیں۔

"ام حانم۔۔۔" اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی تھی۔ حانم نے جیسے ہی پلٹ کر عثمان ملک اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"کیسی ہیں آپ۔۔؟؟" وہ خوشدلی سے پوچھ رہا تھا۔

"جی الحمدُ للہ۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک دراصل مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔ میں نے آپکو اپنی ٹیم کا حصہ بننے کی آفر کی تھی آپ نے بتایا نہیں کچھ۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا

"جی مجھے یاد ہے۔۔ دراصل پیپرز ہو جائیں فائنل تو میں سیمینار اٹینڈ کرنا شروع کر دونگی۔۔" حانم نے سلیقے سے جواب دیا تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے بیسٹ آف لک۔۔ جلدی سے اگزامز دیں اور پھر میری ٹیم کی میمبر بنیں۔۔" وہ مسکرا کر کہتا واپس جا چکا تھا جبکہ وہ دونوں بھی گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

انکے فائنل پیپر شروع ہو گئے تھے۔ ہر کوئی کتابوں اور نوٹس میں سر دیئے پڑھتا نظر آتا تھا۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد حانم اکتا جاتی تھی اور پھر موبائل پکڑ کر ویڈیوز دیکھنا شروع کر دیتی تھی۔ ابھی بھی وہ یوٹیوب پر کسی لڑکے کا انٹرویو سن رہی تھی جو مسلمان ہونے سے پہلے ملحد تھا اور اب اپنی کہانی سنا رہا تھا۔

"میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا تھا مجھے لگتا تھا کہ کوئی بھی مذہب مکمل نہیں ہے۔۔ میرا دوست یہودی تھا میں نے ایسے ہی شوقیہ طور پر یہودیت کا مطالعہ کیا اور میں متاثر ہوا۔ مجھے لگا کہ مجھے یہ مذہب اپنانا چاہیے۔۔ لیکن میری قسمت یہودیوں کے ربی نے کہا کہ وہ اپنے مذہب میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے۔۔ مجھے افسوس ہوا اور پھر اللہ کا کرم ہوا۔ اسلام کو پڑھا جانا اور پھر دل ایمان لے آیا۔۔"

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔ یہ کیا کہہ رہا تھا۔؟؟" مہرو ایک دم چونکی تھی۔

"کیا۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی۔

"یہی یہودی والی بات۔۔؟؟ مہرو حیران تھی۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہا تھا وہ۔۔ یہودی کسی باہر والے کو اپنے مذہب میں داخل نہیں ہونے دیتے۔۔" حانم نے بتایا۔۔

"کیا تمہیں نہیں پتا تھا۔۔؟؟" حانم نے پوچھا۔

"نہیں۔۔ مجھے تو ابھی پتا چلا۔۔" مہرو حیران سی بتا رہی تھی۔"اسکی وجہ کیا ہے۔۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟؟"

"کیونکہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی سب سے لاڈلی قوم تھی جیسے موسیٰ علیہ اسلام لاڈلے نبی تھے۔ یہودیوں کو لگتا ہے کوئی قوم ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔اور اگر انہوں نے باہر سے کسی انسان کو اپنے مذہب میں داخل کیا تھا تو انکی قوم ناپاک ہوجائے گی۔۔ انکی صدیوں سے چلی آرہی لاڈلی اور پاک نسل کا تسلسل ٹوٹ جائے گا۔۔" حانم نے مختصراً جواب دیا تھا۔

"کمال ہے۔۔" مہرو کو ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی اور سوال کرتی حانم نے موبائل رکھنے کے بعد اب پڑھنے کیلئے نوٹس اٹھا لئے تھے اور وہ خاموش ہوگئی تھی۔

آخری پیپر کی تیاری کیلئے وہ دونوں مین لائبریری آئی تھیں۔ لائبریری میں داخل ہونے پر دائیں طرف شیلف لگے تھے۔ ہر شیلف کے اندر باکس بنے تھے اور اب پر نمبر لکھا ہوا تھا۔ بیگ، کتاب یا نوٹس وغیرہ لائبریری کے اندر لے جانا سخت منع تھا۔ مہرو نے آگے بڑھ کر کاؤنٹر پر بیٹھے انکل سے دو پاس لئے تھے۔ یہ پاس ان باکس کے ایک طرح کی چابی تھے جو شیلف میں بنے تھے اور پھر اس نے اپنے اور حانم کے بیگ کو شیلف میں رکھا تھا۔ واپسی پر یہی پاس واپس کرنے پر انہیں بیگ واپس مل جانے تھے۔ اگزامز کے دن تھے لائبریری

سٹوڈنٹس سے کھچا کھچ بھری نظر آتی تھی۔ عام دنوں میں بھی سٹوڈنٹس کی ایک بڑی تعداد لائبریری میں موجود ہوتی تھی۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی لائبریری تھی جہاں ایک کروڑ کے قریب کتابیں، جنرلز، ریسرچ پیپرز ہر چیز موجود تھی۔ انٹری ڈور پر دونوں نے اپنا کارڈ سکین کیا تھا اور پھر وہ دونوں لائبریری میں داخل ہوئی تھیں۔ سامنے ہی کمپیوٹر پر حانم کو آرجے بیٹھا نظر آگیا تھا۔

"کیا واقعی یہ کتابیں بھی پڑھتا ہے۔۔۔؟؟" اسے دیکھ کر حانم نے مہرو سے پوچھا تھا۔

"پڑھتا ہی ہو گا۔۔ اب بنا پڑھے گولڈ میڈل کون حاصل کر سکتا ہے۔۔؟؟" مہرو نے جواب دیا تھا۔

وہ دونوں گروپ اسٹڈی کیلئے آئی تھیں۔ اور گروپ اسٹڈی کا سیکشن دوسرے فلور پر تھا۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔۔ انفیکٹ مبارکباد دینی ہے۔۔" مہرو کہتے ہوئے آرجے کی طرف بڑھی تھی۔

"کس بات کی مبارکباد۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی تھی۔

"مکی بتا رہا تھا آرجے کی منگنی ہو گئی ہے۔۔" مہرو نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ حانم تو منہ کھولے اسکی بات سن کر رہی تھی۔

"کیا واقعی۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔" مہرو شرارت سے کہتی آرجے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جب حانم ہونق سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو آرجے۔۔!!" مہرو نے اسکے پاس جاکر آرجے کو مخاطب کیا تھا۔

"ہائے۔۔" مہرو کو دیکھتا ہوا وہ خوشدلی سے مسکرایا تھا۔

گردن موڑ کر دیکھا تو تھوڑے سے فاصلے پر منہ بنائے کھڑی حانم اسے نظر آرگئی تھی۔ وہ زیرلب مسکرا دیا تھا۔

"آپ بھی کتابیں پڑھتے ہیں۔۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"جی کہہ سکتی ہیں آپ۔۔" وہ بات گول مٹول کر گیا تھا۔۔

"بہت خوشی ہوئی آپکی شاندار کامیابی کا سن کر۔۔"

"Thanks pretty lady.."

وہ بنا دیکھے بھی محسوس کر سکتا تھا کہ حانم اس وقت کتنے غصے میں تھی۔

"لگتا ہے آپکی دوست کافی غصے میں ہے۔۔اگر آپ ایک منٹ سے پہلے یہاں سے ناگئ تو وہ آپکو کچا چبا جائے گی۔۔!!" آرجے نے شرارت سے کہا تھا۔

"نہیں وہ شاکڈ ہے۔۔" مہرو نے جواب دیا تھا۔

"کس بات پر۔۔؟؟" آرجے حیران ہوا۔

"میں نے اسے کہا ہے کہ آپکی انگیجمنٹ ہوچکی ہے۔۔"

"رئیلی۔۔" آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"اور آپکی دوست اس وقت سوچ رہی ہوگی کہ کس کی زندگی برباد ہوئی ہے۔۔" وہ ہنس رہا تھا۔

"دانت تو ایسے نکال رہا ہے جیسے جنت مل گئ ہو۔۔۔پتا نہیں کس کی قسمت پھوٹی ہے جو اسکی زندگی میں آگئ۔۔" حانم اسے قہقہہ لگاتے دیکھ کر بڑبڑائی تھی۔

"کیا بات ہے۔۔اتنا جانتے ہیں آپ ہانی کو۔۔" مہرو حیران ہوئی۔

"جی اس سے بھی زیادہ، بیشک جا کر پوچھ لیں وہ اس وقت یہی سوچ رہی ہے۔۔" وہ پر اعتماد تھا۔

"ٹھیک ہے پھر ملتے ہیں۔۔!!اس سے پہلے حانم وہاں آتی مہرو اسے بائے کہتی حانم کی طرف بڑھ گئ تھی جبکہ آرجے ان دونوں کو دلچسپی سے سیڑھیوں کی طرف جاتا دیکھ رہا تھا۔

اگلے دن آخری پیپر کے بعد وہ دونوں

Millennial

پر بیٹھی تھیں کچھ دیر بعد ملی، آرجے اور رُشنہ جو اسمارہ کی بہن اور پرنسپل کی بیٹی تھی وہاں آگئے تھے۔

"آج آرجے سب کو اپنی منگنی کی خوشی میں ٹریٹ دے رہا ہے۔۔"مہرو نے اسکا ذکر لازمی کرنا تھا۔

"تو۔۔؟؟" حانم کا لہجہ سخت تھا۔

"ہمیں بھی جانا چاہیے۔۔" مہرو نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

"بھاڑ میں جائے وہ اور اسکی ٹریٹ۔۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے اور تم بار بار اسکا ذکر مت کیا کرو۔۔" حانم چڑ گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے غصہ تو مت کرو۔۔ آج تو آزادی کا دن ہے۔۔" مہرو مسکرائی تھی۔ کچھ دیر بعد

Millennial

کے سامنے گاڑی رکی تھی اور اس میں سے ایک سٹائلش سی لڑکی نکلی تھی۔ وہ اب آرجے کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے آرجے۔۔" وہ اسکے پاس آنے پر چلائی تھی۔ آرجے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔

"کون ہو تم۔۔" وہ اجنبی سا پوچھ رہا تھا۔

"بھول گئے اتنی جلدی۔۔ لیکن میں نہیں بھولی۔۔ میں تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں۔۔؟؟" لڑکی کی آواز رندھ گئی تھی۔

"ایکسکیوز می مس۔۔۔ کیا بول رہی ہو تم۔۔؟؟"

"ایک سال کا ریلیشن شپ رہا ہے ہمارا۔۔ ایسے کیسے تم مجھے بھول سکتے ہو۔۔؟؟ جب مجھے تم سے پیار ہوا تو تم اکتا گئے مجھ سے۔۔؟؟ چھوڑ دیا مجھے۔۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھول سکتی اور نا چھوڑ سکتی ہوں۔۔" وہ چلا رہی تھی۔

"چلاؤ مت۔۔ اور دماغ خراب مت کرو میرا۔۔"

"تمہیں اب تک کتنے لڑکوں سے پیار ہو چکا ہے یہ میں اچھے سے جانتا ہوں۔۔ اب جاؤ یہاں سے تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" آرجے کا لہجہ برف جیسا سرد تھا۔

وہاں موجود تمام سٹوڈنٹس حیرت اور دلچسپی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ حانم کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

"پلیز آرجے۔۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو۔ میں سب کو چھوڑ دونگی۔۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔ پلیز مجھے اپنالو۔۔"

وہ لڑکی رونے لگ گئی تھی۔

"میں نے کہانا دماغ خراب مت کرو۔۔ جاؤ یہاں سے مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔"

"لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔۔ اور اگر تم میرے ناہوئے تو دیکھنا۔۔ بہت برا ہو گا۔۔" وہ اسے دھمکی دیتی جاچکی تھی۔ جبکہ آرجے پر سکون ہوچکا تھا۔

لوگ اپنے اپنے کاموں میں دوبارہ مشغول ہو چکے تھے۔

اچانک آرجے کی نظر حانم پر پڑی تھی جو کھاجانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"کیا تھا۔۔؟؟" مہرو لڑکی کے جانے کے بعد بولی تھی۔

"تمہارے آرجے کا لگایا ہوا تماشہ۔۔۔" حانم نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔

"افف۔۔ میرا آرجے۔۔" مہرو بلا اختیار ہی ہنسی تھی۔

اب وہ تینوں اپنی ٹیبل سے اٹھ چکے تھے۔ گزرنے کے راستہ مہرو اور حانم کی ٹیبل کے پاس سے تھا۔

"اللہ پاک دل توڑنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔۔!!" حانم کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔ پاس سے گزرتا آرجے فوراً رکا تھا۔ وہ اسکی بات سن چکا تھا۔ درحقیقت اسے ہی یہ بات سنائی گئی تھی۔

"کمال ہے مس حانم۔۔۔ اللہ کا ان سب سے کیا تعلق۔۔؟؟" وہ پلٹ کر اب حانم سے پوچھ رہا تھا۔

حانم ایک دم گڑبڑا گئی تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں سوال کرے گا۔ "یقین نہیں ہوتا کہ اکیسویں صدی میں بھی کوئی کیسے خدا پر یقین کر سکتا ہے۔۔؟؟ جب سائنس ہر میدان میں ایجادات کر رہی ہے اور ایک ہمارے لوگ ہیں جو خدا کی رٹ لگا کر بیٹھے ہیں۔۔۔!!!" وہ عام سے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"تم نہ مانو۔۔ کسی نے فورس نہیں کیا تمہیں۔۔"

وہ دوسروں کے سامنے اسے "آپ" کہتی تھی لیکن آج وہ بھرم بھی ختم کر دیا تھا۔ وہ سب کے سامنے ہی "تم" پر اتر آئی تھی۔

"لیکن آپ تو خدا پر یقین رکھتی ہیں تو پھر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا ہے۔۔!!" آرجے پوچھ رہا تھا۔

"چلو یار آرجے ہر وقت بحث نہیں کرنی چاہیے۔۔!! "مکی نے اسے بلانا چاہا تھا۔

"چلو آرجے کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔۔ ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگتے۔۔" رشنہ نے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم لوگ جاؤ۔۔ یہ میرا مسئلہ ہے میں جس سے چاہوں بحث کروں۔۔" رشنہ کی بات پر اسے غصہ آیا تھا۔

"میں خدا کو مانتی ہوں۔۔ تم نہیں۔۔ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں ہے لیکن تمہیں ہے۔۔ اور جسے ضرورت ہوتی ہے وہی ڈھونڈتا ہے۔۔ اتنی ذہانت لیے پھرتے ہو تو ڈھونڈ لو دلائل۔۔ کیا اتنا سا بھی نہیں کر سکتے تم۔۔" وہ چیلنج کرنے والے انداز میں کہتی وہاں سے چلی گئی تھی ایک منٹ کیلئے بھی نہیں رکی تھی۔ مہرو اسکے پیچھے لپکی تھی۔

وہ جب بھی ملتے تھے سب الٹ ہوتا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی انکی بحث ہو جاتی تھی۔ حانم نے پہلی بار اسکے سوال کا جواب دینے سے انکا کیا تھا۔ آرجے جانتا تھا کہ اگر وہ چاہتی تو جواب دے سکتی لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا تھا۔ یعنی وہ اس سے اتنا خار کھانے لگی تھی کہ اسکی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

پیپرز کے بعد انہیں ایک ہفتے کی سمیسٹر بریک ملی تھی۔ آٹھ دن بعد وہ دوبارہ ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے۔

آج پھر سیمینار تھا۔ عثمان ملک اسے ڈھونڈ رہا تھا۔

آخر وہ اسے گراؤنڈ میں نظر آ ہی گئی تھی۔ چونکہ فروری کا مہینہ تھا۔ بادل امڈ امڈ کر آتے تھے۔ سردی کم ہوئی تھی لیکن ختم نہیں۔۔

"حانم۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔؟؟" وہ اسکے پاس پہنچ چکا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔"

"آج سیمینار ہے آپ جانتی ہیں آج تو آپ میرے ساتھ چلیں۔۔ آپ میری ٹیم کا حصہ بن چکی ہیں۔۔!! عثمان ملک نے کہا تھا۔

"میں کوشش کرونگی۔۔ لیکن میں دعویٰ نہیں کرتی کہ میں ٹھیک سے کام کر پاؤنگی یا نہیں۔۔"

"مجھے امید ہے آپ کرلینگی۔۔" وہ پر امید سا کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر چلیں۔۔" اسے خاموش دیکھ کر عثمان ملک نے دوبارہ پوچھا تھا۔ اس سے پہلے حانم کوئی جواب دیتی اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ گھر سے آسیہ بیگم کا فون تھا۔

"میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔۔" حانم نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے جلدی آئیں میں انتظار کر رہا ہوں آپکا۔۔" وہ مسکرا کر کہتا واپس پلٹ گیا تھا۔ جبکہ حانم نے کال ریسیو کرنے کے بعد فون کان سے لگایا تھا۔ دور ایک شخص نے حسد بھری نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا۔

مہرو کو اقصیٰ کسی کام کیلیئے دوسرے ڈیپارٹمنٹ لے کر گئی تھی۔

اسی لیے آج وہ اکیلی تھی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد حانم سیمینار ہال کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اندر شاید سیمینار شروع ہوچکا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی میمبر تھی اسکا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"تم اندر نہیں جاسکتی۔۔" نیلم نے غصے سے کہا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی تھی۔

"میری مرضی۔۔ یہ جو تم نے کھیل کھیلا ہے نا۔۔ سب اچھے سے جانتی ہوں۔۔ عثمان کو اٹریکٹ کرنے کیلیے تم نے یہ سب کیا۔۔ تم ٹیم کا حصہ تو بن گئی ہو لیکن میں تمہیں اسکے قریب نہیں ہونے دونگی۔۔" نیلم پھنکار رہی تھی۔

حانم کا دماغ اسکی بات سن کر بھک سے اڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کر رہی تھی۔

"آپکا دماغ تو ٹھیک ہے مس نیلم۔۔؟؟" حانم کو غصہ آیا تھا۔

"میرا تو ٹھیک ہے لیکن شاید عثمان کو دیکھ کر تمہاری نیت خراب ہو گئی ہے۔۔ میں تمہیں اچھے سے بتادوں کہ میں اور عثمان کزنز ہیں اور بہت جلد ہمارا نکاح ہونے والا ہے تو اپنی گھناؤنی چالوں سے باز آجاؤ۔۔"

حانم کا دل کیا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ اس نیلم کے رسید کرے۔۔ لیکن وہ تماشہ نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اسے دکھ ہوا تھا۔ لوگ کیسے الزام لگا دیتے ہیں دوسروں پر اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"مجھے آپکے عثمان ملک اور انکی ٹیم کا حصہ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔، اور آپ سینئر ہیں آئندہ ایسی بات کرنے سے پہلے سوچ لیجئے گا مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ میں آپ سے کچھ کہوں۔۔۔" حانم نے کچھ پر زور دیا تھا۔ اسکا مطلب انسلٹ تھا۔

وہ اسکا جواب سنے بنے واپس گراؤنڈ میں آگئی تھی۔ گراؤنڈ خالی تھا کچھ سٹوڈنٹس سیمینار کے نام پر ہی ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ جاتے تھے۔ جبکہ کچھ کی کلاس ہو رہی تھی اور باقی سیمینار ہال میں تھے۔ وہ لکڑی سے بنے بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔ آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی تھیں۔ وہ اچھا کرنا چاہتی تھی تو برا ہو جاتا تھا۔ وہ جو سوچتی بھی نہیں تھی لوگ وہ الزام لگا دیتے تھے اس پر۔۔

وہ اپنے بیگ پر انگلی سے کچھ لکھ رہی تھی۔ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش جاری تھی۔ گردن جھکی ہوئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے آنکھیں اوپر کیں تو لوگ اسکے آنسو دیکھ لیں گے۔ وہ جتنی سخت دل نظر آتی تھی اتنی حساس بھی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنکھیں بھر آتی تھیں۔ جانے زندگی کے کس تجربے نے اسے تلخ بنادیا تھا وہ پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ اسے غصہ شدید آتا تھا۔

کچھ ہی پل گزرے تھے جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسکے پاس آکر بیٹھا تھا۔ اسکی گردن اور جھک گئی تھی۔

"اووہ تو مس ام حانم روتی بھی ہیں۔۔ اسٹرینج۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ وہ اپنے کاٹ دار لہجے سے بس دوسروں کو گھائل کرتی ہیں۔۔"

آواز پر جیسے حانم کو کرنٹ لگا تھا۔ اس نے مڑ کر اپنے دائیں طرف دیکھا تھا۔ آرجے بینچ کے اوپر چڑھ کر بیٹھنے والے حصے پر پاؤں جمائے، ٹیک لگانے والے حصے پر چڑھ کر بیٹھا تھا۔ حانم نے فٹافٹ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ وہ سیمینار ہال میں تھا۔ حانم اسے وہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟" وہ غصے سے بولی تھی۔

"جو تم کر رہی ہو۔۔ یعنی آنسو بہا رہا ہوں۔۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ حانم جانتی تھی وہ اسے جلائے بنا باز نہیں آنے والا تھا۔

"تم تو سیمینار میں تھے نا۔۔؟؟"

"ہاں۔۔ تھا تو۔۔ ایک بے وقوف لڑکی سے بحث کرنی تھی لیکن وہ ڈر کر بھاگ گئی وہاں آئی ہی نہیں تو میں بھی باہر آگیا۔۔!!" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ حانم نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ایک بات تو بتاؤ۔۔" اسکے لہجے کا انداز ایک دم بدلا تھا۔

حانم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ گرے آنکھیں رونے کے باعث گلابی ہو چکی تھیں۔ پلکیں نم تھیں۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔؟؟" وہ بڑبڑا کر کہتا چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔ اسکی نم آنکھیں آرجے کا دماغ خراب کر رہی تھیں۔

"کیا بات۔۔؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔ وہ اسکی بڑبڑاہٹ نہیں سن پائی تھی۔

"کبھی کبھی کسی انسان کو دیکھ کر ایسا کیوں لگتا ہے کہ اُس انسان سے ہمارا صدیوں پرانا تعلق ہے۔۔؟؟ ایسا کیوں لگتا ہے وہ انسان ہمیں پہلے بھی کہیں مل چکا ہے۔۔؟؟ وہ ہمیں اپنا جیسا کیوں لگتا ہے۔۔؟؟" آرجے کی بات سن کر حانم پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

اسے آرجے سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ وہ حیران بھی ہو رہی تھی۔ وہ کتنے نارمل لہجے میں بات کر رہا تھا۔ نا کوئی غصہ، نا طنز۔۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی کسی الجھن کا شکار ہو۔ ٹھنڈی ہوا دونوں کے چہروں کو چھو کر پلٹ رہی تھی۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔

"تم تو خدا پر یقین نہیں رکھتے، تم عالم ارواح کو کیا مانو گے۔۔؟ یہ سب روحوں کے کھیل ہیں مسٹر آرجے۔۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔۔"

"کیا مطلب۔۔؟؟" آرجے نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا تھا۔

"مطلب یہ کہ اس جہاں کے علاوہ اور بھی جہاں ہیں۔۔ اور ایک روحوں کا جہان ہے۔۔ تمہارے پاس

scanning eyes

ہیں نا۔۔ لیکن تم پھر بھی وہ سب نہیں دیکھ پاتے جو مجھے نظر آتا ہے۔۔!" حانم نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ یہ اسکا پسندیدہ موضوع تھا۔ بادلوں سے ڈھکے آسمان نے اسے پرسکون کیا تھا۔ جانے وہ وہاں کسے دیکھ رہی تھی۔

"بہت کچھ نظر آکر بھی بہت کچھ چھپا ہوتا ہے۔۔ اسے دیکھنے کیلیے بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے جو شاید تمہارے پاس نہیں ہے۔۔ لیکن مجھے امید ہے کی ایک وقت آئے گا۔۔ جب تمہیں سب نظر آنا شروع ہو جائے گا۔۔ ایک وقت آئے گا جب تم کسی چیز کا انکار نہیں کر پاؤ گے۔۔ لیکن نا جانے وہ وقت کب آئے گا۔۔"!!

"یہ روحوں کا جہان کونسا ہے۔۔؟؟" آرجے نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تھا۔

"کیا روح پر یقین ہے تمہیں۔۔؟؟" حانم کے سوال پر وہ چونکا تھا۔ وہ واقعی روح جیسی کسی چیز پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا۔

"جب روح پر یقین نہیں ہے تو اسکے جہان کے بارے میں جان کر کیا کرو گے۔۔؟؟ ویسے بھی وہ دوسرا جہان ہے۔۔ وہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔۔ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔۔!!" حانم کا لہجہ جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ بارش کی پہلی بوند نے اسکے چہرے کو چھوا تھا، حانم آنکھیں بند کر گئی تھی۔ بادلوں کے گرجنے کی زوردار آواز کے ساتھ بجلی چمکی تھی۔

بجلی کی چمک میں اسکے چہرے پر کچھ چمکا تھا۔

وہ ایک دلفریب منظر تھا۔ آرجے نے خود کو اس وقت بہت بے بس محسوس کیا تھا۔ اسکے الفاظ گم ہونے لگے تھے۔

بارش کی بوندوں نے شدت پکڑی تھی۔ یک لخت ہر طرف گہرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے اندھیرا سا پھیل گیا تھا۔

حانم اپنے بیگ کو سنبھالتے ہوئے بینچ سے اٹھی تھی۔ اور گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ اس سے پہلے بارش تیز ہوتی وہ ہاسٹل پہنچنا چاہتی تھی۔ آرجے کی نظر بینچ پر رکھے اسکے موبائل پر پڑی تھی۔ اس نے بے اختیار ہی ہاتھ بڑھا کر حانم کا موبائل اٹھایا تھا۔

"Don't Touch My Phone You Muggles"

وال پیپر پر لکھا تھا اور نیچے ایک سانپ منہ کھولے ڈسنے کو تیار تھا۔ آرجے کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ اسکا چہرہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی وہ اس لڑکی کا موبائل تھا۔۔

"اپنا موبائل مجھے گفٹ کرنے کا ارادہ ہے کیا مس جادوگرنی۔۔؟؟" وہ اونچی آواز میں چلایا تھا۔

حانم کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ پھر تیز تیز قدموں سے اسکی جانب بڑھی تھی۔ آرجے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

حانم نے اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑا نہیں جھپٹا تھا اور پھر ایک گھوری سے نوازتی واپس جا چکی تھی۔ وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنی جیکٹ سے اپنا موبائل نکالا تھا جسکے وال پیپر پر

"Don't Touch My Phone You Bromides"

لکھا چمک رہا تھا۔ برومائیڈز عام لوگ تھے۔ جبکہ

HP

سیریز کے مطابق

Muggle

ایسے لوگ تھے جو عام ہوتے تھے۔ جنہیں جادو نہیں آتا تھا۔ دونوں کے موبائل کا وال پیپر ایک ہی پیغام دیتا تھا کہ "عام لوگوں ہمارے فون کو مت چھوؤ۔۔" وہ کتنی ہی دیر بارش میں بیٹھا بھیگتا اور ہنستا رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ دنیا میں کوئی تھا جو اسکے جیسے سوچتا تھا۔ "اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دو لوگ ایک جیسے نہیں تھے۔۔؟ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں سلفائیٹ نہیں تھے اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں جادوگر نہیں تھے۔۔۔؟؟؟""

کون کہہ سکتا تھا۔۔۔؟؟

حانم دو دن ڈیپارٹمنٹ نہیں گئی تھی۔ اسے بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں سپورٹس گالا کی تیاریاں چل رہی تھی۔ آج انکے ڈیپارٹمنٹ میں مشاعرہ تھا۔ مشہور شاعروں کو دعوت دی گئی تھی۔
شام کو پانچ بجے وہ تیار ہو کر ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی تھیں۔
ہر وجگہ رنگ بکھرے پڑے تھے۔ خوشبوؤں میں بسی لڑکیاں دیکھنے لائق تھیں۔
ڈیپارٹمنٹ کے باہر جنت روڈ پر رونق لگی ہوئی تھی۔
"شاعروں نے ہمیں بور ہی کرنا ہے آرجے تم ہی کچھ سنا دو۔۔" سٹوڈنٹس اسکے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اسکی نظریں حانم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔
"حانم کس طرح کی لڑکی ہے اسے لڑکوں میں کیا اچھا لگتا ہے۔۔؟؟"

"وہ چاہتی کہ کوئی لڑکا بارش میں اسکے لیے گنگنائے۔۔!!" آرجے کچھ دن پہلے عثمان ملک اور مہرو کی باتیں سن چکا تھا۔ یقیناً اب وہ اسکی یہ شام خراب کرنے والا تھا۔ اچانک اسکی نظر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے کھڑی حانم پر پڑی تھی۔ وہ خباثت سے مسکرایا تھا۔

گٹار تھامنے کے بعد اب وہ گنگنانا شروع ہو گیا تھا۔

سٹوڈنٹس خاموش ہو چکے تھے۔ مہرو کے ساتھ باتیں کرتی حانم گٹار کی آواز پر چونکی تھی۔

کرسیوں، درختوں اور پودوں پر بھی روشنی کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ یہ پورا ہفتہ بارشیں تھی۔ اور اس وقت بھی ٹھنڈی ہوائیں ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھیں۔

حانم نے پلٹ کر آرجے کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا جانے تو میرے ارادے،

لے جاؤں گا سانسیں چرا کے

وہ گٹار تھامے گنگناتا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔ حانم حیرت سے گنگ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ آرجے کی آنکھوں میں عجیب سی الوہی چمک تھی۔ وہ چمک آج سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ اسکی آنکھیں کچھ اور پیغام دے رہی تھیں جسے وہاں موجود کوئی شخص نہیں پڑھ پایا تھا۔

"دل کہہ رہا ہے گنہگار بن جا،

بڑا چین ہے ان گناہوں سے آگے۔۔

وہ اب اسکے گرد گھوم رہا تھا۔

میں گمشدہ سی رات ہوں"

!!میں خوشنما صبح تم ہو۔۔

وہ اب مسکراتا دوسری لڑکیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں"

وجہ تم ہو۔۔

وجہ تم ہو۔۔،

وہ گنگناتا اپنا کام ختم کر کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سٹوڈنٹس اسکے پیچھے گئے تھے۔

حانم نے گھور کر مہرو کو دیکھا تھا۔

"قسم لے لو میں نے اسے تمہاری خواہش کے بارے میں نہیں بتایا۔۔!!" مہرو نے صفائی دی تھی۔ حانم کا موڈ بگڑا تھا۔ اس نے کتنے دل سے خواہش کی تھی اور وہ آرجے پانی پھیر گیا تھا اسکے ارمانوں پر۔۔

"میں تمہاری دوست کی لو اسٹوری کا ہیرو نہیں ہوں۔۔ بلکہ ولن ہو ولن۔۔ اور مجھے ولن بن کر اسکی زندگی خراب کرنے کا شوق ہو رہا ہے۔۔!!" مہرو کے موبائل پر میسج آیا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ میسج پڑھنے پر حانم کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

"اللہ کرے اسکا گٹار ٹوٹ جائے۔۔ اسکی۔۔ اسکی۔۔" حانم نے منہ اور مٹھیاں بھینچ کر خود کو اور بددعا دینے سے روکا تھا۔ اسکی حالت دیکھ مہرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر ہنستی رہی تھی۔ حانم غصے سے منہ پھلا کر وہیں جنت روڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ روشنیوں سے جگمگ کرتے جنت روڈ پر لوگوں سٹوڈنٹس نے اسے تیار شیار نیچے بیٹھا تو مذاق اڑاتے اندر چلے گئے۔

"بس کرو ہانی اب چلو نا اندر۔۔ مشاعرہ شروع ہو چکا ہو گا۔۔!! مہرو نے حانم سے کہا۔

"مجھے ہاسٹل جانا ہے۔۔ وہ منحوس آرجے اندر موجود ہے اسکے ہوتے ہوئے میں خوش نہیں رہ سکتی۔۔" حانم نے دہائی دی تھی۔ مہرو نے مشکل سے اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔

"وہ جا چکا ہے ہانی۔۔" مہرو نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

"کیا واقعی۔۔؟؟" حانم چونکی۔

"ہاں سچی۔۔" مہرو نے اسے یقین دلایا تھا۔

"اوکے۔۔پھر چلتے ہی۔۔۔" وہ جھٹ سے کھڑی ہوگئی تھی جبکہ مہرو اسکے یوں موڈ بدلنے پر حیران رہ گئی تھی۔

"ویسے اتنا تو برا نہیں ہے وہ۔۔" مہرو نے خفگی سے کہا تھا۔

"میں نے کب کہا وہ برا ہے۔۔بلکہ وہ نہایت برا ہے۔۔!!حانم بھی ضدی تھی۔مہرو افسوس سے سر جھٹکتی ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔ملک کے مشہور شاعروں کو بلایا گیا تھا۔مشاعرہ بہت اچھا چل رہا تھا۔حانم کے غور کرنے پر آر جے اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔وہ واقعی جا چکا تھا۔حانم نے اسکی غیر موجودگی پر شکر ادا کیا تھا۔

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا جب عجیب سے احساسات کے ساتھ حانم کی آنکھ کھلی تھی۔کوئی اس پر جھکا اسے اٹھا رہا تھا۔

"ہانی اٹھو۔۔ہانی۔۔وہ۔۔" مہرو رو رہی تھی۔

"کیا ہوا مہرو۔؟؟" حانم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"ہانی وہ ماما۔۔" مہرو سسکیاں لے رہی تھی۔وہ روتے ہوئے حانم کے گلے لگ گئی تھی۔

"کیا ہوا آنٹی کو۔۔تم رو کیوں رہی ہو۔؟؟" حانم کا دل کانپ اٹھا تھا۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"وہ ماما کو۔۔ہارٹ۔۔ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔۔" مہرو نے مشکل سے روتے ہوئے بتایا تھا۔

"یا اللہ خیر۔۔" حانم کا دل دہل گیا تھا۔

"اچھا تم چپ کرو روؤ مت۔۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتا چلا۔۔؟؟"

"بھائی نے بتایا۔ وہ لینے آرہا ہے۔۔ ماما ہاسپٹل میں ہیں۔۔

ICU

میں۔۔" یہ سب سن کرہانی کی اپنی آنکھیں نم ہوگئ تھیں۔ اس نے مہرو کو پانی پلایا تھا۔ صبح کے چار بجے کا وقت تھا۔ حانم کمرے سے باہر نکلی تھی۔وہ سیدھاکاؤنٹر پر گئ تھی جہاں رات کو گارڈ ڈیوٹی دیتا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر موجود گارڈ کو سب بتایا تھا جس نے وارڈن کو کال کی تھی۔ مہرو کے گھر فون کرنے پر انہیں خبر کی تصدیق مل چکی تھی۔کچھ دیر بعد مہرو اپنے بھائی کے ساتھ جا چکی تھی جبکہ وارڈن نے حانم کو اس وقت مہرو کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔حانم کو غصہ تو آیا تھا لیکن وہ ہاسٹل کے قوانین کو نہیں توڑ سکتی تھی۔

"جورڈن تم آج کل کہاں ہوتے ہو۔۔ میں کچھ دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم زیادہ تر وقت باہر گزارتے ہو۔۔ کیوں۔۔؟؟" انتھنی جورڈن سے پوچھ رہا تھا۔

"کیوں میں باہر نہیں جاسکتا۔۔؟؟" جورڈن نے غصے سے الٹا سوال پوچھا تھا۔

"جاسکتے ہو لیکن۔۔"

"کیا لیکن۔۔؟؟" جورڈن نے اسکی بات کاٹی تھی۔

"کچھ غلط حرکت مت کرنا۔۔" انتھنی نے درخواست کی تھی۔وہ جورڈن کے غصے اور اسکی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھا۔مارتھا کی موت کے بعد وہ اور زیادہ خاموش رہنے لگا تھا۔پہلے تو زیادہ وقت گھر اور جم میں گزارتا تھا یا پریکٹس کرتے ہوئے لیکن آج کل وہ تھوڑا عجیب سا رویہ اپنائے ہوا تھا۔ جلدی جلدی میں ناشتہ کرتا تھا جیسے کہیں پہنچنا ہو۔۔ بار بار وقت دیکھتا رہتا تھا۔

"ڈونٹ وری۔۔جو کرونگا سب ٹھیک ہی کرونگا۔۔" جورڈن نے سرد سے لہجے میں کہا تھا جبکہ اینتھنی سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

پیرس میں سالانہ بہت بڑا فیشن شو ہو رہا تھا جسکا ایلا کو کافی عرصے سے انتظار تھا۔ مشکل سے انہیں ٹکٹس ملیں تھیں۔ اس وقت وہ دونوں شو دیکھنے کیلئے ہی نکل رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ دونوں پارکنگ ایرا میں پہنچیں ماہی کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اسے روڈ پر ایک بائیک کھڑی نظر آئی تھی۔ اور اس پر سوار ہیلمٹ پہنے وہ شخص۔۔ وہ اسے کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی۔

"کیا ہوا ماہی جلدی چلو۔۔" ایلا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"آں۔۔ ہاں۔۔ چلو۔۔" ماہی کے چہرے پر الجھن واضح تھی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی لیکن اسکی نظر بیک مرر سے گاڑی کے پیچھے آتی بائیک پر تھی۔ اسکے حواس باختہ ہونے لگے تھے۔

"ایلا مجھے لگتا ہے کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔۔" ماہی نے ڈرتے ہوئے بتایا تھا۔

"واٹ۔۔۔ رئیلی۔۔؟؟" ایلا نے پرجوش سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"ہاں مجھے کچھ دنوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی ہم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی کی نظروں میں ہے۔۔!! ماہی پریشانی سے بتا رہی تھی۔

"اووکم آن ماہی۔۔ ایک تو تم وہمی بہت ہو۔۔" ایلا نے اسکا مذاق اڑایا تھا۔

"نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ وہ دیکھو گاڑی کے پیچھے۔۔"

ماہی نے اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ مرر میں دیکھا تھا لیکن اب وہ بائیک غائب تھی۔ اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔

"کہاں۔۔؟؟" ایلا نے پوچھا تھا۔ لیکن ماہی کے پاس وئی جواب نہیں تھا۔

"تمہیں ریسٹ کی ضرورت ہے ماہی۔۔ حشام کو لے کر تم ذہنی طور پر ڈسٹرب ہو چکی ہو۔۔!! ایلا نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ جبکہ ماہی خاموش ہو گئی تھی۔ وہ اب اسے کیا بتاتی کیا سمجھاتی اس نے واقعی بہت دفعہ اس ہیلمٹ پہنے شخص کو اپنے آس پاس دیکھا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایلا کبھی اسکا یقین نہیں کرنے والی تھی۔ اسی لیے اس نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

دو دن گزر گئے تھے مہرو واپس نہیں آئی تھی۔ اسکی امی کی طبیعت اب کچھ ٹھیک تھی۔ ویک اینڈ آگیا تھا حانم بھی گھر چلی گئی تھی۔ اور پھر گھر سے آسیہ بیگم کو ساتھ لے کر وہ مہرو کی ماں کی خیریت دریافت کرنے گئی تھی۔

'اچھا کیا تم آگئی ہو۔۔!!"مہرو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ البتہ وہ کافی کمزور نظر آرہی تھی۔ اسکی امی کی طبیعت کافی حد تک سنبھل گئی تھی لیکن وہ ابھی بھی بیمار تھیں۔ کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اب واپس جانے کیلئے تیار تھیں۔

"اچھا سنو کل منڈے ہے تم یونیورسٹی جاؤ گی۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔ صبح ہاسٹل چلی جاؤں گی۔۔!!حانم نے جواب دیا تھا۔

"کل تم ڈیپارٹمنٹ نہیں جاؤ گی۔۔ شام چار بجے سے پہلے تم نے

NAB

آفس کے پاس پہنچنا ہے۔۔ہاسٹل سے آٹو لے لینا یا پھر اوبر کروالینا۔۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں ہے۔۔"مہرو نے رازداری سے کہا تھا۔حانم اسکی بات سن کر چونکی تھی۔

"کیوں خیریت تو ہے تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ بتانا کیوں نہیں۔۔؟؟" حانم کو حیرانگی ہوئی تھی۔

"سب میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔۔ ابھی بس اتنا یاد رکھو کہ چار بجے سے پہلے۔۔

NAB

آفس کے سامنے۔۔ میں وہیں آجاؤنگی۔۔" مہرو نے چار بجے پر زور دیا تھا۔

" یہ تم دونوں سرگوشیوں کیا میں باتیں کررہی ہو۔۔؟؟ تھوڑا اونچا بولو۔۔ ہمیں بھی پتا چلے۔۔!!"مہرو کی بھابھی نے شرارتاً دونوں کو چھیڑا تھا۔

"نہیں۔۔ نہیں بھابھی کچھ نہیں ایسے ہی۔۔" مہرو نے جواب دیا تھا۔ کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد وہ واپس اپنے گھر آچکی تھی۔ مہرو کی باتوں نے حانم کو الجھا دیا تھا۔ وجہ کیا تھی یہ تو مہرو مل کر ہی بتا سکتی تھی۔

حانم مہرو کی بات کو لے کر ساری رات سوچتی رہی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ مہرو کو نیب آفس کے پاس کیا کام تھا۔۔؟؟ اس نے مہرو سے پوچھنے کیلیئے دو تین بار اسکا نمبر ملایا تھا جو آف جا رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔؟؟" وہ جھنجھلا گئی تھی۔ اگلے دن بھی وہ اسکا نمبر ملاتی رہی تھی۔ ایک تو وہ چھٹیاں کر رہی تھی جو کہ غلط تھا اوپر سے فون بھی آف جا رہا تھا۔

حانم اپنے وقت پر ڈیپارٹمنٹ چلی گئی تھی۔ تین بجے کا وقت تھا وہ کلاس لے کر فری ہوئی تھی جب اسے مہرو کی کال آئی تھی۔

"تم پہنچ رہی ہو نا نیب آفس۔۔؟؟" مہرو پوچھ رہی تھی۔ حانم کا اسکی بات سن دماغ گھوما تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے مہرو۔۔ فون کیوں بند تھا تمہارا اور تمہیں اس جگہ پر کیا کام ہے۔۔۔؟؟" حانم نے غصے سے پوچھا تھا۔

"پلیز جلدی آؤ۔۔ میں ادھر ہی جا رہی ہوں۔۔" مہرو کہہ کر فون بند کر چکی تھی جبکہ حانم سر تھام کر رہ گئی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا وہ کرے۔۔؟؟ کسی کو بھی بنا بتائے یوں کلاس چھوڑ کر اسکی بتائی جگہ پر پہنچنا حانم کیلیئے بہت عجیب تھا۔

"کہیں مہرو کسی مصیبت میں تو نہیں۔۔؟؟" اچانک اسکے ذہن میں خیال آیا تھا اور بالآخر وہ ہمت کر کے یونیورسٹی سے باہر نکل آئی تھی۔ تین بج کر چالیس منٹ پر وہ نیب آفس کے سامنے تھی۔ وہاں آرمی کی کثیر تعداد نظر آرہی تھی۔ حانم کا دل گبھرا رہا تھا۔ مہرو کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ پندرہ منٹ وہ روڈ پر کھڑی رہی

تھی۔ لوگ اسے عجیب و غریب نظروں سے گھور رہے تھے۔ اس نے اپنی بڑی سی چادر کو اچھے سے خود پر لپیٹ رکھا تھا اور آدھا منہ چھپا ہوا تھا۔ حانم نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مہرو کا نمبر ملاتی موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا تھا۔ اس نے فٹافٹ جھک کر موبائل اٹھایا تھا جو بند ہو چکا تھا۔ حانم کے اب اوسان خطا ہوئے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی تھی۔ ساڑھے چار ہو گئے تھے لیکن مہرو آلو دہو رہا تھا۔ اور اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اسے ا بر نہیں آئی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ موسم سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ بار بار کوشش کرنے پر بھی اسکا موبائل آن نہیں ہوا تھا۔ اس جگہ پر وہ آٹو میں آگئی تھی لیکن اب واپس جانے کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ گاڑیاں، لوگ اور ہر طرف پھیلا شور اسے پاگل کر رہا تھا۔ وہ ہمیشہ کالج سے گھر اور گھر سے کالج سے اکیلے گئی تھی۔ لاہور میں رہنے کے باوجود اس نے دوسروں کی طرح لاہور پورا نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ہی پانچ بجے تھے حانم کی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ مہرو نہیں آئی تھی وہ اسے کال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت سیچویشن ایسی تھی کہ حانم کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے دل سے دعا کی کہ اللہ اسکی مدد کرے۔ اور پھر کچھ دیر بعد ایک گاڑی اسکے سامنے رکی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟؟" آرجے نے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ حانم اپنے سامنے آرجے کو دیکھ کر عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پہلی بار اسے آرجے کو دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ وہ اس وقت اسکے لئے ایک مسیحا بن کر آیا تھا۔

"وہ۔۔وہ میں۔۔" حانم کے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"گاڑی میں بیٹھو۔۔" اسکا انداز حکمیہ تھا۔ بنا کوئی کچھ سوچے سمجھے حانم دوسری طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ کچھ دیر گاڑی میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ حانم کی آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

"کسی کا انتظار کر رہی تھی۔۔؟؟" آرجے نے نارمل سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"مجھے ہاسٹل جانا ہے۔۔" حانم نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا البتہ اسکی آواز رندھ گئی تھی۔

"اوکے۔۔۔" آرجے نے گاڑی کا رخ کیمپس کی طرف موڑ دیا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں۔۔ یہاں کیا کر رہی تھی۔۔؟؟" چند منٹ کی خاموشی کے بعد آرجے نے دوبارہ پوچھا تھا۔ جبکہ حانم اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا ہوتا اگر آرجے وہاں نا آتا۔۔؟؟" یہ سوچ کر ہی اسکی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ اسے مہرو پر انتہا کا غصہ آرہا تھا اور اس سے بھی زیادہ خود پر جو بے وقوفوں کی طرح وہاں چلی آئی تھی۔ حانم نے آرجے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آرجے کو اسکی خاموشی چڑا رہی تھی۔ اس نے گاڑی میں میوزک لگا دیا تھا۔

"پلیز اسے بند کر دو۔۔" حانم نے التجا کی تھی اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ "اور گاڑی تیز چلاؤ مجھے جلدی ہاسٹل پہنچنا ہے۔۔" اسے پریشانی ہو رہی تھی کہ اگر وہ مقررہ وقت تک ہاسٹل نا پہنچی اور لیٹ ہوگئی تو وارڈن اسے نہیں بخشے گی۔ اسکے بات کا آرجے پر الٹا اثر ہوا تھا اس نے گاڑی کی رفتار کم جبکہ میوزک کا والیوم تیز کر دیا تھا۔

حانم نے آنکھیں میچ کر خود کو کچھ غلط کہنے سے روکا تھا۔ اس وقت وہ اسکے رحم و کرم پر تھی۔

"مجھے یہاں مہرو نے بلایا تھا کچھ کام تھا ہمیں لیکن وہ لیٹ ہوگئی آ نہیں سکی۔۔" بالآخر اسے بولنا ہی پڑا تھا۔ اسکی بات سننے کیلئے آرجے میوزک بند کیا تھا۔

"اوکے۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تھا۔ خاموشی۔۔۔ خاموشی۔۔ ایک طویل خاموشی چھاگئی تھی۔

"ویسے ہو تو تم پانچ فٹ چار انچ کی لیکن نخرہ کیوں ہے اتنا تم میں۔۔؟؟" آرجے کی بات پر حانم نے حیرت سے رخ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اب اسے گھور رہی تھی۔

"ہاں نا۔۔ اتنی ہی ہائیٹ ہے تمہاری۔۔ ایک انچ اوپر نیچے ہو سکتا ہے۔۔" وہ ڈھیٹوں کی طرح ہنسا تھا۔

"ویسے تمہارا میری گاڑی میں بیٹھنا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یا تو میں نہایت باکردار لڑکا ہوں۔۔ یا پھر۔۔ تم بھی میرے ہی جیسی ہو۔۔!! " وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

حانم بس خود پر ضبط کر رہی تھی۔ وہ کچھ ایسا نہیں بولنا چاہتی تھی جس سے آرجے کو غصہ آتا اور وہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔

"میری مجبوری کا فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرو۔۔" حانم کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"کیا بات ہے۔۔ ویسے نا مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔ اگر ہوتی تو بھی میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔۔ اور ویسے بھی مجھے یاد آیا تم تو میری قانونی بیوی ہو۔۔ میری گاڑی پر حق رکھ رکھتی ہو اسی لئے میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ تم اپنا حق استعمال کر رہی ہو۔۔"

وہ اسے چڑانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"تمہارا نام کس نے رکھا تھا۔۔؟؟" اب حانم کسی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔

"میں نے خود۔۔" وہ پھر ہنسا تھا۔

"روحان کی بات کر رہی ہوں۔۔"

"وہ مام نے رکھا تھا۔۔" آرجے نے بتایا۔

"کیا تمہیں پتا ہے کہ روحان کا مطلب کیا ہے۔؟؟" حانم نے پوچھا۔

"روحوں جیسا پاک صاف۔۔" آرجے کے نا میں گردن ہلانے پر حانم نے بتایا تھا۔

"واؤؤ۔۔" نا چاہتے ہوئے بھی آرجے مسکرا دیا تھا۔

"اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلاظت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی۔۔!! آرجے کے قہقہے کو بریک لگی تھی۔ اچانک اسکے چہرے پر سختی چھا گئی تھی۔

"اور مجھے اس چیز سے کوئی ی فرق نہیں پڑتا کہ میں کیسا ہوں اور کیسا نہیں۔۔ اور تمہیں بھی مجھ پر اتنی گہری نظر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔!!" وہ سخت سے لہجے میں بولا تھا۔ حانم خاموش ہو گئی تھی۔

کونسا ہاسٹل ہے تمہارا۔۔؟؟" وہ لوگ گیٹ نمبر 4 سے ہاسٹل ایریا میں داخل ہو گئے تھے۔ پہلے بوائز ہاسٹل تھے۔ ہاسٹل ایریا میں رونق لگی ہوئی تھی۔ ہر طرف لڑکے گھومتے نظر آرہے تھے۔ کچھ آگے آنے پر

Stc

والے راستے پر لڑکیاں اور لڑکوں کے گروپ چہل قدمی کر رہے تھے۔

"یہیں اتار دیں میں خود چلی جاؤں گی۔۔"حانم نے تمیز سے کہا تھا۔ ”میں نے پوچھا ہاسٹل نمبر بتاؤ۔۔ اور بے فکر رہو

میں تم سے ملنے ہاسٹل نہیں آنے والا۔۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔

"گیارہ۔۔" حانم نے جواب دیا تھا۔ کچھ منٹ بعد وہ اسکے ہاسٹل کے سامنے کھڑے تھے۔ حانم بنا کچھ کہے گاڑی سے باہر نکلی تھی۔ اور فٹافٹ ہاسٹل کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جیسے ہی وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی آر جے نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ شام کے سات بج رہے تھے۔

اب وہ گاڑی واپسی کیلئے موڑ چکا تھا۔

حانم نے ہاسٹل آنے کے بعد شکرانے کے نفل ادا کئے تھے۔ اللہ نے اسکی حفاظت کی تھی۔ اسے مہرو پر شدید غصہ تھا۔ اور اسی غصے کی وجہ سے اس نے دوبارہ مہرو کو کال نہیں کی تھی۔ اگلے دن مہرو ہاسٹل آئی تھی۔ اسکے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی حانم اسے یوں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"سوری حانم کل جب میں تمہارے پاس آرہی تھی تو چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا۔۔" مہرو نے بتایا تھا۔ حانم کو اس پر جتنا بھی غصہ تھا وہ اسکی حالت دیکھ کر کم ہوا تھا۔

"پلیز معاف کر دو۔۔ میں نے بعد میں تمہارا نمبر ملایا تھا لیکن وہ بند جا رہا تھا۔۔" حانم کے سرد وجامد تاثرات دیکھ کر مہرو نے صفائی پیش کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔" حانم اتنی بھی پتھر دل نہیں تھی۔ اب وہ اس سے ڈرائیور کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے زیادہ چوٹ آئی تھی۔

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں بیٹھی تھیں۔ مہرو کے والد کا اسلام آباد میں ٹرانسفر ہوا تھا وہ لوگ کچھ دنوں تک وہاں شفٹ ہونے والے تھے۔ مہرو کا ابھی کنفرم نہیں تھا۔

حانم اسے منع کر رہی تھی کہ وہ نا جائے۔ وہ افسردہ تھی۔

جب مہرو اسے یقین نہیں دلا سکی تو اس نے موبائل نکال کر یوٹیوب کر ویڈیوز دیکھنی شروع کر دی تھیں۔

"جتنا وقت تم ان ویڈیوز دیکھنے میں لگاتی ہو اگر اتنا پڑھو نا تم تو ٹاپ کر جاؤ۔۔ آرجے نہیں "اس بار بھی آرجے نے "ٹاپ کیا تھا۔" تم بھی آرجے جتنی ذہین تو ہو ہی نا۔۔"

"آرجے ذہین نہیں چالاک ہے مہرو۔" حانم نے موبائل پر نظریں گاڑے جواب دیا تھا۔

"ذہین اور چالاک میں کیا فرق ہوا بھلا۔۔" مہرو نے اچنبھے س پوچھا تھا۔

"چالاک تو ابلیس بھی تھا مہرو۔۔ اگر وہ ذہین ہوتا تو شیطان نہ ہوتا۔۔!!" حانم کی بات نے مہرو کو گنگ کر دیا تھا۔ وہ بہت گہری بات کہہ گئی تھی۔ اور ان سے کچھ فاصلے پر پیچھے کھڑے آرجے کے قدم جو مہرو سے کچھ پوچھنے آیا تھا پتھر کے ہوئے تھے۔ اس نے دانت بھینچ کر خود پر قابو پایا تھا اور پھر واپس پلٹ گیا تھا۔

وہ دونوں کیفے پر بیٹھی تھیں۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر مکی اور آرجے دوسرے ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ آرجے مکی سے کچھ بات کر رہا تھا جبکہ مکی کی نظریں موبائل کی سکرین پر جمی تھیں۔ آرجے نے ہاتھ بڑھا کر مکی سے موبائل چھینا تھا۔

مکی اس وقت کوئی چیٹنگ پڑھ رہا تھا۔۔ میسج چیٹنگ۔۔

نمبر پر

X_H

لکھا ہوا تھا۔وہ مکی کی کوئی ایکس گرل فرینڈ تھی جس سے اب اسکا بریک اپ ہو چکا تھا۔

"آرجے موبائل واپس کرو۔۔"مکی ایک دم بوکھلا گیا تھا۔

"تم ابھی تک اسے بھولے نہیں ہو۔۔"آرجے نے پوچھا۔

"بھول چکا ہوں۔۔بس تم موبائل واپس کرو۔۔"مکی اس سے موبائل چھیننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن آرجے نے نہیں دیا۔کچھ سوچتے ہوئے آرجے نے وہ نمبر ملایا تھا۔ مکی کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ بیل جا رہی تھی۔ انکے سامنے دوسرے میز پر رکھا ہوا حانم کا موبائل بجا تھا۔ آرجے چونکا تھا۔حانم نے موبائل اٹھا کر دیکھا تھا اور نمبر دیکھ کر اسکے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔اس نے کال فوراً کٹ کی تھی۔

آرجے نے دوبارہ کال ملائی تھی۔ اس بار پھر حانم کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ حانم نے کانپتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو۔۔"اسکی آواز میں غصہ اور خوف دونوں تھے۔

آرجے کو وہ منظر صاف دکھائی دیا تھا۔ کال اٹھانے اور ہیلو بولنے والی حانم تھی۔ آرجے کو یونیورسٹی کی بلڈنگ اپنے سر پر گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹکے سے مکی کی طرف دیکھا تھا جو پھیکے پڑتے چہرے کے ساتھ کبھی حانم تو کبھی آرجے کو دیکھ رہا تھا۔۔اس نے آرجے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔

"مت کرو آرجے"آرجے کا دماغ چکرایا تھا۔۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ یعنی وہ ہانی ام حانم ہی تھی۔۔۔جو مکی کی گرل فرینڈ تھی۔

جبکہ دوسری طرف حانم پریشان سی موبائل کی سکرین کو گھور رہی تھی۔ آرجے فون بند کرتے ہوئے اٹھا تھا اور ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"آرجے میری بات سنو۔۔"مکی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ لیکن آرجے رکنے والا نہیں تھا۔

"کیا ہوا ہانی کس کا فون تھا۔۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"آں۔۔ہاں وہ۔۔" حانم گڑبڑا گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی مہرو کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔

"بھائی کی کال ہے۔۔" مہرو نے کہتے ہوئے کال ریسیو کی تھی۔ اور پھر بات سننے کے بعد اسکے چہرے کے رنگ اڑے تھے۔

"کیا ہوا مہرو سب ٹھیک ہے نا؟؟ حانم نے پوچھا تھا۔

"میں آتی ہوں بھائی" مہرو جواب دیتے ہوئے بوکھلاہٹ میں اٹھی تھی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا؟؟" حانم نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"نہیں ہانی۔۔ماما کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے بھائی ہاسٹل کے باہر میرے انتظار کر رہے ہیں مجھے جانا ہوگا۔۔!!" مہرو نے کانپتی آواز سے اسے بتایا تھا۔

"اللہ خیر کرے۔ تم دھیان سے جاؤ" مہرو اثبات میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی جبکہ حانم واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکے سامنے جوس کا گلاس رکھا تھا۔ کچھ دنوں سے سب غلط ہو رہا تھا۔ پہلے مہرو کی امی کو ہارٹ اٹیک، مہرو کا اسے نیب آفس کے پاس بلانا، مہرو کا ایکسڈینٹ، رات اس نے پھر سے وہی خواب دیکھا تھا جس میں کسی نے اسے آگ اگلتے دریا میں دھکا دے دیا تھا۔ اس آگ کی جلن حانم کو محسوس ہوتی تھی۔

اور اب اس ملک کی کال آنا، حانم کی کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔ اسکا دل کانپ رہا تھا۔ وہ کیفے سے اٹھنے کے بعد ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسکی اسائنمنٹ مکمل نہیں تھی صبح جمع کروانی تھی۔

"اگر میں ہاسٹل چلی گئی تو سو جاؤں گی کیوں نا لائبریری میں بیٹھ کر مکمل کرلوں" حانم سوچتے ہوئے لائبریری کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آج جنت روڈ پر سٹوڈنٹس کا رش نہیں تھا۔۔ روڈ اور کیفے خالی خالی سا نظر آرہا تھا۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ جنت روڈ کے دونوں تقریباً آٹھ دس ڈیپارٹمنٹ تھے۔ جن میں سے کچھ ڈیپارٹمنٹس کے فائنل پیپرز لیٹ ہوئے تھے اور اب انہیں سمیسٹر بریک تھی۔۔ اس لیے کافی ڈیپارٹمنٹ

بند تھے۔ جبکہ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دن فیصل آڈیٹوریم میں ٹیکنالوجی پر ایک بہت بڑا سیمینار تھا جس میں بڑی بڑی شخصیات نے شرکت کرنی تھی۔ انکے ڈیپارٹمنٹ کے بھی تقریباً سبھی سٹوڈنٹس وہاں گئے ہوئے تھے۔

حانم کا سیمینار میں جانے کا موڈ نہیں تھا۔ وہ لائبریری میں بیٹھی انہماک سے اسائنمنٹ بنا رہی تھی جب اسکے موبائل پر وائبریشن ہوئی۔ لائبریری میں ایک دو سٹوڈنٹس تھے۔ حانم نے موبائل دیکھا ملک کی کال تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے بھی آئی تھی اور وہ مہرو میں الجھ کر بھول گئی تھی۔ نمبر دیکھ کر حانم کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے غصے سے کال اٹھائی تھی۔

"ہیلو" حانم کی آواز سے بھی غصہ جھلک رہا تھا۔

"کیسی ہو مس ہانی۔۔؟؟" کاٹ دار لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

"ذرا ڈیپارٹمنٹ کے گراؤنڈ میں تشریف لائیں گی آپ؟"

اس سے پہلے حانم کچھ بولتی وہ دوبارہ بولا تھا۔ حانم کو وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ اسکی ایک کمزوری تھی۔ وہ آوازوں میں جلدی سے فرق محسوس نہیں کر پاتی تھی۔ اگر مہرو بھی کسی انجان نمبر سے اسے کال کرتی تھی تو حانم کافی دیر بعد اسے پہچانتی تھی۔

"کک۔۔کون؟؟" حانم کا گلہ خشک ہوا تھا۔

"ہاہاہا" دوسری طرف سے آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔ وہ اسکے قہقہہ لگانے کے انداز سے پہچان گئی تھی۔

"ذرا گراؤنڈ میں تشریف لے آئیں پھر بتاتا ہوں" وہ کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔ حانم کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ملک ہی آرجے ہے۔۔؟؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا"

حانم کا دل ڈوب گیا تھا، اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا، ملک نام کے ڈر کا سانپ اسکے سینے میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا جو آج اسکے اندر سے نکلا تھا۔ حانم کے ہاتھ اور ٹانگیں باقاعدہ کانپ رہی تھیں۔ موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں جا گرا تھا اور وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جو وہ فرسٹ ایئر میں تھی اور اس نے نیا نیا کالج جانا شروع کیا تھا۔ مہرو اور وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھتی تھیں۔ کالج گھر سے کافی فاصلے پر تھا۔ اکثر دیر ہو جانے کے باعث آسیہ بیگم کافی پریشان ہوتی تھیں۔ کچھ پیسے جمع کرنے کے بعد انہوں نے حانم کو ایک چھوٹا سا الگ موبائل لے کر دے دیا تھا۔ بیشک انکے گھر میں غربت تھی لیکن زندگی ایک پر سکون ندی کی مانند بہہ رہی تھی۔ اور اس ندی میں پہلا پتھر ملک کے آنے سے پڑا تھا۔

فرسٹ ایئر میں انہوں نے کالج میں سینئرز کلاسز کو

Fare well

پارٹی دی تھی۔ مہرو اپنا اسمارٹ فون لائی تھی۔ چونکہ کالج میں صرف لڑکیاں ہی تھیں اس لئے وہ دونوں خوب اچھے سے تیار ہوئی تھیں۔ مہرو نے اچھی اچھی کافی فوٹوز بنائی تھیں۔ وہ دونوں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ خاص طور پر حانم۔۔ اور شاید یہی اسکی بدقسمتی تھی۔

"مہرو یہ کون ہے؟؟" ملک مہرو کے موبائل میں فنکشن کی تصویریں دیکھ رہا تھا جب اسکی نظر مہرو کے ساتھ مسکراتی حانم پر پڑی تھی۔

"یہ ہانی ہے میری بیسٹ فرینڈ" مہرو نے جواب دیا تھا۔

"یہ پیاری ہے۔ معصوم بھی۔"

"ہاں۔ یہ بہت اچھی اور نیک لڑکی ہے" مہرو نے سرسری سے انداز میں جواب دیا تھا۔ مہرو کے نیک کہنے پر ملک دل میں ہنسا تھا۔

"اچھا یار چائے تو پلادو اتنے دنوں بعد گھر آیا ہوں" مکی نے شکوہ کیا تھا۔ اور مہرو اثبات میں سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی تھی۔ مکی نے خباثت سے ہنستے ہوئے حانم کا نمبر اسکے موبائل سے لیا تھا۔

"پتا چل جائے گا کتنی نیک اور پارسا ہے"

وہ شیطانی ہنسی ہنسا تھا۔

"ہیلو ہانی" حانم اپنا کمیسٹری کا ٹیسٹ یاد کر رہی تھی جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ اجنبی نمبر دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی تھی۔ مکی نے مہرو کے موبائل سے نمبر لینے کے پورے ایک ماہ بعد حانم کو میسج کیا تھا۔

"کیسی ہو۔۔؟؟" حانم ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ یہ نمبر کس کا تھا تبھی دوسرا میسج موصول ہوا۔ وہ شش و پنج میں مبتلا تھی کہ ریپلائے کرے یا نہ کرے تبھی اس نمبر سے کال آئی تھی۔ حانم نے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو ہانی میں ملک" لڑکے کی آواز اور اسکے منہ سے اپنا نام سن کر حانم دھک سے رہ گئی تھی۔ اس نے فوراً کال کاٹنے کے بعد موبائل بند کر دیا تھا۔ اور پھر یہ سلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔ روز صبح و شام میسج آنے لگے۔ کبھی حسن کے قصیدے پڑھے جاتے تو کبھی اسکی معصومیت کے۔۔ حانم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے تنگ کرنے والا کون تھا۔ جہاں مہرو اسے اپنی چھوٹی چھوٹی بات بتاتی تھی وہیں حانم اپنے بڑے بڑے اس سے چھپاتی تھی یہ اسکی فطرت تھی شاید،

"آخر تم کون ہو کیوں مجھے تنگ کرتے ہو؟؟" حانم نے جھنجھلا کر پوچھا تھا۔

"تم پر مرمٹا ہوں، دوستی کا خواہاں ہو" اسکی بے باکی پر حانم کے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"پہلی لڑکی ہے یار جو قابو نہیں آرہی دو ماہ ہو گئے ہیں۔۔"

مکی آرجے کے سامنے صوفے پر براجمان خباثت سے کہہ رہا تھا۔

"لگے رہو۔۔ایک ناایک دن مان جائے گی، دنیا میں ایسی کوئی لڑکی نہیں جو پھسلتی نا ہو، بس کچھ وقت لیتی ہیں اور کچھ لمحوں میں پگھل جاتی ہیں" آرجے کا نایاب مشورہ دستیاب تھا۔اور پھر مکی نے ہار نہیں مانی تھی۔

"دیکھو پلیز ایک بار بات کرلو۔ میں باقی لڑکوں جیسا نہیں ہوں، میں بہت الگ ہوں میں سچ میں تمہیں پسند کرتا ہوں"

ایک بھولی بھالی لڑکی جسکی دنیا اسکی چھوٹی سی فیملی تھی۔ جس نے آسائشیں نہیں دیکھی تھیں۔۔وہ اسکی چکنی چپڑی باتوں پر پگھلنے لگی تھی۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے بہت شاطر دماغ دیا ہے۔وہ اپنی باتوں سے کسی بھی عورت کو بہلا، پھسلا اور ورغلا سکتا ہے، اس میں بھی قصور عورت کا ہوتا ہے جو وہ پگھل جاتی ہے_ دوماہ کی انتھک محنت کے بعد آخر وہ اسکی طرف مائل ہو ہی گئی تھی۔

"میرا نام ملک ہے۔" مستقیم ملک عرف مکی نے اپنا تعارف کروایا تھا۔حانم نے ہمیشہ محرومیاں دیکھی تھیں۔باپ کی محرومی، ضروریات کی محرومی، خواہشات کی محرومی__ بہت سے لاڈ اور پیار کی محرومی،

اسکے اندر ایک خلا تھا۔۔گھر میں رونے دھونے والے حالات دیکھ کر اسکا دل کڑھتا تھا، ایسے میں جب ملک اس سے بات کرتا تھا تو وہ اسے خوابوں کی دنیا میں لے جاتا تھا،

لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن نہیں چل سکا تھا۔حانم کا ضمیر اسے کچوکے لگاتا تھا، وہ جانتی تھی یہ سب غلط ہے، انسان معصوم ہے جبکہ شیطان شاطر ہے، اسے شیطان نے کیسے ورغلایا تھا یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی، ملک سے بات کرتے ہوئے بھی ضمیر کا شور اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا۔

اس روز جواد کو سائیکل چاہیے تھی۔ آسیہ بیگم یا کسی اور کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ اسے سائیکل لا کر دے سکتے۔

"بابا ہمیں کیوں چھوڑ گئے ہیں آپی۔۔ کیوں چلے گئے وہ۔۔؟؟"

جواد نے روتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔ جبکہ حانم خود رو دی تھی۔

"ملک تم چھوڑ تو نہیں جاؤ گے ؟؟" اس روز پہلی بار حانم نے ایک لمبے میسج کی شکل میں بہت سے الفاظ لکھ کر بھیجے تھے۔ ورنہ وہ بس ہوں، ہاں میں جواب دیتی تھی۔

"وہ پوچھ رہی ہے مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔۔؟؟" ملک نے آر جے سے پوچھا تھا۔

"اسے کہو کبھی نہیں میری جان_" آر جے کے جواب پر دونوں کا قہقہہ ابھرا تھا۔

اس رات حانم سو نہیں پائی تھی۔ وہ ساری رات سوچتی رہی تھی۔ ضمیر نے اسے یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ غلط کر رہی ہے۔ اسکی نمازیں قضا ہونے لگی تھیں، اسکی پڑھائی متاثر ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی بات اسکے چہرے کی رونق ماند پڑ گئی تھی، ملک سے بات کرنے کا گناہ اسکے جسم سے کسی جونک کی طرح چمٹ گیا تھا جو لمحہ بہ لمحہ اسکا خون چوس رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے ہانی تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔؟؟"

حانم کے اگنور کرنے پر ملک نے شکوہ کیا تھا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں" اسکی اگلی بات سن کر حانم کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ اس نے فوراً موبائل آف کیا تھا۔ اس نے تو کبھی اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

حانم کا دل ملک سے اکتانے لگا تھا۔ اسکی باتیں حانم کا دل خراب کرتی تھیں۔ جو تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوئی تھی وہ اسکی چیپ باتوں سے ختم ہو گئی تھی۔

وہ اسکا نمبر بلاک نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اسکے پاس موبائل سادہ تھا۔ اسی گھبراہٹ، ڈر اور گناہ کے تصور میں اسے بخار ہو گیا تھا۔ وہ پورا مہینہ بیمار رہی تھی۔

اپنے گناہ پر روتی تھی۔ پچھتاتی تھی، آسیہ بیگم اسے بیمار دیکھ کر خود ہلکان ہو گئی تھیں۔ حانم کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ اتنی پیاری ماں تھی اسکے پاس جو اس پر جان دیتی تھی اور وہ اپنی ماں کو دھوکہ دے رہی تھی۔ حانم کا دل ڈوب گیا تھا، آنسوؤں سے تکیہ بھیگنے لگا تھا وہ ساری ساری رات روتی تھی۔

"تم مجھ سے بات کیا کرو ہانی۔۔ میں تمہارے بنا نہیں جی سکتا"

"مجھے ڈر لگتا ہے ملک"

"ڈر۔۔؟؟ لیکن کس سے۔۔؟؟"

"اللہ سے_" اور ملک اسکی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

"اللہ کا واسطہ ہے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتی اور نہ کبھی کرونگی۔ آئند مجھے میسج مت کرنا" حانم نے اس سے التجا کی تھی۔ وہ ٹھیک ہونے لگی تھی۔ رو رو اپنے گناہوں کی معافی مانگی تھی۔ سترہ سال اور کچھ ماہ عمر تھی اسکی اس وقت۔۔ اور اسکے ضمیر نے اسے کتنے بڑگ گناہ سے بچا لیا تھا۔

اسکے چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی لیکن جب بھی وہ اسے میسج کرتا تھا حانم کو سب یاد آنے لگتا تھا۔ اسکا دل اذیت سے بھر جاتا ہے۔ اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اب باکردار نہیں رہی تھی۔ اپنی کی گئی چھوٹی سے غلطی نے اسکے اندر تلخی بھر دی تھی۔ اور وہ ملک یعنی مکی بھی اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ وہ اسے کبھی نا کبھی میسج کرتا رہتا تھا۔ دو سال گزر گئے تھے حانم نے فورتھ ایئر کے اگزامز بھی دے دیئے تھے۔ لیکن وہ اسے نہیں بھولا تھا اور نا حانم کو بھولنے دیتا تھا۔ جب حمدان انکل نے اسے موبائل گفٹ کیا تھا تب حانم نے نمبر بدل لیا تھا۔ لیکن کچھ دن بعد کچھ ضروری نمبر کاپی کرنے کیلیئے اس نے اپنی پرانی سم موبائل میں ڈالی تھی۔ وہی وہ دن تھا جب زبیدہ آپا اسکے لئے طارق کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ وہ پہلے ہی دکھی تھی اوپر سے ملک کے میسج نے کہ "بھول گئی ہو تم مجھے۔۔۔""""

اسکے اندر تک خاک کر ڈالا تھا۔ تب حانم نے روتے ہوئے اسے دو تین سالوں بعد میسج کیا تھا کہ

"خدا سے ڈرا اے ابن آدم۔۔ خدا سے ڈر" اسکے ان الفاظ نے مکی کو اندر تک جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ تب حانم نے ملک سے دوٹوک بات کرنے کا فصلہ کیا تھا۔ اس نے نمبر دوبارہ آف نہیں کیا تھا بلکہ سوچ رکھا تھا کہ اس بار اگر اس نے کال یا میسج

کیا تھا وہ اس سے صاف صاف بات کرے گی_ لیکن اسکے ان الفاظ نے ملی کے ہاتھ جکڑ دیے تھے۔ اس نے کبھی دوبارہ کال یا میسج نہیں کیا تھا اور یوں حانم بھی جیسے ان واقعات کو برا خواب سمجھ کر بھول گئی تھی۔
لیکن یہ اسکی سب سے بڑی غلطی تھی۔ آج پھر وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔ تقریبا ایک سال کے عرصے کے بعد۔۔

وہ لائبریری میں بیٹھی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اسکا سامنا کبھی ملک سے ہو گا۔ اور ملک۔۔ وہ بھی آر جے۔۔
حانم کے دماغ میں سائیں سائیں ہو رہی تھی۔ وہ کانپتے قدموں سے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے بلاوہ آیا تھا اور جانا ہی تھا۔ خود کو گھسیٹتی وہ گراؤنڈ کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں اجل اسکا انتظار کر رہی تھی۔

"آر جے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو جو تم کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔" ملی نے گراؤنڈ میں رکھے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے آر جے سے کہا تھا جو اپنی انگلیوں کی مدد سے اپنی کنپٹیوں کو سہلا رہا تھا۔
"میں سب جانتا ہوں تم اپنی بکواس بند کرو۔" آر جے دھاڑا تھا۔ تب اسکی نظر بیگ تھامے انکی طرف قدم بڑھاتی حانم پر پڑی تھی۔ تیز ہوائیں اسکے ڈوپٹے کو اڑا کر لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن اس نے اپنی چادر کو اچھی طرح سے سنبھالا ہوا تھا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ملی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔
"آیئے آیئے۔۔ میڈم ہانی۔۔ آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا_" جیسے ہی وہ انکے قریب پہنچی تھی آر جے نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔
"یہاں کیوں بلایا ہے مجھے۔۔؟؟" حانم کا لہجہ سخت تھا۔
"بتاتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے۔۔ جائیں پہلے وہ پڑھیں۔۔"

آر جے نے اسے گراؤنڈ میں لگے پودے کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر ایک اشتہار لگا تھا۔ حانم الجھن زدہ چہرے کے ساتھ اس پودے کی طرف بڑھ گئی۔ سفید کاغذ پر لکھے لفظوں کو پڑھ کر حانم کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ اسکی اور مکی کی باتیں تھیں اوپر اسکا نام اور نمبر لکھا تھا۔

آر جے انکی کنور سیشن کے سکرین شاٹ لے کر انکے پرنٹ نکلوا لئے تھے۔ گراؤنڈ میں ہر طرف دیواروں اور پودوں پر وہ پرنٹ چسپاں تھے۔وہ کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔

"لڑکیوں کو لگتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اگر پیغامات اور نمبر کو ختم کر دینگی تو سب واقعی ختم ہو کر پہلے جیسا ہو جائے گا، لیکن یہ لڑکیوں کی خام خیالی ہوتی ہے، وہ پیغامات ہمیشہ کیلیے نامہ اعمال اور مرد کے پاس محفوظ رہتے ہیں، نامہ اعمال سے تو شاید توبہ اور ندامت کے آنسوں ان پیغامات اور گناہوں کو مٹادیں لیکن ایک مرد کے پاس سے ان گناہوں کا مٹنا ناممکن ہے" آج اسکے گناہ اژدھے کا روپ دھار کر اسے نگلنے کو تیار کھڑے تھے۔وہ تین چار سال پہلے ڈر گئی تھی کہ رب کی پکڑ بڑی شدید ہے_اور آج وہ پکڑ میں آچکی تھی۔حانم کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا، اس نے خشک ہوچکے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ آسمان پر سیاہ بادلوں نے اندھیرا سا کر دیا تھا، اور کچھ ایسی ہی سیاہی اسکے مقدر پر مل دی گئی تھی۔

"واہ مس حانم واہ! جس لڑکی کا یونیورسٹی میں کوئی بوائے فرینڈ نہیں وہ لڑکی مکی ملک کی جی ایف نکلی۔ واہ" آر جے کا لہجہ کاٹ دار تھا۔اس نے تالیاں بجا کر داد تھی۔حانم کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

مستقیم ملک، اس نے کبھی غور کیوں نہیں کیا تھا کہ مکی ہی ملک ہو سکتا تھا۔اور وہ مہرو کا کزن بھی تھا۔۔اسکے پاس نمبر بھی آسکتا تھا، حانم نے مکی کو دیکھا تھا جو نظریں چرا گیا تھا۔

"آر جے میری بات سنو۔۔"مکی نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم خاموش رہو۔۔!!مکی کی بات پر آر جے دھاڑا تھا۔

"میں دنیا میں منافق لوگ دیکھے ہیں لیکن تم سے کم۔۔"

وہ حانم کی طرف بڑھا تھا۔ حانم کی پوری جان کانپ رہی تھی۔

"میں نے شاطر لڑکیاں دیکھی ہیں لیکن تم سے کم، کیا کہا تھا تم نے کہ میری روح سے غلاظت لپٹی ہے۔۔ اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟؟" وہ صور پھونک رہا تھا۔۔ اور حانم جل کر خاک ہو رہی تھی۔ اسکے پاس اپنی صفائی میں کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ سارے ثبوت اسکے خلاف تھے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ آسمان پر پھیلی سیاہی کسی طوفان کی آمد کا پتا دے رہی تھی۔

"مجھے زندگی میں پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ ام حانم دنیا کی سب سے الگ لڑکی ہے لیکن تم تو سب سے بری نکلی۔۔" آرجے نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اسکے بال بکھرے پڑے تھے۔

"بڑا غرور تھا نا تمہیں اپنے کردار پر لیکن کس بات کا غرور ہے یہ کاغذ دیکھ رہی ہو یہ تمہاری بدکرداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں!!" حانم آنکھیں میچ گئی تھیں۔ وہ شاید آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کچھ دن پہلے اسی گراؤنڈ میں وہ دنوں اسی موسم میں بیٹھے دنیا کے حسین ترین لوگ لگ رہے تھے۔۔ اور آج اسی گراؤنڈ میں انکی بدولت اتنی بدصورتی پھیلی تھی۔

"_وہ جس لڑکی کو میں نے دنیا میں پہلی بار نیک سمجھا تھا وہ میرے ہی دوست کی گرل فرینڈ نکلی یقین نہیں ہوتا" وہ خود بھی جل رہا تھا۔

اس وقت آرجے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ہر چیز کو بھسم کر دے۔۔ ملی کو حانم کو اور پھر خود کو بھی۔۔ اسکی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔۔ اور حانم بھسم ہو رہی تھی۔

دنیا میں آرجے کو اتنی نفرت کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت اسے اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی سے ہو رہی تھی۔ "یہ تو سنا تھا کہ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی۔۔ آج دیکھ بھی لیا"۔۔

حانم کا دل کیا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں دفن ہو جائے

"تمہیں توسب نے الگ سمجھا تھا لیکن تم بھی وہی نکلی ناتھرڈ کلاس،ماں باپ سے چھپ کر مَردوں سے باتیں کرنے والی۔" آرجے نے گویا تابوت میں آخری کیل ٹھونکا تھا۔

حانم نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔اذیت کی ایک گہری لہر اسکے جسم وجان میں پھیل گئی تھی۔

حانم اور اسکا کردار اتنا بدصورت تھا یہ حانم کو آج پتا چلا تھا۔

"سنو۔۔بس مکی ہی تھا یا پھر اور بھی تھے۔۔کسی سے تو ملی ہو گی نا،اور اب۔۔۔اب کتنے لڑکوں سے چکر ہے تمہارا؟؟"

وہ اس طرح سے بولتا نہایت بھونڈا لگ رہا تھا۔

حانم نے کچھ کہے بنے واپسی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر اجل منہ کھولے اسکا انتظار کر رہی تھی،سب ختم ہوا تھا،سب کچھ،اور وہ خود بھی۔

"تم ایسے نہیں جاسکتی۔۔۔" آرجے چلایا تھا۔۔حانم کے قدم رکے تھے۔بارش نے حانم کے خاک ہوتے وجود پر پہلی بوند برسائی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے مکی طرف بڑھی تھی۔ اس نے اپنی چادر کو ملنے نہیں دیا تھا۔

" تم تو مستقیم تھے نا میں عورت ہوں بھٹکنا مقدر تھا بھٹک گئی، اللہ نے ہمیشہ مستقیم کو صراط کے ساتھ رکھا ہے، صراط المستقیم۔۔ سیدھا راستہ،تم کیسے بھٹک گئے،تم تو مستقیم تھے؟؟کتنی التجائیں کی تھیں کہ معاف کردو مجھے،نہیں کیا نا تم تو کرسکتے تھے نا تم تو مستقیم تھے_" وہ رو رہی تھی۔اسکی آواز رندھ چکی تھی۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔مکی کا دل کانپا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا لیکن حانم آرجے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"جو کچھ آپ نے کہا بالکل ٹھیک کہا،ایک ایک لفظ سچا ہے،میں کسی چیز سے انکار نہیں کر رہی،لیکن میری ایک دعا ہے،جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو!!" حانم نے آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ پلٹی تھی۔

"!!تم جیسی منافق لڑکی کو دیکھنا بھی کون چاہے گا۔۔"

آر جے چلا کر کہا تھا۔ڈیپارٹمنٹ سے باہر جنت روڈ جہنم کا روپ دھارے آگ کے شعلے اگل رہی تھی۔ آج حانم سب ہار گئی تھی،

اپنی معصومیت

اپنی ہنسی

اپنا کردار

اپنا اعتماد

اپنی نیک نامی

اپنی ذات

اور شاید،

اپنی زندگی بھی

اسکی سانسوں کی ڈور الجھ رہی تھی، حانم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، بارش کسی طوفان کی طرح برس رہی تھی۔

!!__ مکی نے نم آنکھوں سے اسے ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے دیکھا تھا، اور پھر سب ختم ہو گیا تھا

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا آر جے۔۔"مکی اسکی طرف بڑھا تھا۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔۔" آر جے نے مکی کو دھکا دیا تھا۔وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"تم سب جانتے تھے، تم نے بتایا نہیں مجھے"

آر جے کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ تیز ہوا کے ساتھ بارش پتھروں کی مانند انکے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔

"سب پتا تھا تمہیں، کیوں چھپایا مجھ سے کیوں؟؟"

"مجھے نہیں پتا تھا کہ جس حانم کا تم ذکر کرتے ہو وہی ہانی ہے، جس دن میں نے اسے یونیورسٹی میں دیکھا تب مجھے پتا چلا تھا،"

"میں نے صرف اس لئے نہیں بتایا کہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی، اور مجھے لگا تھا کہ تمہیں شاید برا لگے گا" مکی نے ڈرتے ڈرتے صفائی دی تھی۔

"مجھے کیوں برا لگتا؟؟ کیوں برا لگتا ہاں۔؟؟ تم مجھے پہلے بتا دیتے تو میرے ذہن میں اسکی اچھائی کا خاکہ نا بنتا" آرجے کا دل جل رہا تھا، لیکن کیوں؟ یہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم حانم کو پسند کرتے ہو اس لئے"

"!!پسند۔۔؟؟ مائے فٹ ایسی لڑکیاں نفرت کے قابل بھی نہیں ہوتیں"

"پہلے بھی ایسی ہزار لڑکیاں ہماری زندگی میں آئی ہیں پہلے تو تم نے کبھی ایسے ری ایکٹ نہیں کیا۔۔ پھر آج کیوں۔۔؟؟" مکی نے سوال اٹھایا تھا۔

"کیونکہ وہ لڑکیاں جیسی ہوتی ہیں ویسی دکھتی ہیں، اچھائی کا لبادہ پہن کر مردوں کو گمراہ نہیں کرتیں۔۔" آرجے نے منہ پر ہاتھ پھیر کر بہتے پانی کو صاف کیا تھا۔

"وہ اچھی لڑکی ہے آرجے تم نے اسکے ساتھ اچھا نہیں کیا"

"تم اسکی اتنی طرفداری کیوں کر رہے ہو۔۔؟؟ تمہیں عشق تو نہیں ہو گیا اس سے۔۔؟؟" آرجے کا لہجہ جلا کر خاک کر دینے کی مانند تھا۔ مکی ساکت ہوا تھا۔

"دنیا میں واحد لڑکی حانم ہے جسکی میں نے دل سے عزت کی ہے" مکی کا لہجہ اسکی بات کی سچائی کا اعتراف کر رہا تھا۔

"!!کیا اچھا ہے اس میں؟ کیوں کرتے ہو تم اس بدکردار لڑکی کی عزت؟ اسکا تم سے افیئر رہا ہے"

"شٹ اپ آر جے، جسٹ شٹ اپ" مکی چلایا تھا۔ اس نے پہلی بار آر جے کے سامنے اس طرح بات کی تھی۔
"بد کردار نہیں ہے وہ یہ تم بھی جانتے ہو، پوچھو اپنے دل سے، اور جہاں تک بات ہے اسکی پارسائی کی تو میں گواہ ہوں۔۔ ہاں میں گواہ ہو ام حانم کی پاکیزگی، اسکے ایمان کا۔۔"
آر جے غصے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی لڑکی کی وجہ سے ان میں لڑائی ہوئی تھی۔
"اور آج میں وہ کنور سیشن ڈلیٹ کرنے والا تھا جب تم نے میرے ہاتھ سے موبائل چھینا، اور میرا کوئی غلط رشتہ نہیں تھا اس سے، کبھی بن ہی نہیں پایا، میری باتیں اور تمہارے ڈائیلاگ، اگر تمہیں یاد ہوں تو حانم کو اس راستے پر گھسیٹ ہی نہیں پائے، اسکی حفاظت کی گئی ہے، ایک لڑکپن کی نادانی کی وجہ سے تم نے اسے بدکراد بنا دیا، واہ!!" مکی کی آواز رندھ گئی تھی اسے حانم کی حالت دیکھ کر خوف آیا تھا، وہ خاموش بنا بددعا دیئے چلی گئی تھی اور مکی اللہ کو ماننے والا تھا، اتنا تو وہ جانتا تھا کہ جو بددعائیں دی نہیں جاتیں، وہ تباہ کر دیتی ہیں۔
"پتا ہے جب اس نے مجھے کہا تھا کہ خدا سے ڈراے ابن آدم، خدا سے ڈر، میں واقعی ڈر گیا تھا" اسکی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا جو بارش کی بوندوں جذب ہو کر گم ہو گیا تھا۔ مکی اب گراونڈ میں لگے ان اشتہارات کی طرف بڑھا تھا جو آر جے وہاں لگائے تھے۔ تیز بارش نے ان اشتہارات کو کافی حد تک خراب کر دیا تھا، مکی نے ہاتھ بڑھا کر وہ سارے اشتہارات اتارے اور پھر پھاڑے تھے۔ آر جے لکڑی کے بینچ پر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھا تھا۔ تیز طوفانی بارش، اور بادلوں کی دل دہلا دینے والی گرج و چمک کی وجہ سے ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ کے پاس بنے سیکیورٹی روم سے کوئی گارڈ باہر نہیں نکلا تھا۔ جو سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر کینٹین اور چھوٹے سے لان میں بارش سے لطف اٹھا رہے تھے۔ مکی نے اپنے قدم ڈیپارٹمنٹ سے باہر کی جانب بڑھا دیئے تھے۔ پورے جنت روڈ کے دونوں طرف دیواروں پر لگے اشتہارات اپنے ہاتھوں سے پھاڑ رہا تھا، جن پر ام حانم کا باقاعدہ نام، سمیسٹر اور رولنمبر واضح تھا۔ وہ

مکی کے جانے کے پندرہ منٹ بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ آرجے کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جنت روڈ پر پیدل چل رہا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھ کیا کیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے آج کیا کھویا تھا۔ اسکے دماغ میں بس غصہ، اور نفرت بھری تھی۔ وہ اپنی نفرت میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ اسے یہ نظر نہیں آیا کہ جنت روڈ کے دونوں طرف ایک بھی اشتہار نہیں تھا۔

"اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے وہ سخت سزا کے مستحق ہیں" البقرہ

حانم نہیں جانتی تھی کہ اس نے ڈیپارٹمنٹ سے ہاسٹل کا فاصلہ کیسے طے کیا تھا۔۔؟؟ اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔ کمرے میں آنے کے بعد اس نے دروازے کو کنڈی لگائی تھی۔

"اللہ" بیگ بیڈ پر پھینکنے کے بعد اسکی دل دہلا دینے والی چیخ ابھری تھی۔ باہر بادلوں کی گرج وچمک میں اسکی چیخ کہیں دب کر رہ گئی تھی۔

وہ فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اور اپنے سر کو گھٹنوں میں دیئے ہزیانی انداز میں رو رہی تھی۔

کتنی دعائیں مانگی تھیں اس نے اللہ سے کچھ بھی ہو جائے اسے اسکی کم عمری کی ایک چھوٹی سی نادانی کی وجہ سے رسوا نہ کیا جائے،

وہ کبھی کسی شخص کے راز فاش نہیں کرتی تھی اور اس نے اللہ سے بدلے میں یہی امید لگائی تھی، پھر کیسے آج اسے رسوا کر دیا گیا، حانم کا دل پھٹ رہا تھا، اس نے زندگی میں پہلی بار موت کی خواہش کی تھی، اتنی تذلیل، اتنی رسوائی۔۔؟؟ حانم کو لگ رہا تھا جیسے اسکے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی_کیوں ہوا تھا اسکے ساتھ ایسا__؟؟

"اللہ" اسکا رواں رواں تڑپ رہا تھا، اور اللہ کو پکار رہا تھا، اسکا سسکیاں لیتا وجود آہستہ آہستہ ساکت ہوا تھا اور وہ فرش پر ڈھے گئی تھی۔

"ماہم تمہاری ہانی سے بات ہوئی ہے کیا۔۔؟؟" آسیہ بیگم نے ماہم سے پوچھا تھا۔

"نہیں امی۔۔" ماہم نے موبائل سے نظریں اٹھا کر جواب دیا تھا۔

"پتا نہیں میری کل سے اس سے بات نہیں ہوئی، عجیب سا دل ہو رہا ہے، اللہ خیر کرے"

"امی آپ فون کر لیں۔۔" ماہم نے مشورہ دیا تھا۔

"کب سے نمبر ملا رہی ہوں بیل جا رہی ہے لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی" آسیہ بیگم کے لہجے میں واضح پریشانی تھی۔

"اچھا آپ پریشان نہ ہوں مصروف ہو گی، یا سوئی ہو گی، اسکا موبائل اکثر سائیلنٹ پر ہوتا ہے جب دیکھے گی تو کر لے گی آپکو فون۔" ماہم نے حوصلہ دیا تھا لیکن آسیہ بیگم کے دل کو قرار نہیں آیا تھا۔ وہ بے چینی میں بار بار حانم کا نمبر ملا رہی تھیں۔

ایک عجیب سے احساس کے ساتھ حانم کی آنکھ کھلی تھی، کمرے میں اندھیرا تھا، اذان کی آواز آ رہی تھی۔ اسے اپنے سر سے درد کی ٹھیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس وقت کی اذان ہو رہی تھی، اور اذان کی آواز اسکے زندہ ہونے کا ثبوت تھا۔

وہ ٹھنڈے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی، دماغ میں ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔ حانم کی سسکی ابھری تھی۔

"امی" وہ پھر رو دی تھی۔ دماغ سے اٹھنے والا درد اسے پاگل کر رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ حانم میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ مشکل سے اس نے بیڈ تک پہنچ کر بیگ سے فون نکالا تھا۔ موبائل کی تیز روشنیوں اسکی آنکھوں سے ٹکرائی تو اسکے دماغ میں ایک چبھن سی ہوئی تھی۔ آسیہ بیگم کا فون تھا۔ حانم کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

"ہیلو امی" حانم کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"کہاں ہو تم ہانی میں کب سے فون کر رہی ہوں فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو۔۔؟؟" آسیہ بیگم پریشان سی پوچھ رہی تھیں۔

"امی۔۔" حانم رو دی تھی۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک تو ہو نا۔۔؟؟" اسکی سسکیاں سن کر آسیہ بیگم کا دل لرز اٹھا تھا۔

"امی میرا سر" حانم سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہوا سر کو۔۔؟؟ درد ہو رہا ہے۔؟؟ دوائی لے لیتی۔۔ مہرو کہاں ہے۔۔؟"

"مہرو نہیں ہے" حانم مشکل سے بول پائی تھی۔

"اچھا میں ڈرائیور کو بھیج رہی ہوں تم فکر نا کرو بس تیار رہو یا میں آجاؤں ساتھ" آسیہ بیگم خود بوکھلا گئی تھیں۔ وہ پہلے ہی حانم کے ہاسٹل جانے پر راضی نہیں تھیں اب اسے تکلیف میں دیکھ کر انکی خود کی جان ہوا ہو رہی تھی۔

"ڈرائیور انکل کو بھیج دیں!!" حانم مشکل سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔ اسے روشنی تکلیف دے رہی تھی۔ بیگ سے بوتل نکال کر ایک گھونٹ پانی پیا تھا، وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن آرجے کا حقارت بھرا لہجہ اور آنکھیں بار بار اسکے سامنے آرہی تھیں۔ اس نے کمرے میں لگا زیرو بلب روشن کر کے اپنے کچھ کپڑے بیگ میں رکھے تھے، اپنے گیلے کپڑے بدلنے کی اس میں سکت نہیں تھی۔

اسکا وجود ابھی بھی کانپ رہا تھا، سسکیاں تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ڈرائیور کا انتظار کرتے کرتے ایک بار پھر وہ بے ہوشی کی دنیا میں چلی گئی تھی۔

"پریشان مت ہو آسیہ سب ٹھیک ہو گا ان شاء اللہ،" حمدان انکل انہیں سمجھا رہے تھے۔

"حمدان میری بچی سسکیوں سے رو رہی تھی۔ اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب وہ شدید تکلیف میں ہو۔۔" حمدان انکل کچھ دیر پہلے آفس سے آئے تھے۔ آسیہ بیگم کو یوں پریشان اور آنسوں صاف کرتا دیکھ کر وہ خود پریشان ہو گئے تھے۔

"تم مجھے کال کر دیتی میں چلا جاتا ہانی کو لینے، یا پھر خود چلی جاتی، بس اب ڈرائیور اسے لے کر آتا ہی ہو گا تم پریشان مت ہو۔۔" وہ انہیں دلاسہ دے رہے تھے۔

"اوپر سے موسم اتنا طوفانی ہو رہا ہے میرا دل جانے کیوں بہت گھبرا رہا ہے"

"اچھا میں رحیم کو کال کر کے پوچھتا ہوں تم پلیز پریشان مت ہو۔۔" وہ اپنا موبائل نکالتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دروازے پر دستک کی زور دار آواز اسکے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ حانم نے مشکل سے آنکھیں کھولی تھیں۔

"ام حانم تمہارے گھر سے ڈرائیور تمہیں لینے آیا ہے۔۔ وہ کب سے باہر تمہارا انتظار کر رہا ہے" یہ حانم کے ساتھ والے روم کی لڑکی تھی۔ حانم نے مشکل سے اٹھی تھی اور پھر دروازہ کھولا۔

باہر اندھیرا پھیل گیا تھا۔ بارش ابھی بھی ہلکی ہلکی سی جاری تھی۔ کبھی یہ موسم حانم کی جان ہوتا تھا، اور آج اسی موسم میں اسکی جان لی گئی تھی۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے" حمنہ نے اسکی سرخ اور سوجھن زدہ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"نہیں طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حانم نے آنسوؤں کا گولا گلے میں ہی روکتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔ وہ اپنا بیگ اٹھا لائی تھی اور ٹیبل پر پڑا تالا بھی۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"لاؤ میں لگا دیتی ہوں" حمنہ نے اسکے ہاتھ سے تالا پکڑا تھا۔ حانم کے قدم اب باہر کی طرف اٹھ رہے تھے۔ حمنہ نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ انٹری گیٹ پر انگوٹھا لگانے پر انٹری کر کے وہ باہر نکل آئی تھی۔ لڑکیوں کی ہنسی کی آوازیں اسے پاگل کر رہی تھیں۔ سب وہاں خوش تھے۔

باہر کینٹن پر لڑکیوں کا رش لگا تھا۔ تیز روشنیوں میں پودوں پر پڑے بارش کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

اب وہ ہاسٹل گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ایک الوداعی نظر اپنے ہاسٹل پر ڈالی تھی۔ حانم کا دل بھر آیا تھا۔ رحیم انکل نے آگے بڑھ کر اسکا بیگ پکڑا تھا۔ وہ غائب دماغی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"میں کب سے آپکا انتظار کر رہا ہوں ہانی بیٹا آنے میں اتنی دیر لگا دی، گھر سے صاحب کا کتنی بار فون آ چکا ہے_" رحیم انکل پریشانی سے کہہ رہے تھے جبکہ حانم آنکھیں بند کئے سیٹ سے ٹیک لگائے خوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔

آسیہ بیگم ہانی کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں جب انہوں پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگیں،

"ہانی بیٹا۔۔" رحیم انکل نے اسے آواز دی تھی۔

نہ وہ مکمل حواسوں میں تھی اور نہ بے ہوشی میں۔۔

"آنکھیں کھولو بیٹا گھر آ گیا ہے" وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ رحیم انکل نے اسکی ناساز طبیعت کو دیکھتے ہوئے گاڑی سے باہر نکل کر اسکی جانب والا دروازہ کھولا تھا۔ ورنہ وہ اس بات کا بہت غصہ کرتی تھی۔ اپنا بیگ خود پکڑتی تھی اور دروازہ بھی خود کھولتی تھی۔ اسے بی بی جی کہلوانا نہیں پسند تھا اس لیے رحیم انکل اسے اسکے نام سے پکارتے تھے۔ وہ مرے مرے قدموں سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔

"ہانی۔۔" آسیہ بیگم اسکی طرف بڑھی تھیں۔

حانم کا انہیں دیکھ کر دل بھر آیا تھا۔وہ انکے گلے لگ کر خوب روئی تھیں۔

"کیا ہوا ہانی۔۔؟تم ٹھیک ہو نا۔۔؟؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"چلو اندر۔۔۔" وہ اسے اندر لے آئی تھیں۔

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے مجھے سونا ہے" وہ کمرے میں جاتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا تم جاؤ میں چائے بنا کر لاتی ہوں اور یہ تمہارے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے ہیں۔۔۔؟؟" آسیہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

کچھ دیر بعد حمدان انکل اپنے کمرے سے باہر نکلے تھے۔وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔انہوں نے ہانی کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔۔؟؟" وہ آسیہ بیگم سے پوچھ رہے تھے۔

"نہیں۔۔مجھے لگتا ہے اسے بہت تیز بخار ہے" آسیہ بیگم نے بتایا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔۔" وہ پریشان سے ڈاکٹر کا نمبر ملا رہے تھے۔جبکہ آسیہ بیگم کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

جواد اکیڈمی گیا تھا جسے اب رحیم انکل لینے گئے تھے جبکہ ماہم سوئی ہوئی تھی۔ ملازم حانم کو یوں کھویا کھویا سا دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے۔ حانم نے اپنے کمرے میں آکر سب سے پہلے دروازہ لاک کیا تھا۔

پھر اس نے اپنا موبائل نکال کر اسے میز پر رکھا تھا۔اسے اس موبائل سے شدید خوف آرہا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ ابھی سب لوگ اسے کال کریں گے۔۔سب اسکا مذاق اڑائیں گے۔۔ ان اشتہارات پر اسکے دونوں نمبر تھے۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" وہ چلائی تھی۔ اس نے میز پر رکھا بھاری گلدان اٹھا کر موبائل پر دے مارا تھا۔ موبائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔

ٹوٹے پھوٹے موبائل کو اس نے الٹ کر اس میں سے سم نکالی تھیں جسے اس نے واشروم میں جا کر پانی میں بہا دیا تھا۔

"بدکردار ہو تم" آرجے کی آواز کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے سماعت سے ٹکرائی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اسکے کانوں میں پگھلا سیسہ انڈیل رہا تھا۔

وہ روئی تھی، بہت روئی تھی، سسکیوں سے، اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا، آہستہ آہستہ حانم کو سب گھومتا محسوس ہوا تھا۔ ہر طرف اندھیرا اچھل گیا تھا۔ اسکے دماغ میں درد کی ایک ٹھیس اٹھی تھی اور پھر وہ چکرا کر گر چکی تھی۔

"ہانی دروازہ کھولو۔۔" آسیہ بیگم کب سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں لیکن حانم دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

"کیا ہوا امی۔۔" ماہم اپنی کمرے سے باہر نکلی تھی لیکن حانم نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ شور کی آواز پر حمدان انکل بھی ادھر آ گئے تھے۔ ہر کمرے کی ایک دوسری چابی موجود تھی۔ آسیہ بیگم بھاگ کر اپنے کمرے سے چابیوں کا گچھا اٹھا لائی تھیں۔

وہ بری طرح سے ہانپ رہی تھیں۔ گھر کے سارے ملازم بھی ڈرے ہوئے تھے۔ آسیہ بیگم رو رہی تھیں۔ کمرے کا دروازہ کھولا گیا تھا۔ سامنے وہ بے سدھ پڑی تھی۔

"ہانی۔۔۔" آسیہ بیگم چلاتے ہوئے اسکی جانب بڑھی تھیں لیکن حانم اپنے ہوش کب کی کھو چکی تھی۔

رات ہو گئی تھی مکی گھر نہیں آیا تھا۔ آرجے لاؤنج میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔

اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔ آرجے کا دماغ گھوما تھا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مکی اسے بتا کر جاتا تھا۔ اور اسکا نمبر کبھی بند نہیں ہوا تھا۔

آرجے نے کبھی خود کو کسی نشے کا عادی نہیں بنایا تھا۔ اور اس وقت اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ لاؤنج میں رکھی میز کے دراز سے اس نے سگریٹ نکالا تھا۔ اسے جلانے کے بعد اب وہ دھوئیں اڑا رہا تھا۔

"لیکن میری ایک دعا ہے، جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو___!!دھوئیں کے مرغولوں میں اسے حانم کا چہرہ نظر آیا تھا۔ جتنا حانم کی آنکھوں میں دکھ تھا اتنا ہی آرجے کی آنکھیں نفرت اور حقارت سے لبریز تھیں۔ "کیا مصیبت ہے یار" آرجے نے سگریٹ کو دور پھینکا تھا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آسیہ بیگم

ICU

کے باہر رکھے صوفے پر بیٹھی بری طرح سے رو رہی تھی۔ حانم کو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ڈاکٹر نے کہا تھا اسے کوئی گہرہ صدمہ پہنچا ہے۔ حمدان صاحب بہت زیادہ پریشان تھے۔

"آخر کیا ہوا تھا یونیورسٹی یا ہاسٹل میں جو حانم کی یہ حالت ہوگئی_" وہ سوچ رہے تھے۔

"اگلے چوبیس گھنٹے مریضہ کیلئے بہت

Critical

ہیں۔ آپ لوگ دعا کریں کہ مریضہ کو ہوش آجائے!!" ڈاکٹر کی باتوں نے آسیہ بیگم کے دل کو تڑپا کر رکھ دیا تھا۔

آخر اجل اپنا کام کر ہی گئی تھی

وہ جہنم جیسی آگ میں تڑپ رہی تھی

زندگی اور موت کی جنگ لڑتی حانم

!!__آرجے کو احساس بھی نہیں تھا کہ اس نے کسی حانم کو ختم کر ڈالا تھا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے

حانم کو دو دن بعد ہوش آیا تھا۔ آسیہ بیگم کی جان میں جان آئی تھی۔ یہ دو دن انکے لئے سولی پر لٹکنے کے برابر تھے۔ جیسے ہی حانم کو ہوش آیا تھا۔ آرجے کے الفاظ کسی گھات لگائے بیٹھے دشمن کی طرح اس پر حملہ آور ہوئے تھے۔

"میں نے کچھ نہیں کیا" وہ چلائی تھی۔ حمدان صاحب اسکی طرف بڑھے تھے۔ آسیہ بیگم نماز پڑھ رہی تھیں۔

"ہانی بیٹا کچھ نہیں ہوا تم ٹھیک ہو۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ ریلیکس۔۔!! "وہ اسے پرسکون کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔۔" یہ ضیاء جبیل تھے جو حمدان صاحب کے دو دن آفس نا آنے پر ہاسپٹل آگئے تھے۔ انہیں حمدان صاحب نے ہی ہانی کی خراب طبیعت کا بتایا تھا۔ وہ ہانی کی عیادت کیلئے آئے تھے۔ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔

"انکل۔۔ وہ آ۔۔۔ آر۔۔ آرجے" ہانی بامشکل بول پائی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ آرجے کے نام پر ضیاء جبیل کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

"کیا ہوا۔۔ کون آرجے!" حمدان انکل نے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ "انکل۔۔ وہ۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ جاؤ یہاں سے میں نے کچھ نہیں کیا" وہ دروازہ کی طرف دیکھ کر چلائی تھی۔ اسے وہاں آرجے کھڑا مسکراتا نظر آرہا تھا۔ وہ اس پر قہقہے لگا رہا تھا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں آنے کے بعد اسے نیند آور انجیکشن لگایا تھا۔ انہیں کمرے سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

"کہاں پڑھتی ہے تمہاری بیٹی حمدان_؟؟" ضیاء جبیل نے اپنے خشک ہوتے گلے کے ساتھ ہانی کے متعلق پوچھا تھا۔ حمدان انکل نے پریشانی سے انہیں حانم کی یونیورسٹی کا بتایا تھا۔

"آرجے بھی وہیں پڑھتا ہے۔۔ اسی یونیورسٹی میں اور اسی سبجیکٹ میں وہ ماسٹر کررہا ہے یہ ضرور اس نے ہی کچھ غلط کیا ہوگا_"ضیاء جبیل سوچ کررہ گئے تھے۔ انہیں حانم کی حالت دیکھ کر اس پر ترس آرہا تھا۔

"کیا کِیا ہے تم نے اس لڑکی کے ساتھ ؟؟" آرجے کو ضیاء جبیل کی کال آئی تھی۔ وہ اسے کبھی کبھی فون کرتے تھے۔ لیکن اس طرح اتنے غصے میں کبھی بات نہیں کی تھی۔ وہ گویا دھاڑ رہے تھے۔

"کونسی لڑکی بڑے ڈیڈ۔۔؟؟" آرجے حیران ہوا تھا۔

"زیادہ معصوم مت بنو۔۔ حمدان کی بیٹی کی بات کر رہا ہوں۔۔ جانتے ہو وہ بزنس پارٹنر ہے میرا۔۔ ساٹھ فیصد شیئرز کا مالک ہے وہ میری کمپنی میں۔۔"

"حمدان۔۔۔" آرجے زیرلب بڑبڑایا تھا۔ اسکی زندگی میں جتنی بھی لڑکیاں آئی تھیں وہ اسے اپنا شجرہِ نسب بتادیتی تھیں جو آرجے کو ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ یہ پہلی بار ہوا تھا۔۔ اسے یاد تھا اسکی کسی گرل فرینڈ کے باپ کا نام سیٹھ حمدان نہیں تھا۔

"ہاں حمدان۔۔ وہ لڑکی اسکی بیٹی ہے جسکے ساتھ تم نے پتا نہیں کیا کیا ہے اور اس وقت ہاسپٹل میں ہے نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اسے۔۔ اگر اسے کچھ ہوا ہو گیا نا تو تمہاری خیر نہیں" وہ غصے سے دھاڑتے فون بند کر چکے تھے۔

"واٹ ربش۔۔۔" آرجے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ پہلے ہی بری طرح ڈسٹرب تھا۔ اب پتا نہیں کس کی غلطی اور گناہ کا اسے قصوروار ٹھہرایا جارہا تھا اسے خود سمجھ نہیں آرہی تھی۔

آٹھ دن ہاسپٹل میں رہنے کے بعد وہ گھر آئی تھی۔ سب کچھ بدل گیا تھا۔ حانم کی رنگت میں زردیاں گھل گئی تھیں۔ اسے ہر طرف آرجے نظر آتا تھا۔۔ قہقہے لگاتا ہوا۔۔ وہ اس پر کسی آسیب کی طرح مسلط ہو گیا تھا۔

"جاؤ یہاں سے۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا، میں کسی سے نہیں ملی، جاؤ جان چھوڑو میری!!!" وہ صوفے پر رکھے کشن اٹھا اٹھا کر لاؤنج کے دروازے پر مار رہی تھی جہاں اسے آرجے نظر آرہا تھا۔ اسے ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا۔ آرجے کا گھر پاس ہی تھا۔

حانم کو لگتا تھا کہ وہ ابھی آئے گا اور سب کو اسکی اصلیت بتائے گا۔

"کیا ہوا ہانی۔۔کوئی نہیں ہے وہاں پر" آسیہ بیگم نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے دور جانا ہے بہت دور پلیز انکل مجھے کہیں دور بھیج دیں پلیز"

وہ آنسوؤں سے بھیگے چہرے کے ساتھ حمدان انکل کی منتیں کر رہی تھی۔ حمدان انکل اسکی باتیں سن کر گہری سوچ کا شکار نظر آرہے تھے۔ یہی مشورہ انہیں ڈاکٹر نے بھی دی تھی کہ بچی کو کچھ دنوں کیلئے یہاں سے دور لے جایا جائے۔۔وہ کچھ سوچ کر اٹھ گئے تھے۔ یقیناً وہ اس سوچ پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔

آج پورے ایک مہینے بعد 28 اپریل کے دن آرجے کو مکی کی کال آئی تھی۔ پہلی بار آرجے نے مکی کے بغیر اتنے دن گزارے تھے۔

"کہاں مر گئے تم مکی۔۔ کہاں چلے گئے ہو یار"

آرجے بہت غصے میں تھا۔

"بدنصیبی کے مرا نہیں لیکن ڈر ہے کہ سزا سے پہلے موت نہیں آئے گی" مکی عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔۔؟؟" آرجے نے پوچھا تھا۔

"تمہیں یاد ہے آرجے تم نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ تم نے خواب میں ہانی کو آگ میں دھکا میں دے دیا تھا"

"اسکا ذکر کیوں کر رہے ہو۔؟؟" آرجے چڑ گیا تھا۔

"ایسا ہی ہوا تھا نا۔۔؟؟" مکی پوچھ رہا تھا۔

"ہاں لیکن، اس بات کا اس وقت کیا مقصد۔۔؟؟"

آرجے الجھا تھا۔

"مبارک ہو، تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا آرجے، تم نے جیتے جی اُم حانم کو جہنم میں دھکیل دیا ہے، تم نے اُسے آگ کے اُس دریا میں پھینکا ہے جس میں نہ صرف اسکا جسم بلکہ روح بھی جھلس گئی ہو گی۔" مکی کی بات سن کر ایک پل کو آرجے کا دل رکا تھا۔ وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"آخر تم نے اسے اتنا سر پر سوار کیوں کر لیا ہے مکی؟ کچھ غلط نہیں کیا میں نے اسکے ساتھ۔"

آرجے کڑھ کر بولا تھا۔

"ضروری نہیں کہ جسمانی اذیت ہی غلطی کے زمرے میں آتی ہو، ذہنی اور روحانی اذیت انسان کی دھجیاں بکھیر دیتی ہے یہ تم نہیں سمجھو گے" مکی اسکا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

"بس کر جاؤ مکی مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔۔؟؟" آرجے کو اسکی باتوں سے کوفت ہو رہی تھی۔

"یہ میں خود نہیں جانتا بس ڈر لگ رہا ہے بہت، اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی، میں معافی مانگنا چاہتا ہوں اس سے" مکی نے جواب دیا تھا۔ وہ بہت بے بس نظر آ رہا تھا۔

"معافی؟ حد ہے مکی، کس بات کی معافی۔۔؟؟"

"اسکے ساتھ جو کچھ ہوا میں اسکا ذمیدار ہوں اس بات کی معافی"

"یہ بتاؤ کہ واپس کب آ رہے ہو۔۔؟؟" آرجے نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کبھی نہیں" مکی نے جواب دیا تھا۔

"کیا مطلب کبھی نہیں۔۔؟؟" آرجے حیران ہوا۔
"میں نے مائگریشن کروالی ہے اب میں لاہور کبھی نہیں آؤں گا" مکی کا لہجہ حتمیہ تھا۔ اس سے پہلے کہ آرجے کچھ کہتا وہ فون بند کر چکا تھا۔
اور آرجے حیران پریشان سا فون کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ اس ایک مہینے میں وہ سر سا پیر بدل گئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ ہلکے پڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پر حانم نے مڑ کر دیکھا تھا۔
"آجائیں امی۔۔" حانم نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پیتے ہوئے کہا تھا۔
"مت جاؤ ہانی۔۔ مت جاؤ۔۔" آسیہ بیگم اسکے اتنی دور جانے پر بہت دکھی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حانم انہیں چھوڑ کر جائے۔ اپنی ماں کی التجا پر حانم کا دل پھٹنے کو آیا تھا۔ وہ خود اپنی ماں سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ آج نہیں تو کل اسکی مکی کے ساتھ تعلق کی بات گھر والوں تک پہنچ جانی تھی، اور پھر اسکی ماں نفرت کرتی اس سے،
یہی چیز اندر ہی اندر حانم کو کھا رہی تھی۔ وہ اپنی ماں کی نفرت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔
اسے ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا جیسے ابھی آرجے قہقہے لگاتا ہوا آئے گا اور سب کو بتا دے گا، پھر سب ختم ہو جائے گا۔ بس اسی لئے وہ یہاں سے دور جانا چاہتی تھی تاکہ جب سب کو اس بات کا علم ہو، وہ دور ہو اور کسی کی نفرت اور حقارت نہ دیکھ سکے۔
"میں جلد واپس آؤں گی امی۔۔" حانم نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔
"میرا دل نہیں مانتا تمہیں اتنی دور بھیجنے کو" آسیہ بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔

"امی" حانم کہتی آسیہ بیگم کے گلے لگ گئی تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن وہ مضبوط بھی نہیں رہ سکی تھی۔ وہ جی بھر کر روئی تھی۔ وہ آسیہ بیگم سے ایسے لپٹ رہی تھی جیسے خدانخواستہ پھر کبھی نہیں لوٹے گی۔

"جلد ہی ہانی بیٹی تمہارے پاس پہنچ جائے گی مجھے امید ہے تم اسکا خیال رکھو گی ماہی"

حمدان انکل فون پر ماہی کو ہانی کے متعلق سمجھا رہے تھے۔وہ خود سچ نہیں جانتے تھے۔ڈاکٹرز نے بھی انہیں منع کیا تھا کہ کوئی بھی حانم سے اس حادثے کے بارے میں نا پوچھے۔

انکا کہنا تھا بار بار ہانی کو اس واقعہ کی یاد دلانا خطرناک ہو سکتا ہے۔وہ چاہتے تھے کہ حانم خود ہی سب کچھ بتائے لیکن شاید حانم اسکے لئے کبھی تیار نہیں ہوتی۔ ماہین اور حانم نے براہ راست ایک دوسرے کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ البتہ تصویریں دیکھ رکھی تھیں اور نہ کبھی دونوں کی بات ہوئی تھی۔

"جی بابا۔۔" ماہی کو زیادہ فرق نہیں پڑ رہا تھا اسکے آنے سے۔

"وہ ذہنی طور پر بہت پریشان ہے، پہلے اسے کچھ وقت دینا اور پھر اسکے قریب ہونے کی کوشش کرنا، ہانی بہت اچھی اور صاف دل کی لڑکی ہے ان شاء اللہ تمہاری اس سے جلد دوستی ہو جائے گی۔۔"

"جی۔۔" وہ حانم کی تعریف اپنے باپ کے منہ سے سن کر بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ وہ حانم کو نہیں جانتی تھی۔ آج وہ اسکے پاس آرہی تھی۔

ماہی کے عجیب سے احساسات تھے۔ آسیہ بیگم سے اسکی اچھی خاصی بے تکلفی ہوگئی تھی۔ لیکن حانم سے تو کبھی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر اپنا خیال رکھنا اور مجھے امید ہے تم حانم کو جلد اپنے ساتھ واپس لاؤ گی وہ بھی ہنستے مسکراتے" وہ پرعزم سے کہہ رہے تھے۔ ماہی بس سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

وہ پورے مہینے کے بعد گھر سے باہر نکلی تھی۔
بہت روئی تھی وہ ماہم، جواد اور آسیہ بیگم سے ملتے ہوئے لیکن اسے جانا ہی تھا۔ اسکی حالت کو دیکھتے ہوئے حمدان انکل نے اپنے تمام تر اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایک مہینے کے اندر اسکے پیرس جانے کا انتظام کیا تھا۔
"میں آپ لوگوں سے روزانہ بات کیا کرونگی" یہ حانم کے جاتے ہوئے آخری الفاظ تھے۔ آسیہ بیگم نے اسے بہت سی دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا تھا۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے انکی بیٹی کی رخصتی ہو گئی ہو۔ گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ بہت تیزی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔ اس نے آرجے کے گھر کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔
اس شخص کی وجہ سے آج ام حانم کو اپنا گھر، اپنا ملک اور اپنی ماں کو چھوڑ میلوں دور جانا پڑھ گیا تھا۔ جیسے جیسے گاڑی ایئر پورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حانم کا دل تڑپ رہا تھا۔
یہ تو طے تھا کہ اسکے ایک ایک آنسو اور اسکی تڑپ کی قیمت آرجے کو چکانی تھی۔ لیکن کب یہ صرف قدرت کو پتا تھا۔

پیرس جانا اسکا خواب تو نہیں تھا لیکن اکثر جو ہم نے نہ سوچا ہو وہی ہو جاتا ہے۔ وہ پیرس کی سرزمین پر قدم رکھ چکی تھی۔ بھیگی پلکوں اور اداس دل کے ساتھ۔۔ اگر وہ اس حادثے سے پہلے یہاں آتی تو یقیناً جھومتی کیونکہ یہاں پر ڈزنی لینڈ تھا، اسکے خوابوں کی دنیا۔۔ وہ دنیا جسے وہ دیکھنا چاہتی تھی، پریوں کا دیس، اسکی چھوٹی چھوٹی خواہشات تھیں نہیں آرجے کے لفظوں نے ختم کر دیا تھا۔ اب تو مسکرانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایئر پورٹ سے باہر آئی تھی۔ چادر سے خود کو لپیٹا ہوا تھا۔ وہ ماڈرن لوگوں کے درمیان عجیب سی لگ رہی تھی سب سے الگ سب سے

جدا۔ اب اسے ماہی کو ڈھونڈنا تھا، حمدان انکل نے اسے نیا موبائل لے کر دیا تھا جسکو اس نے چھونے کی بھی ہمت نہیں کی تھی۔ اسے لگتا تھا یہ موبائل اسکی بربادی کا ذمیدار تھا۔ اور وہ اپنی اس سوچ میں ٹھیک بھی تھی۔

"ہاں میں ایئر پورٹ پر اپنے دوست کو لینے آیا ہوں۔ جی بی جان میں بالکل ٹھیک ہو" وہ مگن سا فون ہر کہتا آگے بڑھ رہا تھا۔

"جی میں کوشش کروں گا کہ ان چھٹیوں میں پاکستان آسکوں۔۔" حشام بی جان سے بات کر رہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ کیا اسے کسی نے بتایا نہیں تھا کہ پیرس میں اتنی خوبصورتی سے مسکرایا نہیں کرتے۔۔ یہاں پر موجود لوگ ایسی جادوئی مسکراہٹ پر دل بھی ہار سکتے ہیں۔۔ جیسے ماہی ہار گئی تھی!! ایک تیز ہوا کا جھونکا حشام کے وجیہہ چہرے سے ٹکرایا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔ اور پھر گردن موڑ کر پاس سے گزرتی اس لڑکی کو دیکھا تھا جو چادر میں لپٹی تھی۔ اسے کچھ محسوس ہوا تھا۔ وہ جو سال پہلے ہوا تھا جب ام حانم اس سے ملی تھی۔ حشام کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اسے اس لڑکی پر ام حانم کا گمان ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسکے پیچھے جاتا اسے مارکیٹ والا واقعہ یاد آگیا تھا جب ام حانم کے دھوکے میں وہ ماہی سے جا ملا تھا۔

"یہ ام حانم نہیں ہو سکتی، وہ یہاں کیسے۔۔؟؟" خود کو سمجھاتا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

ایلا اور ماہی حانم کو ایئر پورٹ سے گھر لے آئی تھیں۔ وہ خاموش تھی۔ ایلا بار بار اس سے سوال کر رہی تھی۔ وہ بس جواب دے رہی تھی۔

"ہانی تم فریش ہو جاؤ تھک گئی ہو گی نا تب تک میں کھانا لگواتی ہوں۔" ماہی نے اسے مشورہ دیا تھا۔ اسے لگا تھا کہ حانم کافی چالاک ہو گی، لیکن وہ جتنی تصویروں میں معصوم نظر آتی تھی حقیقت میں بھی اتنی ہی تھی۔

"ٹھیک ہے" وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی تھی۔

ملازمہ اسکا سامان اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور پیچھے پیچھے وہ بھی۔

"ماہی تمہاری کزن تھوڑی عجیب ہے نا۔۔" ایلا نے اسکے جانے کے بعد پوچھا تھا۔ماہی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"تمہارے ڈیڈ کی کزن کی بیٹی تمہاری بھی سیکنڈ کزن ہوئی نا" اسکے گھورنے پر ایلا نے کندھے اچکا کر کہا۔

"خیر اب یہ میرے پاس آگئی ہے تو ٹھیک ہو جائے گی۔۔!!ایلا نے دانت نکالے تھے جبکہ ماہی کچھ سوچتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد حانم اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ رات کافی ہوئی تھی اور وہ کافی تھکن کا شکار تھی۔ بالوں کو باندھنے کی غرض سے وہ اٹھی تھی۔کمرے میں موجود فرنیچر کافی قیمتی تھی۔ کسی چیز نے بھی اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔

وہ جہاز سائز آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ سنہری بالوں کی آبشار کمر پر بکھری پڑی تھی۔بالوں کو دیکھتے ہوئے اسکا ذہن بٹھکا تھا۔ ایک فلم سی اسکے سامنے چلنے لگی تھی۔

"اماں میں سوچ رہی ہوں کہ بال کٹوالوں؟"

حانم نے اپنے بالوں کا نیچے سے معائنہ کرتے ہوئے آسیہ بیگم کو اپنی سوچ سے آگاہ کیا تھا۔

"ہر گز نہیں۔۔" آسیہ بیگم نے غصے سے منع کیا۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟ دیکھیں نا خراب ہو رہے ہیں" حانم روہانسی ہوئی۔

"تمہیں نانی اماں کہا کرتی تھیں کہ لمبے بال نیک لڑکیوں کی نشانی ہوتے ہیں"

"ہائیں؟" آسیہ بیگم کی بات پر حانم نے گھوم کر انہوں دیکھا تھا۔ اسکی آنکھیں اپنی ماں کی عجیب منطق پر حیرانی سی پھیلی تھیں۔

"لمبے بالوں کا نیک ہونے سے کیا تعلق اماں" وہ حیران پریشان سی پوچھ رہی تھی۔

"قیامت کے دن لمبے بال عورت کا پردہ بنیں گے، اور میری بات کان کھول کر سن لو ہانی۔۔ اگر تم نے دوبارہ بال کٹوانے کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" وہ اسے دھمکی اور حکم دونوں سناتیں کچن میں جا چکی تھیں جبکہ حانم حیرت سے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی۔ آئینے میں دھواں سا اٹھنے لگا تھا، اسکا گھر، آسیہ بیگم اور وہ۔۔ دور کہیں فضا میں تحلیل ہونا شروع ہوئے تھے۔ حانم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"نیک اور شریف تو دیکھو" منظر بدلا تھا۔ آرجے سامنے آئینے میں کھڑا جناتی قہقہے لگا رہا تھا۔

حانم کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ تالی بجاتا ہنستا وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔ اسکے قہقہے حانم کو پاگل کر رہے تھے۔

"نیک نہیں بدکردار ہو تم" وہ شعلے اگلتی آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں، کچھ نہیں کیا میں نے"

وہ ہیجانی انداز میں چلائی تھی۔ وہ ہنسے جا رہا تھا۔ حانم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔

"چپ کر جاؤ" وہ چیخی تھی اور سنگار میز سے پرفیوم کی ایک بوتل اٹھا کر پوری قوت سے آئینے میں دے ماری تھی۔ اپنی طرف سے اس نے آرجے کو مارا تھا۔ اسے خاموش کروایا تھا۔ چھن کی آواز کے ساتھ کانچ بکھرا تھا۔ وہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔

حانم کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ وہیں نیچے بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

وہ آرجے کے آسیب سے بچنے کیلئے بہت دور آ گئی تھی لیکن شاید بھول گئی تھی کہ آسیب تو سات سمندر پار تک پیچھا کرتا تھا۔ کافی دیر رونے کے بعد وہ اٹھی تھی اور پھر کراہ کر بیٹھ گئی تھی۔

ٹوٹے ہوئے کانچ کا ٹکڑا اسکے پاؤں میں چبھ گیا تھا۔ درد کی ایک لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"امی۔۔" حانم نے درد کی شدت سے آسیہ بیگم کو پکارا تھا لیکن پھر یاد آنے پر کہ وہ کوسوں دور تھیں اسکا دل مزید تڑپا تھا۔ مشکل سے کانچ کا ٹکڑا پاؤں سے نکالنے کے بعد وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسکے پاؤں سے خون نکل رہا تھا

لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟اس نے کمرے میں نظریں دوڑائی تھیں اور پھر اسے میز پر ٹشو کا ڈبا رکھا نظر آگیا تھا۔ وہ لنگڑا کر چلتی میز تک پہنچی تھی اور پھر کافی سارے ٹشو نکال کر زخم پر رکھے تھے۔ آہستہ آہستہ خون رسنا بند ہوا تھا۔وہ لیٹ گئی تھی۔ لیکن اسکی سسکیاں بند نہیں ہوئی تھیں۔ اسے سب یاد آرہے تھے۔ اور خاص طور پر آرجے کی باتیں جو کبھی اسکے ذہن سے نہیں نکلتی تھیں۔

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے درد ہوتا ہے

اتنا درد کہ دل کرتا ہے

اپنی کن پٹیوں پہ انگلیاں رکھ کر

اتنی زور سے دباؤں کہ وہاں سے خون کا اخراج ہو

شاید اس خون میں وہ تمام باتیں

وہ تمام سوچیں بھی بہہ جائیں

!..جو میرے ذہن کو اذیت کے نشتر چبھو رہی ہیں

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے درد ہوتا ہے

اتنا درد کہ جیسے کوئی میرا دل کسی پتھر پہ رکھ کر

کسی ہتھوڑی سے اس میں کیل گھاڑتا ہے

اور بس ایک کیل سے بس نہیں کرتا

بلکہ بار بار وہ اس عمل کو دہراتا ہے

گھاڑتا ہے، نکالتا ہے

!.. گھاڑتا ہے، نکالتا ہے پر موت نہیں آنے دیتا

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے

ایسی تکلیف جیسے کسی زندہ انسان کو

کسی پیڑ کے ساتھ باندھ کر

کسی پرانی چھری سے اس کو جگہ جگہ سے کاٹا جائے

اس پہ کوڑے برسائے جائیں

اتنے کوڑے کہ اس کے وجود کا گوشت

اس کی ہڈیوں سے الگ ہو جائے

!.. پر موت کے فرشتے کو ادھر آنے کی اجازت نہ ہو

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ کاش کوئی لفظ

میری اذیت کے معیار پہ پورا اترے

تو میں تمہیں بتاؤں

کہ درد اور تکلیف اس اذیت سے

بہت چھوٹے لفظ ہیں

!..جو میں محسوس کرتی ہوں

درد میں ڈوبی رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی اور سسکیوں کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔

صبح چار بجے کا وقت تھا۔ آرجے نیند سے بوجھل آنکھیں لئے سونے کیلیئے لیٹا تھا۔ اسے چار سے پانچ بجے کے درمیان نیند آتی تھی۔ ابھی اسے سوئے کچھ ہی دیر گزری تھی جب وہ عجیب سے احساسات کے تحت ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اسے کسی لڑکی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ سائیڈ لیمپ آن کرکے اسنے پورے کمرے میں نظر دوڑائی تھی لیکن اسے کہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

وہ اسے وہم سمجھ کر سر جھٹک کر دوبارہ سونے کیلیئے لیٹ گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے آنکھیں بند کی سسکنے کی آواز سنائی صاف سنائی دی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

"کون ہے۔۔؟؟" آرجے نے پوچھا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ آواز ہنوز آرہی تھی۔ وہ بستر سے نیچے اترا اور کمرے کی کھڑکیوں کو کھولنے کے بعد اس نے ہر طرف نظر دوڑائی تھی۔ کہیں کس لڑکی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن آواز آرہی تھی۔

"یہ میرا وہم نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

اب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر نیچے لاؤنج میں آیا تھا۔ غلام دین، ملازم، صوفے پر سکون سے سویا پڑا تھا۔ سسکیوں کی آواز وقفے وقفے ابھر رہی تھی۔ آرجے کا دماغ گھوما تھا۔ اسے شک ہو رہا تھا جیسے گھر می کوئی لڑکی موجود تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرہ دیکھ رہا تھا لیکن لڑکی ہوتی تو ملتی نا۔۔ اب تو ملی بھی یہاں نہیں تھا۔ تھک ہار کر وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ نیند اسے سونے کا کہہ رہی تھی۔ اور سسکیاں اسکی نیند کی دشمن بنی ہوئی تھیں۔ دن چڑھے تک وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا رہا تھا۔ جیسے ہی سونے کیلیئے

آنکھیں بند کرتا تھا سسکیوں کی آواز ابھرنے لگتی تھی۔ سورج کی سنہری روشنی نے رات کی سیاہی کو کاٹا تو سورج کی شعائیں لاؤنج میں موجود کھڑکیوں سے چھن چھن کر اندر آنے لگیں۔ آرجے کو سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔ غلام دین کب کا نماز کیلیئے اٹھ کر جاچکا تھا لیکن اس نے آرجے سے وہاں بیٹھنے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں ہر طرف پھیل گئی تھیں۔ تھک ہار کر وہ صوفے پر لیٹ گیا تھا، وقت کو اس پر ترس آیا تھا اور پھر ناجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔

"اووہ میرے خدا یہ کیا ہوا؟؟" ملازمہ ناشتے کیلیئے حانم کو اٹھانے آئی تھی اور پھر اسکے زخمی پاؤں کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ یہ پچاس سالہ لوسی تھی۔ جو ہر وقت سیاہ رنگ کے گاؤن میں ملبوس رہتی تھی۔ ماہی اور ایلا اسے لوسی ماں بلاتی تھیں۔ لوسی ماں نے ایلا کو پالا تھا۔ اور اسے بھی وہ دونوں بہت عزیز تھیں۔ گھر کی صفائی ستھرائی کا خیال لوسی ماں ہی رکھتی تھی۔ البتہ کھانا بنانے کیلیئے حلیمہ تھی۔

"یہ کیا ہوا بچے؟؟" وہ حانم کی طرف بڑھی تھی۔

حانم کی رات ناجانے کب آنکھ لگی تھی۔ نہ اذان کی نہ الارم کی آواز آئی تھی۔ اور نہ کسی نے اسے اٹھایا تھا۔ وہ سوئی رہی تھی۔ لوسی ماں نے آگے بڑھ کر اسکے زخمی پاؤں سے ٹشو کو اتارا تھا کو چپکا ہوا تھا۔ بیڈ کی چادر جہاں اسکا پاؤں رکھا ہوا تھا وہاں سے سرخ ہو چکی تھی۔

سوتے وقت شاید اسکا خون بہتا رہا تھا۔

سی۔۔" درد کے باعث حانم کی آنکھ کھلی تھی۔"

"یہ کانچ کیسے ٹوٹا۔۔۔؟ ہم کو بلا لیا ہوتا ہم خود ہی اسکو صاف کر دیتا" وہ حانم کو جاگتے ہوئے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

ٹشو اتارنے کے بعد لوسی ماں کی نظریں اب کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

کچھ یاد آنے پر وہ کمرے میں رکھے بڑے سے میز کی نیچے والے درواز کی طرف بڑھی۔ فرسٹ ایڈ باکس نکال کر وہ دوبارہ حانم کے پاس آئی تھی۔

حانم چکراتے سر کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی جو کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ رونے کے باعث حانم کی آنکھیں سوجھن کا شکار تھیں۔ سپرٹ سے زخم صاف کرنے کے بعد لوسی ماں نے اسکے پاؤں پر پٹی باندھی تھی۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہارا" پٹی کرنے کے بعد اب وہ حانم کی سرخ آنکھوں کی طرف دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔ حانم کو بے اختیار ہی آسیہ بیگم یاد آئی تھی۔ اسکی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئیں۔

"روتا کیوں ہے بچے؟ کوئی مسئلہ ہے تو ہم کو بتاؤ۔۔؟؟" وہ پیار سے پوچھ رہی تھی۔

"میرا سر بہت درد کر رہا ہے" حانم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"ہم میڈیسن اور چائے لے کر آتا ہے۔ رونا نہیں، تم ٹھیک ہو جائے گا" لوسی ماں فکرمندی سے کہتی باہر چلی گئی تھی۔ جبکہ حانم اپنے سر کو تھامتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی تھی۔

ڈیپارٹمنٹ میں کوئی فنکشن تھا۔ اسے روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ آرجے کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف اٹھتے قدم رکے تھے۔ اسے روشنیاں دیکھ کر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے، خفگی سے گھورتی ہوئی حانم نظر آئی تھی۔ یہی جگہ تھی جہاں اس نے حانم کو چڑانے کیلئے اسکے لئے گانا گایا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو

اسے اپنے الفاظ یاد آگئے تھے۔ وہ خود تو جی رہا تھا اور جو وجہ بنی تھی اسے ختم کر دیا تھا آرجے نے، وہ سر جھٹک کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوا تھا سامنے گراؤنڈ میں لکڑی کے بینچ پر اسے وہ بیٹھی نظر آئی تھی۔ وہ شام جب اس نے حانم سے مسکرا کر بات کی تھی۔ وہ آسمان کو تکتی

ہوئی، جانے کس دنیا میں کھوئی ہوئی تھی، جب بجلی کی چمک میں اسکے چہرے پر کچھ چمکا تھا۔۔ماضی اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔۔ اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے حانم کو ختم کیا تھا۔

"نفرت ہے مجھے تم سے" وہ تصور میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اور پھر واپسی کیلئے قدم بڑھا دیئے تھے۔ ڈیپارٹمنٹ میں اب اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ مکی جا چکا تھا، مہرو بھی، دونوں کی مائگریشن ہو گئی تھی۔ وہ بھی جا چکی تھی جسکے بارے میں وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ جنت روڈ پر تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سامنے اسے وہ درختوں کے نیچے بنے فٹ پاتھ پر مہرو کے ساتھ کسی بات پر ہنستی نظر آئی تھی۔ وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔

وہ اسے کیوں نظر آرہی تھی آرجے کو سمجھ نہیں آرہا تھا، وہ جھٹکے سے مڑا تھا، سامنے ذولوجیکل میوزیم تھا، اب وہ مہرو کے ساتھ میوزم کے باہر سیلفیاں لیتی نظر آرہی تھی۔ آرجے کا سر چکرا گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔

"نفرت ہے مجھے تم سے شدید نفرت، سنا تم نے ام حانم۔۔۔ شدید نفرت کرتا ہوں تم سے" وہ چلایا تھا۔ سٹوڈنٹس نے رک کر اور پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے حواسوں میں واپس لوٹا تھا۔ گہری سانس لیتا وہ حانم کو پیچھے چھوڑتا آگے بڑھ گیا تھا۔

ایک مہینہ ہو گیا تھا حانم کو پیرس آئے۔ اس نے کبھی اپنے کمرے سے باہر دروازے تک کا فاصلہ طے نہیں کیا تھا۔ وہ گھر میں ہی گھوم لیتی تھی کبھی باہر جانے کی خواہش نہیں کی تھی۔ اسکا موبائل جو اسے حمدان انکل نے دیا تھا وہ بند پڑا تھا۔ اسے آن کرنے کی حانم میں ہمت نہیں تھی۔

لوسی ماں اسکا بہت خیال رکھتی تھی۔ گھر سے فون آتا تو وہ ماہی کے فون سے ہی بات کرتی تھی۔ اور اسی کے لیپ ٹاپ سے وہ اپنے پیاروں کی شکل دیکھ پاتی تھی۔ دن گزرتے جا رہے تھے لیکن حانم نے منہ نہیں کھولا تھا۔ اس نے کبھی

بھولے سے بھی اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو اسکی زندگی کا ناسور بن گیا تھا۔ وہ درد اوڑھ کر سو جاتی تھی، ڈر اور خوف کے سائے اسے جاگنے پر مجبور کر دیتے تھے، اسے مائگرین نے آلیا تھا۔

ذرا سی تیز روشنی، شور اسے پاگل کر دیتا تھا۔ دل ہر وقت خراب رہنے لگا تھا، متلی ہوتی تھی، سر چکراتا تھا۔ غرض کہ وہ اندھیروں کی دنیا میں چلی گئی تھی۔ ہر وقت اسکے کمرے میں اندھیرا رہنا شروع ہو گیا تھا۔ اسے نارمل ہونے کیلئے پیرس بھیجا گیا تھا لیکن وہ یہاں آکر مزید دنیا سے کٹ گئی تھی۔ آرجے نام کے آسیب نے اسے مکمل طور پر اپنے بس میں کر لیا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو؟؟" وہ اپنے بازو کو آنکھوں پر رکھے لیٹی تھی، اسکا مقصد روشنی سے خود کو بچانا تھا۔ کمرے میں پہلے ہی اندھیرا تھا لیکن وہ جسمانی درد سے بچنا چاہتی تھی۔ دروازہ پر دستک ہوئی تھی۔ حانم چونک کر اٹھی تھی۔ اسے ماہی نے

Space

دی ہوئی تھی۔ وہ کبھی کبھی ہی اسکے پاس آتی تھی۔ ماہی چاہتی کہ وہ جلد از جلد نارمل ہو لیکن کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

"جی ٹھیک ہوں" حانم نے اٹھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیا میں اندر آجاؤں۔۔؟؟" ماہی پوچھ رہی تھی۔

"جی۔۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ اندر آئیں" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

حانم نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھا لیمپ آن کیا تھا۔ روشنی جیسے ہی کمرے میں پھیلی حانم نے آنکھیں بند کر کے خود کو روشنی کی اذیت سے بچانا چاہا تھا۔ ماہی اندر آئی تھی۔ اس نے حانم کی اس حرکت کو غور سے دیکھا تھا۔ اور پھر کھڑکیوں کی طرف بڑھ کر اس نے پردے پیچھے کئے اور انہیں کھول دیا۔ حانم نے بے اختیار اپنے آنکھوں پر دایاں بازو رکھا تھا۔

"انہیں بند رہنے دو پلیز، تیز روشنی مجھے چبھتی ہے" حانم کے لہجے میں التجا تھی۔

"روشنی کب سے چبھنے لگی حانم؟ یہ تو اندھیرے کو ختم کرتی ہے" ماہی سنجیدہ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"سر میں درد ہو جاتا ہے" حانم نے بے بسی سے بتایا۔

"وہ اسی لئے کہ تمہیں ایسا لگتا ہے، تم نے خود کو اندھیروں کی عادت ڈال لی ہے، تمہیں یہ عادت ختم کرنی چاہیے"

"اندھیرا مجھے سکون پہنچاتا ہے"

"میرے بابا کہتے ہیں کہ اندھیرا انسان کو نگل جاتا ہے، انسان میں ساری ساری منفی سوچیں اندھیرے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔۔ تمہیں اس اندھیرے کی دنیا سے باہر نکل کر روشنی کا سامنا کرنا ہوگا" آج ماہی اسے قائل کرنے آئی تھی۔ ناجانے کیوں حانم اسے اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ وہ معصوم تھی، خاموشی کا ایک گہرہ پہرہ تھا اس پر!

"میں نہیں کرنا چاہتی کسی بھی چیز کا سامنا" حانم نے بیزاری سے کہا تھا۔

"تم ام حانم ہی ہو نا۔۔؟؟" ماہی کے سوال پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"میں نے سنا تھا کہ ام حانم ایک باہمت لڑکی ہے، وہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہاری، وہ ہمیشہ حالات کا مقابلہ کرکے انہیں ہرانے کی ہمت رکھتی ایک بہادر لڑکی ہے۔۔"

ماہی کی بات پر حانم کا دل کٹ سا گیا تھا۔ وہ بہادر لڑکی ایک ابن آدم سے بری طرح ہار کر آئی تھی صرف اس وجہ سے کہ وہ بنت ہوا تھا۔

"غلط سنا ہے آپ نے، ام حانم ایک کمزور لڑکی ہے" حانم نے گہری اذیت سے جواب دیا تھا۔

"ہمم۔۔ ہوگی لازمی ہوگی، لیکن اب اسے بہادر بننا ہوگا۔۔ اگر ام حانم کو پیرس میں بزدلی اور مردہ دلی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اسے واپس پاکستان چلے جانا چاہیے، پیرس ایسے لوگوں کو خوش آمدید نہیں کہتا__!! پاکستان واپس جانے کے نام پر حانم نے لرز کر ماہی کو دیکھا تھا، اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"بالکل۔۔ تمہیں واپس جانا ہوگا، یہ اندھیروں کی زندگی تم وہاں بھی گزار سکتی ہو، فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ہانی۔۔۔ تمہیں یہاں رہنا ہے یا واپس جانا ہے۔۔؟؟اگر یہاں رہنا ہے تو دس منٹ میں تیار ہو جاؤ تمہارے موبائل اور سم رجسٹریشن کیلئے جانا ہے اور اگر اس کام کیلیے نہیں جانا چاہتی تو اپنا سامان پیک کرلو، تمہیں واپسی کا ٹکٹ مل جائے گا"وہ

دو ٹوک لہجے میں کہتی واپس جاچکی تھی۔ جبکہ حانم پریشان سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ ماہی جانتی تھی کہ وہ واپس نہیں جانا چاہتی، اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسکی یہ دھمکی کارآمد ثابت ہوگی، وہ اب مزید اسے یوں ابنارمل لوگوں کی طرح زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تجھے ہو نصیب گداگری،

__ تیرا دستِ ناز دراز ہو

یہی بددعا ہے کے فتنہ گر

تیرا حسن صحرا لباس ہو

رہے مرض غم میں تو مبتلا

نا دوا ملے نا دعا ملے

تجھے ہو قضا کی جو آرزو

___ تیری عمر اور دراز ہو

آرجے نے ہر اس جگہ پر جانا چھوڑ دیا تھا جہاں کبھی حانم گئی تھی۔ وہ اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسکی زندگی سے سکون نام کی چیز کہیں غائب ہوگئی تھی وہ رات کو سو نہیں پاتا تھا۔ سسکیوں کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اسے دن میں نیند نہیں آتی تھی، اس نے نیند کی گولیاں کھا کر دن میں سونا شروع کر دیا تھا۔

وہ رات کو جیسے ہی آنکھیں بند کرتا تھا وہ آواز اسکی سماعت میں ہتھوڑوں کی طرح لگنا شروع ہو جاتی تھی۔ وہ ساری رات لاؤنج میں بیٹھا رہتا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور کیوں ہو رہا تھا؟ وہ ملتان چلا گیا تھا اور پھر واپس بھی آگیا تھا وہ سسکیاں اسکا پیچھا نہیں چھوڑنے والی تھیں۔ مکی کے بنا دوستوں کی محفلوں میں اسکا دل نہیں لگتا تھا،

رفتہ رفتہ وہ اپنی سوشل زندگی سے کٹنے لگا تھا

یہ وقت کا بہت بڑا انتقام تھا__!!

وہ ماہی اور ایلا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی، جب سے وہ پیرس آئی تھی آج پہلی بار گھر سے باہر نکلی تھی، ماہی کی دھمکی کام کر گئی تھی اب اسے لبوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ حانم کے چہرے پر سنجیدہ چھائی تھی۔ ایلا کچھ کہنے کیلیے پیچھے کی طرف مڑی تھی اور پھر ایک دم چونک گئی تھی۔ حانم کے گاڑی کے شیشے کے پاس بیٹھی تھی۔ آدھے کھلے شیشے سے سورج کی روشنی اندر آرہی تھی جو حانم کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

"ہے یہ کیا تھا؟؟" ایلا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حانم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ سورج کی شعاؤں میں حانم کے چہرے پر کچھ چمکا تھا۔

"کیا۔۔؟؟" حانم نے کے چہرے پر الجھن پھیلی تھی۔

"تمہاری

Chin

پر کچھ شائن کیا تھا۔۔"

"وہ پیدائشی نشان ہے یعنی برتھ مارک۔۔ جب میں پیدا ہوئی تھی یہ تب سے ایسے ہی ہے" حانم نے بتایا تھا۔ یہ ایک موتی کے سائز کا سفید رنگ کا دھبہ تھا جیسے سیاہ رنگ کا تل ہوتا ہے، لیکن یہ سفید تھا اور جب کبھی سورج کی روشنی اس پر براہ راست پڑتی تھی تو یہاں سے ایک چمک پیدا ہوتی تھی۔

"Woww... it just amazing__!!"

ایلاب دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کوئی ایسا برتھ مارک دیکھا تھا۔ اسے ام حانم سب سے الگ لگی تھی، اداسیوں کی شہزادی، جو شاید راستہ بھٹک کر پیرس آگئی تھی!!

وہ تینوں شام کو واپس لوٹی تھیں۔ ماہی نے انہیں کھانا باہر ہی کھلایا تھا۔ وہ حانم کو روشنی سے متعارف کرانا چاہتی جنہیں وہ بھول گئی تھی،

ہر طرف رونق تھی جو شاید اسے متاثر کرنا چاہتی تھی، لیکن خاموشی اسکی روح میں اتر گئی تھی۔

جب اداسیاں روح میں اتر جائیں"

"تو رونقیں متاثر نہیں کرتیں___!!

البتہ باہر کی تازہ ہوا نے اسے ذہنی طور پر سکون پہنچایا تھا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی تھی۔

کپڑے بدلنے کے بعد وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، یہ وہ حانم تو نہیں تھی جو کچھ ماہ پہلے حسین ترین ہوتی جارہی تھی، یہ تو گھن زدہ، دیمک کا کھایا ہوا مجسمہ لگتی تھی۔ وہ پلٹنے والی تھی جب وہ آئینے میں ابھرا تھا۔ اس پر قہقہے لگاتا اسکا مذاق اڑاتا، اسکے لمبے بالوں اور اسکی نیک نامی پر جملے کستا۔۔ حانم کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔۔ آنسو اسکی آنکھوں میں پھیلنے لگے تھے۔ اور پھر وہ پاگلوں کی طرح کمرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی آر جے کے قہقہے اسکا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ بالآخر اسے ایک دراز سے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی تھی۔ وہ کینچی کو ہاتھ میں پکڑے آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اسے اپنے اندر سے ہر وہ چیز ختم کرنی تھی جو اسکے مذاق کا سبب

بنی تھی۔ کینچی والا ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنے لمبے بالوں کو بے دردی سے کاٹ ڈالا تھا۔ اس نے اپنے نیک ہونے کا ایک نشان مٹا ڈالا تھا۔۔ اب اسے رفتہ رفتہ ام حانم کو ختم کرنا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے آرجے تم اتنے چڑچڑے کیوں ہو گئے ہو۔۔۔؟؟" حشام نے آرجے کو فون کیا تھا جو کب سے بج رہا تھا لیکن وہ اٹھانے کی زحمت نہیں کر رہا تھا اور جب اٹھایا تو آواز میں واضح ناگواری تھی۔

"نہیں تو ایسی بات نہیں ہے۔" حشام کی بات سے آرجے کو اپنی ناگواری کا احساس ہوا تھا۔ وہ تھک چکا تھا صرف کچھ ہی مہینوں میں ابھی تو اسے بہت لمبا سفر طے کرنا تھا۔ آرجے نے اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکا دی۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

"کیا بات ہے آرجے کافی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم کچھ عجیب سا رویہ رکھے ہوئے ہو کوئی پریشانی ہے کیا؟؟" حشام کے لہجے میں فکر اور پریشانی واضح تھی۔

"سب ٹھیک ہے۔۔" آرجے نے جانے خود کو تسلی دی تھی یا حشام کو یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"میں کچھ دنوں تک پاکستان آ رہا ہوں"

"سچ؟ جلدی آؤ پھر۔۔" آرجے کو اسکے آنے کی دلی خوشی ہوئی تھی۔ ایک وہ شخص تھا جو اسے بنا مطلب کے بے لوث محبت کرتا تھا اور آرجے کو محبت کی ہی ضرورت تھی۔

رمضان گزر چکا تھا، دونوں عیدین بھی گزر چکی تھیں۔ وقت گزرتا جا رہا تھا، وہ بھی بدل گئی تھی لیکن نہیں بدلا تھا تو صرف اسکا اندر نہیں بدلا تھا جس میں دکھ کے گہرے سائے اپنے پنجے گاڑھے بیٹھے تھے۔ ستمبر کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ پیرس میں ٹھنڈ بڑھنا شروع ہوئی تھی۔ وہ لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی، ہاتھ میں میگزین تھا۔ ٹی وی چل رہا تھا البتہ اسکا دماغ نہ تو میگزین پڑھنے میں تھا اور نہ ٹی وی پر چلتے پروگرام دیکھنے

میں۔۔کھلے بال کمر پر بکھرے تھے جنہیں وہ وقفے وقفے سے کٹوا لیتی تھی۔کہاں بالوں کی آبشار تھی اور اب کہاں بال مشکل سے آدھی کمر تک آتے تھے۔سیاہ رنگ کی جینز پر گھٹنوں تک آتی شرٹ پہن رکھی تھی۔ڈوپٹہ گلے میں لٹکا ہوا تھا۔وہ ام حانم تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی۔وہ تو کوئی اور تھی جو بدل گئی تھی۔ اسکی نمازوں میں کمی نہیں آئی تھی البتہ دعا کیلیئے کبھی ہاتھ
نہیں اٹھتے تھے۔وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کس سے ناراض تھی،وقت سے،خود سے،سب سے یا پھر اللہ سے ؟
اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔وہ ایلا کی باتوں پر ہنستی تھی، لیکن اسکی مسکان جھوٹی تھی، کبھی کبھی قہقہہ لگاتے اسکے لب اچانک ساکت ہو جاتے تھے، ہنستے ہنستے رونے لگتی تھی۔ لیکن نہ تو وہ آرجے کے آسیب سے پیچھے چھڑا پائی تھی اور نہ اسکی باتوں سے۔۔
راتوں کو اسکی سسکیاں کمرے میں گونجتی رہتی تھیں۔

حشام اسکے سامنے بیٹھا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا یہ وہی آرجے اسکا اپنا بھائی ؟
"مجھے یقین نہیں ہوتا آرجے تم اتنا بھی گر سکتے ہو؟ تمہاری تربیت ایسی تو نہیں کی گئی تھی ؟"
حشام کے لہجے میں افسوس تھا اور اس سے بھی زیادہ حانم کیلیئے دکھ تھا۔وہ پاکستان آیا ہوا تھا۔اسکے ملی اور حانم کے بارے میں پوچھنے پر آرجے نے غصے میں سب بتا دیا تھا۔
"تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ میری غلطی ہے۔۔؟؟"
آرجے کو اس سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔اسے لگا تھا کہ وہ بھی حانم کو برا بھلا کہے گا۔
"تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے آرجے گناہ۔۔" حشام دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔
"اور اس گناہ کا ثبوت یہ ہے جو تم سو نہیں پاتے ہو،جو بے سکونی تمہارے اندر پھیل گئی ہے نا یہ سب اس گناہ کی وجہ سے ہوا ہے۔۔"

"منہ بند رکھو شامو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ گناہ تو اس حانم نے کیا تھا، پارسا بنتی تھی جبکہ تھی وہ۔۔"
"خاموش ہو جاؤ آرجے، پلیز خاموش" حشام کے اندر مزید ام حانم کے بارے میں غلط سننے کی ہمت نہیں تھی۔ اسکا دماغ جم چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے؟ کیا کر دیا تھا آرجے اور کہاں چلی گئی تھی وہ۔۔؟؟ سوال اسکے دماغ پر ہتھوڑوں کی طرح لگ رہے تھے۔
"تم ایک نہایت کمزور مرد ہو آرجے، تم ایک لڑکی سے ڈر گئے" حشام کی بات پر آرجے نے چونک کر اسے دیکھا تھا اسکی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔
"تم ڈر گئے تھے نا کوئی انسان وہ بھی لڑکی پہلی بار تمہارے مقابلے پر آیا تھا، پہلی بار کسی نے آرجے کے علاوہ کسی کو سراہا تھا، تم سے برداشت نہیں ہوا تو تم نے اسے اس طرح سے یونیورسٹی چھوڑ جانے پر مجبور کر دیا۔۔"
حشام کی بات سن کر آرجے کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا یہ تو سراسر الزام لگایا تھا حشام نے اس پر۔۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ایک لڑکی سے کیوں جیلس ہونگا۔۔؟؟" وہ احتجاجاً چلایا تھا۔
"اگر ایسی بات نہیں ہے تو پوچھو اپنے دل سے پھر کس گناہ کی سزا دی تم نے اسے؟ اسکی کم عمری کی غلطی کو تم نے اسکے لئے عذاب بنا دیا۔۔؟" اور آرجے مزید نہیں سن سکتا تھا وہ غصے سے اٹھا تھا اور گھر سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے حشام کا دل کرلا رہا تھا۔

گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد یونیورسٹی دوبارہ کھلی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں نئے سٹوڈنٹس آرہے تھے کیونکہ نئے داخلے ہوئے تھے۔ آرجے خود کبھی کبھی ڈیپارٹمنٹ جاتا تھا۔ کلاس ختم ہونے کے بعد جیسے ہی وہ واپسی کیلئے بڑھا تھا اسے کسی نے پکارہ تھا۔

"ہیلو آر جے" آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ سامنے اسکا کلاس فیلو مرتضی کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک گفٹ پیک تھا۔

"کیا تمہیں پتا ہے مہرو کی مائیگریشن کہاں ہوئی ہے۔۔؟؟" وہ موٹے شیشوں کی عینک ناک پر جمائے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔" آر جے نے سرد سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"وہ تمہیں بھی نہیں پتا۔۔" مرتضی کا منہ بن گیا تھا۔ "مجھے لگا شاید تمہیں پتا ہو گا۔۔ مجھے امید تھی کہ جہاں مہرو گئی ہے وہیں حانم نے بھی مائگریشن کروائی ہو گی۔ آج ام حانم کا برتھ ڈے ہے نو ستمبر، یہ اسکے لئے گفٹ تھا۔ مجھے وہ بہت اچھی لگتی تھی اور ہے بھی" مرتضی اپنی دھن میں بول رہا تھا۔

"ام حانم کا برتھ ڈے۔۔۔" آر جے زیر لب بڑبڑایا تھا۔

" مجھے یاد آیا مہرو کا کزن تمہارا دوست ہے نا تو یہ گفٹ تم اسے دے دینا وہ مہرو کو دے دیگا اور مہرو حانم کو، مجھے دلی خوشی ہو گی!!" اس نے وہ گفٹ آر جے کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے تھام لیا تھا۔ وہ وہیں رک کر اسے کھولنے لگا تھا۔

"ہاں تم کھول سکتے ہو یہ تمہارے متعلق ہے۔۔"

مرتضی کی بات پر آر جے کو حیرت ہوئی تھی۔ اس نے گفٹ کے اوپر سے خوبصورت پیکنگ کو اتارا تھا۔ پیکنگ کے اندر ایک خوبصورت فوٹو فریم تھا۔

آر جے نے جیسے ہی فریم کو پلٹ کر دیکھا تھا اسکی سانس جیسے اٹک سی گئی تھی۔ وہ اسکی اور ام حانم کی تصویر تھی۔ وہ جس میں وہ دونوں گراؤنڈ میں رکھے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے تھے۔ خوبصورت اور طوفانی موسم تھا۔ وہ جس دن ڈونٹ ٹچ مائی فون والا حادثہ پیش تھا۔ وہ جس دن آر جے دل سے مسکرایا تھا۔

"تم وہ واحد لڑکی ہو ام حانم جسکے ساتھ آرجے بیٹھا ہوا دل سے مسکرا رہا تھا، میں نے ایسی چمک کبھی آرجے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹتی روشنی، تم دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت مکمل لگ رہے تھے، جب بھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو!" مرتضی تصویر کے نیچے کیپشن دیا گیا تھا۔ یہ الفاظ پڑھتے ہوئے آرجے کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

"میں نے اچھا لکھا ہے نا۔۔؟؟" وہ معصومیت پوچھ رہا تھا۔ "اور یہ فوٹو بھی میں نے کھینچی تھی اس روز، یہ بھی اچھی ہے نا۔۔؟؟اور حانم کو یہ گفٹ پسند آئے گا نا۔۔؟؟ تمہیں پتا ہے آرجے وہ ڈیپارٹمنٹ میں کسی کے ساتھ بیٹھی اتنی اچھی نہیں لگی تھی جتنی اس روز تمہارے ساتھ، میں اسے بہت یاد کرتا ہوں!!" وہ اداسی سے کہتا چلا گیا تھا جبکہ آرجے آندھیوں کی زد میں تھا۔

مہرو اور حانم کی اقصی کے ساتھ مرتضی سے بھی اچھی خاصی بے تکلفی ہوگئی تھی۔ وہ ان دونوں کو بہت یاد کرتا تھا۔ آرجے کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس تصویر کا کیا کرے۔۔؟ دل کی دھڑکن کی تیز رفتاری اسکی سمجھ سے باہر تھی۔

"حانم کا برتھ ڈے ہے آج۔۔۔" اسکا دل کہہ رہا تھا۔

اس نے تصویر میں مجسم حانم کو دوبارہ دیکھا تھا۔ اور پھر اسکی نظر سامنے گراؤنڈ میں رکھے بینچ پر پڑی تھی۔ اس وقت اسکے دل نے شدید خواہش کی تھی کہ کاش وہ اس وقت وہاں موجود ہوتی۔۔ خیال میں نہیں حقیقت میں، لیکن خواہشیں کب پوری ہوتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی اداسی نہیں سمجھ پایا تھا اور بے چین سا دل لئے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

رات کے ایک بجے کے قریب وہ گھر واپس آیا تھا۔ گیٹ پر گارڈ اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"صاحب آپ گئے نہیں ؟؟" گارڈ نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔ آج اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر شمالی علاقہ جات کی سیر کو جانا تھا۔ لیکن ڈیپارٹمنٹ میں اسکا دل اتنا خراب ہوا کہ پورے لاہور میں آوارہ گردی کر کے وہ اب گھر لوٹا تھا۔

"نہیں۔۔۔" آرجے ایک لفظی جواب دیا تھا۔

گارڈ کے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی الجھن میں دیکھ ہی نہیں پایا تھا۔ گیٹ بند کرنے کے بعد گارڈ اسکے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"کیا ہوا۔۔" آرجے نے رک کر پوچھا تھا۔

"کک۔۔کچھ نہیں۔۔" گارڈ نے جواب دیا۔ اسکے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ آرجے سر جھٹک کر اندر چلا گیا تھا جبکہ گارڈ نے کانپتے ہاتھوں سے جیب سے موبائل نکال کر کسی کا نمبر ملایا تھا۔

آرجے جیسے ہی لاؤنج میں آیا تھا اسے گھر میں ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا۔ لاؤنج میں صوفے پر کچھ کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ اچانک اسکے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ گارڈ اسکے پیچھے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

"یہ کپڑے کس کے پڑے ہیں اور غلام دین کہاں ہے۔۔؟؟" آرجے نے سخت سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"وو۔۔وہ صاحب۔۔جی۔۔" گارڈ کی آواز کانپ رہی تھی۔ اچانک سیڑھیوں کے ساتھ والے گیسٹ روم سے آوازیں آنا شروع ہوئی تھیں۔ آرجے فوراً کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ اندر کا منظر دیکھ کر آرجے کے ہوش اڑ گئے تھے۔ کمرے میں گارڈ کی بیوی اور ایک اجنبی شخص ناقابل بیان حالت میں موجود تھے۔ آرجے نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ اسکی غیر موجودگی میں اسکے گھر میں ہوتا تھا۔

اس نے کھا جانے والی نظروں سے گارڈ کو دیکھا تھا جو اپنی ہی بیوی سے جسم فروشی کرواتا تھا۔

"معاف کردیں صاحب غلطی ہوگئی" گارڈ کے چہرے پر پسینہ واضح چمک رہا تھا اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اندر موجود لوگوں کی حالت بھی گارڈ سے کم نہیں تھی۔ آرجے ناگواری سے ایک نظر گارڈ اور کمرے پر ڈالتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ دس سال کا تھا جب عائشہ جبیل یعنی اسکی ماں دنیا چھوڑ گئی تھیں۔ ظالم سماج کی کڑی دھوپ میں وہ اسکے لئے ایک محفوظ پناہ تھیں۔ وہ رویا نہیں تھا ایک بھی آنسو اسکی آنکھ سے نہیں ٹپکا تھا۔ سید جبیل اپنی محبوبہ بیوی کی وفات پر ٹوٹ گئے تھے۔ حشام بہت رویا تھا، بی جان کو یقین نہیں آیا تھا کہ انکی جان سے پیاری دیوارنی دنیا چھوڑ گئی تھیں۔ اسی رات پوری حویلی میں شور پھیل گیا تھا کہ آرجے غائب ہے۔

سید خاندان کے افراد اور ملازمین نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا تھا اور پر وہ اپنی ماں کی قبر پر بیٹھا ملا تھا۔ یہ سلسلہ رکا تھا ہر رات یہی ہونے لگا تھا۔ تھک ہار کر جبیل خاندان نے اسے امریکہ اسکے ننھیال بھیج دیا تھا۔ دو سال وہ وہاں سے واپس آیا تھا اور اسے ایک رات عائشہ جبیل کی قبر کھودتے پکڑا گیا تھا۔

سید جبیل نے پہلی بار اپنے لاڈلے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ کچھ دن رہنے کے بعد اسے دوبارہ واپس امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔

دو سال مزید امریکہ رہنے کے بعد اسے سکول سے نکال دیا گیا تھا۔ وجہ اسکی حرکتیں تھی۔ سکول میں اس نے ایک لڑکے کا سر پھاڑ دیا تھا جسکی وجہ سے اسے سکول سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر پاکستان آگیا تھا۔ اور اس بار سید جبیل نے اسے لاہور بھیج دیا گیا تھا۔ یہ انکی اچھی قسمت تھی یا خود آرجے کی کہ اسے لاہور راس آگیا تھا۔

وہ کمرے میں آنے کے بعد دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اسکا دماغ گھوما ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ابھی جو نیچے کمرے میں اس نے دیکھا وہ ایک سچ تھا ایک برا سچ۔۔

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ چہرے پر داڑھی سجا کر، پانچ وقت کی نماز پڑھنے والا گارڈ اپنی ہی بیوی سے جسم فروشی کروا رہا تھا۔ گارڈ کی بیوی کو اس نے پہلے دیکھ رکھا اور آرجے ایک بار کسی کو دیکھ لیتا تو اسکا چہرہ کبھی نہیں بھولتا تھا۔ اسے اس وقت مسلمانوں سے انتہا کی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ آرجے نے بیڈ پر رکھے اس چھوٹے سے شاپنگ بیگ سے وہ فوٹو فریم نکالا جو اسے مرتضی نے دیا تھا۔

"یہ سارے مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، منافق، پارسائی کے لباس میں انتہائی غلیظ، اور حانم بھی ایسی ہی تھی" اسے تصویر میں موجود حانم کا وجود زہر لگ رہا تھا۔ غصے سے اس نے اس فوٹو فریم کو دیوار میں دے مارا تھا۔ چھن کی آواز سے فریم ٹوٹا تھا اور اس سے تصویر نکل کر دور جا گری تھی۔

وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ اسکے ارد گرد کتنی غلاظت تھی۔ اسکے جانے کے بعد گارڈ لوگوں سے پیسے لے کر انہیں گھر میں رات گزارنے کی اجازت دیتا تھا۔ اور تو اور اپنی ہی بیوی سے۔۔

آرجے کا دماغ پھٹنے کو تھا۔ غلام دین بھی اکثر اسکے ملتان یا کہیں اور پر جانے پر اپنے گاؤں چلا جاتا تھا۔ وہ انکا خاندانی ملازم تھا اور اس وقت سے اس گھر میں موجود تھا جب حشام اپنے ماسٹر کی پڑھائی کیلئے یہاں رہتا تھا۔ وہ ایک وفادار ملازم تھا۔ اور گارڈ کا تو اسے آج پتا چلا تھا۔ اگر وہ آج گھر نہ آتا تو کبھی جان ہی نہیں پاتا کہ اسکی غیر موجودگی میں گھر میں کیا کیا ہوتا تھا۔

"اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلاظت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی۔۔" ام حانم کے الفاظ اسکی سماعت میں گونجے تھے۔ آرجے نے بے ساختہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما تھا۔ آج صبح سے اسکی طبعیت ٹھیک نہیں تھی۔ اسکے گھر میں اور ارد گرد کتنی غلاظت تھی یہ اسے آج پتا چلی تھی، اور حانم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا وہ یہ غلاظت دیکھ چکی تھی، کیونکہ وہ خود بھی ایسی غلاظت کا حصہ رہ چکا تھا۔

رات گیارہ بجے کا وقت تھا جب ایلا اسے کمرے سے نکال کر لائی تھی۔

"کیا بات ہے ایلا سب ٹھیک ہے نا؟؟" حانم پریشان سی اسکے پیچھے چل رہی تھی۔ ڈرائینگ روم اندھیرا تھا۔

"یہ اندھیرا کیوں ہے؟؟" حانم نے الجھن زدہ لہجے میں پوچھا تھا۔

"بتاتے ہیں پیاری تھوڑا انتظار کرو" ایلا نے پیار سے جواب دیا تھا۔ کچھ پل کے بعد اچانک سے پورا گھر روشنیوں میں نہا گیا تھا۔

"Happy Birthday To You Dear Hanam__!!"

ماہی کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ اتنا خوبصورت کیک، کینڈل لائٹس، حانم حیرت سے سب دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ آج اسکی سالگرہ تھی۔ جب بھی ان تینوں بہن بھائیوں میں سے کسی کی سالگرہ ہوتی تھی وہ سب مل کر گھر میں ہی کیک بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ماضی کو یاد کر کے حانم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ آج اکیس برس کی ہوگئی تھی۔

"خوبصورت موقعوں پر رونا نہیں چاہیے آؤ کیک کاٹو" ماہی اسے بازو سے پکڑ کر میز کے پاس لائی تھی جس کے ایک جانب لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا اور اس میں آسیہ بیگم، حمدان انکل، جواد اور ماہم نظر آرہے تھے۔

"ہیپی برتھ ڈے ہانو آپی۔۔" جواد نے وش کیا تھا۔

حانم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ فرط جذبات سے وہ ماہی کے گلے لگ گئی تھی!! سب نے اسے بہت سی دعائیں دی تھیں۔ اسکی آنے والی نئی زندگی کے حوالے سے، لیکن شاید وہ زندگی جینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

پچھلے دو دنوں سے آرجے تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔ اسکے سارے دوست دس دن کیلیئے ٹور پر گئے تھے۔ غلام دین بھی گاؤں گیا ہوا تھا۔ گارڈ ڈرتا اسکے سامنے نہیں آتا تھا۔ رات کو اسے سسکیوں کی آواز نہیں سونے دیتی تھی اور دن میں جسمانی تکلیف، اسکی طبیعت کافی زیادہ خراب تھی۔ دو دن سے اس نے کھانا نہیں کھایا تھا بلکہ کچن میں رکھے بریڈ ہی نگل رہا تھا اور وہ بھی قے کے ذریعے باہر نکل رہے تھے۔ آرجے نے کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔

گارڈ معافی مانگنے کیلیئے ڈرتے ڈرتے اندر آیا تھا اور پھر لاؤنج میں اسے بے سود پڑے دیکھ کر اسکی ٹانگوں تک کی جان نکل گئی تھی۔

19_ستمبر

ٹھیک دس دن بعد آج آرجے کا جنم دن تھا۔ منتوں مرادوں سے مانگا گیا شخص۔۔ یہ دس دن اس نے بیڈ پر لیٹ کر گزارے تھے۔اسے فوڈ پوائزنگ ہو گیا تھا۔ آج اسکے گھر میں خوب رونق لگی تھی۔ اسکی سالگرہ کی پارٹی جاری تھی۔ حشام نے سب سے پہلے اسے وش کیا تھا۔ یہ دس دن وہ اپنی جسمانی تکلیف میں اتنا گم رہا تھا کہ حانم کا خیال کہیں اڑن چھو سا ہو گیا تھا۔

"پتا ہے شاموکا کا مجھے نا تم سے بہت محبت ہے" آرجے نے فون کی سکرین پر نظر آتے حشام سے کہا تھا۔اسکی بات سن کر حشام کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"اب تک کتنی لڑکیوں سے یہ جملہ بول چکے ہو۔۔؟؟" حشام شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"قسم لے لو محبت کسی سے بھی نہیں ہوئی۔۔" وہ کافی کمزور نظر آرہا تھا۔

"پتا ہے تم بائیس سال کے ہو گئے ہو آرجے اور میں نے سوچا تھا کہ اس عمر میں تمہاری شادی کر دونگا۔۔" اب کی بار مسکرانے کی باری آرجے کی تھی۔

"خود کی تو کروالو اٹھائیس کے ہو گئے ہو میری فکر کھائے جا رہی ہے تمہیں"

"میری بھی ہو جائے گی پہلے تمہاری کرنی ہے" حشام بضد تھا۔

"میں اٹھائیس سال کا ہونے سے پہلے کرلوں گا شادی تم فکر نہ کرو" آرجے نے پورے یقین سے کہا تھا۔

"تمہیں اب دوستوں کے پاس جانا چاہیے سب تمہارا انتظار کر رہے ہونگے" حشام نے کہا۔

ہاں جاتا ہوں لیکن اس وقت تو سب مگن ہیں،"

ویسے تمہیں پتا ہے مجھے تم سے اتنا پیار کیوں ہے۔۔؟؟" آرجے آج بچوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔

"کیوں؟؟" حشام نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ شاموکا کا تمہارا نام ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہوتا ہے، حشام۔۔ اور مجھے ایسے ناموں سے عشق ہے" آرجے سرشار سا بتا رہا تھا۔

"ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہونے والا نام حانم" حشام زیر لب بڑبڑایا تھا۔ حشام کے لبوں کی حرکت سے آرجے جان چکا تھا کہ اس نے کس کا نام لیا تھا۔ "حانم" آرجے کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ اسکا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، وہ اسے کب بھولا تھا، وہ تو اسے یاد تھی، ہمیشہ کی طرح

وقت کا سب سے اچھا کام گزرنا ہوتا ہے یہ جیسا بھی ہو گزر جاتا ہے، وقت تھوڑا سا اور آگے سرکا اور لاہور میں ایک بار پھر ٹھنڈ نے اپنے پر پھیلائے تھے۔ آرجے کا اپنے دوستوں سے دل اٹھنے لگا تھا، کیوں۔۔۔؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

وہ حانم کا خیال اپنے ذہن سے نکال دیتا تھا لیکن پھر کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوتا تھا جو اسے واپس اسی موڑ پر لا کر کھڑا کر دیتا تھا جیسے سال پہلے ڈیپارٹمنٹ کے لان میں جو ہوا تھا۔ کبھی کبھی وہ سے گہری نفرت محسوس کرتا تھا اور کبھی کبھی اسکی نم آنکھیں، جن سے اس نے آخری بار آرجے کو دیکھا اور جن میں جانے کیا تھا، وہ اسے بے چین کیئے رکھتی تھیں۔ ہر چیز کو اپنے دماغ سے نکالنے کیلئے اس نے پہلی بار کسی میوزک بینڈ کو جوائن کیا تھا۔

"ردھم بینڈ۔۔" اسکی فین فالونگ بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ آرجے کے دیوانے تھے۔ اسکا سوشل میڈیا اکاؤنٹ ایک بار پھر سے مداحوں کے سوالات سے بھرنے لگا تھا،

"ہیلو آر جے، میں آپکا بہت بڑا فین ہوں۔۔ لیکن میں اپنی زندگی سے بیزار ہوں، میں مرنا چاہتا ہوں مگر آپکا میوزک اور آپکی آواز دونوں مجھ میں جینے کی ایک آس بھر دیتے ہیں۔۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جب ہم مایوس ہوتے ہیں تو مرنا کیوں چاہتے ہیں؟؟" اس لڑکے نے سوال ایک پل کیلئے آر جے کو ساکت کیا تھا۔

"اچھا سنو ایک سوال کا جواب تو دو ہم مرتے کیوں ہیں؟؟" وقت نے تقدیر کے پنے تیزی سے پلٹے تھے اور وہ سال پہلے گاڑی میں بیتی اس شام میں پہنچ گیا تھا جب وہ حانم کو ہاسٹل چھوڑنے گیا تھا۔ اسکے سوال کرنے پر وہ خاموش رہی تھی۔

"بتاؤ نا۔۔؟؟"

"تم جی کیوں رہے ہو؟؟" حانم نے چہرہ اسکی جانب موڑتے ہوئے نہایت سپاٹ لہجے میں پوچھا تھا۔

"وہ اس لئے کہ۔۔" آر جے ایک پل کو رکا تھا۔

"کہ؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔ لیکن آر جے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا۔

"پہلے یہ تو جان لو کہ تم جی کیوں رہے ہو؟؟ تمہارے زندہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟؟ موت پر بعد میں جانا آر جے" وہ سخت سے لہجے میں کہتی چہرہ دوبارہ اپنی جانب والے شیشے کی طرف موڑ چکی تھی۔ آر جے ایک پل کیلئے اسکی حاضر دماغی پر دنگ رہ گیا تھا۔

"چلو یہ تو بتا دو ہم مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟ تمہارا اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔۔؟؟ خاص طور پر میں۔۔ میں کہاں جاؤں گا؟؟ وہ اسے زچ کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا" حانم نے دوٹوک جواب دیا تھا۔

"کمال ہے تمہیں نہیں پتا۔۔ تمہیں۔۔؟؟ یہ تو غضب ہو گیا؟؟" آر جے نے حیرت سے ایسے آنکھیں پھیلائی تھیں جیسے پتا نہیں حانم نے کتنا بڑا گناہ کر دیا ہو۔ "تم پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے؟؟" وہ ایک بار پھر ناگواری سے پوچھ رہی تھی۔ آر جے کے ہنسی کو ایک دم بریک سی لگی تھی۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی اسے اسکے سوالوں میں الجھاتی تھی۔

"میں نہیں جانتا" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"جب تم یہی نہیں جانتے کہ پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے تو میں کیسے بتاؤں کہ تم مرنے کے بعد کہاں جاؤ گے ؟؟" حانم کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"ہمم ٹھیک کہا تم نے یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا" وہ جیسے اسکی بات سے قائل نظر آرہا تھا۔

"اچھا اپنا بتاؤ تم کہاں جاؤ گی مرنے کے بعد؟؟"

یہ تو طے تھا وہ اسے ہاسٹل تک چھوڑنے کے بدلے میں اسے کافی بھاری سزائیں دے رہا تھا۔

"ان شاءاللہ جنت میں" حانم نے پر اعتمادی سے جواب دیا تھا۔ اس بار چونکنے کی باری آرجے کی تھی۔ اسکا حانم کے جواب پر قہقہہ ابھرا تھا۔

"واہ بھئی اتنا یقین، خود جنت میں جاؤ گی اور مجھے کیا جہنم میں بھیجنے کا ارادہ ہے۔۔؟؟"

"ہاں" حانم کے برجستہ جواب پر وہ کافی دیر تک ہنستا رہا تھا۔

"اُفف اُفف اتنی پکی دشمنی۔۔ ویسے ایک بات یاد رکھنا تم جنت میں جاؤ گی تو میں بھی جنت میں تمہارے پیچھے ہی آؤں گا آخر ایک تم ہی میرے سوالات کو سمجھتے ہوئے لاجک سے مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہو، اب جہنم میں تو مجھے تمہارے جیسا ملے گا نہیں، تو جنت میں جانا پڑے گا نا مجھے۔" وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ حانم خاموش رہی تھی۔

"ویسے پانچ فٹ چار انچ ماننا پڑے گا تمہارا دماغ کافی تیز چلتا ہے!!" اپنے قد پر کئے گئے کمنٹ پر حانم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا اور اسکا یوں گھورنا آرجے کو قہقہے لگانے پر مجبور کرتا تھا۔ ایک جاندار سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی وہ ماضی سے ایک دم حال میں واپس آیا تھا۔ حانم نہیں تھی وہ جاچکی تھی اسکی دنیا سے بہت دور، ایک پل کیلئے آرجے کا دل اسے دیکھنے کو تڑپا تھا، مسکراہٹ کہیں غائب ہوئی تھی اور اسکی جگہ چہرے پر نا جانے اذیت سی کیوں پھیل گئی تھی۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر سوشل میڈیا اکاؤنٹ کھولنے کے بعد اسکا نام لکھ کر سرچ کیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا وہ یہ کیوں کر رہا تھا،"ام حانم۔۔۔"اسکی پروفائل آرجے کے سامنے تھی۔ تقریباً دس ماہ پہلے کی اپڈیٹ تھی۔ پچھلے دس ماہ سے اسکا اکاؤنٹ بند پڑا تھا۔ آرجے کے اندر کچھ ہو رہا تھا۔۔ ایک بے چینی سی اسکے اندر پھیل گئی تھی۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو____!!وہ اپنی بات میں سچی ثابت ہوئی تھی۔ تقریباً ایک سال سے آرجے نے اسے نہیں دیکھا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ دعا کر کے گئی تھی یا آرجے کو بددعا دے کر گئی تھی۔

"تم جس طرح چاہو زندگی بسر کرو، میں تمھارے راستے میں روکاوٹ نہیں ڈالوں گی۔ مگر میں صرف ایک بات چاہتی ہوں۔ ذرا اچھی طرح خیال رکھنا کہ کن لوگوں سے بات کرنی ہے کن سے نہیں۔ ہمیشہ لوگوں سے ڈرتے رہنا، وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی لالچ اور حسد میں گزرتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک بار تم انہیں ان کی اصلی شکل دکھا دو، ان پر الزام لگا دو پھر دیکھو وہ تم سے کتنی نفرت کرنے لگیں گے اور تمہیں ختم کرنے پر تل جائیں گے۔۔"

وہ جب ہاسٹل چھوڑ کر گئی تھی تو میکسم گورکی کی کتاب ماں پڑھ رہی تھی اور اس نے اپنی پسندیدہ جملوں کو پوسٹ کیا تھا۔

آرجے کو محسوس ہوا تھا جیسے یہ اسے ہی سنایا گیا تھا، حانم نے اسکی ذات پر بات کرنے کی ہمت کی تھی اور بدلے میں آرجے نے اسکا منہ بند کر دیا تھا ہمیشہ کیلئے۔۔ یہ چند جملے سطر سطر سچائی لئے ہوئے تھے۔ اسکی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر اپنی نرم و ملائم بیڈ سے نیچے اترا تھا۔ اب اسکا ارادہ مکی سے بات کرنے کا تھا۔

"ہیلو مکی میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کہاں ہو تم ___ اپنا ایڈریس مجھے دو" آرجے نے مکی کو فون کیا تھا۔

"لیکن میں تم سے نہیں ملنا چاہتا اور میں لاہور یا ملتان میں نہیں ہوں" مکی نے سختی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن مجھے تم سے ملنا ہے لازمی میں جانتا ہوں تم اسلام آباد میں ہو میں اسی طرف آرہا ہوں اپنا اڈریس دو"

"لیکن مجھے تم سے نہیں ملنا" مکی بضد تھا

"کہا نا مجھے تم سے ملنا ہے، یو ایڈیٹ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہا" وہ گاڑی چلاتے ہوئے اتنی زور سے چلایا تھا کہ دوسری طرف موجود مکی ڈر گیا تھا۔ آج کافی دنوں بعد اسے ہلاکو خان کی اولاد آرجے کی جھلک نظر آئی تھی۔

"مجھے حانم کے متعلق بات کرنی ہے" آرجے نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔ مکی اسکی بات سن کر چونکا تھا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آرجے کو ایڈریس بتا دیا تھا۔

وہ اپارٹمنٹ کے پیچھے کی جانب بنائے گئے لان میں بیٹھی تھی۔ یہاں ماہی اور ایلا نے کافی پودے لگائے ہوئے تھے۔ لان زیادہ بڑا نہیں تھا تھا لیکن حانم کو یہاں پر پودوں اور پرندوں کی چہچہاہٹ کے درمیان بیٹھنا اچھا لگتا تھا، ٹھنڈی ہوائیں سرن سرن کرتی جب اسکے سنہری بالوں سے ٹکرا کر انہیں پیچھے کی جانب اڑاتی تھیں تو اسے خوشگواریت کا احساس ہوتا تھا۔ اسکی گرے آنکھوں میں پھیلی نمی ہر چیز کو دھندلا جانے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"کیا تمہیں ہمیشہ سے اکیلے بیٹھنا پسند ہے؟؟"

یہ مسز سٹیفن تھیں جو ایک سائیکولوجسٹ تھیں لیکن حانم نہیں جانتی تھی۔ اسے لوسی ماں نے مسز سٹیفن کا تعارف اپنی دوست کی حثیت سے کروایا تھا۔

"نہیں۔۔ ہمیشہ سے نہیں لیکن اب لگتا ہے" حانم نے کھلے آسمان کو تکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"اور اسکی وجہ "مسز سٹیفن نے گہری نظریں اسکے چہرے پر جماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس انسان کی دلچسپی کبھی ایک چیز سے ختم ہو کر دوسری میں شروع ہو جاتی ہے اور یہ ایک قدرتی بات ہے۔۔"

"زندگی سے بیزار نظر آتی ہو" وہ سوال کر رہی تھیں۔

"نہیں تو۔۔۔زندگی سے بیزار لوگ تو مرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ میں تو جیئے جا رہی ہوں"

"باتوں میں الجھانا آتا ہے تمہیں"مسز سٹیفن مسکرا دی تھیں۔

"کیا واقعی۔۔؟؟"حانم نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"ہاں اور مجھے ایسے لوگ بہت پسند ہیں جن کے پاس باتوں میں الجھانے کا ہنر ہو، تو آج سے ہم دوست ہوئے"مسز سٹیفن ایک پینتیس سالہ خوبصورت سی عورت تھیں۔ جو اس وقت اپنے پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی نظر آ رہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں اس روز کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر گیا تھا، مجھے ام حانم سے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہر انسان کی اپنی پرسنل لائف ہوتی ہے جسے وہ جیسے چاہے گزار سکتا ہے"آرجے نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا مکی اسکا اشارہ سمجھ گیا تھا، لیکن وہ آرجے کے اندر جلتے الاؤ کو محسوس نہیں کر پایا تھا جو یہ بات کہتے ہوئے اسکے اندر جل اٹھا تھا۔ وہ جب بھی حانم اور مکی کو ایک ساتھ سوچتا تھا اسکا اندر جل کر خاکستر ہو جاتا تھا اور ایسا کیوں ہوتا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"جیسا تم نے اسے سمجھا وہ ویسی نہیں تھی، وہ الگ تھی آرجے"مکی نے مری مری سے آواز میں کہا تھا وہ کافی بدل گیا تھا، پھٹی جینز کی جگہ اب ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، چہرے پر وہ خباثت نہیں تھی بلکہ سنجیدگی چھائی تھی۔

"تم اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد میں بھی مجھے ہی غلط کہہ رہے ہو، تمہیں نہیں پتا میں نے اسے اس دن ہاسٹل چھوڑا تھا جانے وہ کس سے ملنے۔۔"

"بتایا تھا مہرو نے مجھے۔۔" مکی نے غصے سے آرجے کی بات کاٹی تھی۔ "مہرو اور حانم کی ایک کلاس فیلو تھی جس نے اپنی پسند سے گھر والوں سے چھپ کر شادی کرلی تھی، اسکے گھر والوں نے اس سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا، اس لڑکی کی بد قسمتی کہ وہ لڑکا یعنی اسکا شوہر اسے دھوکا دے گیا تھا، یہ بات مہرو جانتی تھی کیونکہ مہرو کا اس سے رابطہ تھا، اس نے مہرو سے کچھ مالی مدد مانگی تھی، اس دن حانم اور مہرو نے اسکے گھر جانا تھا، مہرو نے یہ بات حانم کو نہیں بتائی تھی کیونکہ اگر وہ بتا دیتی تو حانم کبھی اسکے ساتھ نہیں جاتی، مہرو کے پاس جتنے بھی پیسے تھے وہ اسے دینے جا رہی تھی لیکن اس دن اسکا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور مہرو وقت پر پہنچ نہیں پائی تھی" مکی کی بات نے آرجے کو شرمندہ کر دیا تھا وہ اسے کتنا غلط سمجھ رہا تھا،

"یعنی اس روز بھی حانم بے گناہ تھی" اسکی اپنی سوچ اسے سانپ کی طرح ڈس رہی تھی۔

"میں حانم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں، میں اسے ایکسکیوز کرنا چاہتا ہوں" آرجے نے اپنی شرمندگی مٹاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے اسکا ایڈریس نہیں معلوم۔۔" مکی نے صاف جواب دیا تھا۔

"مہرو کو پتا ہو گا، مجھے اسکا نمبر چاہیے میرا اس سے ملنا لازمی ہے"

"مہرو بھی نہیں جانتی اسے ممانی کی خراب طبیعت کے باعث ایمرجنسی میں اسلام آباد آنا پڑا تھا، وہ خود بہت پریشان ہے کیونکہ تقریباً پچھلے ایک سال سے اسکا حانم سے رابطہ نہیں ہوا اسکا نمبر بند جا رہا ہے۔۔"

"کسی کا نمبر تو ہو گا نا گھر میں کسی کا" آرجے کے لہجے میں امید تھی۔ مکی خود حانم سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اس میں ہمت نہیں تھی اب آرجے کو دیکھ کر کچھ ہمت بندھی تھی۔

"میں مہرو کو بلاتا ہوں خود بات کرلو" مکی کہتے ہوئے چلا گیا تھا جبکہ آرجے بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔
کچھ دیر بعد مہرو اسکے سامنے تھی۔

"مجھے حانم کا نمبر چاہیے" آرجے نے کہا تھا۔

"میرے پاس جو نمبر ہے وہ بند جا رہا ہے پچھلے ایک سال سے، میں حیران ہوں کہ ہانی نے اگر نمبر بدلنا تھا تو مجھ سے رابطہ تو کرتی میرا نمبر تو تھا نا اسکے پاس۔۔" مہرو کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔

"اسکے گھر کا ایڈریس چاہیے پلیز۔۔" پہلی بار آرجے نے کسی سے اس لہجے میں کچھ مانگا تھا۔

مہرو سوچ میں پڑ گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ہانی آرجے کا گھر بھی بحریہ ٹاؤن میں ہی ہے۔۔" اسے اپنی اور حانم کی باتیں یاد آئیں۔

"جانتی ہوں، ہمارے گھر سے دو گھر چھوڑ کر اسکا گھر ہے"

"کیا واقعی۔۔؟؟" مہرو کیلیئے یہ دھماکہ تھا۔

"کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔۔؟؟" مہرو نے تجسس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں۔۔" حانم نے جواب دیا تھا۔ "پلیز تمہیں میری قسم ہے تم مکی یا آرجے کو مت بتانا پلیز۔۔۔" حانم نے اسکی منت کی تھی۔

"اچھا بابا نہیں بتاتی۔۔ وعدہ رہا" حانم کے بار بار منع کرنے پر مہرو نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

"پلیز مہرو۔۔ میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے تم سمجھ رہی ہو نا؟"

آرجے کی آواز پر وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔ اسے آرجے کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی نظر آئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آرجے حانم سے کیوں ملنا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ حانم یونیورسٹی چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی۔

"پلیز" آرجے کے لہجے میں التجا تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"مہرو نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے آرجے حانم نے چاہے تمہیں جتنی بھی باتیں سنائی ہوں اس نے کبھی تمہیں بد کرادنہیں کہا تھا اور نہ تمہاری بات کی تھی ۔!!وہ اس وقت ریسٹورینٹ میں موجود تھا، کھانا اسکے سامنے میز پر ترتیب سے رکھا ہوا تھا۔ ملی کے کہنے پر بھی وہ رکا نہیں تھا، اسے شدید بھوک لگی تھی وہ ریسٹورینٹ آگیا تھا۔شدید بھوک لگنے کے باوجود بھی وہ کچھ کھا نہیں پارہا تھا۔

ملی کی باتیں اسکی سماعت میں گونج رہی تھیں۔

"اس نے تمہیں شیطان تمہاری سوچ اور تمہیں گھٹیا تمہاری باتوں کی وجہ سے کہا تھا لیکن کبھی تمہارے ملحد ہونے کے باوجود کمتر نہیں سمجھا تھا"اس نے ایک چمچ چاول کھائے تھے جبکہ دوسرا چمچ وہ منہ تک بھی نہیں لے کر گیا تھا۔ اسکا دل اچاٹ ہوگیا تھا۔۔ وہ بس جلد از جلد ام حانم سے ملنا چاہتا تھا۔وہ ان سسکیوں جان چھڑانا چاہتا تھا جو اسے سونے نہیں دیتی تھیں۔

وہ رات کو گیارہ بجے کے قریب لاہور پہنچا تھا اور اگلے دن وہ ڈیپارٹمنٹ پہنچ گیا تھا وہ وہاں حانم کے ڈاکومینٹس سے یہ کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ جو ایڈریس اسے مہرو نے بتایا تھا وہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں۔۔وہ چاہتا تو ڈیپارٹمنٹ سے ہی اسکے متلعق معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اسکا مہرو سے ملنا ضروری تھا۔ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ابراہم سے بات کرنے کے بعد اس نے حانم کے ڈاکومینٹس چیک کئے تھے۔وہی پتہ لکھا ہوا تھا۔وہ پروفیسر کا شکریہ ادا کرتا ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا اب وہاں جنت روڈ پر دھند میں چلتے اسے حانم کی ہنسی کی آواز سنائی دے رہی تھی

لیکن وہ اسے دیکھ نہیں پارہا تھا۔اسی جنت روڈ پر وہ کھلکھلاتی تھی اور اسی روڈ پر آرجے نے اسے جہنم جیسی آگ میں دھکیل دیا تھا،

وہ اسکا خیال لئے گیٹ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔۔ وہ چاہتا تو اپنی گاڑی بھی اندر لا سکتا تھا لیکن اسے شدید دھند میں حانم کو سوچتے ہوئے جنت روڈ پر پیدل چلنا اچھا لگنے لگا تھا۔

"میں گھٹتا جا رہا ہوں دھیرے دھیرے
مجھے اس کی کمی کھانے لگی ہے_!!"

رات کے تقریباً نو بجے کا وقت تھا جب وہ گاڑی کو مین روڈ پر چھوڑ کر پیدل ہی گلی میں داخل ہوا تھا۔۔ کچھ دیر گلی میں چلنے کے بعد وہ ایک کھلے سے چوک پر پہنچا تھا۔۔ یہ مہرو کا دیا گیا پتہ تھا، یہ حانم کا پرانا گھر تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ قدم اٹھاتا اسکے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ محلے کی لائٹ بند تھی۔ کچھ گھروں میں روشنی جبکہ باہر اندھیرا تھا۔ وہ جیسے جیسے گھر کے قریب پہنچ رہا تھا اسکی ٹانگوں کی جان نکلتی جا رہی تھی۔ بالآخر وہ اس دروازے پر پہنچ گیا تھا، لیکن دروازے پر لگے تالے کو دیکھ کر اسکا دل زور سے چلانے کو کیا تھا،

"آ گیا تو؟ بڑی دیر کر دی" آواز پر وہ ایک دم اچھلا تھا۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کوئی بیٹھا تھا۔ آرجے نے اپنا موبائل نکال کر ٹارچ آن کی تھی۔ وہ ایک فقیر تھا جو پھٹی سی چادر کو اپنے گرد لپیٹے بیٹھا تھا۔

"کون ہو تم۔۔؟؟" آرجے نے حیرت سے پوچھا تھا اور فقیر کے پھٹے ہوئے سیاہ ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ سی رینگ گئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا تم آؤ گے۔۔" اسکی بات سن کر آرجے کے چہرے پر الجھن پھیلی تھی۔

"کہا تھا میں نے کہ تیرا بیٹا کسی کی زندگی برباد کرے گا۔۔ کسی نے مانی نہیں تھی میری۔۔" فقیر کی باتیں آرجے کی سمجھ سے باہر تھیں۔

"کون ہو تم۔۔ اور یہ کیا بول رہے ہو۔۔۔؟؟" آرجے دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔

"بدنصیب۔۔۔" فقیر گہرے پراسرار لہجے میں کہتے ہوئے ایک دم اسکی طرف لپکا تھا۔ آرجے اچھل کر پیچھے ہوا تھا۔

: تیرے پاس آئی وہ۔۔ تیرے ساتھ رہی۔۔ پا نہیں سکا اسے تو۔۔" فقیر کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔

"اسکا نام تیرے نام سے جڑا ہوا ہے، پھر بھی چھو نہیں سکا اسے تو؟؟ فقیر نے قہقہہ لگایا تھا۔

آرجے کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ یقیناً وہ شخص حانم کی بات کر رہا تھا۔

"کیا تجھے پتا تیرا عورت ذات سے دل کیوں بھر گیا ہے۔۔۔؟؟" فقیر نے رازدانہ انداز میں پوچھا تھا۔ آرجے کے خاموش رہنے پر اسکے لبوں مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"ادھر آ تجھے کچھ دکھاتا ہوں۔۔۔" وہ آرجے کا ہاتھ پکڑ کر حانم کے گھر سے کچھ فاصلے پر لے گیا تھا۔

"وہ دیکھ ادھر۔۔ دیکھ۔۔" فقیر نے سخت لہجے میں آرجے کو انگلی کے اشارے سے اوپر دیکھنے کو کہا تھا۔ حانم کے گھر کے سامنے مسجد تھی۔۔ اور ایک مسجد گھر سے کچھ فاصلے پر پیچھے کی جانب تھی۔ مسجد کے میناروں پر بڑی بڑی روشنیاں یعنی راڈ لگے ہوئے تھے۔۔ جن کا منہ اتفاقاً حانم کے گھر کی طرف تھا۔۔ اور دونوں میناروں سے تیز روشنی نکل کر حانم کے گھر پر پڑ رہی تھی۔

" دیکھ رہا ہے یہ روشنی۔۔ وہ لوگ یہاں سے جا چکے ہیں پھر بھی خدا نے انکے گھر کو منور کیا ہوا ہے، ثبوت مانگتا ہے پارسائی کا جا چلا جا" فقیر نے غصے سے کہتے ہوئے آرجے کو دھکا دیا تھا جو لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔ اور حیرت سے اس چھوٹے سے روشن گھر کو دیکھ رہا تھا

اسکے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"چلا جا تیرے نصیب میں نہیں ہے، اور نہ تجھے ملے گی؟ چلی گئی ہے اب جا تو بھی" فقیر واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اور آرجے فقیر کی اس بات پر تڑپ اٹھا تھا۔

آسیہ بیگم نے اپنی زندگی کے بائیس سال غربت میں گزار دیئے لیکن کبھی کچھ غلط نہیں کیا تھا۔۔ اور نہ اپنی بیٹیوں کو کرنے دیا تھا۔۔ آسیہ بیگم کو اسکے صبر اور نیک ہونے کے پھل حمدان کی صورت میں ملا تھا۔۔ جبکہ حانم کے ساتھ آرجے نے کیا کیا تھا۔۔اسے تو نوازا جانا چاہیے تھا اور آرجے نے اندھیرا کر دیا تھا اسکی زندگی میں،

آرجے کے لب پھڑپھڑائے تھے لیکن وہ کچھ بول نہیں پایا تھا۔اسے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکا تھا۔

"مم۔۔مجھے وہ چاہیے" وہ مشکل سے بول پایا تھا۔

"ناممکن۔۔۔" فقیر نے قہقہہ لگایا تھا۔

"تیری قسمت میں نہیں وہ، اور قسمت کو تو بدل نہیں سکتا، جا چلا جا اب"

"ایسا نہیں ہو سکتا، میں قسمت ہی بدل دوں گا۔۔!!" آرجے خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ الفاظ کس احساس کے تحت کہے تھے۔ فقیر نے چونک کر اسے دیکھا تھا،

"تو چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن قسمت نہیں تجھے خود کو بدلنا ہو گا، خود کو مارنا ہو گا، اب چلا جا وقت ضائع مت کر!!" فقیر کے لہجے میں پراسراریت برقرار تھی۔

"معافی مانگنی ہے اس سے، وہ سامنے ہوتی تھی تو سب اچھا لگتا تھا" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح۔

اسکا لہجہ نم تھا۔ فقیر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

رات بارہ بجے کے قریب وہ گھر واپس آیا تھا، اسکی حالت ایسی ہی تھی جیسے سب کچھ ہار کے آیا ہو، کمرے میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس نے میز سے وہ تصویر اٹھائی تھی جو اس نے اس روز فوٹو فریم سمیت دیوار پر دے ماری تھی۔

ملازم نے صفائی کی تو وہ اٹھا کر میز پر رکھ دی تھی۔

"Don't Touch My phone You Muggles"

کچھ یاد آنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی اسکے اندر کی تبدیلی پر گواہی دے رہی تھی۔ اس نے شہادت کی انگلی سے تصویر میں موجود حانم کے چہرے کو چھوا تھا۔

"میں مکی سے کہتا تھا کہ تم بہت خودسر اور گھمنڈی لڑکی ہو، اور میں بالکل ٹھیک کہتا تھا، تم نے نظر نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی اور اپنی اس قسم پر پورا اتر رہی ہو۔۔" وہ اب میز کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔

"لیکن یاد رکھنا میں بھی آرجے ہوں، جس دن مل گئی نا بخشوں گا نہیں۔۔" اس نے مصنوعی غصہ کیا تھا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یقین نہیں کرتا کہ وہ آرجے تھا جسکی آنکھ میں کبھی آنسو نہیں آیا تھا اور اب وہ نم آنکھیں لئے بیٹھا تھا۔

"معافی مانگنی تھی مجھے اکثر غصے میں بہت غلط بول جاتا ہوں۔" اتنا نرم لہجہ، خود حانم دیکھ لیتی تو بے ہوش ہو جاتی۔

"تم ٹھیک کہتی تھی کہ میں صرف چالاک ہوں، ذہین نہیں ہوں، اگر ذہین ہوتا تو یہ سب کرنے سے پہلے سوچ لیتا" آرجے نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"دیکھو اگر تم نے معاف نہیں کرنا تو ٹھیک ہے پھر میرا پیچھا چھوڑ دو، کیوں ہر جگہ نظر آتی ہو؟" اسکے لہجے میں التجا تھی۔

"صرف ایک بار، ایک بار مل لو، ایک بار نظر آ جاؤ میں سب ٹھیک کر دوں گا" اسکے دل نے دہائی دی تھی۔ لیکن جانے والے واپس کب آتے ہیں۔

"آرجے میں چاہتاہوں کہ تم ملتان جاؤ، مدیحہ کی منگنی پر تمہارا ہونا لازمی ہے اگر ایمرجنسی میں یہ رشتہ نہیں طے کیا جاتا تو میں ضرور آتا۔۔"

"مدیحہ کی منگنی۔۔۔؟؟" حشام کی بات نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔

"ہاں۔۔باباسائیں نے اپنے کسی دوست کے بیٹے کے ساتھ اسکا رشتہ طے کیا ہے۔۔ تمہیں سب فون کرتے ہیں لیکن تم کسی سے بات کرو تب تمہیں کچھ پتا چلے نا۔۔اب تمہیں جانا چاہیے۔"

حشام ٹھیک کہہ رہا تھا اس نے کتنے دنوں سے گھر بات نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی کی کال اٹھائی تھی۔ وہ پتا نہیں بے مقصد سارا سارا دن لاہور کی خاک چھانتا تھا۔۔ جسے ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے نہیں ملنے والی تھی۔

"ایسے کیسے ابھی سے رشتہ طے کر دیا ابھی وہ بچی ہے، پڑھ رہی ہے اسکی تعلیم تو مکمل ہونے دیتے۔۔" آرجے کو غصہ آیا تھا۔وہ اور مدیحہ رضائی بہن بھائی تھے۔ آرجے کے پیدا ہونے پر کچھ پیچیدگیوں کے باعث عائشہ جبیل اسے دودھ نہیں پلا پائی تھیں اور یہ کام بی جان نے کیا تھا۔ وہ اور مدیحہ ہم عمر بھی تھے، وہ اس سے کچھ دن چھوٹی تھی۔

"یہ باتیں تم باباسائیں سے جا کر پوچھو وہ ہی تمہیں جواب دیں گے۔۔" حشام اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"دیکھ لوں گا میں سب کو۔۔" آرجے غصے سے کہتا فون بند کر چکا تھا۔ جبکہ حشام کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ وہ حشام سے زیادہ مدیحہ کو اپنی بہن مانتا تھا۔ اور اسکی باتیں سنتا تھا۔

"بچی نہیں رہی اب وہ بائیس سال کی ہوگئی ہے اتنا بھی نہیں سمجھتا۔۔" حشام نے فون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اور پھر سر جھٹک کر یونیورسٹی جانے کیلئے تیار ہو گیا تھا۔

سیدوں کی حویلی کو دلہنوں کی طرح سجایا گیا تھا۔وجہ اس حویلی کی وہ اکلوتی بیٹی تھی جسکی کی آج منگنی تھی۔بی جان کے کہنے پر وہ ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مدیحہ تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم خوش تو ہو نا۔۔؟؟" آرجے نے مدیحہ سے پوچھا تھا۔

"جج۔۔جی۔۔خوش ہوں۔۔" وہ نظریں چرا گئی تھی۔ آرجے نے اسکی یہ حرکت اچھے سے نوٹ کی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ملازمہ اسے بلانے آ گئی تھی۔

"چھوٹے صاحب آپکو بڑے صاحب نے بلایا ہے۔۔" وہ ادب سے سر جھکائے کہہ رہی تھی۔

"آتا ہوں۔۔" آرجے نے جواب دیا تھا۔

"دیکھو کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے بتا دینا، لڑکا نہ پسند آئے تب بھی، سمجھ رہی ہو نا میری بات۔۔" وہ سنجیدہ لہجے میں مدیحہ سے مخاطب تھا۔

"جی" مدیحہ نے جھکے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"اوکے میں آتا ہوں۔۔" وہ کہہ کر اٹھ گیا تھا۔اور اسکے جانے کے بعد مدیحہ کی سہیلیوں اور محلے کی لڑکیوں نے مدیحہ کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔

"ڈیڈ آپ نے بلایا۔۔؟؟" وہ سید جبیل کے پاس جا کر پوچھ رہا تھا۔

"تم اندر کیا کر رہے ہو تمہیں پتا نہیں کہ مہمان آنے والے ہیں انکا استقبال بھی کرنا ہے حشام نہیں ہے یہاں پر اسکے کام تم نے کرنے ہیں۔۔۔ جاؤ بھائی صاحب کے پاس اور مہمانوں کا استقبال کرو۔۔" وہ سخت سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

جبکہ آرجے سر جھٹک کر ضیاء جبیل کی طرف بڑھ گیا تھا جو مہمانوں میں گھرا ہوا تھا۔کچھ دیر بعد لڑکے والے آ گئے تھے۔ لڑکے کو دیکھ کر آرجے کو حوصلہ ہوا تھا۔ سید فرقان ایک پڑھا لکھا اور باشعور انسان لگ رہا تھا۔ وہ

اچھے سے جانتا تھا کہ سید جبیل یعنی اسکے ڈیڈ رشتوں کے معاملے میں اسکی بات نہیں سننے والے تھے۔ اگر مدیحہ خوش تھی تو وہ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔

انکے خاندان کی روایات کے مطابق لڑکے اور لڑکی کی شادی سید خاندان سے باہر نہیں کی جاتی تھی۔ یہ وہ سب اچھے سے جانتے تھے۔ جب انگوٹھی پہنانے کی رسم ہو رہی تھی تو لڑکے والوں کے ساتھ آئی لڑکیوں کو اس نے خود پر گھورتے پایا تھا۔ وہ سب اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"حد ہے یار۔۔" آرجے کو پہلی بار کوفت ہوئی تھی ورنہ لڑکیوں کے اس طرح گھورنے پر وہ اپنی بتیسی لازمی دکھاتا تھا۔ پھر اچانک اسکی نظر سامنے ایک بیش قیمتی صوفے پر بیٹھے فرقان اور مدیحہ پر پڑی تھی جن کا منگنی کا کہہ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے نکاح ہوا تھا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ خود حیران رہ گیا تھا۔ بڑے لوگوں کی سرگوشیاں اسے کچھ بھی بتا نہیں پائی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے بیش قیمتی صوفہ لکڑی کے بینچ میں بدل گیا تھا۔۔ روشنیوں کی جھلملاہٹ کم ہو کر بجلی کی چمک میں بدل گئی تھی،

وہاں موجود لڑکیوں کے قہقہے، بادلوں کی گرجنے کی آواز میں بدل گئے تھے، اس نے دیکھا تھا، صاف دیکھا تھا، سامنے بینچ پر حانم اور آرجے بیٹھے تھے۔،

وہ گھور رہی تھی جبکہ آرجے مسکرا رہا تھا،

آرجے کے دل دل کی دھڑکن ساکت ہوئی، وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا، دل ڈوب کر ابھرا تھا، وہ ایک پل تھا۔ بس ایک پل۔۔ پھر سب نارمل ہو گیا تھا۔

سسکیوں کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور آرجے کا سارا سکون برباد کر گئی تھی۔ وہ الٹے قدموں چلتا حویلی سے باہر نکلا تھا۔ اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی نے ہر منظر کو دھندلا کر رکھ دیا تھا۔

"کیا تم اب حشام جبیل کو پسند نہیں کرتی۔۔؟؟"

ایلا پوچھ رہی تھی۔ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اسے کیسے بھول سکتی ہوں۔۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

"پھر اب اسکا ذکر نہیں کرتی۔۔نا اسکے پیچھے جاتی ہو۔۔ کیا محبت ختم ہو گئی۔۔؟؟" ایلا کی بات سن کر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی ایلا۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ میں نے اسے چاہا ہے اور ہمیشہ چاہوں گی۔۔اب اسکے پیچھے اس لئے نہیں جاتی کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتا اور میں ایک لڑکی ہوں۔۔میرے بابا نے مجھے محبت کرنا سکھائی ہے لیکن عزت نفس کا سودا کرنا کبھی نہیں سکھایا۔۔میں پاگل تھی جو اسکے پیچھے گئی۔۔ ایک لڑکی کو یہ سب زیب نہیں دیتا۔۔"

"اچھا تو یہ بات ہے محبت میں انا آگئی۔۔"

"نہیں ایلا۔۔انا نہیں ہے، یہ انا نہیں ہے، میں تو پہلے ہی خاک ہو چکی ہوں بچا کچھ بھی نہیں لیکن میں اپنے بابا کا مان نہیں توڑ سکتی۔۔" وہ مسکرائی تھی پھر جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا وہ دنوں یونیورسٹی کے کیفے میں موجود تھیں۔اور ایلا صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

میرے ہمسفر تیری بے رُخی ----- دلِ مُبتلاء کی شکست ہے،

اِسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری اناء کی شکست ہے،

تو چلا گیا مُجھے چھوڑ کر میں نے پھر بھی تجھکو صدائیں دیں

میرے ہمسفر تو رُکا نہیں-- یہ میری صدا کی شکست ہے،

تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا تُجھے راز ہر اک بتا دیا،

تونے پھر بھی کوئی وفا نہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،

میں چراغ کو نہ مزاج تھا ----- تجھے بجلیوں کی طلب رہی،
مجھے آندھیوں نے بُجھا دیا یہ میری ضیاء کی شکست ہے،
مجھے کوئی تجھ سے گلا نہیں تو ملا تھا کب کا بچھڑ گیا،
میرے جرم کی ہے یہی سزا یہ میری سزا کی شکست ہے،
میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھ کے بھی نہ سمجھ سکا،
میرے آنسوؤں کا پیام ہی -------- دل بے نواء کی شکست ہے،
غمِ داستانِ حیات کے ------ سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،
میرے چارہ گر تیرا یہ ہُنر میری ہر دعا کی شکست ہے،
مجھے خاموشیءِ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،
تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے....!!!

"آر جے آیا تھا حشام بھائی، اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، وہ حانم سے ملنا چاہتا تھا اسکا پتہ مانگ رہا تھا، مجھے خود نہیں پتا تھا، جو مہرو نے اسے پتہ دیا وہ اسے وہاں نہیں ملی۔۔"
مکی حشام کو بتا رہا تھا۔
"کیا تم جانتے ہو کہ حانم کہاں ہے۔۔؟؟" حشام نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔
"نہیں بھائی میں نہیں جانتا۔۔" مکی سچ بول رہا تھا۔
"اسکے کوئی رشتے دار کوئی تو ہوں گے جنکا مہرو کو پتا ہو۔۔؟؟" حشام امید سے پوچھ رہا تھا۔
"نہیں بھائی، مہرو بھی نہیں جانتی۔۔"
"ھمم۔۔ پھر کہاں چلی گئی وہ۔۔ آسمان کھا گیا اسے یا زمین نگل گئی۔۔" حشام سوچ رہا تھا۔

"بہت برا کیا ہے ہم نے اسکے ساتھ۔۔ میں جب سوچتا ہوں کہ اسکا مکافات عمل ہوا تو کیا ہو گا۔۔؟؟" مکی کو سزا سے ڈر لگتا تھا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور جو ہونا ہے اسے ٹالنا ممکن نہیں۔۔ کوشش کرو کہ اسے ڈھونڈ سکو۔۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو اس سے معافی مانگنی چاہیے تم لوگوں کو۔۔ ورنہ مکافات عمل کی لپیٹ میں بہت سے لوگ آئیں گے۔۔!!" حشام کہہ کر فون بند کر چکا تھا جبکہ مکی کا دل ایک بار پھر لرز اٹھا تھا۔

آج اسکا بہت بڑا شو ہونے جا رہا تھا وہ ساری رات نہیں سویا تھا، اسے وہ آوازیں سونے نہیں دیتی تھیں۔ نیند اور درد کی شدت سے سرخ آنکھیں لئے وہ شو میں جانے کیلئے تیار تھا۔

یہ ردھم بینڈ کا اب تک کا سب سے بڑا شو تھا۔ آرجے کی ڈیمانڈ بہت تھی بہت سی میوزک کمپنیاں اس سے جڑنے کو تیار تھیں۔ لیکن وہ مانتا ہی نہیں تھا۔ وہ ساری رات اس نے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ کر گزاری تھی، اسے اپنی آنکھوں کے سامنے حانم یونیورسٹی میں گھومتی نظر آ رہی تھی۔ اسکا خاص ہونا اسکے لئے کتنا تکلیف دہ تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ وہ اپنا درد کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔۔ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔۔ وہ اپنے احساسات کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔

وہ دن میں بھی نہیں سویا تھا۔۔ اسکی ٹیم اسے پریکٹس کیلیے بلاتی رہی تھی لیکن وہ نہیں گیا تھا۔ سیاہ پینٹ پر مہرون شرٹ اور سیاہ ہی جیکٹ پہنے وہ اچھا لگ رہا تھا۔۔ اسکی بازو پر موجود ٹیٹو آرجے اسے ایک سنگر بنا رہا تھا۔۔ جیسے پروفشنل سنگر ہوتے ہیں۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنی گٹار اٹھائی اور گاڑی میں بیٹھ کر سفر پر نکل پڑا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے اسکا دل بہت اداس تھا۔۔ ایک عجیب سی بے چینی اسے اداس کئے ہوئے تھی۔ لیکن جانے سے پہلے وہ حانم کی تصویر دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس سفر پر نکلا تھا۔ ایسا سفر جہاں موت گھات لگائے بیٹھی تھی۔

وہ شاید کبھی واپس نہیں لوٹنے والا تھا۔

رات کے اس وقت اسٹیڈیم لوگوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ آرجے کا نام ہر شخص کے لبوں پر گونج رہا تھا۔ روشنیوں میں نہایا اسٹیج اسے اپنی طرف دعوت رہا تھا۔ وہ اسٹیج پر چڑھا تھا۔ لوگوں کے جوش اور نعرے پہلے سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔
آج وہ گانے نہیں جارہا تھا بلکہ اپنے دل کا حال کو لفظوں کی شکل دینے جارہا تھا۔
آرجے نے اسٹیج پر کھڑے ہو کر ایک نظر عوام پر ڈالی تھی۔ اسکی نظروں میں تلاش تھی۔ کسی اور کی جستجو۔ لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے ایک گہرہ سانس لیا اور پھر گانا شروع کیا تھا۔

"تو سفر میرا

تو ہی میری منزل

تیرے بنا گزارا

اے دل ہے مشکل"

اسکے گائے الفاظ نے ہجوم کو پاگل کر دیا تھا۔
لوگ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے سن رہے تھے۔ آرجے نے آنکھیں بند کی تھیں اور تصور میں خود کو حانم کے سامنے بیٹھے پایا تھا۔ وہ اسے خفگی سے گھور رہی تھی، اب وہ مہرو کے ساتھ ہنس رہی تھی،

"یہ روح بھی میری

یہ جسم بھی میرا

اتنا میرا نہیں

جتنا ہوا تیرا

اس نے آنکھیں کھولی تھیں جن میں نمی پھیلی تھی اور جو سرخ ہو چکی تھیں۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا میری دعا کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہوا۔۔"

حانم کے جملے اسکے کانوں میں گونجے تھے۔۔ کتنا درد دیتے اسکے یہ الفاظ یہ صرف وہی جانتا تھا۔

"تونے دیا ہے جو
وہ درد ہی سہی
تجھ سے ملا ہے تو
انعام ہے میرا
میرا آسمان ڈھونڈے
تیری زمین
میری ہر کمی کو ہے
تو لازمی

آر جے نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔

"زمین پر نہ سہی
تو آسمان میں آ مل
تیرے بنا گزارہ
اے دل ہے مشکل_"

یہ الفاظ نہیں تھے اسکی شدت تھی اسکی خواہش تھی، اسکے اندر کی تڑپ رہی جو لفظوں کا روپ دھار کر باہر نکل رہی تھی۔لوگ آج اسکے درد پر عش عش کر اٹھے تھے۔ عوام اس سے بات کرنے کیلئے پاگل ہو رہی تھی۔۔ وہ اسکا آٹو گراف لینا چاہتے تھے۔اور وہ کسی اور دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

ادھورا ہو کے بھی"

ہے عشق میرا کامل

تیرے بنا گزارہ

اے دل ہے مشکل__"

آرجے نے آنکھیں کھولی تھیں، وہ اسے پھر کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ وہ اسٹیج سے نیچے اترا تھا اور پھر سب کے آواز دیتے دیتے بھی وہ اس جگہ سے باہر نکل آیا تھا۔

"واہ کمال کر دیا آج اس لڑکے نے، اتنا درد اتنی شدت، یہی چیز تو چاہتا تھا میں، گاڑی نکالو مجھے یہ لڑکا چاہیے" مسٹر رحمن اپنے اسٹوڈیو کے کیبن میں بیٹھا آرجے کی پرفارمنس دیکھ کر عش عش کر اٹھا تھا۔

"جی ٹھیک ہے باس۔۔" اسکا سیکرٹری اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔

"کسی بھی قیمت پر وہ بچنا نہیں چاہیے۔۔پیسے ڈبل ملیں گے وہ میرا نہیں ہو سکتا تو کسی کا بھی نہیں ہو گا" اس نے روپیوں سے بھرا بیگ دو جرائم پیشہ افراد کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا جو شکل سے خوفناک نظر آتے تھے۔

"کام ہو جائے گا میڈم" وہ اسے یقین دلاتے بیگ اٹھا کر باہر نکل گئے تھے۔

"ایم سوری آرجے لیکن میں اپنی پسند کسی اور کو نہیں دیتی" وہ افسردہ لہجے آرجے کے تصور سے مخاطب تھی۔

رات کے اس پہر وہ تیز رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کی نمی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ راستہ سنسان تھا سڑک پر ایک دو گاڑیاں ہی نظر آ رہی تھیں۔ اسکا موبائل اور والٹ ساتھ والی سیٹ پر رکھا تھا۔ آج وہ اسے پوری شدت سے یاد آئی تھی اور اسکے نظر نہ آنے پر وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔ کچھ دیر کیلئے اسکی نظر سامنے سے ہٹی تھی اور پھر ایک زور دار دھماکہ ہوا تھا۔ سامنے سے آتے ایک تیز رفتار ٹرک نے اسے پوری وقت سے ٹکر مارنے کے بعد اڑا دیا تھا۔

اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

گاڑی اچھل کر دور جا گری تھی۔ آر جے کو ہر چیز گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔ تکلیف کی ایک لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

آر جے نے مشکل سے آنکھیں کھولی تھیں اسکے سر سے خون نکل رہا تھا جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولی تھیں اسکی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔

ایک دھماکہ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی تھی۔۔ اتنی گہری خاموشی جو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اسے اوندھے پڑے کو ایک لمبی سے سرنگ نظر آ رہی تھی جہاں بہت تیز روشنی تھی اس تیز روشنی اور سرنگ کے اندر اسے وہ نظر آیا تھا دس سال کا روحان جبیل۔۔ جو سرنگ میں چل رہا تھا۔

"ماما۔۔" وہ کسی کو پکار رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر چلنے کے بعد وہ سرنگ کے آخری سرے پر پہنچا تھا۔۔ جہاں وہ مسکرا رہی تھی۔ ہاں۔۔ وہ عائشہ جبیل اسکی ماں، خوبصورت سی مسکراہٹ۔

"روحان آ گئے تم؟" وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماما" دس سالہ روحان اپنی ماں کی طرف بھاگا تھا۔

"کام تمام کرتے ہیں۔۔"ٹرک میں موجود ایک آدمی نے دوسرے سے کہا تھا۔اور پھر انہوں نے ٹرک کو گاڑی کے اوپر چڑھا کر گاڑی کو بری طرح سے کچل ڈالا تھا۔ آرجے کے جسم نے اتنی تکلیف کبھی محسوس نہیں کی تھی۔۔وہ چیخ بھی نہیں پایا تھا۔۔اور پھر اسکی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔

وہ دونوں آدمی ٹرک سے نیچے اترے تھے۔راستہ سنسان پڑا تھا۔سڑک کے ایک جانب جنگل تھا جبکہ دوسری طرف بیابان۔۔۔وہاں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ دونوں آدمیوں کے چہروں پر تھوڑی سی پریشانی تھی۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں جلدی جلدی ٹرک سے پٹرول کی ایک بہت بڑی بوتل نکالی تھی اور پھر الٹی پڑی ٹوٹی پھوٹی گاڑی پر اسے چھڑک کر آگ لگادی تھی۔

ان ظالموں کے ہاتھ نہیں کانپے تھے ایسا کرتے ہوئے۔۔ شاید وہ جرم اور ظلم کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔گاڑی میں آگ کسی سوکھی لکڑی کی طرح لگی تھی۔آس پاس نظریں دوڑانے کے بعد کہ کسی نے غلطی سے دیکھا تو نہیں وہ لوگ ٹرک میں بیٹھ کر واپس چلے گئے تھے۔

ڈیڑھ سال سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد،ڈیڑھ سال کسی کو دیکھنے کیلئے تڑپنے کے بعد اور پھر اسی تڑپ کو دل میں لئے وہ شخص ابدی نیند سو چکا تھا

بی جان کا دل شام سے ہی بہت گھبرا رہا تھا وہ بار بار آرجے تو کبھی حشام کا نمبر ملا رہی تھیں۔

حشام سے انکی بات ہو چکی تھی جبکہ روحان فون نہیں اٹھا رہا تھا اور اب اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے حشام بیٹا تم روحان کو فون کرو نا"بی جان پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

"میں نے کوشش کی ہے بی جان اسکا نمبر واقعی بند جا رہا ہے"آج دل تو حشام کا بھی اداس تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بے سبب اداسی کیوں تھی؟

"رات اسکا شو تھا میں پوچھتا ہوں اسکے کسی دوست سے آپ پریشان نہ ہوں" وہ بی جان کو تسلی دینے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔ وہ بار بار کبھی آرجے کا تو کبھی اسکے دوستوں کا نمبر ملا رہا تھا لیکن کسی سے رابطہ ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ رات اس نے آرجے کو لے کر ایک برا سا خواب دیکھا تھا، اس نے آرجے کو بہت تکلیف میں دیکھا تھا، وہ اسے شیطان کا بہکاوہ سمجھ کر خود کو تسلی دے چکا تھا لیکن اب اسکا دل ہول رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

حشام اداس دل کے ساتھ یونیورسٹی آگیا تھا۔ لیکن اسکا ذہن آرجے میں اٹکا تھا۔ آخری کلاس لینے کے بعد جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلا تھا اسے مدیحہ کی کال آئی تھی۔ وہ بار بار فون کر رہی تھی۔ حشام گاڑی چلاتے ہوئے فون نہیں سنتا تھا۔ اسے بار بار فون کرنے کے باعث حشام نے کال اٹھائی تھی۔

"حشام بھائی۔۔" مدیحہ کی دل چیر دینے والی آواز ابھری تھی۔

"کیا ہوا گڑیا۔۔؟؟" حشام نے پیار سے پوچھا تھا۔

"حشام بھائی" اس نے پھر دہلا دینے والی چیخ ماری تھی۔ وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہو سب ٹھیک تو ہے نا__؟؟" حشام کا دل کانپا تھا اور پھر اسکے بعد مدیحہ نے جو اسے خبر دی تھی اسے سن کر حشام کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔

اسے مدیحہ کے الفاظ کسی بم دھماکے سے کم محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بیچ سڑک میں وہ گاڑی روکے بے یقینی اور حیرت و خوف سے پھٹے چہرے کے ساتھ موبائل کو دیکھ رہا تھا جس سے مدیحہ کے رونے کی آواز ابھر رہی تھی۔

"ہانی بچے تمہیں کوئی بار بار فون کر رہا ہے پہلے فون سن لو" لوسی ماں کی آواز ابھری تھی۔

حانم کچن میں حلیمہ بی کے ساتھ مل کر کوکنگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بچپن سے لے کر اب تک اپنی پڑھائی میں اتنی مشغول رہی تھی کہ اسے گھر کے کام سیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اور اب وہ اپنا وقت گزارنے کیلئے حلیمہ بی کے ساتھ کوکنگ کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

"آرہی ہوں لوسی ماں" حانم نے کچن سے ہی جواب دیا تھا۔ وہ خود کو نارمل دکھاتی تھی، دن میں وہ سب کے ساتھ ہوتی تھی، اس نے اپنا درد چھپانا شروع کر دیا تھا۔ البتہ رات کو ماضی کی یادیں اسے کسی زہریلے سانپ کی طرح ڈستی تھیں۔ وہ سنک پر ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی۔ جہاں میز پر رکھا اسکا فون بار بار رنگ کر رہا تھا۔ لوسی ماں ایکیوریم میں گھومتی رنگی برنگی مچھلیوں کو انکی خوراک ڈال رہی تھیں۔ ماہم کی کال تھی۔ حانم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہیلو السلام علیکم!!" حانم نے خوشدلی سے کہتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔

"ہانو آپی۔۔" جواد کی آواز ابھری تھی۔ حانم ایک دم چونکی تھی۔

"کیا ہوا جواد۔۔؟؟"

"ہانو آپی وہ۔۔۔" جواد ہچکیاں لے رہا تھا، وہ رو رہا تھا۔

"یا اللہ خیر" حانم کا دل دہل گیا تھا اس نے بے ساختہ دعا مانگی تھی۔

"آپی وہ مر گیا۔۔!!" جواد بری طرح سے رو رہا تھا۔

"کک۔۔ کون مر گیا جواد۔۔؟؟" حانم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"ہانو آپی آرجے مر گیا" جواد کے الفاظ اس پر کسی بجلی کی طرح گرے تھے۔ وہ وہیں صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

"آپی آرجے کا ایکسڈینٹ ہوا کل رات وہ مر گیا"

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ جواد کو کیا جواب دے۔ وہ جانتی تھی کہ ماہم اور خاص طور پر جواد آرجے کا کتنا بڑا مداح تھا۔ اسکے تو کمرے میں بھی آرجے کی فوٹوز لگی تھیں۔

"ایسا نہیں ہو سکتا نا آپی، وہ نہیں مر سکتا نا، وہ ابھی تو" جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

وہ ماشاءاللہ پندرہ سال کا ہو چکا تھا۔ حانم اور ماہم سے قد میں زیادہ لمبا ہو چکا تھا۔ اور ایک سنگر کیلیے جسے وہ کبھی ملا بھی نہیں تھا اسکے مرنے پر پاگلوں کی طرح رو رہا تھا۔

"تت۔۔ تمہیں کس نے کہا جواد۔۔ میرا مطلب۔۔"

حانم نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا تھا۔

"ٹی وی پر دیکھا ہر جگہ نیوز چل رہی ہے، پتا ہے رات اسکا شو تھا، اتنا اچھا لگ رہا تھا وہ۔۔ مجھے لگا کہ کہیں اسے نظر نہ لگ جائے اور۔۔ اور۔۔ اسے تو موت نے۔۔ ہی۔۔" جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا وہ فون بند کر چکا تھا۔ لاشعوری طور پر حانم کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا، اسکے گال سے پھسلنے کے بعد اسکی گود میں رکھے ہاتھ پر جا گرا تھا۔ وہ ایک دم چونکی تھی۔

"کیا اس شخص کے مر جانے سے حانم کی اذیت میں کمی آ جانی تھی۔۔؟؟ کیا وہ سب کچھ بھول سکتی تھی؟؟ حانم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے اس انسان کی موت پر افسوس کرنا چاہیے یا خوش ہونا چاہیے۔۔؟؟ اسے اپنے دماغ میں درد کی ایک لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

وہ مرے مرے قدموں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

- كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"

"ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے اور موت ایسی شہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتی کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک وشبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک

قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہو جاتی ہیں۔ موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقیوں کو جنت کے بالا خانوں تک پہنچانے والی شی ہے۔ موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چوہدریوں سے ڈرتی ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے۔ جب بھی حکم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کرلیتی ہے۔ موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو بخشتی ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے گلے لگا لیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سو جاتے ہیں، اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا لقمہ بنا لیتی ہے۔ موت آنے کے بعد آنکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں کرسکتے۔ موت نام ہے روح کا بدن سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔

ترقی یافتہ سائنس بھی روح کو سمجھنے سے قاصر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فردیا ہے:

"(قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي) "

روح صرف اللہ کا حکم ہے۔۔۔ "موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے، اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزا و سزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا آخری وقت آجائے۔" ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہوگئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہوگئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔(سورۃ المائدۃ ۱۰۶)"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں:

"ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کو دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔" (سورۂ آل عمران ۱۸۵)

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے اور دخولِ جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

"اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی اور فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔" (سورۂ رحمن ۲۶۔۲۷)

"ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔" (سورۂ القصص ۸۸)

" (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور اچھی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔۔۔" (سورۂ الانبیاء ۳۴۔۳۵)

"تم جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔" (سورۂ النساء ۷۸)

انسان بڑے بڑے محل اور قلعے تعمیر کر کے سوچتا کہ اسے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔۔ اسے کبھی فنا ہونا ہی نہیں لیکن شاید وہ جانتے نہیں کہ موت قلعوں میں آجاتی ہے۔

"(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔" (سورہ الجمعہ ۸)

"چنانچہ جب اُن کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔" (سورۂ الاعراف ۳۴)

اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔" (سورہ لقمان ۳۴)"

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

لیکن ایک بات تو طے ہے موت بہت برا فعل نہیں ہے۔۔ موت ایک عمل ہے ایک راستہ ہے، موت کا ایک وجود ہے، ہم کیوں کہتے ہیں کہ موت آگئی؟؟ موت آئے گی؟؟ یقیناً یک ایک وجود رکھتی ہے جو جب آتی ہے تو انسان کو ایک دنیا سے کاٹ کر دوسری دنیا سے جوڑ دیتی ہے!

وہ صوفے پر بیٹھی سامنے دیوار میں لگی بڑی سی سکرین پر اس شخص کی موت کی خبر سن رہی تھی جسے چاہنے کا وہ دعوی کرتی تھی۔

وہ شمائل نیازی وزیر خارجہ کی بیٹی جسکے باپ کی دور دور تک پہنچ تھی وہ ایک شخص کو اپنا نہیں بنا سکی تو اسے ختم کر دیا، وہ وہی تھی جو اس دن یونیورسٹی میں کیفے پر آرجے کو دھمکی دے کر گئی تھی۔

اسکی آنکھوں میں نمی پھیلی تھی لیکن اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اسے یاد تھا کچھ دن پہلے کا واقعہ جب اس نے آرجے کو فون کیا تھا۔

"پلیز آرجے دیکھومان جاؤ یا مجھے بتادو کہ مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟میں تمہیں بہت چاہتی ہوں مجھے اگنور مت کرو"اس نے آرجے کی منت کی تھی۔

"لیکن میں تمہیں نہیں چاہتا" آرجے نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

کیوں؟ آخر کیوں؟ کون ہے وہ جسکے عشق میں تم گرفتار ہو چکے ہو؟؟" وہ چلائی تھی۔

یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ تمہیں کبھی کسی سے محبت نہیں ہو گی۔۔یقیناًوہ تمہاری نئ گرل فرینڈ ہو گی جسکے لئے تم مجھے اگنور کر رہے ہو۔۔"

"محبت ہونا نہ ہونے میرا ذاتی مسئلہ ہے، اور وہ جو بھی ہے الگ ہے،وہ میرے ساتھ نہیں ہے، مجھے اس سے عشق نہیں ہے، بس اسے دیکھنے کی چاہ ہے" وہ اپنی دھن میں بول رہا تھا۔شائل کو تو وہ گویا آگ لگا چکا تھا۔

میری ایک بات یاد رکھنا میں اسے ختم کر دوں گی۔۔" اس نے دھمکی دی تھی۔

"اس تک تو میں نہیں پہنچ پایا، تم کیا خاک پہنچو گی" وہ ہنس دیا تھا۔

"تم نے کسی اور کا ہونے کا سوچا نا تو میں تمہیں مار ڈالوں گی" وہ پاگل ہو گئی تھی۔

"مار ڈالو، لیکن کسی اور کا ہونا اب میرے بس میں نہیں "اسکی بات سن کر شائل گنگ رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ دو سال پہلے والا آرجے تھا جو اسکے ساتھ رہتا تھا۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ رخسار وہ پیشانی؟"

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

" تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے؟؟

وہ خوبصورتی سے گنگناتا فون بند کر چکا تھا۔ یعنی وہ مرنے کو تیار تھا لیکن اسے اپنانے کو نہیں۔
کتنے ہی پل وہ اسکی آواز کے سحر مبتلہ رہی تھی اور پھر سمجھ آنے پر فون زور سے دیوار پر دے مارا تھا۔
"میں تمہیں نہیں بخشوں گی آرجے" وہ چلائی تھی اور اب اس نے اپنا دعوی سچ کر دکھایا تھا۔ وہ واقعی اپنی جان دے گیا تھا۔

اسے نہ جیت سکے گا غمِ زمانہ اب"
"جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے

"میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اپنی تعلیم کو جاری کریں بہت سا وقت ہو گیا آپکو دنیا سے کٹ کر رہتے ہوئے" حمدان انکل پیرس آئے تھے اور اس وقت حانم کے سامنے بیٹھے انہیں سمجھا رہا تھا۔
انکی بات پر حانم نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔
اسے تعلیمی اداروں کے نام سے بھی خوف ہونے لگتا تھا۔ وہ خاموشی سے انہیں یکھتی رہی۔
"زندگی کا ہر حادثہ ہمیں ایک نیا سبق دے کر جاتا ہے، دو سال ضائع کر دیئے آپ نے اپنی زندگی کے، زندگی بہت چھوٹی سی نعمت ہے اسکو مزید ضائع مت کریں۔۔" حانم کا سر جھک گیا تھا۔
دو سال۔۔ پورے دو سال اس شخص کی وجہ سے حانم نے تنہا گزارے تھے۔ اب تک تو اسکا ماسٹر بھی کب کا مکمل ہو جاتا تھا۔ اسکے دل میں ہوق اٹھی تھی۔
لیکن وہ اب خود ہی نہیں تھا۔

"میں آپکے سارے کاغذات لے آیا ہوں، مجھے امید ہے ہانی بیٹا آپ ہم سب کو مایوس نہیں کریں گی" یعنی وہ فیصلہ کر کے آئے تھے۔ یعنی اسے بس فیصلہ سنایا گیا تھا، اسے بس کرنا تھا۔ اس نے ماہی کی طرف دیکھا تھا جو کندھے اچکا گئی تھی کہ تم لوگوں کا آپس کا معاملہ ہے۔

"یا پھر واپس پاکستان چلو وہاں اپنی ماں اپنی فیملی سب کے ساتھ رہو" حمدان انکل کی اس بات پر وہ چونک گئی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ اسے واپس کبھی نہیں جانا تھا۔

"میں پڑھائی شروع کر لیتی ہوں" حانم نے اپنے کاغذات والی فائل کو میز سے اٹھا لیا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آرجے اب اسے قہقہے لگاتا نظر نہیں آتا تھا، لیکن اسکے الفاظ آج بھی حانم کے کانوں میں گونجتے تھے اسے وہ واقعہ آج بھی کسی ڈراؤنے خواب کی طرح یاد تھا۔ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتی تو اسے اپنی بربادی صاف دکھائی دیتی تھی۔ وہ شاید اسکے مرنے کے بعد بھی اس سے نفرت کرتی تھی۔

وہ یونیورسٹی جانے کیلیے تیار ہو رہی تھی۔ اسکا ایڈمیشن ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار پھر ایم ایس سی میں دوبارہ داخلہ لیا تھا۔ زندگی دو اڑھائی سال ضائع کرنے کے بعد وہ پھر سے شروعات کر رہی تھی۔ شاید اسکا خوف اس لحاظ سے کم ہو گیا تھا کہ آرجے مر چکا تھا۔ لیکن جو اسکے اندر سب بدل چکا تھا وہ کبھی دوبارہ ٹھیک نہیں ہونے والا تھا۔ اس نے ڈینم کے پاؤں تک آتا سیاہ رنگ کا گاؤن پہن رکھا تھا۔ چمڑے کے جوتے پہنے سنہری بالوں کو پونی کی شکل دیئے وہ اس حانم سے بہت مختلف لگ رہی تھی جو بڑی سی چادر لپیٹ کر یونیورسٹی جاتی تھی۔ ڈوپٹہ ایک چھوٹے سے سکارف کی صورت میں گردن کے گرد لپٹا تھا۔

حانم نے ایک آخری نظر خود پر ڈالی تھی اور پھر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ دروازے پر پہنچنے کے بعد وہ رکی تھی۔ جانے کیوں بنا سر ڈھانپے باہر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ وہ واپس آئینے کے سامنے آئی تھی۔ گلے میں لپٹے سکارف کو کھول کر اس نے سر پر اوڑھا تھا۔

الماری سے شرگ

(Shrug)

نکال کر اسے اوپر پہنا تھا۔ اب وہ مکمل طور پر کور

(Cover)

تھی۔ اسکے شرگ

پر پیچھے کی جانب بڑا سا

"Angel"

لکھا تھا۔

سر کو ڈھانپ کر اسے تھوڑا سکون محسوس ہوا تھا۔

ماں دیکھ کر ناراض نہ ہو جائے کہیں"

"!!____ سر پر آنچل نہ ہو تو ڈر لگتا ہے

آسیہ بیگم نے اسے باہر کھلے سر پھرنا نہیں سکھایا تھا۔ وہ گھر تھا جہاں وہ کچھ بھی پہن سکتی تھی کیونکہ اس گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ لیکن اب وہ باہر جا رہی تھی۔ اور آسیہ بیگم کی بہت سی باتیں اسکے ذہن میں گونج رہی تھی۔ ایک سرسری سی نظر خود پر ڈال کر وہ باہر نکل گئی تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کبھی بدلتے ہی نہیں ہیں۔۔ ہمارا اندر اگر اچھا ہو تو وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ اچھائی کبھی مرتی نہیں ہے ہم وقتی طور پر کسی اور چہرے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں جس سے ہماری تکلیف کم ہو۔۔ لیکن ہم مکمل طور پر بالکل بھی نہیں بدلتے _

یونیورسٹی کی دنیا بہت الگ تھی۔ وہ جیولوجی ڈیپارٹمنٹ کے کیفے پر بیٹھی تھی۔ اس نے جانے کیوں اس مضمون کا انتخاب کیا تھا۔ اسے پڑھنے میں اب کہاں دلچسپی تھی اسے بس اپنے وقت گزارنا تھا۔ حانم نے سامنے پڑے کافی کے کپ کو اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا۔ لڑکے، لڑکیوں کے گروپس اسے دوستوں کی یاد دلا رہے تھے لیکن وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

"ہے میڈی وہ دیکھو ہماری نئی کلاس فیلو آئی ہے" ایک لڑکے نے میڈی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

میڈی کلاس کا سب سے شرارتی لڑکا تھا جو نئے آنے والے سٹوڈنٹس اور پہلے سے موجود سٹوڈنٹس کا جینا حرام کر کے رکھتا تھا۔

"کدھر ہے؟" میڈی نے چونک کر پوچھا تھا۔ وہ پہلے کلاس میں موجود نہیں تھا لیکن اب آیا تھا تو اسکے دوست نے اسے بتایا تھا۔

"وہ سامنے دیکھو۔۔ بلیک ڈریس والی۔۔" جیکی نے اشارہ کیا تھا۔

"اوکے میں ذرا ہیلو ہائے کر کے آتا ہوں" میڈی شرارت سے کہتا اٹھا تھا۔ میڈی کی طرف حانم کی پشت تھی۔ وہ اسکے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے حانم کے شرگ

(Shrug)

پر بڑا سا اینجل لکھا دیکھا تھا۔ وہ اکیلی بیٹھی تھی۔

"انٹرسٹنگ۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اسکے سامنے جا کر خالی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔

حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ پھر وہ نارمل ہوگئی تھی وہ جانتی تھی یہ پیرس کی یونیورسٹی تھی اسکی پی یو نہیں جہاں لڑکے کم از کم لڑکی کی اجازت کے بنا اسکے پاس نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

"ہیلو اینجل۔۔ میں ہوں میڈی۔۔!! میڈی نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ اس سے پہلے حانم کچھ کہتی، اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا تھا اور سورج کی مدھم سی روشنی حانم چہرے پر پڑھی تھی۔ اسکا پیدائشی نشان چمکا تھا۔ میڈی حیران رہ گیا تھا۔

"یہ کیا تھا۔۔؟؟" اس نے کبھی پہلے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔

"ہائے۔۔" حانم نے بنا ہاتھ ملائے واپس اسکی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جبکہ میڈی بس ہونکوں کی طرح اسے گھور رہا تھا۔ اسے سامنے بیٹھی لڑکی واقعی اینجل لگی تھی۔

"What Is This___??"

اس نے انگلی سے حانم کے چہرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"برتھ مارک۔۔" وہ سکون سے جواب دے رہی تھی۔

"یقین نہیں ہوتا۔۔" میڈی کا منہ ابھی بھی حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ پتا نہیں کیوں اس جگہ سے اٹھا تھا اور پھر واپس اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس میں حانم کے سامنے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ حانم اسے حیرت سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تو کچھ نہیں کہا"۔۔ حانم نے کندھے اچکائے تھے اور پھر کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد وہ اٹھ کر اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

حانم نے یونیورسٹی جانا تو شروع کر دیا تھا لیکن اسے لیکچر کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ دو سال وہ کتابوں سے دور رہی تھی، دو سال وہ اپنے آپ سے دور رہی تھی، پروفیسر کچھ پڑھاتا تھا لیکن وہ غائب دماغی سے بس سنے جا رہی تھی، پروفیسر اگر اس سے لیکچر کے دوران کچھ پوچھ لیتا تو یقیناً پوری کلاس کے سامنے اسکی بے عزتی لازمی تھی، لیکن صد شکر کہ

پروفیسر بس اپنی سنانے والوں میں سے تھا، کلاس میں کوئی اور بھی تھا جو اس پر نظر رکھے ہوئے تھا اور وہ تھا میڈی،

اسے شروع دن سے حانم تھوڑی عجیب لگی تھی وہ جب سے آئی تھی اس نے کوئی دوست نہیں بنایا تھا، میڈی نے اسے ہمیشہ اکیلے پایا تھا۔

لیکچر کب ختم ہوا کلاس کب باہر گئی وہ محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔ وہ اس چونکی جب میڈی نے ڈیسک بجا کر اسے ہوش میں لانا چاہا تھا۔ میڈی کا ڈیسک بجانا کام آگیا تھا، حانم ایک دم چونکی تھی۔ کلاس خالی تھی بس ایک دو سٹوڈنٹس موجود تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کلاس کب ختم ہوتی ہے" وہ عام سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"شکریہ" ایک لفظی جواب دینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پھر کلاس سے باہر نکل گئی تھی۔ پیرس میں چمکیلی دھوپ پھیلی تھی۔ حانم اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اسکا پڑھنے کی طرف بالکل بھی دھیان نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلی تھی باہر سڑک کے پار ایک نہر تھی اور پھر دوسری طرف سڑک تھی۔ یعنی ڈبل وے کے درمیان سے نہر گزر رہی تھی۔ وہ نہر کنارے جا کر بیٹھ گئی تھی۔ کتنی ہی دیر بیٹھے رہنے کے بعد اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ حانم نے چونک کر اپنے دائیں جانب دیکھا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ خاموش بہتے پانی کے اندر بہت سا شور ہوتا ہے اگر وہ اپنا یہ شور باہر نکال دے تو دنیا ڈوب جائے" وہ پانی پر گہری نظریں جمائے بول رہا تھا۔ حانم نے اسے اپنی کلاس میں نہیں دیکھا تھا یقیناً وہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ سے تھا۔ وہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"اسی لئے خدا پاک نے پانی کو اسکی اوقات میں یعنی پابند رہنا سکھایا ہے" وہ بولی تو لہجے میں مان تھا۔ اب کی بار چونکنے کی باری لڑکے کی تھی۔ وہ پینٹ پر بنا بازؤں کی شرٹ پہنے ہوا تھا۔ یقیناً وہ جم جاتا تھا۔۔ اسکے کسرتی مسلز نمایاں

تھے۔ بالوں میں پونی پہنے ہوئے تھی۔ حانم بس گہری سانس لے کر رہ گئی تھی، یہاں ہر انسان اپنے آپ میں ایک عجوبہ تھا۔

"میں ہوں جورڈن اور تمہارا نام کیا ہے" جورڈن نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"تم مجھے میری کلاس کے نہیں لگتے" حانم نے گویا تصدیق چاہی تھی۔

"ٹھیک کہا۔ میں کسی بھی کلاس کا نہیں ہوں" وہ مسکرایا تھا۔

"تو پھر تعارف کی ضرورت کیا ہے ؟؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی ی تھی۔

"یہ بھی خوب کہا" وہ پھر مسکرا دیا تھا۔

حانم کو اسکی آنکھوں میں ایک سرد مہری نظر آئی تھی۔ اسے جورڑن سے خوف محسوس ہوا تھا، اس نے وہاں سے جانے میں عافیت جانی تھی۔

"ایک تم ہو جو مجھے اس لڑکی تک پہنچاؤ گی جو میرے لئے جبیل خاندان تک راہ ہموار کرے گی" وہ حانم کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یقیناً اس نے حانم کو ماہی کے ساتھ دیکھا تھا اور اب وہ حانم سے اس لئے مل رہا تھا کہ جو کچھ ماہی کے بارے میں نہیں جانتا وہ جان سکے۔ اسے پوری امید تھی ماہی جبیل خاندان کو ضرور جانتی تھی۔ مسٹر جوزف کی پارٹی سے پر اب تک اس نے ماہی کا بہت پیچھا کیا تھا لیکن وہ کسی ایسے شخص سے نہیں ملی تھی جس کا نام جبیل تھا، وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ لیکن انتظار مشکل تھا!!

کبھی کبھی "

جاڑے کی کہر بھری شام میں

جانے کیوں اداس ہونے کو جی چاہتا ہے

کسی بچھڑے ہوئے کی یاد میں

____رونے کو جی چاہتا ہے

درد کے دھاگوں میں لفظوں کے

موتی پرونے کو جی چاہتا ہے

جھٹ پٹے کے اس موسم میں

صرف پرت پرت کھولتے ہیں

میرے اندر دکھ ہی دکھ بولتے ہیں

کبھی کبھی
____

"!!جاڑے کی کہر بھری شام میں۔۔۔

لاؤنج میں ٹی وی کی ہلکی ہلکی آواز ابھر رہی تھی۔ایلا نوڈلز کی پلیٹ پکڑے کھانے میں مگن تھی۔باہر موسم ابر آلود ہو رہا تھا۔تیز ہوائیں روئی کے گالوں کی آمد کا پتا دے رہی تھیں۔

جیسے ہی شام ہوتی تھی چمکیلی دھوپ ایک دم سے غائب ہو جاتی تھی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی گلاس ونڈو سے باہر نرم نرم گرتے روئی کے گالوں کو دیکھ رہی تھی۔اسے یاد تھا جب بھی موسم زیادہ ٹھنڈا ہوتا تھا ماہم کچن میں گھس جاتی تھی۔۔اسے کھانے کا بہت شوق تھا۔وہ کچھ نا کچھ نیا بناتی رہتی تھی۔اس وقت حانم کا دل شدت سے اپنے گھر والوں سے ملنے کو چاہا تھا۔

وہ گہری سانس لیتے ہوئے رخ موڑ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد ماہی بھی انکے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔ باہر گرتی برف نے ماہی کو وہ دن یاد دلا دیا تھا جب اسے پہلی بار حشام ملا تھا۔وہ مسکرا دی تھی۔

"ایک بات پوچھوں ہانی۔۔؟؟"ماہی نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہاں ضرور۔۔۔"

"تمہیں اتنا عرصہ ہو گیا ہے پیرس آئے ہوئے، اور ایک سال ہو گیا ہے یونیورسٹی جاتے ہوئے تمہیں ابھی تک پیرس میں کسی سے محبت نہیں ہوئی"

"ایسا کیوں؟ پیرس میں آکر بھی تمہیں کوئی پسند نہیں آیا کیوں_؟؟" حانم ماہی کا سوال سن کر سٹپٹا گئی تھی اسے اس سوال کی امید نہیں تھی۔

"نہیں میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔۔" حانم نے سادہ سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ ماہی بے اختیار ہی مسکرا دی تھی۔

"محبت کا توجہ سے کیا تعلق۔۔۔؟؟"

"ہر چیز کا تعلق توجہ سے ہوتا ہے۔۔ جب انسان کسی چیز میں دلچسپی لیتا اور اس چیز کے متعلق سوچتا ہے تو اکثر وہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔۔"

"کچھ سمجھ نہیں آیا کہ تم نے کیا بات کی ہے۔۔" حانم کی بات ماہی کے اوپر سے گزری تھی۔

"بتاتی ہوں۔۔" حانم اپنی جگہ سے اٹھ کر لاؤنج میں رکھے ایکیوریم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ماہی اور ایلا غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ایکیوریم دیکھ رہی ہو نا۔۔ اسکے اندر بہت خوبصورت دنیا ہے روزانہ کتنی بار اسے غور سے دیکھتی ہو۔۔۔؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"یاد نہیں کب اس پر غور کیا تھا۔۔" ماہی نے ناسمجھی سے جواب دیا تھا۔

"اب اس پر غور کرو اور دیکھو اس میں سب سے خوبصورت مچھلی کونسی ہے۔۔؟؟" حانم پوچھ رہی تھی۔ ایلا نے ٹی وی بند کر دیا تھا۔

اب وہ دونوں غور سے شیشے کے جار یعنی ایکیوریم کے اندر تیرتی مچھلیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ نیلے رنگ والی۔۔۔" ماہی نے کافی غور کرنے پر سب سے الگ اور خوبصورت مچھلی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کمال ہے اتنی خوبصورت مخلوق پر میں نے پہلے توجہ کیوں نہیں دی۔۔" ماہی بڑبڑائی تھی۔۔ اسے وہ مچھلی واقعی ہی بہت پیاری لگی تھی۔ اسکی بات سن کر حانم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"کیسے پتا چلا کہ یہ مچھلی پیاری ہے۔۔؟؟"

"غور کرنے پر۔۔۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔

"اب تم کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"میری کوشش ہوگی کہ میں روزانہ اس مچھلی کو دیکھ سکوں۔۔۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔

"اور پھر۔۔۔؟؟"

"ابھی اسے دیکھنے کے بعد میرا دل کر رہا ہے اسے چھو کر دیکھوں۔۔" ایلا نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"اگر تم دونوں ان مچھلیوں پر غور نہ کرتیں تو تم دونوں کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونا تھا کہ انہیں دیکھنا چاہیے یا چھونا چاہیے۔۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ کام کوئی بھی ہو اسے ہماری توجہ خاص بناتی ہے۔۔۔ محبت بھی کچھ ایسی ہی منطق رکھتی ہے۔۔ جب تک کسی انسان پر غور نہیں کروگے وہ عام سا ہوگا۔۔ لیکن جیسے ہی ہم اس شخص کے متعلق سوچنا شروع کرتے ہیں اس پر توجہ دیتے ہیں تو ہمیں اسکی اچھائیاں نظر آتی ہیں۔۔ آہستہ آہستہ وہ ہمیں پسند آتا ہے۔۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اس سے محبت ہوگئی ہے۔۔!!" وہ اپنی لاجک پیش کر چکی تھی۔۔

وہ دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

کچھ ایسا ہی ہوا تھا ماہی کے ساتھ جب اسے پہلی دفعہ حشام نظر آیا تھا۔۔ سینکڑوں لوگوں میں اس نے حشام پر غور کیا تھا۔۔ پھر اسے محسوس ہوا تھا وہ کافی وجیہہ تھا۔۔ وہ اس دن جب وہ پہلی بار ایفل ٹاور کے پاس ملا تھا کتنی ہی دیر اسے غور سے دیکھتی رہی تھی۔۔ وہ اسے بعد میں سوچتی رہی تھی۔۔ وہ اسکے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔۔ وہ اسے جاننے کا اشتیاق رکھتی تھی۔۔ وہ کتنی جگہ ماری ماری پھری تھی۔ اور بالآخر اسے محسوس ہوا تھا کہ اسے حشام سے محبت ہوگئی تھی۔

"میں نے کبھی کسی انسان پر اتنی توجہ نہیں دی کہ میں اس سے محبت کر سکوں۔ میرا دل اور دماغ ہمیشہ کسی اور رخ میں چلتا رہا ہے۔۔ میری سوچ کا دھارا محبت سے کہیں آگے ان دیکھی چیزوں کی طرف بہتا رہا ہے۔۔" حانم بتا رہی تھی۔

"لیکن محبت اپنے اختیار میں کب ہوتی ہے یہ تو بے اختیار ہوتی ہے" ماہی نے جانے کس احساس کے تحت کہا تھا۔

"ٹھیک کہا۔۔ دنیا میں سب سے منہ زور جذبہ محبت کا رہا ہے لیکن میں یہاں یہ کہوں گی کہ محبت کے ہونے میں ہمارا بھی ہاتھ ہوتا ہے۔

انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے قدرت اس انسان کا رخ اسکی جستجو کی طرف موڑ دیتی۔

اگر انسان چاہے جانے کی طلب رکھے گا تو یقیناً وہ محبت سے ٹکرائے گا۔۔ جو چاہے جانے کی طلب رکھتا ہے اسکی آزمائش ہوتی کہ اسے پہلے محبت ہوتی ہے۔۔ اسے کسی کی طلب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔۔ اور اسکی یہ خواہش کہ کوئی اسے چاہے وہ اسکی آزمائش کے بعد پوری ہوتی ہے۔۔ میں نے کبھی اس چیز کی خواہش نہیں کی کہ مجھے کوئی چاہے۔۔ اور اللہ پاک نے بھی کبھی مجھے محبت جیسے جذبے سے روشناس نہیں کروایا،

میرے اندر بڑی بے چین روح ہے۔۔ اسے کچھ اور چاہیے۔۔ یہ اور چیزوں کی جستجو کرتی ہے ____!!

جو لوگ کائنات کو تسخیر کرنے نکلتے ہیں وہ اس چیز کی طلب رکھتے ہیں۔۔ جن لوگوں نے ماضی میں دنیا فتح کی ہے۔۔ یقیناً انکی جستجو نے انہیں یہ کام کرنے پر اکسایا ہو گا، جن لوگوں نے قدرت کا عرفان پایا ہے یقیناً وہ بہت تڑپے ہونگے۔۔

انکی طلب انکی جستجو نے انہیں ان دیکھی چیز کی تلاش میں نکلنے پر مجبور کیا ہو گا۔۔ اور مجھے لگتا ہے کہ ساری کائنات سمٹ کر اس ایک لفظ طلب یا جستجو میں مقید ہے جو جس چیز کی کھوج کرے گا وہ اسے پائے گا جو چاہے جانے کی طلب رکھے گا اسے پہلے محبت میں مبتلا کیا جائے گا_!!" وہ خاموش ہو چکی تھی۔ ماہی اور ایلا کو اسکی منطق نے ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔۔

"لیکن ایک بات، ایک بات تو طے ہے انسان کو چاہے جانے کی طلب رکھنی چاہیے جو یہ طلب رکھے گا وہ محبت سے ٹکرائے گا۔ جب وہ محبت سے ٹکرائے گا تو اسے ناپانے کی صورت میں پاش پاش ہو جائے گا۔۔ جب اسکی ذات ٹکروں میں بٹے گی تب اسے ہر ٹکڑے پر ایک نئی چیز کا احساس ہو گا۔۔

جنکی ذات ٹکڑوں میں بٹی ہوتی ہے وہ بہت حساس ہو جاتے ہیں اور وہ ان نئی چیزوں محسوس کرتے ہیں۔۔ اور وہ چیزوں کو دیکھتے ہیں جو عام انسان نہیں دیکھ سکتا۔۔ اسی لئے خالق کائنات نے اس کائنات کی بنیاد محبت پر رکھی ہے۔۔ یہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی کھوج ایک بہت بڑی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں بہت سی چیزوں کی کھوج نہیں کر پائی

لیکن ایک اہم بات جو ایلا نے کہی کہ خوبصورت مچھلی کو دیکھ کر چھونے کو دل کرتا ہے،

جس طرح اللہ پاک نے انسان کو تسخیر کی اجازت دینے کے بعد اپنی اور انسان کی ذات میں ایک پردہ رکھا ہے وہ چاہے جتنی کوشش کر لے جب تک اللہ نا چاہے وہ اس پردے کو اس حد کو پار نہیں کر سکتا۔۔ بالکل اسی طرح محبت میں بھی کچھ حدود و قیود ہوتی ہیں۔۔ جب ایسے انسان سے محبت ہوتی ہے جس سے ہمارا کوئی جائز رشتہ نہیں ہوتا۔۔ اس محب میں ان حدود کو پار نہیں کیا جا سکتا۔۔ جس طرح انسان اپنی ہٹ دھرمی میں اللہ اور اپنے درمیان حائل پردے کو پار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے۔۔ کوہ طور کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا۔۔ بالکل اسی طرح اگر انسان نامحرم کی محبت میں ان حدود کو پار کرتا ہے جو اسے نہیں کرنی چاہیے تھیں تو وہ انسان نہیں رہتا۔۔ اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے، جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔۔"

ماہی کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کس چیز کو زیادہ اہمیت دے کر گئی تھی، جستجو کو، طلب کو، تلاش کو یا پھر محبت کو۔۔۔؟؟

وہ انسان کی طلب سے شروع ہو کر کائنات کا ذکر کر کے واپس محبت پر آگئی تھی۔ یقیناً کائنات میں ہر چیز اپنی ایک جگہ رکھتی ہے، خالق کائنات نے کسی ایک وجود کسی ایک جذبے کو، خواہ وہ نظر آتا ہو یا نہیں بلاوجہ پیدا نہیں کیا،

"اور تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔۔"

"تم نے میرے نوٹس نہیں لئے۔۔؟؟" حانم حیرت سے میڈی کو تک رہی تھی۔

"پروفیسر میکال بہت ضدی ہیں کل تم غیر حاضر تھی انہوں نے کہا جو سٹوڈنٹس کلاس میں موجود ہیں صرف انہیں ہی نوٹس ملیں گے باقی کل انکے آفس میں جا کر لے لیں۔۔" انکا یہ آخری سمیسٹر چل رہا تھا اور اسی وجہ سے ان پر کافی سختی کی جا رہی تھی۔

"اوکے میں لے کر آتی ہوں۔۔" حانم غصے سے پروفیسر میکال کے آفس کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد حانم نے دروازہ پر دستک دی تھی۔

"یس۔۔۔" اندر سے آواز آئی تھی۔

"سر مجھے نوٹس چاہیے۔" اندر آفس میں ایک شخص میز کی جانب رخ کر کے کھڑا ہوا تھا۔ حانم کی طرف اس شخص کی پشت تھی۔

آواز پر اس شخص نے جھٹکے سے پلٹ کر حانم کو دیکھا تھا۔۔ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حانم کا رنگ پیلا پڑا تھا۔ وہ حیرت سے گنگ اس شخص کو دیکھ رہی تھی اور ایسا ہی کچھ حال سامنے والے شخص کا تھا۔

"ام حانم۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

حانم کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس شخص سے صرف ایک دفعہ ملی تھی۔

کچھ سال پہلے کالج کے میٹنگ والے کمرے میں جہاں اس شخص نے اپنا تعارف حشام بن جبیل کے نام سے کروایا تھا۔

حشام حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے مڑی تھی اور آفس سے باہر نکل گئی تھی۔ حانم کا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ جانتی تھی کہ آرجے مر چکا تھا لیکن اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اسکا سامنے آرجے کی فیملی کے کسی شخص سے ہو جائے گا۔

ایسی ہی کچھ حالت حشام کی بھی تھی۔ پروفیسر میکال سے اسکی اچھی خاصی دوستی تھی آج وہ اسے ملنا آیا تھا۔۔ لیکن اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ قسمت اس پر یوں بھی مہربان ہو سکتی تھی۔

پروفیسر میکال جب آفس میں داخل ہوا تو حشام کو کرسی پر براجمان کسی گہری سوچ میں غرق پایا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟"

"ام حانم۔۔۔ تمہاری سٹوڈنٹ ہے۔۔؟؟" حشام نے پوچھا۔

"ہاں۔۔" پروفیسر میکال نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا تھا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں پتا چلا۔۔" حشام اپنا سر تھام کر رہ گیا تھا۔

"حانم اپنی مخصوص جگہ پر یعنی نہر کے کنارے بیٹھی تھی ہوا کی سرسراہٹ سے ڈوپٹے کے نیچے سے اسکے بال نکل کر چہرہ چھو رہے پانی سست روی سے بہہ رہا تھا۔ قریب ہی دانا چگتے پرندوں کی آواز اسکے کانوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ وہاں اکیلی بیٹھی تھی جب حشام اسکے پاس آکر بیٹھا تھا۔ حانم نے زیادہ نوٹ نہیں کیا تھا۔۔ اس جگہ پر روز نئے لوگ اسکے پاس آکر بیٹھتے تھے۔

"کیسی ہیں آپ ام حانم۔۔؟؟"

آواز پر چونک کر حانم نے دیکھا تھا۔ ایک بار پھر اسکے چہرے کا رنگ اڑا تھا لیکن وہ خود پر کنٹرول کر گئی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔۔۔" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

"جب میں اپنے بھائی کے سلسلے میں آپ سے ملنے کالج گیا اور جب میں وہاں سے واپس آیا تھا تو میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں آپ سے یہاں اس شہر میں یوں اچانک ملوں گا۔۔"

وہ کتنا خوش تھا یہ صرف وہ جانتا تھا وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا۔ اس نے آر جے کا نام نہیں لیا تھا۔

"سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا کہ جس شخص سے میں اتنی نفرت کرتی ہوں اسکے بھائی سے یہاں یوں اچانک ملوں گی۔۔!!" حانم کے لہجہ کاٹ دار تھا۔ حشام کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"لیکن مجھے امید ہے کہ آپکو مجھ سے نفرت نہیں ہو گی۔۔" وہ مسکرایا تھا۔ حشام اچھے سے جانتا تھا کہ حانم آر جے کیوں نفرت کرتی تھی اس لئے اس نے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ حانم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں پچھلے دس سالوں سے پیرس میں رہ رہا ہوں لیکن مجھے پیرس کبھی اتنا اچھا نہیں لگا تھا" اسکی بات پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اچھے لوگوں سے مل کر سب اچھا لگنے لگتا ہے اور پھر آپ تو بہت خاص ہیں اس نشان کی وجہ سے۔۔" اس نے حانم کے برتھ مارک کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کافی اچھی باتیں کر لیتے ہیں آپ۔۔" حانم مسکرا دی تھی۔

"میں خود بھی بہت اچھا ہوں یہ آپ کچھ دنوں تک جان جائیں گی۔۔" وہ پر اعتماد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"دیکھتے ہیں۔۔" حانم نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کالج میں ہونے والی ملاقات میں ہی جان گئی تھی کہ آر جے اور حشام ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔ اور اب اسے یہ محسوس بھی ہو رہا تھا۔

"اللہ حافظ۔۔" حشام کے چپ رہنے پر وہ کہتی یونیورسٹی کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ حشام اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

"ماہی تم حشام جبیل کو بتا کیوں نہیں دیتی کہ تم اسکے ڈیڈ کے بزنس پارٹنر کی بیٹی ہو۔۔؟؟"
ایلا کو ماہی کی اپنی محبت کے معاملے میں یوں خاموشی کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"اس سے کیا ہو گا۔۔؟؟" ماہی نے لیپ ٹاپ پر نظریں پوچھا تھا۔ "اس سے اسے یہ احساس تو ہو گا نا کہ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہوں۔۔ شاید اسے تمہاری قدر ہو۔۔"

"ایلا تم پاگل ہو۔۔" ماہی اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔ اسکا ایم بی اے مکمل ہو گیا تھا۔ وہ یہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہی تھی، وہ اس وجہ سے کہ اسے کچھ تجربہ ہو جائے۔۔ تا کہ وہ اپنے باپ حمدان کا بزنس سنبھال سکے۔ وہ اکثر بزنس کو لے کر حمدان صاحب سے بحث کرتی رہتی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔" ایلا نے منہ بنایا تھا۔

اس سے پہلے ماہی کچھ کہتی اسکا فون بجا تھا۔

"بابا کی کال ہے۔۔" ماہی نے کہتے ہوئے کال اٹھائی تھی۔

"بیٹا پیرس میں ضیاء کا بیٹا رہتا ہے شاید میں نے تمہیں بتایا ہو۔ آج شام ہماری پیرس میں میٹنگ تھی جس میں میرا اور ضیاء کا ہونا لازمی تھا۔"

کل کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں نہیں آ سکا اور ضیاء بھی بیمار ہے۔۔ تم بزنس کو اچھے سے جان گئی ہو میں چاہتا ہوں میری طرف سے وہ میٹنگ تم اٹینڈ کرو۔۔ اور اپنے ساتھ حشام جبیل کو بھی لے کر جاؤ۔۔ میں ابھی تمہیں ساری ڈیٹیل بھیج دیتا ہوں۔۔ اور حشام کا نمبر اور اڈریس بھی۔۔"

سلام دعا کے بعد حمدان صاحب نے کام کی بات کی تھی۔

"جی بابا۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"لو ہو گئی تمہاری خواہش پوری۔ اب پتا چل جائے گ مسٹر جبیل صاحب کو۔۔" ماہی مسکرا دی تھی۔ وہ خوش تھی اور یہ خوشی حشام جبیل سے ملنے کی تھی۔

حشام ماہین حمدان کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔۔اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ماہین حمدان سیٹھ حمدان کی بیٹی تھی۔وہ دونوں میٹنگ کیلئے نکلے تھے۔۔اسے دیکھ کر ماہی کی آنکھوں میں جگنو سے جل اٹھے تھے یہ وہ محسوس کر چکا تھا۔لیکن اسے دلچسپی نہیں تھی۔اور اب تو ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اب اسے حانم مل گئی تھی۔انکی میٹنگ اچھی رہی تھی۔ اب حشام اسے گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔ گاڑی میں خاموشی چھائی تھی۔ ماہی کو یہ خاموشی کاٹ رہی تھی۔

"آپکو کیسا لگا یہ جان کر کہ میں سیٹھ حمدان کی بیٹی ہوں۔۔؟؟" بالآخر ماہی نے پوچھا تھا۔

"کیسا بھی نہیں۔۔۔" سرد سے لہجے میں جواب موجود تھا۔

"لیکن مجھے آپ سے مل کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ہم دونوں کبھی ایک ساتھ کسی سفر پر نکلیں گے۔۔!!" ماہی کے لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔ حشام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

"آپکا گھر آ گیا مس ماہین حمدان۔۔" وہ بنا اسکی طرف دیکھے کہہ رہا تھا۔ماہی کا دل اسکے جواب نہ دینے پر کٹ کر رہ گیا تھا۔۔لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔وہ خاموشی سے گاڑی سے نیچے اتری تھی۔وہ جھک کر کچھ کہنے والی تھی کہ حشام فرائے بھرتا گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔۔

وہ برف کی شہزادی اسے افسوس سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

سارے رشتے بھلائے جائیں گے

اب تو غم بھی گنوائے جائیں گے

جانیے کس قدر بچے گا وہ

اس سے جب ہم گھٹائے جائیں گے

اس کو ہو گی بڑی پشیمانی

اب جو ہم آزمائے جائیں گے

کیا غرض دَورِ جام سے ہم کو
ہم تو شیشے چبائیں جائیں گے

میری اُمید کو بجا کہہ کر
سب مراد کھ بڑھائے جائیں گے

کم سے کم تجھ گلی میں جاناں
دُھوم تو ہم مچائے جائیں گے

زخم پہلے کے اب مفید نہیں
اب نئے زخم کھائے جائیں گے

شاخسارو! تمہارے سارے پرند
اک نَفَس میں اُڑائے جائیں گے

ہم جو اب تک کبھی نہ پائے گئے
کن زمانوں میں پائے جائیں گے

آگ سے کھیلنا ہے شوق اپنا
اب تیرے خط جلائے جائیں گے

جمع کیا ہے ہم نے غم دل میں
اس کا اب سود کھائے جائیں گے

شہر کی محفلوں میں ہم اور وہ
ساتھ اب کیوں بلائے جائیں گے

ہے ہماری رسائی اپنے میں

ہم خود اپنے میں آئے جائیں گے

ہم نہ ہو کر بھی شہرِ بودِش میں

آئے جائیں گے، جائے جائیں گے

مجھ سے کہتا تھا کل یہ شاہِ بلوط

سارے سائے جلائے جائیں گے

ہو گا جس دن فنا سے اپنا وصال

ہم نہایت سجائے جائیں گ

جونؔ یوں ہے کہ آج کے موسیٰ

آگ بس آگ لائے جائیں گے

حشام بہانوں بہانوں سے حانم سے ملنے لگا تھا۔ وہ جہاں جاتی وہ بھی اتفاقاً پہنچ جاتا تھا۔ حانم نے کبھی اس بات کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ آج بھی وہ اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔۔ بی جان اسے شادی کا کہہ رہی تھیں۔۔ وہ اس پر دباؤ ڈال رہی تھیں۔ اور آج وہ اسی سلسلے میں حانم سے ملنے والا تھا وہ اسے اپنے دل کی بات بتانے والا تھا تا کہ بعد میں بی جان کو اپنی پسند بتا سکے۔۔ لیکن وہ پہلے حانم کی پسند جاننا چاہتا تھا۔ وہ اسے نہر کے کنارے پرندوں کو دانہ ڈالتی نظر آگئی تھی۔ حشام ہاتھ میں پکڑا کیک لئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ آج حشام کا برتھ ڈے تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ حانم نہیں جانتی تھی۔۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اسے وش نہیں کرے گی۔۔ لیکن وہ اس دن کو خاص بنانا چاہتا تھا۔

"اسلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟؟" حانم کے قریب پہنچنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔ اور یہ کیک کس لئے۔۔؟؟"

"آج میرا برتھ ڈے ہے۔۔ اور جب سے میں پیرس آیا ہوں یہ پہلا موقع ہے کہ میں کیک کاٹنے جا رہا ہوں وہ بھی بہت ہی خاص شخصیت کے ساتھ۔۔"

"ہیپی برتھ ڈے مسٹر حشام جبیل!!" اسکی بات سن کر حانم مسکرا دی تھی۔

"شکریہ۔۔۔" وہ بھی مسکرایا تھا۔

"دیر نہیں کرنی چاہیے پھر ویسے بھی مجھے کیک بہت پسند ہے کھانے میں۔۔" وہ دونوں وہیں کنارے پر بیٹھ گئے تھے۔

"میں آج آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں" کیک کاٹنے کے بعد حشام سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔ اسکے لہجے میں کچھ تھا۔۔ حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آج میرا جنم دن ہے۔۔ اس دن لوگوں کو بہت سے تحائف ملتے ہیں۔۔ مجھے بھی ایک تحفہ چاہیے وہ بھی آپ سے۔"

اسکی بات سن کر حانم کو ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا آج وہ کسی اور لہجے میں بول رہا تھا۔

"جی مانگیں۔۔!!" حانم نے دھڑکتے دل سے کہا تھا۔

"آج اس خوبصورت دن کے اختتام پر۔۔ جس میں آپ میرے ساتھ ہیں۔۔ مجھے آپ سے حانم چاہیے آپ میرے لئے سب سے بڑا تحفہ ہیں، مجھ سے شادی کرینگی مس ام حانم؟؟" حشام نے گویا دھماکہ کیا تھا۔۔ حانم اپنے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔۔ اسے حشام سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟؟" حانم جیسے خواب سے جاگی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"میں چاہتا ہوں آپکو۔۔ اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"

حشام نے بھی اٹھتے ہوئے اپنی بات دہرائی تھی۔

"بس۔۔۔ بس کریں آپ۔۔" حانم نے ہاتھ اٹھا کر منع کرتے وئے کہا

"آپ نے سوچا بھی کیسے ایسا۔۔؟؟" حانم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

آپ اچھے انسان ہیں لیکن مجھے آپ میں دلچسپی نہیں ہے اور نہ کبھی تھی۔۔"!!

"لیکن مجھے لگا کہ۔۔" حشام کا دل ڈوبا تھا۔

"کہ میں اگر مسکرا کر بات سن لی آپکی تو میں آپ میں دلچسپی لینے لگی ہوں۔۔؟؟ یہ لگا تھا آپکو۔۔؟؟" حانم کا لہجہ کاٹ دار تھا حشام حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اتنی تلخی آرجے کے لہجے میں ہوا کرتی تھی۔

"اگر لڑکی مسکرا کر بات کر لے تو مردوں کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ لائن پر آگئی ہے؟؟" شدت جذبات سے حانم کی آواز کانپ رہی تھی۔ اب کی بار حشام کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔ اسے امید نہیں تھی کہ حانم اس طرح ری ایکٹ کرے گی۔

"پلیز حانم۔۔ اس طرح کے الفاظ مت استعمال کرو۔۔!!" حشام نے التجا کی تھی۔ حانم نے آنکھیں میچ کر ایک گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"دیکھیں آپ۔۔۔ آپ بہت اچھے ہیں۔۔ لیکن جو آپ چاہ رہے ہیں ویسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔!!" اب کی بار حانم نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔۔ کیا کمی ہے مجھ میں۔۔ یا پھر کسی کو اور کو پسند کرتی ہیں آپ۔۔؟؟" حشام کا دل کرلا رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس جیسی شخصیت کا مالک جب کسی کو پرپوز کرے گا تو اسے آگے سے اس طرح کی باتیں سننے کو ملیں گی۔

"کوئی کمی نہیں ہے آپ میں۔۔۔ اور نا میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔۔ لیکن میں کسی انسان سے رشتہ نہیں بنا سکتی جو مجھے ایک ایسے شخص کی یاد دلائے جس سے میں نفرت کرتی ہوں۔۔" حانم نے صاف لہجے میں کہا تھا۔ حشام ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے حشام کچھ کہتا سڑک کنارے ماہی کی گاڑی آکر رکی تھی اسے حانم نے ہی کال کر کے پک کرنے کو کہا تھا۔۔ اور پھر حشام آگیا تھا۔

"مجھے امید ہے آئندہ یہ بات دہرائی نہیں جائے گی۔۔!!" وہ کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ماہی نے حانم کو حشام کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ دونوں ایک ساتھ ہونگے_ حشام خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔۔ گاڑی کا شیشہ نیچے کئے ماہی حیرت اور خوف کے تاثرات سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا حانم ماہین کی کزن ہے۔۔؟؟" وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے حانم نے بتایا تھا کہ اسے اسکی کزن لینے آرہی تھی۔ حانم گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور پھر ماہی گاڑی بڑھا کر لے گئی تھی۔ وہ تھک ہار کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔۔ کتنا خوش تھا آج وہ اور کیا ہوا تھا اسکے ساتھ۔۔

وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔۔ لیکن اس نے اپنے اندر دل کو روتے محسوس کیا تھا۔۔ شاید وہ جان نہیں پایا تھا کہ اسکا "رویہ ماہی کو کتنی تکلیف دیتا تھا، سب ختم ہو گیا تھا۔۔ وہ اچھے سے جانتا تھا حانم کی ناں کبھی ہاں میں نہیں بدلنے والی"

!آپ دُکھا تو رہے ہیں دل مگر

خیال کیجیے گا "خُدا" کو پتا نہ چلے

"تم حشام کو کب سے جانتی ہو حانم۔۔؟؟" ماہی کی آواز پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کافی سالوں پہلے پاکستان میں ملاقات ہوئی تھی لیکن جان پہچان ابھی کچھ دن پہلے یونیورسٹی میں ہوئی ہے۔۔!! حانم نے صاف صاف بتا دیا تھا۔

"ھممم۔۔۔" ماہی کا دل دھڑک رہا تھا۔

"آج انکا برتھ ڈے تھا۔۔؟؟" ماہی کا سوال تھا۔

"ہاں۔۔" حانم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ وہ حشام والے موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے سر درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔

ماہی کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ یہ وہ بھی جانتی تھی کہ آج حشام کا برتھ ڈے تھا اور وہ اسے صبح سب سے پہلے وش کر چکی تھی۔۔ لیکن حشام نے اسکے میسج کا جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور خود حانم کے ساتھ کیک کاٹ رہا تھا۔ ماہی نے آنکھوں میں آئی نمی کو مشکل سے اندر کی طرف کھینچا تھا۔

"لیکن تم اسے کیسے جانتی ہو۔۔؟؟" اچانک حانم کو احساس ہوا تو اس نے پوچھا تھا۔

!!بابا کے بزنس پارٹنر کا بیٹا ہے۔۔ کچھ دن پہلے میں اسی کے ساتھ میٹنگ کیلئے گئی تھی۔۔"

ماہی کے لہجے میں نمی سی گھل گئی تھی جسے حانم نے صاف محسوس کیا تھا لیکن وہ کچھ نہ بولی۔۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا آج کے بعد وہ حشام جبیل کی بات نہیں سننے والی تھی۔

وہ رات حشام کیلیئے بہت بری گزری تھی۔۔ بیشک وہ ایسی باتوں کو لے کر زیادہ جذباتی نہیں ہوتا تھا۔ بیشک وہ اسے کافی سالوں سے چاہتا آرہا تھا۔۔ لیکن اسکے لئے سب سے زیادہ اہم اسکی بی جان تھیں۔۔ جو بہت اچھی تھیں اور اس سے بہت پیار کرتی تھیں۔۔ محبت کے معاملے میں زبردستی نہیں چلتی۔۔ یہ بات حشام جان چکا تھا۔ وہ جیسے ماہی کو اپنا نہیں سکا ویسے ہی حانم نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا تھا_ دل تو ٹوٹا تھا اسکا۔۔ جیسے وہ ماہی کا توڑتا لیکن اس سے رویا نہیں جارہا تھا_

"میں نے تمہارے لئے سارہ کو پسند کرلیا ہے حشام وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور سب سے بڑھ کر میری اپنی بھانجی ہے" بی جان نے گویا بم پھوڑا تھا۔

"لیکن بی جان۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔

"لیکن کیا حشام۔۔ کوئی اور پسند ہے تمہیں تو بتاؤ۔۔ لیکن یاد رکھنا جو بھی پسند ہو مجھے قبول ہوگی بس وہ سید خاندان سے ہو۔۔ تم اپنے خاندان کی روایات کو اچھے سے جانتے ہو" بی جان کی بات سن کر وہ اذیت سے آنکھیں میچ گیا تھا۔

وہ ہر طرف سے پھنسا ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو حانم انکار کر چکی تھی۔۔ اگر وہ مان بھی جاتی تو چھوٹے بابا سائیں یعنی سید جبیل کبھی نہ مانتے۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں حشام۔۔۔"بی جان کی آواز ابھری تھی۔

"مجھے سوچنے کیلیئے کچھ وقت چاہیے بی جان۔۔"

"کتنا وقت۔۔؟؟ اور بات سالوں پر نا جائے میں اب تمہارے سر سہرا دیکھنا چاہتی ہوں۔۔ تمہاری عمر کے سبھی لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے بس ایک تم ہی رہتے ہو"بی جان کا انداز حکمیہ تھا۔ وہ رشتوں میں بندھا لڑکا۔۔۔ جسکے لئے رشتے اسکی محبت سے زیادہ معنی رکھتے تھے، وہ کبھی بغاوت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بات بی جان اچھے سے جانتی تھیں۔

حانم کو امید تھی کہ حشام اسے کبھی تنگ نہیں کرے گا اور وہ اسکی امید پر پورا اترا تھا۔

دو مہینے گزر چکے تھے اسکا حشام سے دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا۔ اسکے آخری سمیسٹر کے پیپر بھی ختم ہو گئے تھے۔ وہ اس دن کچھ کتابیں اشو کروانے کیلیئے سٹی لائبریری آئی تھی۔ کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے اپنی مطلوبہ کتاب نہیں ملی تھی۔ حانم جھنجھلاتے ہوئے کاؤنٹر پر موجود لائبریرین کے پاس گئی تھی۔ لیکن جیسے ہی وہ کاؤنٹر پر پہنچی اسے وہاں اپنی مطلوبہ کتاب رکھی نظر آگئی تھی۔

"مجھے یہ کتاب چاہیے۔۔!!"اس نے وہاں بیٹھے لڑکے سے کہا۔

"یہ کتاب تو آپ سے پہلے کوئی اور اشو کروا چکا ہے۔۔"لڑکے نے بتایا تھا۔

"کس نے اشو کروائی ہے۔۔۔؟؟"حانم پوچھ رہی تھی۔

"حشام بن جبیل۔۔۔ وہ فون سننے باہر گئے ہیں۔۔"

لڑکے نے کہتے ہوئے گلاس ڈور سے باہر اشارہ کیا تھا۔

"اوکے میں ان سے بات کرلیتی ہوں۔۔"حانم باہر نکل آئی تھی۔ اسے حشام فون کان سے لگائے بات کرتے ہوئے نظر آگیا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل جو کتاب آپ اشو کروا چکے ہیں وہ ام حانم کو یعنی مجھے چاہیے۔۔ آپکو کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔؟؟"وہ اسکے پیچھے کھڑی اونچی آواز میں بول رہی تھی۔ حشام کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ اس نے حیرت سے حانم کو اور پھر گھبرا کر فون کو دیکھا تھا۔

"میں وہ کتاب لے لوں۔۔؟؟"حانم نے دوبارہ پوچھا تھا۔ حشام نے فوراً فون بند کیا تھا۔ اسکی اس حرکت کو حانم نے محسوس کیا تھا۔ وہ آج اسے دو ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔ لہجہ وہی حکمیہ تھا۔۔۔

"آپ کچھ بھی مانگ لیں۔۔ حشام جبیل انکار نہیں کر سکتا"وہ چمکتی آنکھوں سے کہہ رہا تھا۔

"اور کچھ نہیں چاہیے صرف کتاب۔۔ آپ آکر لائبریرین سے بات کرلیں"وہ گویا حکم دیتی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ حشام مسکرا کر رہ گیا تھا وہ لڑکی حکم دینے کیلئے بنی تھی۔

وقت کیسے گزرتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی کل کی ہی بات تھی جب یونیورسٹی میں انکی کلاس کا پہلا دن تھا۔۔ اور اب وہ لوگ اپنے کورس کے دو سال بھی پورے کر چکے تھے۔۔ انسان جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے وقت گزرنے پر ان سے انسیت ہو ہی جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حانم کے ساتھ ہوا تھا۔

میڈی پوری کلاس کو لے کر کافی شاپ پر آیا تھا۔ یہ وہ کافی شاپ تھی جہاں وہ جاب کرتا تھا۔

اسے پہلی تنخواہ ملی تھی اور اسی خوشی میں وہ اپنی کلاس کو اسی شاپ میں کافی پلانے لایا تھا۔ اس شاپ میں اسکی البرڈ سے بہت اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ حانم اس کافی شاپ کو پہلے جانتی تھی۔ وہ پچھلے چھ ماہ سے اس شاپ پر آرہی تھی۔ اسے یہاں کی چائے جو البرڈ خاص طور پر اسکے لئے بناتا تھا بہت پسند تھی۔ کلاس نے پوری شاپ میں شوروغل مچا رکھا تھا۔

کلاس کے لڑکے لڑکیاں کھلے دل سے کافی کی تعریف کر رہے تھے جو میڈی نے اپنے ہاتھ سے سب کیلیئے بنائی تھی۔ وہ سٹوڈنٹس کے درمیان گھرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر شکریہ ادا کر رہا تھا۔ حانم کی نظریں آج بھی شاپ سے باہر تھیں۔ باہر سڑک پر چلتی گاڑیاں اسے اچھی لگ رہی تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کی جینز پر گھٹنوں تک آتی لمبی قمیص پہنی ہوئی تھی جس پر ٹخنوں سے تھوڑا اوپر تک آتا اونی کوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر اونی ٹوپی تھی جس نے اسکے بالوں کو چھپا رکھا تھا۔ اسکے سامنے رکھے کپ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ اچانک ہی اسے عجیب سی بے چینی شروع ہو گئی تھی۔ اسے خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تھی۔ حانم نے چونک کر شاپ میں موجود لوگوں پر نظر دوڑائی تھی۔ اچانک اسکی نظر ایک کونے میں رکھی میز پر بیٹھے شخص پر پڑی تھی۔ اسکا چہرہ ہڈی سے چھپا ہوا تھا۔ حانم کے دیکھنے پر وہ چہرہ کا رخ موڑ چکا تھا۔ جس طرح وہ بیٹھا تھا حانم کو سالوں پہلے کلاس کے آخری بینچ پر بیٹھا شخص یاد آیا تھا۔

"آر جے۔ افففف میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔۔" حانم نے اپنی ہی سوچ پر خود کو ڈپٹا تھا۔ کتنی ہی دیر کافی اور ماحول سے لطف اندوز ہونے کے بعد اسکی پوری کلاس کے سٹوڈنٹس جا چکے تھے۔

کچھ سوچ کر حانم بھی شاپ سے باہر نکل آئی تھی۔

"اینجل۔۔۔" میڈی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ ان دو اڑھائی سالوں میں اسکی میڈی سے کافی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ میڈی تو اسے اپنی سب سے اچھی دوست مانتا تھا۔

"تم اکیلی جاؤ گی گھر میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔۔" حانم کے رکنے پر میڈی نے کہا تھا۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں میڈی پچھلے اڑھائی سال سے میں پیرس میں آوارہ گردی کر رہی ہوں۔۔ !!اور تم مجھے گھر چھوڑنے کی بات کر رہے ہو۔۔"

وہ ہنس دی تھی۔ یہ بات واقعی سچ تھی۔ جیسے اس نے پہلے دو سال گھر میں بند رہ کر گزارے ویسے ہی اب اس نے یہ اڑھائی سال پیرس کی سڑکوں پر گھومتے گزارا تھا۔

"لیکن پھر بھی۔۔۔"

"تم اپنی شاپ سنبھالو۔۔میں چلی جاؤں گی" وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ دونوں سڑک کے درمیان کھڑے تھے۔ٹریفک زیادہ نہیں تھی اور اس سڑک پر بہت زیادہ گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ جیسے ہی میڈی اڑا سامنے سے آتی ڈبل ڈیکر بس کو دیکھ کر اسکے ہوش اڑ گئے تھے۔۔ بس کافی اسپیڈ سے آ رہی تھی۔ وہ اچھل کر سائیڈ پر ہوا تھا۔۔ لیکن یہ کیا۔۔ بس کا رخ بھی اسکی طرف ہو گیا تھا۔۔میڈی نے چلاتے ہوئے جس طرف کو بھی ہوتا تھا بس کا رخ بھی اسی جانب ہو جاتا تھا۔۔ لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے۔۔بس اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا۔۔ اس سے پہلے کہ بس اسے اڑاتی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا اور بس جس جگہ پر وہ ایک پل پہلے کھڑا تھا وہاں سے گزر کر تھوڑا آگے جا کر رکی تھی۔ میڈی نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولی تھیں۔۔ اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ڈر کر پیچھے ہوا۔ وہ ایک لڑکا جس نے ہڈی پہنی ہوئی اور اسکے گال پر جلے ہوئے کا نشان تھا۔

لڑکے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سوری برو۔۔ گاڑی میں کچھ مسئلہ ہو گیا تھا بریک نہیں لگ رہی تھی۔۔ تمہیں اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جسے مجھے جیل جانے اور تمہیں

heaven

میں جانے سے بچالیا۔۔!!بس سے ایک آدمی نے اتر کر کہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔!!میڈی نے اس جلے ہوئے چہرے والے لڑکے کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔ میڈی ایک جذباتی لڑکا تھا اور اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت پیار کرنے والا ایک اچھا انسان تھا۔ ویسے تو وہ بہت چالاک اور شرارتی مشہور تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنا بڑا ہی بے وقوف بھی تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔۔؟؟" میڈی نے پوچھا تھا۔

"میرا نام مون ہے اور میں بول نہیں سکتا۔۔"لڑکے فٹافٹ اپنا موبائل نکال کر اس پر ٹائپ کر کے بتایا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میڈی کو اشاروں کی زبان سمجھ نہیں آنے والی تھی۔

"اووہ۔۔ آؤ اندر آؤ۔۔!!"میڈی اسے لے کر شاپ کے اندر آگیا تھا۔ وہ اسکا احسان مند تھا۔

"کہاں رہتے ہو تم۔۔اس شہر میں نئے ہو کیا؟؟"

میڈی کی بات پر مون نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"ضرور روزگار کیلئے آئے ہو گے۔۔"مون نے پھر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"خیر کوئی نہیں آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔۔"

میڈی کی بات سن کر مون کی آنکھیں چمکی تھیں اور پھر اس نے میڈی کا شکریہ ادا کیا تھا۔

جبکہ میڈی اسکے جلے ہوئے چہرے اور قوت گویائی سے محروم دیکھ کر افسوس کر کے رہ گیا تھا۔

اگلے دن حانم شاپ پر آئی تو میڈی نے اسے سارا واقعہ سنایا تھا۔ وہ ہنس ہنس کر پاگل ہو گئی تھی۔

"اینجل تم ہنس رہی ہو؟ میں مر جاتا تو۔۔"میڈی نے خفگی سے کہا تھا۔

"مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آرہی ہے کیا سین ہو گا اس وقت۔۔؟؟"وہ پھر ہنس دی تھی۔اس سے پہلے میڈی کچھ کہتا مون شاپ میں داخل ہوا۔

"مون۔۔۔"میڈی نے اسے آواز لگائی تھی۔ وہ آواز سن کر انکی طرف بڑھا تھا۔

"اس سے ملو یہ اینجل ہے۔۔اور یہ واقعی اینجل ہے۔۔!!"میڈی نے تعارف کروایا تھا۔

مون چمکتی آنکھوں سے حانم کو دیکھ رہا تھا اسے مون کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر نظر آیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔"حانم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

جبکہ مون نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے مجھے کچھ کام ہے میں چلتی ہوں۔۔" حانم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اسے جاتے دیکھ رہے تھے۔

"تمہارا نام مون کیوں ہے؟؟" حانم کے جانے کے بعد میڈی نے پوچھا تھا۔

"کیونکہ میرے چہرے پر داغ ہے۔۔اور داغ تو مون پر ہی ہوتا ہے_"مون نے ٹائپ کرکے اسے بتایا تھا جبکہ میڈی نا سمجھی سے گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔

اور پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔جب حانم شاپ میں آتی تبھی مون آجاتا تھا اور اسکے جانے کے بعد چلا جاتا تھا۔وہ جہاں بھی جاتی تھی وہ اسکا پیچھا کرتا تھا۔وہ سارا دن غائب رہ کر رات کو میڈی کے گھر پہنچتا تھا۔ حانم کا پیچھا کرنے والی بات سب سے پہلے البرڈ نے نوٹ کی تھی۔

"مجھے لگتا ہے وہ اینجل میں دلچسپی لے رہا ہے۔۔اس سے پہلے وہ کوئی قدم اٹھائے تمہیں کچھ کرنا چاہیے۔۔!!البرڈ کی بات نے میڈی کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔ وہ خود ڈزنی لینڈ پر حانم کے پیچھے مون کو دیکھ چکا تھا۔اسے احساس ہو رہا تھا جیسے اس نے مون کو اپنے پاس رکھ کر بہت بڑی غلطی کر دی تھی۔

اس سے پہلے مون کچھ کرتا میڈی نے حانم کو پرپوز کر دیا تھا۔۔اسکی بات سن کر حانم کتنی دیر ہنستی رہی تھی۔

"شاید تم عمر میں بھی مجھ سے چھوٹے ہو میڈی۔۔ تم نے ایسا کیوں سوچا۔۔؟؟" وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

"جی نہیں میں چھوٹا نہیں ہوں۔۔۔"

"تم ہو میڈی کیونکہ میں نے اپنے دو سال ضائع کئے ہیں۔۔"

"کچھ بھی ہو۔۔مجھے تم اچھی لگتی ہو اینجل۔۔"

وہ منہ پھلائے کہہ رہا تھا۔

"اور جو لوگ اچھے لگتے ہیں انکی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے۔۔اور میری خوشی یہ ہے کہ آئندہ تم ایسی بات نہ کرو۔۔ سمجھ آئی نا۔۔؟؟" وہ بات کے آخر میں سنجیدہ ہوگئی تھی۔ میڈی دل مسوس کر رہ گیا تھا۔ اس رات وہ

بہت دکھی تھا۔۔ اور پھر گھر جاتے ہائے اسے کسی نے بری طرح سے پیٹا تھا۔۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اسکی اینجل کو پرپوز کیوں کیا۔۔؟؟ میڈی تو بری طرح سے ڈر گیا تھا۔۔ جب وہ گھر پہنچا تو مون صوفے ہر لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔۔ اسے ایک پل کیلیئے مون پر شک ہوا تھا لیکن وہ تو بول ہی نہیں سکتا تھا۔۔ میڈی کا خون کھول کر رہ گیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

حانم نے بھی اپنے ارد گرد مون کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔۔ نا جانے کیوں اسے مون کے چہرے سے خوف آتا تھا۔۔ وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ اور سرد آنکھوں سے دیکھنا۔۔ حانم کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس روز تو حانم ضبط ہی جواب دے گیا تھا۔

بھانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی لبوں سے لگایا اسکی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ گڑبڑا کر چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔ حانم کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر پٹخا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھا دیے تھے جسکا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ یہ شخص نا جانے کیوں اسکا پیچھا کرتا تھا۔ حانم کو اس سے حد درجے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ حانم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے جانتا ہی نہ ہو۔

"ایکسکیوزمی۔۔" پاس جانے پر حانم نے سخت سے لہجے میں اسے پکارہ۔

وہ چائے پینے میں ایسے مگن تھا جیسے سنا ہی نا ہو۔

"مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہیں کیا؟؟" اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی اینجل کو دیکھا تھا جو اس وقت اینجل کم اور ڈائن زیادہ لگ رہی تھی۔ مون نے اسکے بہرہ کہنے پر برا سا منہ بنایا تھا۔

"یس۔۔" آنکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بولیے۔

"آپ میرا پیچھا کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟؟ میں جہاں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"نو۔۔۔" مون نے نفی میں سر ہلایا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اووہ تو آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔۔؟؟" اینجل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اوپر اٹھا کر خالص برٹش لہجے میں کہا تھا۔

"نو۔۔" مون نے پھر سر نفی میں ہلایا تھا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔۔ اگر آپ آئندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نہ وہ بھی جلا دوں گی یا پھر وہ جو سامنے گلدان نظر آرہا نہ وہ اٹھا کر سر میں مارونگی، سمجھ آئی۔۔"

اسکی دھمکی سن کر مون کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ اتنی خطرناک کب سے ہوگئی تھی مون کو حیرت ہوئی۔

"سمجھ آگئی نا۔۔؟؟" اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

"نو۔۔۔" وہ ایک بار پھر سر نفی میں ہلا چکا تھا جبکہ اینجل غصے سے مٹھیاں بھینچتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ اسکے لمبے اوورکوٹ کے پیچھے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

I am so lonely broken angel..
One and only broken angel..

جینی کے ساتھ گائے گئے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گونج گئے تھے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

وہ آخری دن شاید حانم کی دھمکی کام کر گئی تھی۔۔ اس دن کے بعد اسے مون کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ لاؤنج میں صوفے ایلا کی طرح پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی نوڈلز کھانے میں مگن تھی جب ماہی کی آواز نے اسے چونکنے پر مجبور کیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا میں انسان ہوں کوئی چیز نہیں جسے آپ اپنے بزنس کی نظر کر دینگے۔۔" وہ لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی۔

"میں یہ شادی ہرگز نہیں کر سکتی۔۔ میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں یہ آپ اچھے سے جانتے ہیں۔۔!!"

"یہ ماہی کس لہجے میں بات کر رہی ہے۔۔ اس نے تو ایسے وہ بھی انکل سے کبھی بات نہیں کی۔۔"

حانم کو حیرت ہو رہی تھی۔

"آپکا بزنس ڈوبتا ہے تو ڈوبے۔۔ میں کسی ایسے انسان سے شادی نہیں کر سکتی جسے میں جانتی تک نہیں۔۔۔!!" وہ اونچی اونچی آواز میں بول رہی تھی۔ لوسی ماں، حلیمہ بی اور حانم تینوں حیرت سے اسے تک رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک سمجھ رہے ہیں بابا میں بہت بدل گئی ہوں۔۔ تو میں کیا کروں اگر آپکی طبیعت خراب ہے۔۔ میں قربانی نہیں دے سکتی۔۔!!" ماہی کی یکطرفہ بات سن کر حانم کو تو گویا اچھو ہی لگ گیا تھا۔۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ماہی ہی تھی جو اس طرح سے بول رہی تھی۔

"اگر آپکو یاد ہو تو آپکی دو بیٹیاں اور بھی ہیں آپکو قربانی کیلیئے میں ہی کیوں نظر آئی ہوں۔۔؟؟

آپ اپنی دوسری بیٹیوں سے قربانی مانگ لیں مجھے امید ہیں وہ انکار نہیں کرینگی۔۔۔"

ماہی ایک ایک لفظ چبا کر کہتی حانم پر ایک سرد سی نظر ڈال کر اندر جا چکی تھی جبکہ حانم کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے ماہی کو۔۔؟؟" وہ سوچ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچتی اسکے سامنے میز پر رکھا فون بجا تھا۔ حانم ایک دم چونکی تھی۔ آسیہ بیگم کی کال تھی۔ حانم نے فون اٹھانے کے بعد سلام کیا تھا۔

"میں تم سے کچھ مانگنے جا رہی ہوں ہانی مجھے امید ہے تم انکار نہیں کرو گی۔۔" آسیہ بیگم کی آواز میں پریشانی جھلک رہی تھی۔ حانم کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اسے کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔

"بیٹا حمدان کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آ گیا ہے۔۔ تمہیں قربانی دینی ہو گی کیا تم اسکے لئے تیار ہو؟؟" آسیہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"امی صاف صاف بات کریں۔۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔ کس قربانی کی بات کر رہی ہیں آپ۔۔؟؟"

حانم کو اپنے اندر ہول اٹھتے محسوس ہو رہے تھے۔۔ جانے آسیہ بیگم اس سے کیا مانگنے والی تھیں؟؟

"حمدان کے بزنس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے پوری بات تو میں بھی نہیں جانتی لیکن اگر ہم ان لوگوں سے رشتہ بنا لیں تو تعلقات مزید استوار ہونگے اور حمدان کی سالوں کی محنت ڈوبنے سے بچ جائے گی۔۔!!" آسیہ بیگم نے اپنے علم کے مطابق حانم کو سب بتا دیا تھا۔

"لیکن امی کون لوگ ہیں یہ۔۔؟؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔۔ لیکن لڑکا اچھا ہے، ماہی نے تو انکار کر دیا ہے وہ کسی صورت بھی یہ شادی نہیں کرے گی، اب ہماری امید تم ہو" آسیہ بیگم کی باتوں نے حانم کے سر میں درد کر دیا تھا۔

"شام تک اچھے سے سوچ لو پھر بتانا۔۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارا جواب ہاں میں ہو گا۔۔"

وہ اپنی سنا کر فون بند کر چکی تھیں جبکہ وہ حیران سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

قربانی بہت بڑی مانگی تھی اسکی ماں نے۔۔ نہ قربانی دینے کی ہمت تھی اور نہ انکار کرنے کا حوصلہ۔۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ شام ہونے ہی والی تھی۔۔ حانم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔۔ وہ ماہی سے اس وقت تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ وہ پہلے ہی بہت غصے میں تھی۔ اس نے ایک پل کو سوچا تھا کہ ماہم کا نکاح کروا دے گھر والوں سے کہہ کر۔۔ لیکن دوسرے ہی پل اس نے اپنے دماغ سے یہ سوچ نکال دی تھی۔ جو کام وہ خود

نہیں کر سکتی تھی۔۔ کیسے مطلب پرستوں کی طرح اس چیز کی قربانی ماہم سے مانگ سکتی تھی۔۔؟؟

رات کو ماہی اسکے کمرے میں آئی تھی۔ "تم نے شادی کیلیئے ہاں کر دی۔۔؟؟" وہ حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے حانم کو دیکھ رہی تھی۔

"شادی نہیں صرف نکاح کیلیئے۔" حانم نے جواب دیا تھا۔

"ہاں وہی میری جان، مجھے یقین نہیں ہو تا کہ تم اتنی جلدی کیسے مان گئی ہو؟؟" ماہین نے آگے بڑھ کر اسکے گال پر پیار کیا تھا، حانم سے حیرت سے دنگ اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ صبح والی ماہی تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی، یہ تو بہت خوش نظر آ رہی تھی۔۔ انتہائی خوش۔۔ حانم نے کچھ دیر پہلے ہی فون کر کے آسیہ بیگم کو اس نکاح کیلیئے ہاں کر دی تھی اور اب ماہی اسکے کمرے میں موجود تھی۔

"تم دیکھنا تمہیں وہ لڑکا ان شاء اللہ بہت پسند آئے گا، بہت خوش رکھے گا تمہیں۔" ماہی اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھی۔ جبکہ حانم ابھی تک صدمے کی حالت میں تھی۔

"اب تم آرام کرو۔۔ پرسوں یعنی جمعتہ المبارک کے دن عصر کے بعد تمہارا نکاح ہے۔۔ مجھے ایلا کے ساتھ مل کر بہت سی تیاریاں کرنی ہیں" وہ اسے تلقین کرتی جا چکی تھی جبکہ حانم نا سمجھی سے سوچ رہی تھی کہ آخر یہ ہو کیا رہا تھا___؟؟

اگلے دن حمدان صاحب، آسیہ بیگم، ماہم اور جواد وہ سب لوگ پیرس آ گئے تھے۔ حانم تو انہیں دیکھ کر سکتے میں چلی گئی تھی۔ اسے اتنا بڑا سرپرائز دیا گیا تھا کہ وہ حیرت سے گنگ انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب ہوش آیا تو سب سے لپٹ لپٹ کر روئی تھی۔ جواد اب لڑکپن کی عمر سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ وہ خواب کی حالت میں سب کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ اتنے سالوں بعد اپنے گھر والوں

سے مل رہی تھی۔ ان لوگوں کے آتے ہی گھر میں رونق بڑھ گئی تھی۔ ماہم، ماہی اور ایلا کے ساتھ مل کر بازار حانم کے نکاح کا جوڑا لینے گئی تھی۔

حانم نے خود جانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ آسیہ بیگم کے ساتھ اپنا وقت بیتانا چاہتی تھی۔

سب بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔ حانم کو کہیں سے بھی یہ نکاح قربانی کیلیئے کیا گیا نہیں لگ رہا تھا۔ یہ نکاح اسکے لئے مبارک ثابت ہوا تھا کیونکہ اس نکاح میں وہ اپنوں سے مل پائی تھی۔

وہ سرخ و سفید رنگ کے جوڑی دار پجامے اور قمیص میں نک سک سی تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ گھر کو بھی روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ ہر کوئی تیار تھا صرف دولہے صاحب کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ حانم کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ واقعی یہ اسی کے نکاح کی تقریب تھی۔۔؟؟

سب بہت خوش لگ رہے تھے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو ہانو آپی" جواد اسکے پاس آکر بیٹھا تو حانم کو مضبوط پناہوں کا احساس ہوا تھا۔ وہ واقعی بہت بڑا ہو گیا تھا ماشاءاللہ۔

حانم نے دل ہی دل میں سب کی نظر اتاری تھی۔

کچھ دیر بعد لڑکے والے آگئے تھے۔ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا تھا۔ حانم سے کسی نے اپنے کمرے سے باہر آنے کو نہیں کہا تھا اور نہ وہ خود گئی تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ جذبات و احساسات بالکل نئے تھے۔ کچھ دیر بعد قاضی نکاح کیلیئے آیا تھا۔ وہ حانم سے اسکو روحان حیدر کے نکاح میں دیئے جانے کا پوچھ رہا تھا جبکہ حانم کو روحان کے نام پر کرنٹ لگا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس شخص کے کسی ہم نام سے بھی نہیں ملتی کہاں اسکے ہم نام سے شادی۔۔؟؟

"ہانی بیٹا بولو۔۔" آسیہ بیگم نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا۔

"جی۔۔" وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

پانچ منٹ بعد قاضی جا چکا تھا۔۔ جبکہ حانم اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

نکاح ہو چکا تھا۔۔ ماہی نے اسے باہر آنے کا کہا تھا تاکہ اسے روحان حیدر کے ساتھ بٹھایا جا سکے۔

"نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حانم نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ماہی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

خوبصورت چہرے پر سوچ کی لکیریں واضح تھیں۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو" وہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ حانم کو کسی انسان کی بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ الجھی پڑی تھی، اسے پہلے ماہی کا فون پر اس طرح حمدان انکل سے بات کرنا اور پھر حانم کی ہاں کرنے پر اتنا خوش ہونا۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا حقیقت تھی اور کیا دھوکہ تھا؟؟

ڈرائنگ روم میں کافی چہل پہل تھی۔ روحان حیدر خاموش لیکن پرسکون سا بیٹھا تھا۔ جواد اسکے ساتھ چپکا بیٹھا تھا جبکہ حمدان صاحب روحان کے بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔

"حانم کو بھی کھانا دے آؤ" حلیمہ بی کی آواز پر ماہی فٹ سے اٹھی تھی۔ اور کھانے کی ڈش لے کر اسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"تم بہت خوش نصیب ہو ہانی کہ تمہیں روحان حیدر جیسا لڑکا ملا ہے سچی مجھے لگتا تھا کہ دنیا میں حشام جبیل سے زیادہ خوبصورت مرد کوئی نہیں، لیکن روحان کو دیکھا تو مجھے اپنا بیان بدلنا پڑا۔۔" وہ مسکرا دی تھی جبکہ حانم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ ماہی حشام کو بہت پسند کرتی تھی۔ شاید اسی وجہ سے اس نے روحان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حانم نے جو ہلکہ پھلکا زیور پہنا تھا وہ اتار دیا تھا۔ اب بس

چھوڑیاں پہنی تھیں اور نکاح کا جوڑا۔۔وہ تھکی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس نے مشکل سے تھوڑا سا کھانا کھایا تھا۔ جنوری کا مہینہ تھا۔۔ آج 18 جنوری تھی، یہ کیسا دن تھا۔۔ اور اس دن کیا ہوا تھا حانم کو یاد بھی نہیں تھا،

"میں سوجاؤں۔۔؟؟"اس نے ماہی کو لگاتار بولتے دیکھا تو پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔"ماہی کو ایک دم بریک لگی تھی۔کمرے میں ہیٹر کی گرمائش حانم کو سکون پہنچا رہی تھی۔ ماہی چلی گئی تھی اور وہ اپنے دکھتے سر کے ساتھ سونے کیلیئے لیٹ گئی تھی۔

نکاح سے پہلے وہ اتنی پریشان نہیں تھی جتنی نکاح کے بعد ہوگئی تھی۔ سب کچھ اچانک، ایک دم، اتنی جلدی بدل جاتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، صبح وہ اٹھی توحانم تھی اور اب اسے روحان حیدر کا بنایا جاچکا تھا۔

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہوا تھا۔ آرجے مرچکا تھا یہ وہ جانتی تھی اور اسکا نام روحان جبیل تھا، لیکن اسکا ہم نام روحان حیدر، اسے شدید کوفت ہورہی تھی،

نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد اسے سب نے کہا تھا کہ اگر وہ روحان سے ملنا چاہے تو مل لے۔

لیکن وہ ابھی ذہنی طور پر خود کو تیار نہیں کرپائی تھی کہ وہ اس شخص سے ملے جو اسکی زندگی کا اہم حصہ بن گیا تھا۔شاید آج بھی ماضی کا خوف اسکے دل میں سانپ کی طرح کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔کتنی ہی دیر وہ جاگتی رہی تھی۔

وہ پوچھنا چاہتی کہ یہ روحان حیدر کون تھا۔۔؟لیکن اسکی ہمت ہی نہیں ہوئی۔۔ شاید اس سوال کے جواب میں اس سے بہت سے سوال کئے جاتے۔ اور وہ ایسا کبھی چاہتی تھی۔ نکاح سے پہلے اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا تو نکاح کے بعد کیوں؟؟سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ رات کو اچانک زور دار آواز پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ حانم نے کھڑکی کے پاس کسی مرد کا ہیولہ دیکھا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھا لیمپ آن کیا اور دوبارہ کھڑکی کی جانب دیکھا۔۔ لیکن کھڑکی کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ایک بھاری سٹیل کا گلدان جو کہ کھڑکی کے ساتھ میز پر رکھا تھا وہ نیچے گرا ہوا تھا۔۔ اسی کے گرنے سے حانم کی آنکھ کھلی تھی_کمرے میں ایک عجیب سی خوشبو پھیلی تھی۔

_اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی انسان اسکے کمرے میں کافی دیر موجود رہا تھا

ڈر سے حانم کا حلق خشک ہو گیا تھا۔۔اسے اپنے دل دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

اسے اچھی طرح یاد تھا جب وہ سوئی تو کھڑکی بند تھی، اتنی ٹھنڈ میں وہ اسے کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔لیکن اب وہ کھلی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ کسی نے کھولی تھی۔

اور نیچے پڑا گلدان وہ اپنے آپ کیسے گر گیا۔۔؟حانم کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔وہ دھیرے دھیرے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔اور پھر ڈرتے ڈرتے کھڑکی بند کی تھی۔اسے بھاری کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں تھی۔اور وہ دو دنوں سے ہونے والے واقعات میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ ایسے ہی سوگئی تھی۔ الماری سے ایک سادہ سا سوٹ نکالنے کے بعد وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ابھی جو کچھ بھی کمرے میں ہوا حانم کو وہ اپنا وہم لگ رہا تھا۔

وہ لوگ ایک ہفتے بعد واپس چلے گئے تھے حانم کیلئے یہ اسکی زندگی کے جیسے سب سے خوبصورت دن تھے۔۔ اس ایک ہفتے میں اسے نہ تو آرجے یاد آیا تھا اور نہ روحان حیدر۔۔ سب واپس چلے گئے تھے اور اب سے رونا آرہا تھا۔۔

گھر کی رونق ایک دم ختم ہوگئی تھی۔حانم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"ہانی تمہاری روحان سے مطلب روحان بھائی سے بات ہوئی۔۔" حانم لاؤنج میں بیٹھی غائب دماغی سے ٹی وی دیکھ رہی جب اسے ایلا نے چھیڑا۔

"نن۔۔ نہیں تو" حانم گڑبڑا گئی تھی۔

"کمال ہے۔۔ نکاح ہو گیا ہے اب تو تم دونوں کو بات کرنی چاہیے ایک دوسرے سے تا کہ اچھے سے ایک دوسرے کو سمجھ سکو۔"

"روحان کہہ رہا تھا کہ جب تک حانم اس سے خود بات نہیں کرے گی وہ بھی نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ زبردستی سر پر سوار ہونے والوں میں سے نہیں۔۔" ماہی نے ایلا کی بات کا جواب دیا تھا جبکہ حانم خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"ہونہہ۔۔ آیا بڑا شہنشاہ۔۔ حانم نے تو کبھی خود کو میسج نہیں کیا۔۔!!" حانم دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ابھی تک روحان کے گن گانے میں مگن تھیں۔ حانم یہ روحان نامہ سن سن کر تھک گئی تھی اسے چڑ ہونے لگی تھی اس شخص سے۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جبکہ پیچھے ماہی اور ایلا کا قہقہہ ابھرا تھا۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب ماہی نے اسکے فون پر ایک ویڈیو سینڈ کی تھی۔ وہ ویڈیو ڈاؤنلوڈ کرنے کے بعد بے مقصد ہی اسے دیکھنے لگی تھی۔ ویڈیو میں ایک بہت بڑا ہال دکھایا گیا تھا۔ شاید وہ کوئی سیمینار ہال تھا۔ ہال کے اندر بہت سے سٹوڈنٹس نظر آ رہے تھے۔ دائیں بائیں لمبی قطاریں تھیں جن پر سٹوڈنٹس اوپر کی جانب بنی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ قطاروں میں کافی فاصلہ تھا۔ درمیان میں ایک اونچی لکڑی کی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی موٹا سا چشمہ لگائے بیٹھا تھا۔ حانم کے چہرے پر الجھن ابھری تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کس چیز کی ویڈیو تھی۔ اچانک بائیں جانب والے سٹوڈنٹس کی قطار میں ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔

"مسٹر روحان میرا آپ سے ایک سوال ہے۔۔" روحان کے نام پر حانم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

"اسلام کی بنیاد ہی واحدانیت ہے، اگر اللہ ایک ہے تو اس کے لئے جمع کا صیغہ کیوں؟"

قرآن مجید میں جہاں اللہ کلام کرتا ہے وہاں لفظ " نَحنُ "ہم " استعمال کیا گیا ہے، "

" جیسے ہم نے یہ ذکر اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں" یہاں پر ہم سے مراد کون ہے۔۔؟ صرف اللہ یا پھر کوئی بھی اور اسکے ساتھ ہے۔۔؟؟

جیسے میں نے پڑھا کہ قرآن کی آیات کو ایک فرشتہ جبرائیل لے کر آتا تھا۔۔ تو کیا ہم سے مراد اللہ اور اسکے فرشتے ہیں؟ اگر ایسا ہے، تو کیا اسلام متعدد دیوتاؤں پر ایمان رکھتا ہے ؟"وہ لڑکا یہودی تھا جس نے اپنا نام ایرک بتایا تھا۔ہال میں اسکے سوال پر تالیوں کی آواز گونج گئ تھی۔ لڑکے کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اسلام کی بنیاد پر ہی سوال اٹھایا تھا۔ اب کیمرے کا رخ گھوما تھا۔ دائیں طرف سے ایک سٹوڈنٹ کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً وہ روحان تھا۔ لیکن یہ کیا اسکا چہرہ دھندلا تھا۔۔صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ حانم کو بہت الجھن ہوئی تھی۔ وہ اسے جواب دیتے دیکھنا چاہتی تھی۔

" آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔۔ لیکن ان شاء اللہ میں جواب دوں گا۔۔"اسکی آواز بہت ٹھہری ہوئی اور پرسوز تھی۔

"اسلام سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے، یہ توحید پر ایمان رکھتا ہے اور اس بارے میں کوئی مصالحت گوارا نہیں کرتا۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ ایک ہے اور اپنی صفات میں بے مثل ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی اکثر اپنے بارے میں لفظ " نَحنُ "(ہم) استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان ایک سے زیادہ معبودوں پر ایمان رکھتے ہیں۔۔۔"وہ اتنا کہنے کے بعد خاموش ہوا تھا۔

"شاید آپ لوگوں کو پتا ہو کہ متعدد زبانوں میں جمع کے صیغے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عددی جمع کا صیغہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ زیرِ بحث چیز تعداد میں ایک سے زیادہ ہے، جمع کا دوسرا صیغہ احترام کے لیئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں ملکہ انگلستان اپنا ذکر " آئی

" (I)

کی جگہ "وی

" (We)

کے لفظ سے کرتی ہے۔ یہ اندازِ تخاطب رائل پلورل

(Royal Plural)

یعنی "شاہی صیغہ ءجمع" کے الفاظ کے سے معروف ہے۔ بھارت کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی ہندی میں کہا کرتے تھے: "ہم دیکھنا چاہتے ہیں" گویا ہندی اور اردو میں "ہم" رائل پلورل ہے۔

اسی طرح عربی میں جب اللہ قرآن میں اپنا ذکر کرتا ہے تو وہ اکثر عربی لفظ" نحن "استعمال فرماتا ہے۔ یہ لفظ عدد کی جمع کو نہیں بلکہ احترامی جمع کو ظاہر کرتا ہے۔ توحید اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے، ایک اور صرف ایک معبود حقیقی کا وجود اور اس کا بے مثل ہونا وہ مضامین ہیں جن کا قرآن مجید میں متعدد بار ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ ء اخلاص میں ارشاد ہوا:

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ()

"کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے"

اگر آپ گرائمر کو پڑھیں تو آپکو اندازہ ہو گا کہ ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہیں خاص طور پر عربی زبان میں_مجھے امید ہے کہ آپکو سمجھ آگئی ہو گی۔۔۔"وہ کہہ کر خاموش ہوچکا تھا۔ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ لیکن اسکا چہرہ ابھی تک بلر تھا۔ ویڈیو ختم ہوگئی تھی جبکہ حانم ابھی تک اس شخص کی باتوں کے حصار میں میں تھی۔

"یہ کون ہے۔۔؟؟" حانم نے ماہی کو میسج کیا تھا۔

"تمہارا شوہر۔۔"سمائل کے ساتھ جواب حاضر تھا۔

"لیکن یہ ہے کون۔۔؟؟" دوبارہ پوچھا گیا تھا۔

"مجھے تو اسلامک سکالر لگ رہا ہے۔۔ اگر نہیں ہے تو بن جائے گا۔۔ تمہیں کیا لگتا کہ وہ کون ہے۔۔؟؟" ماہی اسے چڑا رہی تھی۔

"لیکن اسکا چہرہ نظر کیوں نہیں آرہا۔۔؟؟" حانم کو اسے دیکھنے کا اشتیاق ہوا تھا۔

"یہ تم خود پوچھ لونا۔۔ تمہارا نکاح ہوا ہے اس سے میرا تو نہیں" ماہی مسکراہٹ ضبط کرتی اسے جواب دے چکی تھی۔

جبکہ حانم اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

"تمہیں اسکی سوشل میڈیا اکاؤنٹ کی آئی ڈی بھیج رہی ہوں فالو کر سکتی ہو تم اسے۔۔!!" کچھ دیر بعد ماہی کا میسج آیا تھا اور ساتھ ہی لنک بھی تھا۔ جبکہ حانم ابھی تک شاکڈ بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اس نے ابھی کچھ دیر پہلے دیکھا کیا وہ سچ تھا؟؟

دو دن کی ذہنی کشمکش اور سوچ وبچار کے بعد حانم نے اپنا موبائل اٹھایا تھا۔ آج وہ اتنے سالوں بعد پھر سے سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والی تھی۔ اس نے فیس بک پر اینجل کے نام سے آئی ڈی بنائی تھی۔ ماہی کا بھیجا گیا لنک اوپن کیا تھا۔ حانم کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس شخص کو دیکھنے جارہی تھی جسکا اسے بنا دیا گیا تھا۔ اسکا نام لکھا گیا تھا لیکن ناجانے کس زبان میں۔۔ حانم وہ زبان سمجھنے سے قاصر تھی۔شاید وہ جرمن زبان تھی۔ البتہ جرمن زبان میں لکھے گئے نام کے نیچے روحان لکھا تھا جو اسکی نشاندہی کر رہا تھا۔

"کیا دنیا میں کوئی ایسا ذی روح بھی ہے جس کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو؟ مجھے اتنی تکلیف دی گئی ہے کہ اب میں اس کا خیال ہی نہیں کرتا۔ جب لوگ ہی اس قسم کے ہیں تو پھر کوئی کر ہی کیا سکتا ہے۔ اگر اس کا خیال کرو تو کام میں خلل پڑتا ہے۔ اور پھر تکلیف پر دل کڑھانے سے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہی ہے زندگی کا عالم۔ زندگی ایسے ہی گذرتی ہے میری ماں۔۔"

حانم کی پسندیدہ کتاب "ماں" سے اقتباس لیا گیا جو اسکے

About

میں لکھا تھا۔وہ سحر زدہ سی پڑھ رہی تھی۔حانم کو یاد تھا اسکی وہ کتاب آج بھی ادھوری تھی۔وہ مکمل نہیں ہوئی تھی لیکن وہ شخص شاید مکمل کرچکا تھا۔ وہ اب اسکی فوٹوز دیکھ رہی تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اسکی کسی تصویر میں روحان کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ کچھ بہت دور سے لی گئی تھیں کچھ پیچھے سے اور کچھ سائیڈ۔۔ کہیں بھی چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔اب وہ فوٹوز کو چھوڑ کر ویڈیوز دیکھ رہی تھی۔اسکے لاکھوں فالورز تھے۔جن میں زیادہ تعداد یہودیوں،عیسائیوں اور ملحدوں کی تھی وہ حیران تھی۔

"جس انسان کے اتنے چاہنے والے ہوں اسے میں کہاں یاد رہ سکتی ہوں۔۔۔" حانم نے دل میں سوچا تھا۔اسے اپنا آپ غیر ضروری سا محسوس ہوا تھا۔وہ اسکی شروع سے لے کر اب تک کافی ویڈیوز دیکھ چکی تھی جو سائنس اور جنیٹکس کے متعلق تھیں، جتنے اس سے کمینٹس

میں سوال پوچھے گئے تھے وہ سب کے جواب پڑھ چکی تھی۔ اور اسکا دل صدمے کا شکار تھا۔ وہ شخص علم م اور معلومات کا چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا تھا۔

"بہت خوب۔۔۔یقین نہیں آتا کہ کسی شخص کے پاس اتنا علم کیسے ہو سکتا ہے۔۔کوئی اللہ سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے؟؟" حانم نے کمنٹ کیا تھا۔

"کیسی ہو حانم۔۔۔؟؟" اسکا میسج آیا تھا حانم تو دھک سے رہ گئی تھی اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے پہچان لے گا۔

"آپ۔۔ آپ نے مجھے پہچانا کیسے۔۔؟؟" حانم نے کانپتے ہاتھوں سے میسج ٹائپ کیا تھا۔

"کمال ہے بھئی۔۔ اپنی وائف کو نہیں پہچانوں گا تو کسے پہچانوں گا؟؟" اسکے الٹے سوال پر حانم کی سٹی گم ہوئی تھی۔ اور پھر لفظ "اپنی وائف" پر غور کرنے پر حانم کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار خود کو کسی کے سامنے بے چینی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ کی تصویروں میں چہرہ واضح نہیں ہے اسکی کیا وجہ ہے۔۔؟؟" وہ ہڑبڑاہٹ میں غلط سوال پوچھ گئی تھی۔ شاید وہ ہنسا ہو گا۔

"دیکھنا چاہتی ہو مجھے؟؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔ ویسے پوچھا۔۔" حانم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"اچھا مجھے نیند آئی ہے میں سونے لگی ہوں۔۔"

روحان کے کچھ کہنے سے پہلے حانم نے میسج کیا تھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ تین گھنٹے لگاتار اسکی ویڈیوز دیکھتی رہی تھی۔ وقت کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"ٹھیک ہے سو جاؤ اپنا خیال رکھنا" نرم سے لہجے میں کہا گیا تھا۔ حانم اسکی نرمی پر دنگ سی رہ گئی تھی۔ یہ ان دونوں کی نکاح کے بعد پہلی بات تھی۔ اس نے ایک اسلام کے متعلق ویڈیو کو ڈاؤن لوڈ کیا تھا اب وہ اسے دیکھنے والی تھی۔

_ جانے کیوں اس سے جڑے رہنے کو دل کر رہا تھا

ویڈیو میں اسکا چہرہ پھر واضح نہیں تھا۔ یہ ویڈیو اس ہال کی نہیں تھی جو ماہی نے اسے سینڈ کی تھی یہ کہیں اور تھی۔

"میں ایک ہندو ہوں اور میں ایک خدا کو نہیں مانتا۔۔ ہمارے مذہب میں تقریباً 33 کروڑ خداؤں پر یقین رکھا جاتا ہے۔۔ کیا آپ مجھے یہ ثابت کر سکتے کہ اللہ ایک ہی ہے۔۔؟ آپکے پاس کوئی ثبوت ہے کہ خدا ایک ہے__؟؟" ایک ہندو لڑکے کا سوال تھا۔

"آپ نے ایک اچھا سوال کیا ہے، میں اسکا جواب دونگا۔ پہلے بات تو یہ کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔۔؟؟"

ہندو کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ انڈس کی زمین پر رہنے والوں کو ہندو کہا جاتا ہے۔۔ جب عربی لوگ اس خطے میں آئے تو انہوں نے جغرافیائی لحاظ سے یہاں کے رہنے والوں کو ہندو پکارا۔ روحان نے بولنا شروع کیا تھا۔

"پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب

Discovery of India

میں لکھا ہے کہ ہندو لفظ کسی مذہبی کتاب میں استعمال نہیں ہوا۔۔ اب جو لوگ انڈیا کی سرزمین پر رہتے ہیں انہیں ہندو کہا جاتا ہے۔۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ لفظ ایک مذہب کے نام سے جڑ گیا۔ اس لئے بتوں کی عبادت کرنے والوں کو ہندو کہا جانے لگا۔

دوسری بات یہ کہ آپ نہیں مانتے کہ خدا ایک ہے۔۔ بلکہ آپ 33 کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں ایسا ہی ہے نا۔۔؟؟"

"جی ایسا ہی ہے۔۔" لڑکے نے جواب دیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ خداؤں کی تعداد 33 کروڑ ہے۔۔۔؟؟" روحان نے سوال پوچھا تھا۔

"سب ہی کہتے ہیں۔۔۔ میں نے پڑھا اور اپنے باپ سے سنا۔۔"

"تو آپ نے اپنے باپ سے سنا کہ خداؤں یعنی بھگوانوں کی تعداد 33 کروڑ ہے۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ خدا ایک ہے۔۔ آپ میری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے۔۔۔؟؟ کیا میں آپکا دشمن ہوں؟ وہ مسکرا رہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔۔" لڑکا کھسیا گیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپکے مذہب میں بہت سی کتابیں ہیں جیسے شروتی، مہابھارت اور رامائن

کیا آپ نے شروتی کو پڑھا جو کہ ہندوؤں کے لحاظ سے سب سے اونچی کتابوں میں سے ہے۔۔ جس کا عہدہ بڑا ہے۔۔۔ کیا آپ نے اسے غور سے پڑھا۔۔؟؟ لڑکا خاموش تھا۔

اگر آپ سب سے اونچی کتاب شروتی

(Chnadogya Upnishad چندوگیااوپنشت)

کوپڑھیں جسکے باب نمبر ایک، سیکشن نمبر دو کی پہلی آیت یعنی

Verse

"میں لکھاہے کہ" خدا ایک ہے بنا کسی دوسرے کے

یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آپکی کتاب میں لکھاہے۔

اسی طرح

Shvetashvatra Upnishad

کے باب نمبر چھ کی نویں

Verse

میں لکھاہے کہ،

اس خدا سے بڑا کوئی نہیں اسکے کوئی والدین نہیں۔۔"اسی طرح اسی کتاب کے باب نمبر چار کی انیسویں "

ورس میں لکھا ہے کہ،"اس خدا کی کوئی تصویر کوئی پریتما نہیں۔۔۔"اسی طرح

Yajurvedha

کے باب بتیس اور

Verse

"نمبر تین میں بھی یہی لکھاہے کہ،"اس خدا کی کوئی تصویر نہیں، کوئی پینٹنگ نہیں "

لڑکے کو گویا سانپ سونگ گیا تھا۔۔وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو اسکے مذہب کی کتابوں سے حوالے دے رہا تھا۔

"اسی طرح

کے باب چالیس میں لکھا ہے کہ" وہ لوگ اندھیر کال میں جا رہے ہیں جو لوگ سبوتی کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔" یہاں سبوتی سے مراد غیر فطری چیزیں جیسے آگ، پانی اور ہوا وغیرہ۔۔اور اسی طرح دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ،

"وہ لوگ اندھیر کال میں جا رہے ہیں جو لوگ سنبوطی کی عبادت کرتے ہیں۔۔" یہاں سنبوطی سے مراد ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔۔ جیسا کہ بت وغیرہ۔

"تو میرے بھائی آپکی ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے خدا ایک ہی ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ نے اپنے باپ سے اور باقی لوگوں سے سنا کہ خدا 33 کروڑ ہیں۔۔ اگر آپ سے کوئی کہے کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں تو آپ مان لینگے۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔"لڑکے نے جواب دیا تھا۔

" کیوں نہیں مانیں گے۔۔؟؟ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ دو جمع دو پانچ نہیں بلکہ چار ہوتے ہیں۔ "

اسی طرح آپکو خدا کا علم نہیں۔۔لوگوں نے جیسا کہا آپ نے مان لیا۔۔جب آپکے باپ نے کہا کہ خدا33 کروڑ ہیں تو کیا آپ نے حوالہ مانگا کہ ایسا کہاں لکھا ہے۔۔۔؟؟"خاموشی۔۔۔گہری خاموشی

یقیناً نہیں تو میں نے جتنے بھی حوالے اوپر بیان کئے ہیں آپ انہیں لکھ لیں اور جا کر پڑھیں۔۔

یقیناً ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔۔خدا ایک ہی ہے۔۔اور وہ اللہ ہے" روحان کا لہجہ آخری بات کہتے وقت محبت سے چور ہو چکا تھا_ویڈیو ختم ہو چکی تھی۔

حانم کا سکتہ ٹوٹا تھا۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کو بیڈ پر پھینک دیا تھا۔اسکا دل کیا تھا کہ وہ چیخے چلائے اور زور زور سے روئے۔۔دھاڑیں مارے۔اسے کس انسان سے نواز دیا گیا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔آنسو اسکی آنکھوں سے جاری تھی۔عرصے بعد آج اس نے تہجد کی نماز ادا کی تھی۔اس نے شکرانے کے نوافل ادا کئے تھے۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسکی بن مانگی دعا کو یوں قبول کر لیا جائے گا۔۔

بیشک اس نے ایک سکالر کی خواہش کی تھی۔۔

اور وہ پوری ہو چکی تھی۔ اتنے سالوں میں اسکا خدا سے جو فاصلہ بڑھ گیا تھا وہ یک لخت سمٹا تھا۔۔ حانم کی ہچکیاں بند گئی تھیں۔۔ کیسے وہ اپنے اللہ کو بھول گئی تھی۔۔ کیسے وہ اس سے دور ہو گئی تھی۔۔؟ یہ شخص کسی مسیحا کی طرح آیا تھا جس نے حانم کا ہاتھ پکڑ کر اللہ سے ملا دیا تھا جس سے وہ ناراض تھی۔

"اور کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے" وہ بار بار ایک ہی آیت پڑھ رہی تھی۔۔ اسکا دل رو رہا تھا۔

اور نیک لوگ تو قسمت والوں کو ملتے ہیں۔ اسے آج محسوس ہوا تھا وہ کتنی قسمت والی تھی!!

کبھی کبھی زندگی ایسے موڑ لے لیتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، ان پانچ سالوں میں حانم کی زندگی بھی اتنے موڑ لے چکی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اسکی زندگی میں کونسا موڑ ابدی ہے کونسا نہیں_ جب سے روحان حیدر اسکی زندگی میں آیا تھا اس نے ہر چیز کو خوبصورت پایا تھا۔ پیرس کی برف اور بارش۔۔ دونوں میں اسے محبت کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ اسکے لئے ضروری ہوتا جا رہا تھا۔۔ اور حانم اسے اپنی ضرورت بننے دے رہی تھی، ان پانچ سالوں میں وہ خود سے، وقت سے، لوگوں سے اور حالات سے اتنا بھاگی تھی کہ اب تھک چکی تھی، اسے یاد تھا آج وہ بھی دن جب اس نے روحان حیدر سے پہلی بار فون کال پر بات کی تھی۔۔ اسکی آواز دل سوز تھی۔۔

اسکے بات کرنے میں ایک ٹھہراؤ تھا، کبھی کبھی حانم کو محسوس ہوتا تھا اسکی ٹھہری ہوئی پر سکون آواز کے پیچھے ایک گہری شدت چھپی تھی۔۔۔ جو اسے محسوس ہوتی تھی۔ وہ لان میں بیٹھی تھی ٹھنڈی ہوا میں اڑتے اسکے سنہری بال۔۔

جواب پہلے کی نسبت لمبے ہو چکے تھے۔ موسم ابر آلود تھا۔۔ بارش آہستہ آہستہ شروع ہوئی اور پھر جل تھل پیدا کرنے لگی تھی۔ وہ اب لان کی جانب کھلنے والے دروازے میں کھڑی بارش کو تک رہی تھی۔۔ لیکن اسکا

دھیان موبائل میں لگا ہوا تھا۔ وہ خود اسے فون نہیں کرتی تھی بلکہ شاید وہ ہر لمحہ اسکے فون کا انتظار کرتی تھی۔۔

اسکی امید بھر آئی تھی، موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ حانم نے دھڑکتے دل کے ساتھ فون اٹھایا تھا۔

"بارش انجوائے کر رہی ہو۔۔؟؟" روحان کے سوال پر وہ دھنگ رہ گئی تھی۔

"آپکو کیسے پتا۔۔؟؟" حانم نے حیرانی سے پوچھا۔

"پیرس میں بارش ہو رہی ہے جو لگاتار تین دن تک جاری رہنے والی ہے۔۔ اب بارش ہو رہی ہے تو یقیناً تم اسے ہی دیکھ رہی ہو گی۔۔"

"جی۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ دنیا کی سب سے خوبصورت بارش کہاں ہوتی ہے۔۔؟؟"

"پنجاب یونیورسٹی میں" بے ساختہ ہی حانم کے منہ سے نکلا تھا۔۔ اگلے پل وہ زبان دانتوں تلے دبا چکی تھی۔ دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"پی یو کی بارش حسین لگتی تھی۔۔ لیکن اب نہیں۔۔" حانم نے اپنی بات کی توضیح کی۔

"ایسا کیوں۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہاں کی بارش سے بہت سی خوفناک یادیں جڑی ہیں۔۔ جو روح کو گھائل کرتی ہیں۔۔!!" حانم نے آنکھیں بند ہوئے کہا تھا۔ روحان ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

"جو برا ہوا اسے بھول جانا چاہیے۔۔ ہمیشہ اپنی زندگی میں اچھی چیزوں کا تصور کرو۔۔ خوش رہو۔۔!!" وہ مسکرایا تھا۔ حانم بھی مسکرا دی تھی۔۔

اسے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی تھی یہ وہ اسے کیسے بتاتی۔۔ وہ اس شخص کو ہر لمحہ اپنے آس پاس محسوس کرتی تھی۔۔ اور محبت تو ایسی ہی ہوتی ہے جو انسان کے کردار سے ہوتی ہے۔۔

اور جب محبت ہوتی ہے تو ہر چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔

"ماسٹر مکمل ہو گیا تمہارا۔۔؟؟"

"جی ایک سال ہونے والا ہے۔۔" حانم نے بتایا۔

"کس فیلڈ میں مکمل کیا ہے۔۔؟؟"

"جیولوجی۔۔زمین کی اسٹڈی۔۔"

"اچھا۔۔تو یہ بتاؤ زمین کی شکل کیا ہے۔۔؟؟" حانم اسکے اس سوال پر چونک گئی تھی۔

"Geo_spherical..??"

حانم کا انداز سوالیہ تھا۔

"ہمم۔۔گڈ۔۔"

"لیکن یہ تو سائنس کہتی ہے۔۔ اللہ نے تو زمین کو بچھا دیا ہے۔۔ مجھے قرآن سے زمین کی چپٹی ہونے کی نشانیاں ملی ہیں۔۔!!وہ شاید الجھی ہوئی تھی اس لئے پوچھ رہی تھی۔

"آیت بتاؤ کس میں زمین کے چپٹی ہونے کا لکھا ہے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

سورہ نازعات کی آیت نمبر تیس میں لکھا ہے کہ،"

"وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا" اور اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھا دیا. *اس آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے نا کہ زمین چپٹی ہے۔۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔" وہ پھر مسکرا دیا تھا۔

"اس آیت کے آخر میں جو لفظ دَحَیٰهَا استعمال ہوا ہے یہ عربی کے لفظ دُحیاً

"Duhyea"

سے نکلا ہے جسکا مطلب "انڈے جیسی شکل" اور یہ انڈہ عام انڈہ نہیں ہے بلکہ یہ شتر مرغ کا انڈہ ہے جو اوپر اور نیچے سے فلیٹ ہوتا ہے۔۔"

حانم سانس روکے اسے سن رہی تھی۔

"زمین کی تخلیق آسمان سے پہلی ہوئی لیکن اس کو ہموار آسمان کی پیدائش کے بعد کیا گیا ہے اور یہاں اسی حقیقت کا بیان ہے۔ اور ہموار کرنے یا پھیلانے کا مطلب ہے کہ زمین کو رہائش کے قابل بنانے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اللہ نے ان کا اہتمام فرمایا، مثلاً زمین سے پانی نکالا، اس میں چارہ اور خوراک پیدا کی، پہاڑوں کو میخوں کی طرح مضبوط گاڑ دیا تا کہ زمین نہ ہلے۔ لیکن اسکا ہرگز مطلب نہیں ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ تقریباً 1579 میں ڈاکٹر فرانسک نے پہلی زمین کی شکل کے متعلق بتایا تھا۔ انہوں نے اسے

Spherical

بتایا تھا جبکہ قرآن پاک میں چودہ سو سال پہلے زمین کی شکل کے متعلق بتا دیا گیا تھا۔ اب سمجھ آئی۔؟؟" وہ نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ حانم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔۔ اسکا دل اللہ کی محبت سے لبریز جا رہا تھا۔ عرصہ ہوا تھا اس نے قرآن کی آیات پر تدبر کرنا چھوڑ دیا تھا۔۔ اب وہ شخص اسے واپس اسی حانم کے پاس لے جا رہا تھا جو ہر چیز میں لاجک ڈھونڈنے والی تھی۔

وہ تیز تیز قدموں سے پتھر سے بنی سڑک پر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں اسکی ہڈیوں سے ہوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ اسکا بھاری وزنی اونی کوٹ تیز ہوا چلنے کے باعث پیچھے کی جانب اڑ رہا تھا۔ بھاری چنکی ہیلز (جوتوں) کی آواز وقفے وقفے سے ابھر رہی تھی۔ تیز تیز چلنے کے باعث وہ ہانپ رہی تھی۔

"حانم باہر گھوم رہی ہو کیا؟؟"

وہ شاید اسکی پھولی آواز سے اندازہ لگا چکا تھا۔

"جی کافی عرصہ پہلے لائبریری سے کچھ کتابیں لی تھی انہیں واپس کرنے جا رہی ہوں" حانم نے بایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں اڑستے ہوئے بتایا۔

اس سڑک پر چلتا ہر شخص جو بول رہا تھا اور سانس لے رہا تھا ان کے منہ سے دھواں بھانپ کی صورت نکل رہا تھا۔

"آج کتابیں واپس کرنی لازمی تھیں کیا اور ماہی سے کہہ دیتی وہ لائبریری چھوڑ دیتی تمہیں!!" وہ فکر مند ہو رہا تھا۔

حانم کا اسے اپنی فکر اچھا لگا تھا۔

"ماہی کو کچھ کام تھا وہ صبح ہی چلی گئی تھی۔ میں ویسے تو ٹرین میں آئی ہوں بس یہ تھوڑا سا فاصلہ تھا جو اب پیدل طے کر رہی ہوں" وہ ہانپتے ہوئے بتا رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا اسکے نتھنوں سے ٹکرا کر ناک کے ذریعے اندر چلی گئی تھی۔ حانم کو لگا تار دو چھینکیں آئی تھیں۔

"الحمدُ لِلہ۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔

"یرحمک اللہ۔۔"

اسے روحان کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ وہ اٹالین ریسٹورینٹ کے سامنے سے گزر رہی تھی جو کہ باہر سے بہت ہی شاندار تھا۔ حانم نے چلتے چلتے بھی پیچھے مڑ کر اس ریسٹورینٹ کو دیکھا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کی طرح بہت بھایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے حانم جب ہمیں چھینک آتی ہے تو ہم الحمدُ لِلہ اور اسکے جواب میں یرحمک اللہ کیوں کہتے ہیں۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ حانم ایک دم چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔ اسے نے روحان کے سوال پر غور کیا تھا لیکن اسے یہ کلمات کہنے کی وجہ معلوم نہیں تھی۔

"جب انسان چھینکتا ہے تو ملی سیکنڈز یعنی پل کے ہزارویں حصے کیلئے انسان کا دل بند ہو جاتا ہے۔۔ اس لئے ہم مسلمان چھینک آنے کے بعد الحمدُ لِلہ یعنی اللہ تیرا شکر ہے کہتے ہیں اور دوسرا اسکے جواب میں یرحمک اللہ کہتا ہے یعنی اللہ تم پر رحم کرے۔۔ اور یہی باقی نان مسلم

God Bless You

کہتے ہیں۔۔ الحمدُ للہ اسی لئے کہا جاتا ہے چھینک آنے کے بعد انسان کا دل دوبارہ دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔۔ اسی لئے شکر ادا کیا جاتا ہے۔۔ اور دوسرا "انسان اللہ تم پر رحم کرے" اسی لیۓ کہتا ہے کبھی کبھی چھینکنے کے بعد انسان کافی دیر نارمل نہیں ہو پاتا تو اسے یہ دعا دی جاتی ہے" وہ کہہ کر خاموش ہو چکا تھا۔۔

جبکہ حانم کے تیز قدموں کو بریک لگی تھی۔ ہر چیز جیسے پس منظر میں چلی گئی تھی۔۔ وہاں سے گزرتے لوگ ساکت ہوئے تھے، وہ سڑک کے درمیان کھڑی اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سن رہی تھی۔۔ اس نے اپنے دل کو رکتے اور پھر مسرت سے دھڑکتے پایا تھا۔ سکارف کے نیچے سے اسکے سنہری بال ایک لٹ کی صورت نکل کر بار بار چہرے کو چھو رہے تھے۔ اس نے ہواؤں کے شور کو سنا تھا۔۔ محسوس کیا تھا، سرسراتی ہوائیں اسکے اندر سے گزرتی کسی کے نام کی مالا جپ رہی تھیں۔۔ حانم نے پہلی بار خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔

"اگر ہم چھینک ہی روک لیں تو۔۔ پھر تو دل نہیں بند ہو گا نا۔۔؟؟" حانم نے خود کو نارمل کرنے کیلئے پوچھا تھا۔

"تو مسز جو انسان ایسا کرتا ہے اکسے دماغ کی رگ پھٹ سکتی ہے۔۔ چھینک بہت زور آور ہوتی ہے اسے نہیں روکنا چاہیے۔۔"

"افففف ڈرائیں تو مت۔۔" حانم اسکی بات سن کر جھرجھری سی لے کر رہ گئی تھی۔ روحان اسکی بات سن کر دل کھول کر ہنسا تھا۔ حانم نے محسوس کیا تھا اسکی ہنسی بہت خوبصورت تھی۔۔ وہ کبھی چھت پھاڑ قہقہہ نہیں لگاتا تھا۔۔

جانے اسکے مزاج میں اتنی نفاست کہاں سے آئی تھی۔۔

"پیرس کب آرہے ہیں آپ۔۔؟؟" حانم نے بات کا رخ بدلا تھا۔ اسے اب سامنے لئبریری نظر آگئی تھی۔

"جب تم بلاؤ گی آجاؤں گا۔۔" اسکے جانثار لہجے پر حانم مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی سے تیاری کر لیں میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں وہ بھی بہت جلد۔۔" وہ جیسے حکم دے رہی تھی۔

وقت براق کی رفتار سے بھاگ رہا تھا۔۔ اسے نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ رات کی۔۔ اسے یاد تھا تو اتنا کہ روحان کی قرآن پاک کی آیات پر کیا گیا تدبر سننا ہوتا تھا۔۔ وقت بدل رہا تھا۔۔ جیسے موسم بدل رہا تھا۔۔ اور وہ بھی تو بدل رہی تھی

جیسے ہی وہ لائی بریری میں داخل ہوئی تھی اسے سامنے والے میز پر حشام بیٹھا نظر آیا تھا۔ کتنے مہینوں بعد وہ اسکی شکل دیکھ رہی تھی۔ وہ سیدھا اسکی طرف بڑھ گئی تھی۔

"یہ آپکی کتابیں۔۔" حانم نے کتابوں کو میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔ حشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں اذیت ابھری تھی۔ جسے حانم محسوس نہیں کرپائی تھی۔

"کیسی ہیں آپ۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں۔۔ آپ گم ہوگئے ہیں شاید۔۔ مجھے بتایا تھا ماہی نے اس دن آپ گھر آئے تھے تب میں سوئی ہوئی تھی۔۔"

"جانتا ہوں۔۔" پھیکی سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی۔ حانم نے محسوس کیا تھا وہ پہلے سے کافی کمزور ہوگیا تھا۔ اسکی آنکھیں اندر کو دھنسی نظر آرہی تھیں۔

"آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔؟؟" وہ بے اختیاری میں پوچھ بیٹھی تھی۔ حشام نے ایک شکوہ بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔

حانم کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ اسے حشام کے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔

"ابھی تک تو ٹھیک ہوں زندہ ہوں۔۔۔" وہ زخمی مسکراہٹ لئے کہہ رہا تھا۔

"میرا نکاح ہوچکا ہے۔۔" حانم نے سنجیدہ سے لہجے میں بتایا تھا۔

"جانتا ہوں۔۔۔" اسکے جواب پر حانم چونکی تھی۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ماہی نے بتایا تھا۔۔" حشام ایک دم سیدھا ہوا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو۔۔" وہ مشکل سے مسکرا پایا تھا۔

"شکریہ۔۔"

"رخصتی کب ہے۔۔؟اور تم روحان سے ملی ہو کیا۔۔؟؟"

"نہیں ابھی نہیں ملی۔۔شاید اگلے مہینے ملیں۔۔ہم سوچ رہے تھے کہ اینیورسری پر ملیں۔۔"

حانم مسکرائی تھی۔ حشام پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔

"آپ اتنی کتابیں کیوں پڑھتے ہیں وہ بھی عشق کی داستانیں۔۔؟؟" حانم نے اسکے ہاتھ میں "عشق کے چالیس چراغ" دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا لگتا ہے۔۔مجھے داستانیں پڑھنے کا شوق ہے اور کچھ میرا تعلق انگلش ادب سے ہے تو شاید اسی لئے۔۔" حشام نے جس یونیورسٹی سے خود پڑھا وہ اب وہاں انگلش کا پروفیسر تھا۔سٹوڈنٹس خاص طور پر لڑکیاں اسکی شخصیت کی گرویدہ تھیں۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ پڑھیں میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام ہے۔۔" وہ اٹھی تھی۔

"اللہ حافظ۔۔" حشام کے الفاظ نے حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔وہ اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

حشام اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

تم میرے ذہن سے اتر جاؤ"

"میں تمہیں عمر بھر دعا دوں گا

وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سراپے کا جائزہ لے رہی تھی۔ سادی سی شلوار قمیص پہنے ہوئے تھی۔ سنہری بالوں کی آبشار ایک بار پھر سے کمر پر پھیل گئی تھی۔ اس نے اب بال کٹوانے بند کر دیئے تھے۔ روحان کو لمبے بال پسند تھے۔

اسکی ذات میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں۔ وہ پہلے والی ام حانم بنتی جا رہی تھی۔ وہ پھر سے نکھر گئی تھی۔۔ جو زردیاں اسکی رنگت میں گھل گئی تھیں وہ پھر سے ختم ہوگئی تھیں۔

"عورت کی خوبصورتی، دلکشی اور نزاکت مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ جتنا اسے خوبصورت کہتا ہے وہ ہوتی جاتی ہے۔۔ وہ جتنی اس پر توجہ دیتا وہ اتنی ہی نکھرتی جاتی ہے، دلکش ہو جاتی ہے،

اور جب مرد عورت کو نظر اندازی اور بیگانگی کی موت مارتا ہے عورت کے حسن کو زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے اسکی خوبصورتی جیسے بدصورتی میں بدل جاتی ہے۔۔ اسکا حسن ماند پڑ جاتا ہے۔۔ جیسے دھیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے ویسے ہی مرد کی لاتعلقی اسکی لاپرواہی عورت کو کھا جاتی ہے۔۔

وہ گلنے سڑنے لگتی ہے۔۔ اور پھر ختم ہو جاتی ہے" حانم کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔۔ وہ نکھرتی جارہی تھی۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ اسے محبت ہوگئی تھی اب اسے اقرار کرنا تھا۔۔ جو بہت ہی مشکل مرحلہ تھا۔

شام پانچ بجے کے قریب ماہی آفس سے نکلی تھی۔

اسکا آفس آٹھویں منزل پر تھا وہ لفٹ میں داخل ہوئی تھی۔ اسے گھر جلدی پہنچنا تھا۔ لفٹ میں اسکے علاوہ ایک اور انسان بھی تھا جو دوسری جانب چہرہ کر کے کھڑا ہوا تھا۔ سردیوں میں دن چھوٹے ہونے کے باعث رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ کچھ سیکنڈز ہی گزرے تھے اسے لفٹ میں داخل ہوئے اچانک وہ لڑکا جو دوسری جانب رخ کر کے کھڑا تھا وہ پلٹا اور ہاتھ میں پکڑی بوتل سے ماہی کے چہرے اسپرے کیا تھا۔۔ ماہی نہ تو اس شخص کو دیکھ پائی تھی اور نہ کچھ سمجھ پائی تھی۔۔ وہ کچھ ہی پلوں میں بے ہوشی کی دنیا میں جا چکی تھی۔

حشام کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اس نے میز کے دراز سے میڈیسن نکال کر کھائی تھی۔ اس سے پہلے وہ سونے کیلیے لیٹتا اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ کوئی انجانا نمبر تھا۔ حشام نے کچھ سوچتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"اگر اپنی محبوبہ کی زندگی چاہتے ہو تو بنا کوئی چالاکی کئے میرے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤ۔۔"ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔کون۔۔۔؟؟"شام حیرانی سے بولا تھا لیکن دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔ حشام کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھری تھیں۔

اسکے ذہن میں پہلا خیال حانم کا آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور سوچتا بپ کی آواز سے اسکے موبائل پر

MMS

آیا تھا۔ وہ ایک ویڈیو تھی۔۔ماہی کی ویڈیو اسے کرسی سے باندھا گیا تھا۔۔

"مجھے چھوڑ دو۔۔کون ہو تم۔۔؟؟"وہ چلا رہی تھی۔ حشام کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا۔ اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔ ایڈریس نیچے لکھا ہوا تھا۔۔ماہی کو اغوا کرنے والے نے پیسوں کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔۔بلکہ اسے اکیلے کو اس جگہ پر بلایا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ضیاء جبیل پیرس میں معاشیات پڑھنے آیا تھا۔ خوبرو وجیہہ شخص جو جلد ہی کلاس م موجود لڑکیوں کی دل کی دھڑکن بن گیا تھا۔ مشرقی مرد ویسے بھی مغربی عورتوں کی شروع سے کمزوری رہے ہیں ایسے میں مارتھا جو کہ ایک عیسائی لڑکی تھی وہ ضیاء جبیل پر بری طرح سے دل ہار بیٹھی تھی،

وہ اسے لیکچر کے دوران، کلاس سے باہر غرض کہ ہر جگہ پر جہاں وہ پایا جاتا تھا فرصت سے دیکھتی تھی۔ وہ خوبصورت تھی، ذہین تھی اور کلاس کی ٹاپر لڑکی تھی۔۔ اسکی ضیا جبیل سے دیوانگی بڑھتی جارہی تھی اور اسی وجہ سے پڑھائی متاثر ہونے لگی تھی۔ مارتھا کی بڑھتی ہوئی الفت ضیاء سے چھپی نہیں رہی تھی۔ وہ بھی اسکی ان کہی محبت میں گرفتار ہونے لگا تھا۔۔ مارتھا کی اپنے لئے دیوانگی دیکھ کر وہ کبھی کبھی حیران ہوتا تھا۔۔ اور بہت جلد دونوں کی یک طرفہ محبت اقرار کے بعد ایک رشتے میں بندھ گئی تھی، وقت گزرتا گیا اور ایک سال بعد دونوں نے شادی کرلی تھی۔ انہی دنوں ضیاء سے پوچھے بغیر گھر والوں نے اسکا رشتہ سیدہ خدیجہ سے کر دیا تھا۔ جب ضیاء نے گھر اپنی پسند اور شادی کا بتایا تو سید حویلی میں ایک بھونچال آگیا تھا۔۔ اسے مارتھا کو طلاق دینے کا کہا گیا۔۔ اسے کہا گیا کہ ایک عیسائی لڑکی کو کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔۔ وہ پریشان رہنے لگا تھا۔۔ اسے جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ وہ بزنس کی دنیا میں بہت آگے جانا چاہتا تھا۔ اور بالآخر اسکا خاندان جیت گیا اور محبت ہار گئی۔۔ ضیاء جبیل نے مارتھا کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ جب مارتھا نے یہ سنا تو وہ پاگل ہوگئی تھی۔ اس نے ضیاء کی بہت منتیں کی تھیں کہ وہ اسے طلاق نہ دے بھلے چھوڑ کر چلا جائے لیکن کبھی اسے طلاق نہ دے۔۔

ضیاء جبیل کی سیدہ خدیجہ سے شادی ہوگئی تھی۔۔ لیکن وہ اسے وہ محبت نہیں دے پایا تھا جو وہ مارتھا سے کرتا تھا۔۔ یہی وجہ تھی وہ آج بھی سیدہ خدیجہ یعنی بی جان سے غافل تھا۔۔

اس نے مارتھا کو طلاق نہیں دی تھی لیکن پھر اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھا تھا۔۔ اس نے مارتھا کے اکاؤنٹ میں ایک بڑی رقم جمع کروادی تھی جو انکے بیٹے یعنی جورڈن کی پرورش میں کام آتی۔۔ وہ وقت کے ساتھ مارتھا کو بھولا

تھا یا نہیں لیکن مار تھا اسے ایک پل کیلئے بھی نہیں بھول پائی تھی۔۔ اس نے اپنی پوری زندگی جب تک زندہ رہی ضیاء جبیل سے وفا کرتے گزاری تھی۔ وہ اسکے دکھ میں گھل گھل کر دنیا سے چلی گئی تھی لیکن ضیاء کو نہیں بھول پائی تھی۔ جورڈن نے اپنی ماں کو پل پل مرتے دیکھا تھا۔۔ اور اس چیز نے اسے سید جبیل خاندان سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حشام اس فون کال کے بعد بری طرح سے پریشان ہو گیا تھا۔۔ اسے اسکا نام لے کر خاص طور پر بلایا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسکی پیرس میں تو کیا کہیں بھی کسی سے بھی دشمنی نہیں تھی پھر کون تھا وہ جس نے ماہی کو اغوا کر کے اسے ٹراپ کیا تھا۔۔ اسے اپنے سر میں درد کی لہر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔ کافی دیر سوچ بچار کے بعد وہ اٹھا اور اس شخص کے دیے گئے پتے کی طرف گاڑی بڑھا دی تھی۔۔ وہ اپنی وجہ سے ماہی کو نقصان نہیں پہنچنے دے سکتا تھا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو جنگلی انسان میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔؟؟" ماہی چلا چلا کر پوچھ رہی تھی۔ وہ شخص کو پہچان گئی تھی جس نے پہلے ماسک پہنا تھا چہرے پر اور اب وہ اسے اتارے پرسکون سا ماہی کے سامنے بیٹھا تھا۔۔ وہ جورڈن تھا۔۔ ایک باکسر۔۔ جو عام روٹین میں بھی کسی سے لڑتا تھا تو ہڈی پسلی توڑ کر ہی سکون لیتا تھا۔۔ ایلا نے اسے جنگلی نام کا خطاب دیا تھا جو کہ کافی حد تک درست بھی تھا۔

"چلاؤ مت۔۔۔ تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے تمہارے بوائے فرینڈ سے ہے۔۔!! جورڈن نے غصے سے جواب دیا تھا۔

"میرا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔۔" ماہی نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا تو پھر حشام جبیل بھائی ہے کیا تمہارا۔۔؟؟"

جورڈن نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا۔۔ اسکی بات سن کر ماہی کا چہرہ فق ہوا تھا۔ وہ حیرت سے گنگ اسے دیکھ رہی تھی۔

"حشام۔؟۔ حشام سے کیا دشمنی ہے تمہاری۔۔۔؟؟" ماہی کو اس جنگلی انسان سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس سے کچھ بعید نہیں تھا وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اسکا نازک سا دل کانپ رہا تھا۔

"پتا چل جائے گا تمہیں۔۔!!" جورڈن اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ کچن میں آیا تھا فریج سے جوس کی دو بوتلیں نکالی تھیں۔ اور انہیں لے کر واپس لاؤنج میں آیا تھا۔

"زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے وہ کچھ دیر میں پہنچ جائے گا یہاں۔۔" وہ پرسکون سا بتا رہا تھا۔ ٹھنڈ میں بھی ماہی کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔ جورڈن غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ماہی کے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ وہ خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ وہ اٹھ کر ماہی کی طرف بڑھا تھا۔

"!!مجھے یقین ہے تم بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گی کیونکہ تمہارا محبوب ادھر ہی آ رہا ہے۔۔"

"میری طرف مت آؤ دور رہو۔۔" ماہی چلائی تھی۔

جورڈن پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے ماہی کے ہاتھ کھولے تھے۔ اور اسے رسیوں کی قید سے آزاد کیا تھا۔ ماہی نے آزاد ہوتے ہی ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کیا تھا۔

"جانور ہو تم۔۔" وہ چلائی تھی۔ جورڈن کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ جب سے ماہی کو یہاں لایا تھا اس نے ماہی سے کوئی بدتمیزی اور غیر اخلاقی حرکت نہیں کی تھی اور نہ اسے مارا تھا۔ جورڈن نے مٹھیاں بھینچ کر خود پر ضبط کیا تھا۔ ماہی ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی تھی وہ جلدی سے واقعات و حادثات سے خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔ جیسے جیسے اسکے دماغ سے غنودگی کا اثر ختم ہو رہا تھا ویسے ویسے اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"یہ پی لو۔۔" وہ جوس کی بوتل کرسی کے ساتھ والے میز پر رکھ کر واپس اپنی جگہ پر جا چکا تھا۔ ماہی حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسکے رویے کو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اس جگہ سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔۔ اور ایسی کوشش کر کے وہ اپنے ساتھ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ غور سے جوس پیتے جورڈن کو دیکھ رہی تھی جس کے انداز میں ایک اطمینان البتہ آنکھوں میں گہری نفرت اور غصہ تھا۔ وہ اسے شخص کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ہانی بچے کیا تمہاری ماہی بچے سے بات ہوئی وہ اب تک گھر نہیں آیا۔۔ فون بند جا رہا ہے اسکا۔۔"

لوسی ماں پریشان سی حانم کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"نہیں لوسی ماں۔۔ میری کوئی بات نہیں ہوئی۔۔"

حانم نے جواب دیا تھا۔ لوسی ماں کی بات سن کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے میرا بچہ۔۔ کبھی بنا بتائے گھر سے اتنی دیر باہر نہیں رہتا۔۔"

"آپ پریشان مت ہوں لوسی میں اسکا نمبر ملاتی ہوں۔۔ میٹنگ میں ہو گی آجائے گی۔۔"

حانم نے انہیں تسلی دی تھی۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے بچے۔۔ خدا سب ٹھیک کرے۔۔"

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا آپ پریشان نہ ہوں آپ آرام کریں جا کر میں کرتی ہوں کچھ۔۔" حانم کی بات سن کر لوسی ماں چلی گئی تھیں لیکن حانم پریشانی سے ماہی کا نمبر ملا رہی تھی۔

حشام جب جورڈن کے دیے گئے پتے پر پہنچا تو کافی رات ہو چکی تھی۔ یہ ایک سنسان سا علاقہ تھا۔ ساحل سمندر کے قریب۔۔ جہاں گھر ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔

وہ گاڑی گھر کے باہر کھڑا کر کے اندر گیا تھا۔ گیٹ کھلا تھا اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنی نہیں ماہی کی فکر ہو رہی تھی۔

وہ جیسے ہی لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا ساکت رہ گیا تھا۔ سامنے کرسی پر ماہی بیٹھی تھی اور صوفے پر جورڈن جس کے ہاتھ میں پسٹل تھا اور اسکا رخ حشام کی طرف تھا۔

"ویلکم مائے برادر۔۔ ویلکم۔۔۔" جورڈن ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔ حشام اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آج سے پہلے کبھی جورڈن سے نہیں ملا تھا وہ تو اسکا نام تک نہیں جانتا تھا۔

"حشام آپکو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔۔ آپ جائیں یہاں سے۔۔" ماہی اپنا ضبط کھو بیٹھی وہ بری طرح سے رو دی تھی۔

"یقیناً تم مجھے نہیں جانتے ہوں گے لیکن میں اچھے سے جانتا ہوں تمہیں حشام جبیل۔۔ لیکن کوئی بات نہیں آج تم مرنے سے پہلے سب جان جاؤ گے۔۔" جورڈن کی آنکھوں میں گہری سفاکی تھی۔

"آؤ بیٹھو۔۔" جورڈن کے اشارے پر حشام صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جورڈن اس سے نفرت کیوں کرتا تھا۔۔ اسکی وجہ کیا تھی۔

"میں ہوں جورڈن جبیل۔۔ ضیاء جبیل کا بیٹا بد قسمتی سے تمہارا سوتیلہ بھائی۔۔"

حشام کو لگا تھا جیسے گھر کی عمارت اسکے اوپر گر گئی ہو۔۔ وہ حیرت سے گنگ جورڈن کو دیکھ رہا تھا۔

"یقین نہیں تو اپنے باپ سے پوچھ لو۔۔ سب پتا چل جائے گا۔۔" وہ مسکرایا تھا، زخمی مسکراہٹ۔ جورڈن نے اپنے پاس صوفے پر رکھے بڑے سے ڈبے سے کچھ نکالا تھا اور پھر اسے حشام کی طرف پھینکا۔۔

"یہ دیکھو۔۔ دیکھو سب۔۔" وہ مارتھا اور ضیاء کی تصویریں تھی کچھ شادی سے پہلے کی کچھ بعد کی اور کچھ شادی کی۔۔

حشام پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسکے سر میں شدید درد تھا جسے وہ مشکل سے کنٹرول کئے ہوئے تھا۔

"یہ دیکھو یہ نکاح نامہ۔۔ کورٹ میرج کا۔۔"

"جانتے ہو میری ماں مارتھا ساری عمر تمہارے باپ کی بے وفائی کی وجہ سے روتی رہی۔۔ وہ گھٹ گھٹ کر مر گئی۔۔ میں نے باپ کے ہوتے ہوئے یتیمی کی زندگی گزاری ہے۔۔ مجھے انتہا کی نفرت ہے تم سب سے۔۔ تمہارے خاندان سے۔۔جب وہ محبت نبھا نہیں سکتا تھا تو کیوں میری ماں کو برباد کیا۔۔ آخر کیوں۔۔؟؟" وہ چلایا تھا۔۔ جورڈن کی آنکھوں میں نمی جبکہ لہجے میں اذیت تھی۔ اسکے چلانے سے ماہی ڈر گئی تھی۔ جبکہ حشام تو زلزلوں کی زد میں تھا۔۔ اسے آج پتا چلا تھا اسکا باپ اسکی بی جان کو کیوں نظر انداز کرتا تھا۔

جتنی اذیت اس وقت جورڈن کے اندر پھیلی تھی اتنی ہی حشام کی رگوں میں بھی اتری تھی۔

اس نے اپنے باباسائیں کی زندگی کا یہ رخ تو کبھی دیکھا نہیں تھا۔۔

"تمہارے باپ نے مجھ سے میری سب سے قیمتی چیز چھینی ہے۔۔ میرا واحد سہارا میری ماں۔۔

اور آج میں تمہیں مار کر اپنا بدلہ لونگا ضیاء جبیل سے۔۔۔ بہت پیار کرتا ہے ناوہ تم سے۔۔ آج میں اس سے اسکی قیمتی چیز چھینوں گا۔۔"

وہ بے رحم ہوا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ تم ایسا نہیں کروگے جورڈن۔۔" ماہی چلائی تھی۔

"بہت پیار کرتے ہو تم دونوں ایک دوسرے سے ہے نا۔۔؟؟" جورڈن نے ماہی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا۔ حشام نے ماہی کو دیکھا تھا اور پھر نظریں چرا گیا تھا۔

"موت جس انسان کا انتظار کر رہی ہو تم اسے کیا مارو گے جورڈن۔۔" حشام بولا تو اسکے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔ جورڈن نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اور میں ماہی سے محبت نہیں کرتا۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔ اسے جانے دو اسکا کوئی قصور نہیں۔۔ میرا خاندان تمہارا گنہگار ہے ماہی کا نہیں۔۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے تم کہو گے اور میں مان لونگا۔۔" جورڈن نے قہقہہ لگایا تھا۔

"بہت بار تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا ہے۔۔ تم ماہی کے گھر بھی آتے جاتے رہے ہو۔۔ مجھے بے قوف سمجھا ہے۔۔"

"غصہ انسان سے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے۔۔ اگر تم غور کرتے تو جان لیتے۔۔"

"میں یہاں تم دونوں کی بکواس ہر گز نہیں سننے والا۔۔ تم تو مرو گے حشام جبیل۔۔ تم مرو گے تب ہی مجھے سکون ملے گا۔۔" اس نے پسٹل کا رخ حشام کی طرف کیا تھا۔

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔" ماہی حشام کی طرف لپکی تھی۔ جورڈن نے ٹریگر پر انگلی رکھی تھی۔

"نہیں جورڈن تم ایسا نہیں کرو گے۔۔" ماہی رو دی تھی۔ وہ حشام کے آگے کھڑی تھی۔ ماہی کو حشام کیلیئے تڑپتا دیکھ کر ایک بار پھر جورڈن کے اندر اذیت پھیلی تھی۔

"موت تو بر حق ہے ماہی۔۔ اگر اسی طرح لکھی ہے تو اسی طرح سہی۔۔" حشام نے ماہی کا بازو پکڑ کر اسے سائیڈ پر کیا تھا اور خود چلتا جورڈن کے سامنے آیا تھا۔

"اگر میری موت سے میرے باپ کا گناہ۔۔ جو کہ انہوں نے مجبوری میں کیا مٹ جائے گا۔۔ اور تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔۔ مارتھا ماں کی روح کو سکول مل جائے گا تو مار دو مجھے۔۔!!" حشام کا لہجہ حتمی تھا۔ جورڈن نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ حشام نے اسکی ماں کو ماں کہا تھا۔۔

وہ رشتوں کو خود سے بڑھ کر عزت دینے والا شخص تھا۔ ایک پل کیلیئے جورڈن کا دل بدلا تھا دوسرے ہی پل اس نے پسٹل کو حشام کی پیشانی پر رکھا تھا۔

"نہیں جورڈن۔۔ پلیز معاف کر دو۔۔ حشام کو کچھ مت کہنا۔۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔"

ماہی اسکے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے ہمیں جانے دو۔۔ حشام کو کچھ مت کہو۔۔ حشام میری زندگی ہے۔۔ تم کہو تو میں تمہارے پاؤں پکڑ لیتی ہوں" وہ روئے ہوئے اسکے پاؤں کی طرف جھکی تھی۔

_اور کوئی اپنی محبت کیلیئے یوں نہ رویا ہو گا

جورڈن اسے اپنے پاؤں کی طرف جھکتا دیکھ کر تڑپ کر پیچھے ہوا تھا۔ اسے روتی ہوئی ماہی میں مارتھا نظر آرہی تھی۔ وہ جب بھی اپنے باپ کو مارنے کی بات کرتا تھا مارتھا ایسے ہی روتی تھی۔

وہ اسے کہتی تھی کہ نفرت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔۔ محبت کرنا سیکھو۔۔ لیکن سارے رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی اسے محبت نہیں ملی تھی۔

جتنی محبت ماہی حشام سے کرتی تھی اتنی ہی مارتھا ضیاء سے کرتی تھی۔

:ماہی تم روؤ مت۔۔ یہاں سے تمہیں محفوظ تمہارے گھر پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔۔" حشام نے پہلی بار اسے تم کہہ کر بلایا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ مجھے مارنے کے بعد تم ماہی کو سہی سلامت اسکے گھر پہنچاؤ گے۔۔!!" حشام کے الفاظ پر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

"!!نہیں جورڈن پلیز جانے دو ہمیں۔۔ تمہیں تمہاری ماں کا واسطہ ہے۔۔"

اور جورڈن کے ہاتھ سے پسٹل چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔۔ وہ حشام کو مار کر ایک اور مارتھا کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کبھی اپنی زندگی میں کمزور نہیں پڑا۔ مارتھا کے سامنے کمزور پڑتا تھا اپنی ماں کے سامنے۔۔ اور آج پہلی بار وہ کسی اور عورت کے سامنے کمزور پڑا تھا۔۔ ماہی کے سامنے۔۔ اسکے آنسو ماہی کو تکلیف دے رہے تھے۔۔ اس نے تو ماہی کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

اس نے اپنے دل کو کرلاتے ہوئے پایا تھا۔

"جاؤ یہاں سے۔۔" وہ صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"تمہیں یہاں اکیلے نہیں رہنا چاہیے جورڈن۔۔ تمہیں بابا سائیں سے ملنا چاہیے۔۔" حشام نے کہا تھا۔

"میں نے کہا جاؤ یہاں سے۔۔" وہ چلایا تھا۔

"چلیں حشام۔۔" ماہی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس گھر سے نکل آئے تھے۔

سارے راستے وہ گاڑی میں روتی آئی تھی۔ حشام اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے ماہی کو چپ کروائے۔۔

بیشک آج اسے بھی بہت بڑا جھٹکا لگا تھا اسکا اپنا دماغ سن ہو کر رہ گیا تھا لیکن ماہی۔۔

"ماہین پلیز چپ ہو جائیں مت روئیں۔۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں میری وجہ سے سب ہوا۔۔"۔

وہ معذرت کر رہا تھا۔ ماہی کو اسکا ماہین کہنا بہت اچھا لگتا تھا۔۔ کوئی اور موقع ہوتا تو یقیناً وہ بہت خوش ہوتی لیکن اس وقت وہ لوگ موت کے منہ سے آئے تھے۔

"اگر آپکو کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتی حشام۔۔ میں تھک گئی ہوں خود سے لڑتے لڑتے۔۔ مجھ میں مزید ہمت نہیں ہے__!!" وہ رو دی تھی۔

حشام کو بہت افسوس ہوا تھا۔ وہ نازک سی ماہی کیلیئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسکے گھر والے ماہی کیلیئے کبھی نہ مانتے اور اگر مان بھی جاتے تو اسکا حال مار تھا جیسا ہوتا۔۔ اور وہ ماہی کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ خاص کر اب جب بی جان نے اسکا رشتہ سارہ سے پکا کر دیا تھا۔

وہ بہت بری طرح سے پھنسا ہوا تھا۔ حشام نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی مدد سے اپنے سر کو سہلایا تھا۔

"ایسا کچھ ہوا تو نہیں نا۔۔ پلیز آپ رونا بند کریں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔!!" حشام نے مشکل سے کہا تھا۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اور پھر رونا بند کر دیا تھا۔ گاڑی میں اب خاموشی چھا گئی تھی۔

"مجھے اچھا لگا جان کر کہ میرا ایک بھائی بھی ہے۔۔ کاش وہ بھی مجھے قبول کرلے۔۔" حشام نے پہلی بار ماہی کے سامنے اپنے دل کی کوئی بات کی تھی۔

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں حشام۔۔ کیوں۔۔؟؟" ماہی کو ایک بار پھر سے رونا آیا تھا۔

"دنیا کا ہر انسان اچھا ہوتا ہے ماہین۔۔ بس فرق یہ کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں ہمیں اسکے علاوہ کسی اور کی اچھائی نہیں نظر آتی۔۔" وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔ ماہی بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں تھی تم ہم کب سے پریشان ہو رہے ہیں۔۔؟؟" جیسے ہی ماہی گھر میں داخل ہوئی تھی ایلا اس پر بگڑی تھی۔

لاؤنج میں حلیمہ بی، لوسی ماں، ایلا اور حانم پریشانی سے اسکے انتظار کر رہی تھیں۔

"میں حشام کے ساتھ تھی۔۔" ماہی نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔ رونے کے باعث اسکی آنکھیں سوجن کا شکار ہوگئی تھیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو پتا چلا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن بتا دینا چاہیے تھا نا۔ ہم سب اتنا پریشان ہو گئے تھے۔۔۔" حانم نے فکر مندی سے کہا تھا۔

"موبائل کی بیٹری ختم ہوگئی تھی اس لئے موبائل بند تھا۔ مجھے نیند آئی ہے میں سونے جا رہی ہوں۔۔" ماہی سپاٹ لہجے میں کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ وہ سب اسے حیرت سے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

"شکر ہے ماہی بچہ ٹھیک ہے۔۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔۔ رات بہت ہو گیا ہے۔۔"

لوسی ماں کے کہنے پر ایلا اور حانم اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

18___January

آج کی صبح پیرس کی سب سے حسین ترین صبح تھی۔۔ خاص طور پر حانم کیلیے آج وہ اپنے روحان سے ملنے والی تھی۔

آج انکی شادی کی پہلی اینیورسری تھی،وہ صبح چھ ساتھ بجے کی فلائیٹ سے پیرس پہنچنے والا تھا۔ اور حانم اسکا استقبال کرنے والی تھی۔ اس نے ایک خوبصورت سی جگہ پر جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہوتا تھا روحان کا ویلکم کرنا تھا۔۔

سفید برف سے بچھی قالین پر۔۔ گول میز کے گرد دو خوبصورت کرسیاں رکھے۔۔

برف کے قالین پر سرخ گلاب بچھائے اس نے اس جگہ کو طلسماتی بنا دیا تھا۔ وہ خود بھی سرخ و سفید رنگ کی میکسی پہنے ہوئے تھی۔

سفید رنگ کا اونی کوٹ جس سے اسکا نازک وجود چھپا ہوا تھا۔ وہ ایک گڑیا لگ رہی تھی۔

سر پر خوبصورتی سے حجاب کیا گیا تھا۔

اسے حسین اسکی خوبصورتی اور مسکراہٹ بنا رہی تھی۔ وہ آج خوش تھی۔۔ انتہا کی خوش۔۔

اسے ہر چیز مسکراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اسکے سامنے میز پر چائے اور ناشتے کا سامان رکھا تھا۔۔ روحان نے سیدھا ایئر پورٹ یہاں آنا تھا۔۔ وہ دونوں ناشتہ ایک ساتھ کرنے والے تھے۔

احساس محبت کا میری ذات پہ رکھ دو

تم ایسا کرو ہاتھ میرے ہاتھ پہ رکھ دو

معلوم ہے، دھڑکن کا تقاضا بھی ہے لیکن

یہ بات کسی خاص ملاقات پہ رکھ دو

یوں پیار سے ملنا بھی مناسب نہیں لگتا

یہ خواب کا قصہ ہے اسے رات پہ رکھ دو

اظہار ضروری ہے تو پھر کہہ دو زباں سے

یہ دل کی کہانی ہے روایات پہ رکھ دو ___

یہ پیار کی خوشبو میں نیا رنگ بھرے گا

اک پھول اٹھا کر میرے جذبات پہ رکھ دو

ہر وقت تمہارے ہی تصور میں رہوں میں

جادو سا کوئی میرے خیالات پہ رکھ دو#
اک میں کہ میرے شہر میں بارش نہیں ہوتی
اک تم کہ ملاقات کو برسات پہ رکھ دو__
مانوں گی سحر تب ہی کہ جب بات بنے گی
اس بار میری جیت میری مات میں رکھ دو__!!

اس نے خوبصورت الفاظ کو میز پر رکھی خوبصورت سی نوٹ پیڈ پر لکھا تھا جس پر اس نے آج کا دن تاریخ اور وقت لکھا تھا۔۔

یہاں کہیں کہیں پر اسے لوگ نظر آرہے تھے جو یقیناً کپل تھے اور ناشتے کی غرض سے آئے تھے۔

یہ ایک اوپن ریسٹورینٹ تھا۔۔ جسے آئس ریسٹورینٹ کا نام دیا گیا تھا۔۔ وجہ یہاں کی سفیدی تھی۔۔ ایک تو طرف پر بنا تھا۔۔ اور دوسرا یہاں ہر چیز کرسٹل کے برتنوں میں پیش کی جاتی تھی۔ حانم نے اپنا میز سب سے الگ اور دور بک کروایا تھا۔ حانم نے موبائل میں وقت دیکھا تھا۔۔ آٹھ بج چکے تھے۔۔ وہ پہنچنے والا تھا۔۔ حانم نے اپنے دل کو بہت تیزی سے دھڑکتے پایا تھا۔۔

"گڈ مارننگ مسز حانم روحان___!!" وہی سحر انگیز آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ حانم کو اپنا سانس اٹکتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پلٹ کر دیکھا تھا۔۔ یقیناً وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

لیکن جیسے ہی حانم کی نظر روحان کے چہرے پر پڑی تھی۔۔ اس اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔

اس نے خود کو پیرس کی برف میں دفن ہوتا محسوس کیا تھا۔

"میری دعا ہے کہ جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھا جائے گا ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو!!"اس نے کتنی شدت سے دعا کی تھی اور آج چھ سال بعد وہ شخص اسکے سامنے کھڑا تھا۔ زندہ، سہی سلامت۔۔ جسے اس نے پانچ سال پہلے مرا ہوا تصور کر لیا تھا۔ حانم کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"میں روحان بن حیدر جبیل" وہ مسکرا کر کہتا حانم کی طرف بڑھا تھا۔

"نہیں۔۔" حانم کے چہرے پر بے یقینی سی پھیلی تھی۔

"حانم میری بات سنو۔۔" وہ شاید اسکی کیفیت سمجھ رہا تھا۔۔ وہ ایک قدم اور اسکی بڑھا تھا۔

"اتنا بڑا دھوکہ۔۔" حانم چلانا چاہتی تھی لیکن آواز جیسے دم توڑ گئی تھی۔ وہ الٹے قدموں برف پر چل رہی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں ہو سکتا۔۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اور پھر وہ پلٹی۔۔ اس نے وہاں سے بھاگ جانے میں عافیت جانی تھی۔ وہ اس شخص سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔

وہ بھاگ رہی تھی، فاصلہ بڑھ رہا تھا۔۔ سفید برف پر اسکے جوتوں کے نشان واضح تھے۔

کچھ دیر بعد روحان کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ جانتا تھا حانم کا ری ایکشن کچھ ایسا ہی ہو گا۔۔ جیسے ہی وہ ہوش کی دنیا میں لوٹا حانم کے پیچھے بھاگا تھا۔

"حانم رک جاؤ میری بات سنو۔۔ پلیز رک جاؤ۔۔"

اسے خود کو چلاتے پایا تھا۔ حانم اب شہر میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ اندھوں کی طرح بھاگ رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو سن پایا تھا۔

اور اسی پاگلوں والی حالت میں وہ دائیں طرف سے آتی ایک تیز رفتار سائیکل سے ٹکرا گئی تھی اور جسے ایک سترہ سال کا لڑکا چلا رہا تھا۔

وہ نیچے گری تھی۔۔حانم نے اپنے دماغ کو گھومتا پایا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔اور ایسا ہی اندھیرا روحان کو اپنی زندگی میں چھاتا محسوس ہوا تھا جب اس نے حانم کو سڑک پر گرے پایا تھا اور اسکی پیشانی سے خون نکل رہا تھا۔

"حانم___" وہ پوری قوت سے چلایا تھا اور پھر تڑپ کر اسکی طرف بڑھا تھا۔

کبھی کبھی انجانے کی گئی غلطیاں انسان کی زندگی کا ناسور بن جاتی ہیں جنہیں نہ کبھی بھلایا جاتا ہے اور نہ انکی معافی دی جاتی ہے_

کچھ ایسا ہی اسکے ساتھ بھی ہونے جا رہا تھا۔وہ ہاسپٹل کے بیڈ پر نیم دراز اپنی اس کائنات کو دیکھ رہا تھا جسکے لئے وہ سالوں تڑپا تھا،

کوئی اسکی تڑپ سے واقف نہیں تھا۔۔ اس نے بھی اندھیروں کی زندگی گزاری تھی۔۔ حانم کی پیشانی پر چوٹ لگنے کے باعث گہرا زخم ہو گیا تھا جس سے خون نکلا تھا۔اور کسی گہرے صدمے کی وجہ سے وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

وہ ہاسپٹل میں کمرے کے باہر رکھے انتظار گاہ میں رکھے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔سب اسکی غلطی تھی۔۔اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔

وہ سید روحان بن حیدر جبیل جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی تھی، وہ آر جے تھا۔

آر جے سے روحان جبیل کا سفر اس رات شروع ہوا تھا جس رات اسکا ایکسڈینٹ ہوا تھا۔۔اور سب نے اسے مرا ہوا سمجھ لیا تھا۔

"ماما۔۔ کہاں ہیں آپ۔۔" وہ تیز روشنی میں سرنگ کے اندر بھاگ رہا تھا۔ سرنگ کے دوسرے کنارے پر اسے اپنی ماں نظر آئی تھی۔ سیدہ عائشہ جبیل۔۔

وہ تڑپ کر اپنی ماں کی طرف بڑھا تھا۔

"روحان بیٹا۔۔ آگئے تم۔۔۔" عائشہ جبیل اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔ اسکی ماں اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا کہ روحان ایک ان دیکھی دیوار سے ٹکرایا تھا جو ان راستے میں ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔

"ماما۔۔ مجھے آپکے پاس آنا ہے۔۔" وہ رو رہا تھا۔۔ وہ شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے اس پار اسے اپنی ماں مسکراتی نظر آرہی تھی۔

"واپس چلے جاؤ روحان تمہارا وقت نہیں ہوا مجھ سے ملنے کا۔۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"نہیں ماما۔۔ مجھے آپکے پاس آنا ہے مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔۔" وہ دس سال کا بچہ رو رہا تھا۔

"جاؤ روحان واپس جاؤ۔۔ یہ جگہ تمہارے لئے نہیں بنی۔۔ جاؤ تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے، تم تو میرے پیارے روحان ہو۔۔ میرے پیارے بیٹے۔۔ جاؤ اب۔۔" اچانک سرنگ میں اندھیرہ پھیلنا شروع ہوا تھا۔۔ روشنی دھیرے دھیرے ختم ہورہی تھی۔۔

اسکی ماں کی شبیہہ دھندلی ہوتی جارہی تھی۔

"ماما۔۔ مت جائیں۔۔" وہ زور زور سے چلا رہا تھا۔

اسے مدھم سی روشنی میں آخری بار اپنی ماں مسکراتی نظر آئی تھی اور پھر ہر طرف اندھیرہ چھا گیا تھا۔

جسم میں اٹھتی تکلیف کے باعث آرجے کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرے پایا تھا۔ اس سے اٹھا نہیں جارہا تھا۔ یہ معجزہ تھا یا کچھ اور۔۔ جس وقت ٹرک نے اسکی گاڑی کو اڑایا تھا۔ وہ اس سے نکل گیا تھا۔۔ ٹرک کی اپنی

لائٹس بند تھی۔ اندر بیٹھے لوگ اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ اور سڑک کے بائیں طرف بنے اس جنگل میں گرا تھا جو نیچے (گہرائی) پر تھا۔

وہ مشکل سے کراہتا ہوا زمین سے اٹھا تھا۔ رات ہونے کی وجہ سے اسے ہر چیز دھندلی نظر آرہی تھی۔ آرجے نے اپنی آنکھوں کو مسل کر دیکھا تھا۔ اسے کچھ فاصلے پر اونچائی پر سڑک نظر آئی تھی۔ وہ لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا۔۔ شاید اسکے پاؤ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ جتنی زور سے سڑک پر اور پھر نیچے گرا تھا یقیناً جسم کی بہت سی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہونگی۔ اسے اپنی گردن پر گہرہ سیال مائع بہتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خون تھا جو اسکے سر سے نکل رہا تھا۔ وہ مشکل سے سڑک تک آیا تھا اور اپنی جلتی ہوئی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ آرجے کو اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرہ چھاتا محسوس ہو رہا تھا اور پھر وہ سڑک پر ڈھے گیا تھا۔

گاڑی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔ گاڑی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"لگتا ہے بچوں کو نیند نہیں آئی آج۔۔" ڈاکٹر باسط احمد نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی اپنی بیوی سے کہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب آگے دیکھیں۔۔" اچانک مقدس یعنی ڈاکٹر باسط کی بیوی چلائی تھی۔ ڈاکٹر باسط نے گاڑی کو بریک لگایا تھا انہیں سڑک کے درمیان کوئی انسان پڑا ہوا نظر آرہا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ اور پھر آرجے کی طرف بڑھے تھے۔ موبائل کی روشنی میں انہوں نے آرجے کو دیکھا تھا جو بہت ہی زخمی حالت میں تھا۔ جیسے ہی روشنی آرجے کے چہرے پر پڑی تھی۔ ڈاکٹر باسط کی بیوی مقدس اچھلی تھی۔ اسے کرنٹ لگا تھا۔ وہ شخص اسکا محسن تھا جو موت وحیات کی کشمکش میں پڑا تھا۔

"یہ زندہ ہے۔۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔۔" ڈاکٹر باسط بولے تھے۔

"یہ میرے محسن ہیں باسط صاحب۔۔۔ ہمیں ہر حال میں انہیں بچانا چاہیے۔۔" اور پھر وہ دونوں میاں بیوی اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گئے تھے۔۔ بنا یہ جانے کہ وہ کون تھا۔۔؟؟ کہاں سے تھا۔۔۔؟؟

ڈاکٹر باسط احمد شہر کی ایک معزز شخصیت تھے وہ نہ صرف پاکستان کی بلکہ باہر کی دنیا میں بھی جانے جاتے تھے۔وہ ایمبریولوجی کے میدان میں ماہر ہونے کے ساتھ ایک انٹرنیشنل اسلامک سکالر تھے۔دنیا بھر کے مسلمان ان سے واقف تھے۔

عمر پچپن سے ساٹھ سال تھی۔کسی زمانے میں لندن ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے گئے تھے دل ایسا پلٹا کہ اسلامی دنیا میں ایک بڑا نام کما لیا۔

انکی بیوی مقدس ایک بتیس سالہ عورت تھی جن سے انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔

اس رات وہ آرجے کو اٹھا کر اپنے ہاسپٹل لائے تھے جس کا نام النور تھا۔ آرجے کی حالت بہت خراب تھی۔ اسکے بچنے کی امید بہت کم تھی۔ پھر بھی ڈاکٹرز نے اپنی کوشش جاری تھی۔

اسکے سر پر گہری چوٹ لگی تھی۔ تین دن بعد آرجے کو ہوش آیا تھا۔اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی تھیں۔اسے محسوس ہوا تھا کمرے میں اندھیرا تھا۔اسے ہوش میں آتا دیکھ کر نرس ڈاکٹر کو بلانے بھاگی تھی۔وہ شاید موبائل پر کوئی خبر سن رہی تھی جسے وہ ہڑبڑاہٹ میں اس کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ موبائل پر اینکر کسی کے مرنے کی خبر دے رہا تھا۔ملک کا مشہور اور سب کے دلوں میں دھڑکنے والا سنگر آرجے ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکا تھا۔ آرجے کو اپنا سانس اٹکتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ زندہ تھا۔کیا کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔

"میں زندہ ہوں۔۔۔" وہ چلایا تھا۔

"یہاں اتنا اندھیرا کیوں ہے۔۔؟؟" وہ چیخ رہا تھا۔اسے اپنے جسم کے ہر جوڑ سے درد کی ایک لہر اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔وہ کہاں تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔

"یہاں اندھیرہ کیوں ہے۔۔کوئی ہے یہاں۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے ارد گرد چیزوں کو ہاتھ سے ٹٹول رہا تھا۔ہاتھ پر لگی ڈرپ سے وہ جان چکا تھا کہ وہ ہاسپٹل میں تھا۔لیکن اسکے کمرے میں اتنا اندھیرا کیوں تھا۔

ڈاکٹر باسط اسکے کمرے میں دروازے میں ابھرے تھے۔وہ حیرت سے پٹیوں میں جکڑے آرجے کو دیکھ رہے تھے۔جسکے سر اور منہ پر بھی پٹیاں لگی تھیں۔کمرے میں بہت تیز نہ سہی لیکن اچھی خاصی روشنی تھی۔پھر اسے کیوں اندھیرا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ڈاکٹر مریض کے سر پر پیچھے کی جانب چوٹ کے لگنے کے باعث شاید وہ اپنی بینائی کھو چکے ہیں۔۔!!ایک دوسرے ڈاکٹر نے ڈاکٹر باسط سے کہا تھا۔ جو افسوس سے سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

جب آرجے کو ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ وہ اپنی بینائی کھو چکا ہے تو اسے یقین نہیں آیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ہزیانی انداز میں چلایا تھا۔

وہ توسکینگ آئیز رکھتا تھا۔ ایسے کیسے وہ اندھا ہو سکتا تھا۔ جب وہ اپنی اس محرومی پر چلاتا تھا تو اسے دماغ سے درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوتی تھیں۔۔ تھوڑا سا اٹھ کر ہلنے جلنے کی کوشش کرتا تھا تو جسم لرز جاتا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔میں اندھا نہیں ہو سکتا۔۔۔"وہ چلاتے چلاتے رونے لگ جاتا تھا۔

وہ آرجے جو لاکھوں دلوں کی دھڑکن تھا۔وہ ہاسپٹل میں گم نام پڑا تھا کسی کو اسکی خبر تک نہیں تھی۔آرجے کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوتا تھا۔جانے کتنے دن ہو گئے تھے وہ اپنے چاروں طرف اندھیرا دیکھ رہا تھا۔ اور اندھیروں میں جینا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے،بہت زیادہ۔۔۔

سیدوں کی حویلی میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ حشام پاکستان آگیا تھا۔ آرجے کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر پولیس والوں کو اسکا موبائل اور والٹ ملا تھا جس سے اسکی گاڑی کی شناخت ہوئی تھی۔ پولیس والوں کو اسکی باڈی نہیں ملی تھی۔ انکے مطابق اسے جلادیا گیا تھا گاڑی کے ساتھ ہی۔۔ حشام تو پاگل ہونے کو ہو گیا تھا۔

"آرجے نہیں مر سکتا۔۔ ضرور اسے کسی نے کڈنیپ کیا ہے۔۔ وہ جان بوجھ کر گاڑی جلا گئے ہیں۔۔۔ وہ نہیں مر سکتا۔۔ مجھے میرا بھائی چاہیے۔۔ میں نہیں چھوڑوں گا کسی کو۔۔" اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا ٹیمپر لوز کیا تھا۔ پولیس چھان بین میں لگی ہوئی تھی لیکن کہیں سے بھی اسکی خبر نہیں آئی تھی۔ سنسان علاقہ تھا وہ۔۔ آس پاس جو علاقے تھے وہاں پتا گیا تھا لیکن کہیں سے بھی اسکی خبر نہیں ملی تھی۔جب مکی کو پتا چلا تھا وہ بھی بہت رویا تھا۔۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ لیکن حشام کو یقین تھا آرجے مر نہیں سکتا تھا۔

ڈاکٹر باسط احمد کی بیوی مقدس آرجے کو ملنے ہاسپٹل آئی تھی لیکن اسکی پاگلوں جیسی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہوگئی تھی۔ کمرے کے باہر کھڑے ہو کر وہ اسے کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ جو بے سود بستر پر پڑا تھا۔ اسکے جسم کی کافی ہڈیاں ٹوٹی تھیں جو رفتہ رفتہ ٹھیک ہو رہی تھیں۔اسے ایک مہینہ ہو گیا تھا اس ہاسپٹل میں آئے ہوئے وہ ایک بس ایک ہی بات بار بار دہراتا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں اندھا نہیں ہو سکتا۔۔ تم لوگ مذاق کر رہے ہو میرے ساتھ۔۔"

وہ پاگلوں کی طرح چلاتا تھا۔ آہستہ آہستہ اسکے جسمانی زخم مندمل ہو رہے تھے لیکن اس اندھیرے نے اسکی روح میں زخم کئے تھے۔اندھیرا اسکی روح میں پنجے گاڑ کر بیٹھ چکا تھا۔

مسز مقدس باسط نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ پیٹ بھرنے کیلئے جسم فروشی کرتی تھی اور ایک ایسی ہی رات میں وہ مکی اور آرجے سے ملی تھی۔

کی نے اسے گاڑی کے اندر بٹھایا تھا لیکن آر جے نے اسے پیسے دے کر باہر نکال دیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اس روز وہ بہت روئی تھی اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھوکی مر جائے گی لیکن یہ گناہ دوبارہ نہیں کرے گی۔ پھر اس نے کام کرنے کی بہت کوشش کی۔۔ لوگوں کے گھروں میں جاتی تو وہاں کے مرد اسے حوس بھری نظروں سے تکتے تھے۔ کتنے ہی گھروں سے وہ بنا پیسے لئے کام چھوڑ آئی تھی کیونکہ وہ گناہوں کی دلدل میں مزید دھنسنا نہیں چاہتی تھی۔ اور ایک ایسے ہی دن وہ ڈاکٹر باسط احمد جو پاکستان میں مولانا کی حثیت سے جانا چاہتا تھا اسکے جلسے میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر سے سوال کیا تھا کہ اس پر اور اسکے بچوں پر خودکشی حلال ہو سکتی ہے۔۔؟؟ ڈاکٹر باسط اسکی بات سن کر کانپ اٹھے تھے اور پھر اسکے زندگی کے حالات جان کر انہوں نے مقدس سے ناصرف شادی کی تھی بلکہ اسکے بچوں کو بھی اپنایا تھا۔ اور مقدس اسے اپنی خوش بختی سمجھ رہی تھی زخمی حالت میں آر جے انہیں ملا تھا۔۔ لیکن اسکی حالت دیکھ کر دل بہت دکھتا تھا۔۔۔

دو مہینے گزر چکے تھے۔ آر جے کے جسم کے گھاؤ کافی حد تک بھر چکے تھے۔ اب اسکے چلانے میں بھی کمی آگئی تھی۔ ڈاکٹر باسط نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ جیسے ہی جسمانی طور پر مکمل ٹھیک ہو گا اسکی آنکھوں کو آپریشن کیا جائے گا۔۔ وہ مکمل ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن وہ خاموش رہا تھا۔۔۔

اب خاموشی نے اس پر غلبہ پالیا تھا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کائنات کسی ایسی ذات کے ہاتھ میں ہے جب تک وہ نہ چاہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔۔ اسکا دل روتا تھا۔۔ آنکھوں سے آنسوں نکلتے تھے لیکن وہ کس کو سناتا۔۔ جب اس سے اسکی فیملی کے متعلق پوچھا گیا تو وہ خاموش رہا تھا۔ اور اس نے کہہ دیا تھا کہ اسکا کوئی نہیں تھا۔۔ اسے حیرت ہوتی تھی کوئی اسکی تلاش میں نہیں نکلا تھا۔۔۔ سب اسے بھول گئے تھے۔۔ وہ جن سے بات کرنے کا وقت بھی نہیں ہوتا تھا آر جے کے پاس آج ان سے دوری پر وہ تڑپ رہا تھا۔۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتا

تھا۔۔ یہ مکافات عمل تھا۔ اس نے حانم کو اندھیروں کی زندگی میں دھکیل دیا تھا۔۔ اور پھر اس سے اسکی بینائی چھین لی گئی تھی، اس نے حانم کو سب سے دور کر دیا تھا اور آج وہ خود سب سے دور تھا_

ڈاکٹر باسط اور مقدس اسے اپنے گھر لے آئے تھے۔ آرجے کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ چکی تھی۔ اسے اس اندھیری زندگی میں ہر طرف خدا کی ذات محسوس ہوتی تھی۔ وہ آرجے کتنا بھاگا تھا لیکن وہ ایک عام سی لڑکی کو نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔۔ وہ آرجے جسے اپنے وجود پر گھمنڈ تھا آج وہ تاریکیوں کی نظر تھا۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ مقدس نے اسے سب بتا دیا تھا کہ وہ کون تھی۔ وہ آرجے کو اپنا منہ بولا بھائی مانتی تھی۔۔ سب جاننے کے بعد بھی اسکے ہونٹوں سے ایک لفظ نہیں نکلا تھا۔ اس اندھیرے کی زندگی سے تو موت اچھی تھی وہ محسوس کرتا تھا۔

ڈاکٹر باسط نے خاص اسکی دیکھ بھال کیلیے ملازم رکھے تھے جو اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تھے۔ وہ اتنا بے بس اور لاچار ہو چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے پانی تک بھی نہیں لے کر پی سکتا تھا۔ ڈاکٹر باسط کے گھر میں زیادہ تر قرآن پاک کی تلاوت لگی ہوتی تھی یا پھر انکے جلسوں کی ریکارڈ ویڈیو جو مقدس بہت اشتیاق سے سنتی تھی۔

" انسان چاہے جتنے مرضی گناہ کر لے۔۔ اسے اللہ نے آزاد چھوڑا ہوا ہے۔۔۔ لیکن جب اللہ رسی کھینچتا ہے تو انسان تڑپ بھی نہیں پاتا۔۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو کلمہ گو مرتے ہیں۔۔۔ جنہیں اللہ معافی کا موقع دیتا ہے۔۔ آج بھی وقت ہے توبہ کر لو۔۔ توبہ کر لو۔۔ کہ جب میرا رب پکڑنے پر آتا ہے تو کچھ کام نہیں آتا۔۔ بیشک میرے رب کی پکڑ بڑی زبردست ہے۔۔ "جب جب آرجے انکی باتیں انکے بیانات سنتا تھا اسے خدا کی ذات کا احساس ہوتا تھا۔۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں تھا۔۔ اللہ ہی سب کچھ تھا ہے اور رہے گا۔۔

ڈاکٹر باسط کی آواز میں تاثیر تھی۔ وہ لوگوں کے دلوں کو پھیر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ شاید اسی لئے اللہ نے آرجے کی ذمیداری انہیں سونپی تھی۔

"میاں اب تو تم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے ہو۔۔ چاہو تو بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھ سکتے ہو۔۔"

اس رات ڈاکٹر باسط اسکے پاس تشریف لائے تھے۔

انکی بات سن کر آرجے چونکا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کو نہیں دیکھا تھا۔۔ لیکن وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ شخص دیکھنے میں بھی بہت بارعب ہو گا۔

نماز کا لفظ سن کر اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب نماز پر سوال اٹھانے پر اسے مولوی نے مارا تھا اور شیطان کہا تھا۔۔ اس روز وہ بچہ اپنی معصومیت کھو کر شیطان بن چکا تھا۔ جو اللہ کے وجود کا انکاری تھا۔ آج عرصے بعد اس سے کسی نے یہ سوال کیا تھا۔

"کیا ہوا خاموش کیوں ہو۔۔؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"میں اللہ کی ذات کو نہیں مانتا۔۔" آرجے کے لہجے میں شکستگی تھی۔

"ملحد ہو۔۔؟؟" وہ محبت سے پوچھ رہے تھے۔ آرجے انکے لہجے پر حیران ہوا تھا۔ اسے لگا تھا جب ڈاکٹر باسط کو یہ پتا چلے گا کہ وہ ایک ملحد تھا تو وہ اسے گھر سے نکال کر باہر پھینک دے گا۔۔

"چلو اچھی بات ہے۔۔" وہ سن کر مسکرائے تھے۔

انکی بات سن کر آرجے کو جھٹکا لگا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔۔ بلکہ مبارک ہو میاں تمہیں کہ تم ایک ملحد ہو۔۔ تم کافر یا مشرک نہیں ہو۔۔!!" آرجے اب بھی انکی بات نہیں سمجھا تھا۔ ایک مولانا ایک ملحد کو اسکے ملحد پر مبارکباد دے رہا تھا۔ وہ حیران نا ہوتا تو کیا کرتا۔

"کافر اور مشرک لوگ کلمے سے انکاری ہوتے ہیں۔۔ وہ ایک اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔۔ جبکہ مسلمان کلمہ گو ہوتے ہیں جبکہ ملحد انجانے میں کلمہ کے پہلے حصے پر خود ہی پورا اترتے۔۔ وہ خود ہی اعتراف کرتے ہیں۔"۔ ڈاکٹر باسط کہہ رہے تھے جبکہ آرجے کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"ملحد کہتا ہے

" There is No GOd"

کہ کوئی خدا نہیں، اور کلمے کا پہلا حصہ بھی یہی ہے کہ "لا الہ" یعنی نہیں کوئی معبود۔۔ میاں پہلے حصے کی گواہی "تم خود دے رہے ہو۔۔ بس "الا اللہ" تک پہنچنا ہے "یعنی اللہ کے سوا۔۔

وہ خوبصورتی سے بیان کر رہے تھے جبکہ آرجے تو انکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ اسکے ملحد ہونے پر اسے دھتکارا گیا تھا۔۔ نفرت کی گئی تھی۔ یہ کون تھا جو اس سے محبت کر رہا تھا۔۔ آج تک کسی نے اس سے اسکے ملحد ہونے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ بس دھتکارا گیا تھا۔ آج کسی نے اسکے ملحد ہونے پر اسے مبارک کہا گیا تھا۔۔

"آپ کون ہیں؟؟" آرجے پوچھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"اللہ کا بندہ ہوں، جیسے تم اللہ کے بندے ہو۔۔" انہوں نے نرمی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔۔ مجھ سے نہیں۔۔" آرجے کے لہجے میں دکھ کی آمیزش تھی۔

"کس نے کہا وہ محبت نہیں کرتا تم سے۔۔۔؟؟"۔

وہ اب پوچھ رہا تھا۔

"اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو مجھے اندھیروں میں نہیں دھکیلتا۔۔"

"وہ اگر تم محبت نہ کرتا ہوتا تو تمہیں بنا کلمہ پڑھے، بنا توبہ کئے موت کے حوالے کر دیتا۔۔ اس نے تمہیں دوسری زندگی دی، تمہیں اپنا آپ بدلنے کا موقع دیا۔۔ اس سے زیادہ محبت کون کرتا ہے کسی سے۔۔؟؟ تم اسکے انکاری ہوں میاں!! لیکن وہ رب ہے، وہ اپنے بندوں کو اچھے سے جانتا ہے۔۔ اس نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے۔۔ اور یقیناً انعام بہت بڑا رکھا ہو گا!!" کہتے ہیں نیک لوگ پھولوں کی طرح ہوتے ہیں جو بھی انکے قریب ہوتا ہے وہ اسے خوشبوؤں سے معطر کر دیتے ہیں، انسان کی صحبت سے اسکی پہچان ہوتی ہے۔۔ اس لئے نیک لوگوں میں بیٹھنے کا کہا گیا ہے، اور نیک لوگوں کا اثر کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتا ہے۔ آرجے دل بدل رہا تھا۔۔ ڈاکٹر صاحب کی اللہ سے محبت دیکھ کر اسے

ابھی اس ذات سے محبت ہو رہی تھی۔۔ واقعی وہ رحیم تھا۔۔ اس نے آرجے کے جسم کا کوئی حصہ مفلوج نہیں کیا
س تھا۔۔ وہ جسمانی طور پر مکمل تھا۔۔ بس اسے
بینائی چھین کر آزمایا گیا تھا۔۔۔
"اور کہتے ہیں جب کچھ نہیں نظر آتا تب اللہ نظر آتا ہے، اور آرجے کو ہر جگہ اللہ نظر آنے لگا تھا"

کہتے ہیں جب انسان کی خواہشات، اسکے ارادے اور اسکا بھرم ٹوٹتا ہے تو انسان اللہ کی پہچان کرتا ہے چار مہینے گزر گئے تھے۔ آرجے کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا۔ آج اسکی آنکھوں سے پٹی اتری تھی۔ اور اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا جب وہ کچھ دیکھ نہیں پایا تھا اس نے اندھیرے کی زندگی میں روشنی کی شدید خواہش کی تھی، جانے کیا کیا سوچا تھا، لیکن روشنی نہیں بلکہ ایک بار پھر اندھیرا ہی اسکا منتظر ٹھہرا تھا۔
_ غم اتنا بڑا تھا کہ ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹپکا اور گال پر پھسلتا چلا گیا تھا
"اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہوتے، یقیناً اس میں بھی اللہ کی ہی کوئی بہتری ہوگی اس پر بھروسہ رکھو وہ سب ٹھیک کرے گا" ڈاکٹر باسط نے اسکا آنسو پونچھا تھا۔
"شاید میری تقدیر میں ہی اندھیرا لکھ دیا گیا ہے۔۔!!" آرجے بولا تو اسکی لہجے میں تڑپ و اذیت تھی۔ وہ قسمت پر یقین
_ نہ رکھنے والا شخص آج تقدیر کی بات کر رہا تھا۔۔
"جانتے ہوں میاں قسمت اور تقدیر کیا ہے۔۔۔؟؟" ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔
"یہی کہ میں اپنی باقی زندگی اندھیروں میں گزاروں گا اور کبھی اپنے من پسند لوگوں کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔۔!!!" اس وقت حانم اسے شدت سے یاد آئی تھی۔ اس نے خواہش کی تھی کہ جب اسکی پٹی اترے گی اور وہ دیکھ پائے گا تو کاش اس وقت حانم اسکے سامنے ہو اور وہ اسے دیکھے۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔
"بالکل نہیں۔۔ چلو آج میں تمہیں قسمت کا کھیل سناتا ہوں۔۔" ڈاکٹر باسط نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"جب اللہ کسی انسان کو دنیا میں بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب جانتا ہے کہ یہ انسان نیک ہو گا یا بد ہو گا۔۔ کچھ چیزیں انسان کی زندگی میں

Fix

ہوتی ہیں جیسے انسان کا پیدا ہونا اور اسکا مرنا وغیرہ جنھیں اللہ فکس لکھتا ہے اور جنھیں کوئی نہیں بدل سکتا۔۔ اور رہی بات باقی چیزوں کی تو سنو۔۔ اللہ تعالیٰ کے پاس "علم الغیب" ہے۔۔ جانتے ہو علم الغیب کسے کہتے ہیں؟

اس چیز کا علم رکھنا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔۔۔؟؟ قسمت یہ نہیں ہے کہ اللہ نے لکھا تھا اس لئے تمہارا ایکسیڈینٹ ہوا۔۔

قسمت یہ نہیں کہ اللہ نے لکھا تھا کہ تم ایک ملحد بنو گے اس لئے تم ملحد ہو، اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جس انسان کو وہ دنیا میں بھیج رہا ہے وہ دنیا میں جا کر کیا کرے گا۔۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے علم ہوتا کہ یہ انسان نیک بنے گا۔اس لیے اسے نیک لکھا جاتا ہے۔۔ نا کہ قسمت یہ کہ اللہ نے اس انسان کو نیک لکھا اس لئے وہ نیک بنا۔۔ ہرگز نہیں۔۔ اللہ پاک نے انسان کو

Free Will

دیا ہے، اسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، اور گناہ اور نیک اعمال کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ چونکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ ایک انسان دو راستوں میں سے غلط راستہ چنے گا۔۔ وہ ایک طرح سے سکرین پر فلم کی طرح انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے جو وہ کرے گا سب دیکھ رہا ہوتا ہے۔۔ اور جو جو انسان کرتا ہے اللہ وہی لکھتا ہے

___

اگر ایک میجر دو پائلٹس جنہوں نے نیا نیا جہاز اڑانا سیکھا ہو، ان میں سے ایک پائلٹ کو کہے کہ یہ بہت اچھا جہاز اڑائے گا جبکہ دوسرے کو کہے کہ اسکا جہاز گر جائے گا۔۔ اور جب واقعی وہ دونوں جہاز اڑائیں اور پہلے والا اچھی اڑان بھرے جبکہ دوسرے والے کا جہاز کریش ہو جائے وہ مر جائے تو کوئی بھی اسکے

جہاز کے کریش ہونے کا الزام میجر پر نہیں لگا سکتا۔۔ میجر نے صرف پیشین گوئی کی تھی کیونکہ اس نے دوسرے پائلٹ کو دورانِ ٹریننگ جہاز پر کم توجہ دیتے دیکھا تھا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میجر نے کہا تھا اس لئے اسکا جہاز کریش ہوا۔۔ بالکل نہیں" ڈاکٹر باسط نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ آرجے غور سے انہیں سن رہا تھا۔

"تو میاں اللہ کو پتا ہوتا کہ اس انسان نے دنیا میں جانے کے بعد توحید سے انکار کرنا ہے، تو اللہ اسے کافر لکھتا ہے۔۔ لیکن وہ اس انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ جو لوگ کافر سے مسلمان ہوتے ہیں یہ بھی اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لیے اللہ لکھتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مسلمان ہو گا۔۔ کیونکہ اللہ کو پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان ایک وقت میں میری کھوج کرے گا اور پھر ایمان لے آئے گا۔ اس لیئے اللہ اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھتا ہے، نہ یہ کہ اللہ نے اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھا اس لئے وہ ہو گیا

اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس انسان پر کونسی مشکل آئے گی۔۔ اور پھر وہ انسان دعا مانگے گا۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان دعا مانگے گا تو اللہ لکھ دیتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مصیبت کے ٹل جانے کی دعا مانگے گا لحاظہ اس انسان پر سے اس مصیبت کو ٹال دیا جائے گا۔۔ اسکو کہتے ہیں دعا سے تقدیر بدلنا۔۔ دراصل تقدیر بدلی نہیں جاتی بلکہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے کہ ایک وقت پر انسان دعا کرے گا۔۔ جسکا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لئے اللہ وہ مصیبت ٹال دیتا ہے، سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔۔ لیکن اللہ نے سب کچھ پہلے سے دیکھنے کے بعد لکھا ہے، کیونکہ اللہ علم الغیب رکھتا ہے وہ ہر انسان کی فطرت کو اچھے سے جانتا ہے، وہ سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر چلنے والی سیاہ کیڑی کی حرکت کو بھی پہچان لیتا ہے، تو کیا وہ دلوں کے راز سے واقف نہیں ہو گا؟؟ کیا وہ سے لاعلم رہ سکتا ہے۔۔؟؟ نہیں ہرگز نہیں_ یہ اب تمہارے ہاتھ میں میاں کہ تم اللہ رت اپنے پیدا کردہ انسان کی فط کے وجود کا اقرار کرو گے یا انکار۔۔؟؟ کیونکہ اس نے تمہیں ہر طرح کی چھوٹ دے رکھی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت۔، غور کرنے والی عقل،

ان سب کے باوجود تم کیا اپناتے ہو یہ تمہارے ہاتھ میں اللہ نے تمہیں مجبور نہیں کیا،

یہ بات میں نہیں جانتا لیکن اللہ جانتا ہے کہ تم اللہ کے وجود کا اب انکار کرو گے یا اقرار۔۔ اور اسی لحاظ نے اس نے تمہاری تقدیر میں تمہارے مسلمان یا ملحد ہونے کا لکھا رکھا ہے_

اگر تم توبہ کرو گے تو یہ مت سمجھنا کہ اللہ نے لکھا کہ میں توبہ کرونگا تو اس لئے بنا کچھ سوچ سمجھے توبہ کر رہا ہوں، بلکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ تم توبہ کرو گے یا نہیں۔۔ اگر کرو گے تو اس نے لکھا ہے کہ یہ شخص توبہ کرے گا،

اور اگر نہیں کرو گے تو یہ بھی لکھا اللہ نے کہ یہ انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے باوجود توبہ نہیں کرے گا لوگ اپنی نا سمجھی کا بوجھ تقدیر پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔۔ جبکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کرنا تھا یہ اللہ پہلے سے جانتا تھا اس لیے اللہ پاک نے ایسا لکھا_

"تم پر اللہ کا خاص کرم ہے۔۔ مجھے پتا ہے کہ تم ضرور اسکی ذات کے متعلق سوچو گے۔۔ تم حالات و واقعات کو سمجھو گے۔۔ اور پھر اگر تمہارے ہدایت کی طلب ہو گی۔۔ اور تم ہدایت چاہتے ہو تو اپنے دل سے پوچھو۔۔ اگر ایسا ہے تو یقیناً اللہ لکھ چکا ہے کہ اس شخص کو ہدایت کی طلب ہو گی۔۔ اور اسے ہدایت دی جائے گیا" ڈاکٹر باسط تو جا چکے تھے لیکن آرجے کو ایک نیا رخ دکھا گئے تھے۔ گہرے اندھیرے میں اسے روشنی کی ایک کرن نظر آئی تھی۔

"!!___ کاش۔۔ کاش آرجے نہ مرتا۔۔ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ زندہ رہتا۔۔ اور مرجان کیلئے کام کرتا"

یہ رحمن اسٹوڈیو تھا جہاں مسٹر رحمن پچھلے چار مہینوں سے روزانہ ایک ہی بات دہراتے تھے۔ انہیں آرجے کی موت کا گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ ابھی تو انہیں نے آرجے کی آواز میں وہ جادو محسوس کیا تھا جسکی انہیں تلاش تھی، اور اس سے پہلے کہ وہ اس جادو کو قید کر سکتے۔۔

وہ شخص ہی مر گیا تھا، کتنے ہی لوگ تھے جو مسٹر رحمن کی طرح آرجے کی موت کا غم منا رہے تھے۔۔ جبکہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ

"ایسے لوگوں کو ایسی ہی بھیانک موت ملتی ہے، اور پھر ایسے گنہگار، کافر لوگ ساری عمر جہنم میں سڑتے ہیں"
بنا اپنے اعمال کا جائزہ لئے ہر شخص اسکی ذات پر تبصرہ کر رہا تھا۔ اور ایک آرجے تھا جو اندھیروں میں روشنی کو تلاش کر رہا تھا بنا یہ جانے کہ لوگ اسکے متعلق کیسی کیسی باتیں بنا رہے تھے۔ جانے لوگ اپنا تجزیہ کیوں نہیں کرتے؟

جب دل تمہارا اپنا ہو
پر باتیں ساری اسکی ہوں
جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں
اور خوشبو آتی اسکی ہو
جب حد درجہ مصروف ہو تم
وہ یاد اچانک آئے تو ____
جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں
تم پاس اسے ہی پاؤ تو ___
پھر خود کو دھوکہ مت دینا
اور اس سے جا کے کہہ دینا
اس دل کو محبت ہے
تم سے __
اس دل کو محبت ہے
تم سے ____!!

وہ آنکھیں بند کئے صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔ یقیناً تصور میں وہ کسی کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہا تھا _

"کیا سوچ رہے ہو روحان، کس کے خیالوں میں گم ہو۔۔۔؟؟" اچانک مقدس نے اسے پکارہ تھا۔ وہ کب سے اسکے سامنے بیٹھی اسے خیالوں میں مگن دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک دم سیدھا ہوا تھا۔

"ارے مقدس آپی آپ کب آئیں۔۔؟؟" آرج کی کوئی بڑی بہن نہیں تھی۔ جب مقدس نے اسے اپنا منہ بولا بھائی کہا تھا۔ تب سے آرج کے دل میں اسکے لیے جگہ بڑھ گئی تھی۔ وہ اسے آپی کہتا تھا اور اسے یہ اب محسوس ہوا تھا کہ رشتے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔۔ مدیحہ اسے بھائی بھائی کہتی تھی وہ اکثر اسکا دماغ خراب کرکے رکھتی تھی لیکن اب تو مہینے گزر گئے تھے کسی اپنے کی آواز سنے۔۔اسے اب احساس ہوا تھا کہ اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں_اب کوئی فون کر کے اسے ڈانٹنے والا نہیں تھا، کوئی اسے گدھا کہنے والا نہیں تھا۔ ہمارا المیہ ہے جب تک ہم سے نعمتیں چھن نہیں جاتی ہمیں انکی قدر نہیں ہوتی۔۔

"تب آئی جب تم کسی کو محسوس کرکے مسکرا رہے تھے" مقدس نے شرارت سے کہا تھا۔ آرج پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

"دعا کریں میری بینائی لوٹ آئے۔۔ بہت کچھ دیکھنے کی شدت سے خواہش پیدا ہو چکی ہے۔۔!!"

وہ جانے کس جذبے کے تحت کہہ رہا تھا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔۔!!" مقدس نے پورے یقین سے کہا تھا۔ آرج حیران ہوتا تھا وہ دونوں میاں بیوی نہ تو اس پر غصہ کرتے تھے اور نہ نفرت کرتے تھے۔۔بے لوس محبت کرتے تھے۔۔اسے احساس ہو رہا تھا۔۔ خدا کی بنائی گئی کائنات میں اچھائی اپنے پورے وجود کے ساتھ موجود تھی۔

آج صبح سے ہی موسم کافی خشگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں روح کو معطر کر رہی تھیں۔ گرمی کا موسم رخصت ہونے کو تھا۔ نو ستمبر کا دن تھا۔ آرج کو اچھی طرح یاد تھا یہ حانم کا جنم دن تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ

خوش ہوئے یا روئے۔۔ آج ڈاکٹر باسط بھی گھر پر ہی تھے۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال لائے تھے۔ اب انکا رخ لان کی طرف تھا۔ وہ آرجے کو کمرے میں بند رہنے سے منع کرتے تھے۔

"یہاں نیچے بیٹھو نرم گھاس پر۔۔ دیکھنا نیچے بیٹھنا کتنا سکون دیتا ہے۔۔ انسان کو اپنی عاجز ہونے کا احساس ہوتا ہے۔۔"

وہ لان میں رکھی کرسیوں کو چھوڑ کر صاف، ستھری نرم و ملائم گھاس پر بیٹھ چکے تھے۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب، آپ سے رشتہ کیا ہے میں نہیں جانتا۔۔ لیکن آپکو سننا اچھا لگتا ہے"

شاید موسم کا اثر تھا یا خوبصورت دن کا۔۔ آرجے خوشدلی سے کہہ رہا تھا۔

"چلو میاں آج اس خوبصورت موسم میں تمہیں سب سے خوبصورت کلمات سناتا ہوں، اپنی سب سے من پسند سورۃ، کیا سننا چاہو گے ترجمہ کے ساتھ میری پسندیدہ ترین آیات کو__؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی ضرور۔۔" آرجے نے اثبات میں سر ہلایا تھا

ڈاکٹر باسط حافظ قرآن تھے اور اس وقت باوضو تھے۔ انہوں نے خوبصورتی سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

" بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

،شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا"

آرجے کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا۔۔ اسے وہ محلے کی مسجد یاد آگئی تھی جس میں بچے زور زور سے سر ہلا کر پڑھتے نظر آرہے تھے۔ وہ خود بھی انہیں بچوں میں شامل تھا۔

"جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے انکے اعمال باطل کر دیئے۔۔"

سورہ محمد، آیت نمبر ا

یہ سورہ محمد تھی۔۔ ڈاکٹر باسط کی پسندیدہ ترین سورہ تھی۔

"جو لوگ ایمان لائے نیک عمل کرتے رہے اور جو کتاب محمد ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے جو کہ انکے رب کی طرف سے برحق ہے۔ انکے گناہ دور کر دیئے گئے اور انکی حالت سنوار دی گئی۔۔"

آیت ۲

آرجے کو اپنے جسم پر رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اسے ایک عجیب سا۔۔ جانا پہچانا احساس ہو رہا تھا۔

"اور جو لوگ کافر ہیں انکے لیے آخر کار ہلاکت ہے اور وہ انکے اعمال کو برباد کر دے گا" آیت ۸

آرجے کو اپنے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ اس لئے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی انہوں نے اسکو ناپسند کیا تو اللہ نے انکے اعمال اکارت کر دیئے۔۔" آیت ۹

آرجے کو یاد تھا وہ قرآن پاک میں اکثر سائنٹیفک غلطیاں نکالا کرتا تھا۔ کسی نے اسکو سمجھایا نہیں تھا۔ بیشک اس نے وہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا لیکن اسے اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا تھا۔

ڈاکٹر باسط کی آواز بہت خوبصورت تھی اور وہ ایک لہہ میں پڑھ رہے تھے۔

"(اے منافقو) تم سے عجب نہیں اگر تمہیں اختیار مل جائے تو معاشرے میں فساد پیدا کر دو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہی توڑ ڈالو۔۔" آیت ۲۲

اسے یاد آیا تھا جب وہ امریکہ گیا تھا۔۔ وہاں پر غصہ ہونے کی صورت میں جھگڑا کیا تھا، لڑکوں کو مارا پیٹا تھا اور پھر اپنے ننھیال کو چھوڑ کر ان سے تعلق توڑ کر واپس آگیا تھا۔

"اور یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انکو بہرا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔۔" آیت ۲۳

آرجے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ اسے اپنے دل پر اپنی روح پر آری کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

"اور جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے اور پھر کافر ہی مر گئے اللہ انکو ہرگز نہیں بخشے گا۔۔"

آیت ۳۴

اب آرجے کی باقاعدہ ہچکی بندگئی تھی۔

"اللہ" بے ساختہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔ وہ زمین پر بیٹھا تھااور یہ آیت سننے کے بعد وہ سجدے میں گر گیا تھا۔ اس نے اپنے کافر نہ ہونے پر سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ اس نے کبھی دوسروں کو اللہ کے راستے سے نہیں روکا تھا۔ اس نے شکر کیا تھا کہ اللہ نے اسے ملحد مرنے سے بچایا تھا اسے ایک اور موقع دیا تھا۔

(کافر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا انکار کرتے ہیں باقی بتوں اور دوسری چیزوں کو خدا مانتے ہیں جبکہ مشرک لوگ اللہ کی ذات میں شرک کرتے ہیں وہ ایک خدا پر یقین نہیں رکھتے جیسے عیسائی جو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور اسے بھی خدا کہتے ہیں۔ جبکہ ملحد وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کائنات اپنے آپ ہی بنی ہے دنیا میں کوئی خدا نہیں جبکہ کچھ ملحد اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کائنات کو کوئی سپر نیچرل پاور کنٹرول کر رہی ہے۔۔ لیکن نہ تو وہ اس پاور کو اللہ کا نام دیتے ہیں اور نہ بگھوان کا۔ وہ اپنے طریقے سے جیتے ہیں۔۔)

"اور تم ہمت مت ہارو اور اسلام کی دعوت دیتے رہو۔ آخرکار تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے ان اعمال کو بلا نتیجہ نہیں چھوڑے گا" آیت ۳۵

ڈاکٹر باسط خاموش ہوگئے تھے۔ وہ خود بھی رو رہے تھے۔ انہوں نے آرجے کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"مبارک ہو میاں تم لا الہ (نہیں کوئی معبود) سے الا اللہ (سوائے اللہ کے) تک کا سفر کرنے میں کامیاب رہے ہو۔۔" وہ سرشار سے کہہ رہے تھے۔ آرجے سجدے سے اٹھ کر انکے گلے لگ گیا تھا۔

آج اس خوبصورت موسم میں جب ہوائیں بھی سلام کرتے ہوئے گزر رہی تھیں۔ اس نے کلمہ توحید پڑھا تھا۔۔ اس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو دل و جان سے قبول کیا تھا۔ وہ اسلام کی طرف

Revert

ہو گیا تھا۔

" آر جے مر گیا۔۔ ختم ہو گیا وہ شخص جو خدا کے وجود سے انکاری تھا۔۔ روحان جبیل زندہ ہو گیا ہے۔ اور تمہیں پتا ہے روحان جب ایک انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے، اسکی برائیوں کو نیک اعمال میں بدل دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔۔ جیسے ابھی جنم لیا ہو۔۔ اور اسی لیے تم آج سے روحان ہو۔۔ روحان جبیل۔۔ روحوں جیسا پاک صاف۔۔"

ڈاکٹر باسط اسکی پچھلی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور انکے ان الفاظ نے روحان کو روح تک سرشار کر دیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔۔ اس نے اپنی روح کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔۔ اور عائشہ جبیل نے اپنے منتوں مرادوں سے مانگے گئے بیٹے کا نام روحان کیوں رکھا تھا۔۔

یہ راز آج کھلا تھا__ اسے ہدایت دی گئی تھی

اور بیشک ہدایت اسے ملتی ہے جسے طلب ہو۔۔ اور اللہ ہر انسان کی طلب سے خوب واقف ہے۔۔!!!

سات مہینے گزر چکے تھے۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ رات کے وقت ہوا میں خنکی بڑھنے لگی تھی۔

اسے حشام یاد آیا تھا۔۔ اور اسکے ساتھ ہی حانم بھی۔۔ اسے یاد تھا جب وہ حانم کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گیا تھا اور اس روز بخار کی حالت میں تپ رہا تھا تو حشام نے اس سے کچھ کہا تھا۔۔

جسے وہ سمجھا نہیں تھا لیکن آج اسے سمجھ آگئی تھی۔

" تمہیں پتا ہے آر جے تم نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔۔ مجھے ڈر ہے اس گناہ اور ظلم کی زد میں کہیں ہمارا پورا خاندان نہ آجائے۔۔"

" ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔؟؟؟" وہ نقاہت کی وجہ سے مشکل سے بول پایا تھا۔

" تمہیں پتا ہے اس معصوم لڑکی کا نام ام حانم تھا۔۔ پتا ہے حانم کا مطلب کیا ہے۔۔ حانم کا مطلب عورت ہے۔۔ یعنی مقدس چیز۔۔ جسے اللہ نے آدم کی پسلی سے بنایا ہے تاکہ فرشتوں کو بھی اسکا علم نہ ہو۔۔ اور تم نے ایک عورت کے

تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کی، تمہیں ایک راز دیا گیا۔۔ جو تمہیں انجانے میں معلوم ہوا۔۔ تم نے اس راز کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جسے اللہ نے خود چھپایا ہوا تھا۔۔ تم اسے دنیا کو بتانا چاہتے تھے۔۔

بیشک عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ نے اسکا پردہ بھی رکھ لیا لیکن تم۔۔

تم نہیں سمجھ سکے۔۔ معافی مانگو اس دن سے جب اسکا بدلہ ہم سے لیا جائے گا۔۔ معافی مانگو آرجے_" حشام کی بات سن کر اسے غصہ آیا تھا۔ وہ بار بار اسے اسکی غلطی یاد کروا دیتا تھا۔ اسے کوفت ہوئی تھی۔۔ وہ فون بند کر چکا تھا۔

لیکن آج اسے شدت سے یہ الفاظ یاد آئے تھے۔ آج وہ واقعی ڈر گیا تھا۔۔ حانم کو دیکھنے اور ڈھونڈ کر اس سے معافی مانگنے کی طلب بڑھ گئی تھی۔۔ اسے یاد آیا تھا اسکی ایک رضائی بہن تھی۔۔

مدیحہ۔۔ جو شادی شدہ تھی۔۔ لیکن پھر بھی اسے خوف محسوس ہوا تھا۔۔ اور اس نے صدق دل سے حانم کے مل جانے کی دعا کی تھی۔ تاکہ اس سے معافی مانگ سکے۔

روحان اور ڈاکٹر باسط لندن آئے تھے۔ روحان کا دوبارہ آپریشن ہونا تھا آنکھوں کا۔۔ ڈاکٹر باسط نے اسے کہا تھا کہ وہ چاہے تو اپنے گھر والوں کو خبر کر دے ان سے مل لے لیکن آرجے اس حالت میں ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ابھی ملنے سے انکار کر دیا تھا۔۔ اور یوں ڈاکٹر باسط اسے اکیلے کو ہی لندن لے آئے تھے۔

" مجھے کچھ دیر لان میں بٹھا دیں میں ٹھنڈی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں تب تک آپ ڈاکٹر سے رپورٹس کے متعلق بات کر لیں" آرجے کی بات سن کر ڈاکٹر باسط اسے لان میں رکھے پتھر کے بینچ پر بٹھا کر خود ہاسپٹل کے اندر چلے گئے تھے۔

وہ لوگوں کی آوازیں سن سکتا تھا۔۔ محسوس کر سکتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا۔۔ وہ اندر سے ہی نہیں باہر سے بھی بدل چکا تھا۔۔

"تم احسن کو لے کر اندر جاؤ میں ذرا فون سن کر آتا ہوں۔۔" اس نے اپنے ایک دوست کو کہا تھا جو دوسرے دوست یعنی احسن کو لے کر اندر کی جانب چلا گیا تھا۔ یہ حشام تھا جو لندن اپنے دوستوں کے ساتھ ٹور پر آیا تھا۔ احسن کی طبیعت خراب تھی۔۔ اسکی آنکھیں کچھ دنوں سے سوجھن کا شکار تھیں۔ وہ اسی کے چیک اپ کیلئے آئے تھے۔ حشام جیسے ہی فون کال ریسیو کر کے لان میں داخل ہوا تھا۔۔ سامنے پتھر کے بینچ پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ آرجے تھا۔۔ اسکا سب کچھ۔ وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جیسے سکتہ ٹوٹا تھا۔

"آرجے" وہ خوشی سے چلاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"آرجے یہ تم ہی ہو نا۔۔؟؟" حشام اسے چھو کر دیکھ رہا تھا۔ حشام کی آواز سن کر روحان کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ بھی اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا تھا لیکن اس حالت میں نہیں۔۔"

"شاموکاکا۔۔" اسکے لب پھڑپھڑائے تھے۔ وہ بے دھیانی میں ہاتھ مار رہا تھا۔

"آرجے تم زندہ ہو۔۔ میں جانتا تھا تم زندہ ہو۔۔" حشام نے اسے گلے لگایا۔ وہ جسکے مرنے کی خبر سن کر سید حویلی کے لوگ پچھلے کئی مہینوں سے رو رہے تھے اسے سامنے اور زندہ دیکھ کر حشام کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ وہ اتنا خوش تھا کہ اپنی اس خوشی میں روحان کا عجیب طرح کا انداز نوٹ ہی نہیں کر پایا تھا۔

"روحان بیٹا چلیں" اچانک ڈاکٹر باسط کی آواز ابھری تھی۔

"ڈاکٹر یہ حشام ہے میرا بھائی۔۔" روحان کی آواز کانپ رہی تھی۔ حشام نے چونک کر ڈاکٹر باسط کو دیکھا تھا۔

"اور شاموکاکا یہ ڈاکٹر باسط ہیں، میرے رہنما میرے محسن، انکی وجہ سے آج میں زندہ ہوں"

روحان کی بات سن کر حشام ڈاکٹر باسط کی طرف بڑھا تھا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ نے سید حویلی کی جان بچائی ہے۔۔" حشام ڈاکٹر باسط کے گلے لگے انکا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے جسے اللہ بچائے اسے کوئی مار نہیں سکتا۔۔"ڈاکٹر باسط نے نرمی سے کہا تھا اور پھر روحان کی طرف دیکھا جسکے چہرے پر الگ ہی چمک تھی۔ روحان بینچ کے ساتھ رکھی

Stick

اٹھاکر کھڑا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حشام کو اپنی روح فنا ہوتے محسوس ہوئی تھی۔ اسکے چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

"فکر نہ کرو۔۔ بہت جلد روحان اپنی آنکھوں سے اس دنیا کو تسخیر کرے گا" حشام کی حالت سمجھتے ہوئے ڈاکٹر باسط کے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا تھا۔ حشام بس سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ اور پھر روحان کی طرف بڑھ گیا۔

(تین ماہ بعد)

وقت گزر رہا تھا۔ ان تین مہینوں میں وہ شخص سر تا پیر بدل گیا تھا۔ کتنے خوش ہوئے تھے سید حویلی کے نفوس جب وہ زندہ سلامت اپنے پیروں پر چل کر حویلی میں داخل ہوا تھا۔ بی جان تو باقاعدہ گلے لگ کر روئی تھیں۔ مقدس آپی کی دعائیں قبول ہوئی تھیں۔ روحان کا یقین رنگ لے آیا تھا۔ اللہ نے اسے اسکی آنکھوں کی بینائی لوٹا دی تھی۔ سید حویلی میں سب اسے زندہ سلامت دیکھنے سے زیادہ اسے بدلا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ سید جبیل کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا جب انہوں نے ماضی کے آرجے اور حال کے روحان کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ بہترین طریقے سے نماز ادا کرتا تھا۔ سید جبیل بہت روئے تھے جب انہیں آرجے کی موت کی خبر ملی تھی۔

"میں منتوں مرادوں سے مانگی گئی تمہاری اس نعمت کی حفاظت نہیں کر سکا۔ مجھے معاف کر دینا عائشہ مجھے معاف کر دینا" وہ دنیا کے سامنے مضبوط نظر آنے والا شخص اکیلے کمرے میں اپنی محبوبہ بیوی کی تصویر کے سامنے خوب رویا تھا۔

"تم دیکھنا حیدر۔۔۔ مجھے پورا یقین ہے میرا روحان ایک دن دنیا میں وہ روشن ستارہ بن کر چمکے گا جسکی روشنی لوگوں کے وجدان کو منور کر دے گی۔۔۔ وہ دنیا کو وہ راہ دکھائے گا جس پر چلنے سے لوگ خدا کو پا لیں گا" آج عائشہ جبیل کی بات اسے سچ ہوتے محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو سید صاحب۔۔ اللہ نے آپکو بہت بڑا تحفہ دیا ہے۔۔" اسے نماز پڑھتے دیکھ کر محلے کے لوگوں نے سید جبیل کو مبارکباد دی تھی۔ مسرت جذبات سے سید جبیل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

حالات وواقعات نے مکی یعنی مستقیم کو بدل ڈالا تھا۔ وہ روحان سے ملنے آیا تو حیران رہ گیا تھا۔

"تو آرجے واقعی مر چکا ہے۔۔" وہ پھیکا سا مسکرایا تھا۔

"ہاں۔۔ آرجے مر چکا ہے۔۔۔ لیکن روحان جبیل زندہ ہے۔۔!!" اس نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

مہرو کی امی کی وفات ہو چکی تھی۔ مہرو اور مکی کی شادی ہو چکی تھی۔ مکی کو حانم کے الفاظ نے بدلنے میں بہت مدد کی تھی۔

"اللہ نے ہمیشہ مستقیم کو صراط کے رکھا ہے۔۔ تم تو مستقیم تھے تم کیسے بھٹک گئے" آج بھی حانم کے الفاظ اسکے کانوں میں کسی ہتھوڑے کی مانند لگتے تھے۔ مکی کی دو بہنیں تھیں ایک بڑی جو شادی شدہ تھی اور ایک چھوٹی جسکی شادی طے تھی۔ اسے خوف تھا کہ انہوں نے جو حانم کے ساتھ کیا تھا اسکا بدلہ لیا جائے گا۔۔ وہ جانتا تھا مکافات عمل طے ہے۔۔ اس نے بہت دعائیں کی تھیں کہ اسکے گناہوں کی سزا کی لپیٹ میں اسکی بہنیں نہ آجائیں۔۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا تھا کہ بڑی بہن بیوہ ہوگئی تھی اور چھوٹی بہن کا رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے والوں نے بنا وجہ بتائے رشتہ توڑ دیا تھا۔

وہ اپنے رب کے حضور بہت رویا تھا۔ جانے کیوں انسان گناہ کرنے سے پہلے نہیں سوچتا۔۔ اس پر جو مشکل وقت آیا تھا اس نے ملکی کو بدل دیا تھا۔۔

اسے مستقیم بنا دیا گیا تھا۔۔ اور وہ اب اپنے آپکو پر سکون محسوس کرتا تھا۔۔ بس حانم سے معافی مانگنی باقی تھی۔

"وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔۔ مجھے خوشی ہے اللہ نے ہمارا رخ گمراہی کے رستے سے موڑ دیا" مستقیم کہہ رہا تھا۔

"شادی شادی بہت بہت مبارک ہو۔۔" روحان مسکرایا تھا۔

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا۔۔ بہت۔۔ میری ہر پریشانی کو منٹوں میں ختم کرنے والا میرا دوست میرے ساتھ نہیں تھا۔۔" مستقیم کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"میں نے بھی تمہیں اپنی ہر آوارہ گردی میں بہت یاد کیا جس میں، میں نے اکیلے ہی حانم کو بہت ڈھونڈا۔۔ تم چلے گئے تھے ملکی۔۔ تم بھی چھوڑ گئے تھے حانم کی طرح۔۔" شاید اسے بھی سب یاد تھا۔

"معاف کر دو مجھے۔۔ میں ڈر گیا تھا مجھے لگا کہ جو ہم نے۔۔ خاص طور پر تم نے کیا اسکی سزا اگر میں تمہارے ساتھ رہونگا تو مجھے بھی ملے گی۔۔ لیکن میں بھول گیا تھا جو میں نے کیا اسکی سزا تو مجھے ہی ملنی تھی۔۔" وہ روحان کے گلے لگا تھا۔۔ اور روحان کو ایک بار پھر سب یاد آگیا تھا۔

وقت ظالم تھا تو مہربان بھی ہوا تھا۔۔ تین سال پہلے بچھڑے دو دوست ایک بار پھر سے مل گئے تھے۔۔"

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا۔ ہوا میں خنکی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آرام دہ بستر پر پر سکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ روحان جبیل۔۔ وہ آج بھی درد کی لپیٹ میں تھا۔۔

"کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں"

"کہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا"

لیمپ کی مدھم روشنی میں چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لہر اس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔

حواس بحال ہونے پر اس نے غصے سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچے پھینک دیا سسکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی۔ اور یہ آواز اسکی روح کو کسی تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ بے بسی چیخا۔

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اس آواز سے بچنا جا رہا تھا۔۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم اٹھائی ہوئی تھی۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔۔ پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز نے اُسکا پیچھا نہ کیا ہو۔ ایک بھی رات وہ سکون سے نہیں سو پایا تھا۔

اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھا۔۔ اب اسکا رخ اس شفیق ہستی کے کمرے کی طرف تھا جسکی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔

اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہونگی۔

"آجاؤ" دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔

وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھی سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"بی جان" وہ تڑپ کر انکی طرف بڑھا۔

بی جان نے یسین کو عقیدت سے چوم کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔

"شاہ بیٹا تم۔۔سب خیریت تو ہے نا۔۔؟"بی جان کے چہرے پر پریشانی ابھری۔روحان کی شخصیت میں ان دنوں اتنا وقار پیدا ہوا تھا کہ بی جان انہیں شاہ کے نام سے پکارنے لگی تھیں۔

"وہ بی جان۔۔وہ میں۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی برا خواب دیکھا کیا۔۔؟"بی جان پیار بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔

جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔

"کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان۔۔۔ کیسے۔۔؟"

وہ اذیت سے دوچار لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

بی جان نے اسکی بات پر ایک گہرہ سانس لیا۔

"کوئی تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی جان۔۔ وہ ایک رات وہ چپ نہیں ہوا کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے__؟؟؟"وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

چشمِ یعقوب کی__مانند ہیں برستی آنکھیں"!!__

میرے یوسف میری نظروں کو بینائی دے جا__!!

بی جان کا کلیجہ جیسے اپنے بیٹے کی بات پر چھلنی سا ہو گیا تھا۔

"کیا وہ شخص تھکتا نہیں بی جان۔۔۔ کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو۔۔؟ وہ چپ کیوں نہیں ہوتا بی جان__" کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے۔۔؟" روحان بار بار ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

"زخم گہرا دیا ہے تم نے بیٹا۔۔ اتنا گہرا زخم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔۔" بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر پھونک ماری جیسے ساری بلائیں ٹالنا چاہتی ہوں۔

"اُسے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی جان۔۔ چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔۔ اور بی جان سن رہی تھیں۔۔ کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دہراتا رہا اور پھر تھک ہار کر یا شاید اس سکون کے باعث جو اسے بی بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔ روحان نے بی جان کو بتایا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی اور اب اسے ڈھونڈ رہا تھا تاکہ اس سے معافی مانگ سے۔۔

بی جان پوری بات تو نہیں جانتی تھیں لیکن اتنا ضرور جانتی تھیں کہ ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھانا۔۔ اسے زندہ در گور کرنے کے مترادف ہوتا ہے_

"میں دعا کرونگی میرے بچے کہ وہ لڑکی رونا بند کر دے۔۔ وہ جہاں بھی ہے اللہ اسے سب کچھ بھلا کر بہت ساری خوشیاں دے تاکہ تم بھی سکون سے جی سکو۔۔!!" بی جان نے جھک کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔ اور صدق دل سے اسکے لئے دعا کی تھی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ روحان لیپ ٹاپ کھولے سکرین پر نظر آتے ڈاکٹر باسط سے بات کرنے میں مگن تھا۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے سید حویلی آئے ہوئے۔ وہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کے ہر بیان ہر لیکچر کو سنا تھا۔ اسے جو بھی الجھن ہوتی تھی وہ سب سے پہلے انہیں کال کرتا تھا۔ اور ایک ایسی ہی الجھن لئے وہ آج بھی حاضر تھا۔

قرآن پاک وہ کتاب ہے جسے سمجھنے کیلئے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔۔ وہ معلم جو صحیح علم رکھتا ہو، جسکا دل صاف ہو اور اللہ کی محبت سے لبریز ہو۔۔ اور روحان جبیل کو ڈاکٹر باسط سے بہتر معلم نہیں مل سکتا تھا۔

" تخلیق انسان کس سے ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب __ ؟"

"ایک مقام پر قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو نطفے (مادہ منویہ) سے پیدا کیا گیا جبکہ ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ آدمی کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کیا یہ دونوں آیات باہم متصادم نہیں؟؟؟ آپ سائنسی طور پر کیسے ثابت کریں گے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔۔؟؟ مجھے یہ چیز الجھا رہی ہے آپ میری الجھن کو دور کریں۔"

روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرا دیئے تھے۔ اور پھر انہوں نے بولنا شروع کیا تھا

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو قرآن کریم میں بنی نوع انسان کی حقیر ابتدا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسے مادہ منویہ کے ایک قطرے سے پیدا کیا گیا۔ یہ بات متعدد آیات میں کہی گئی جن میں سورۃ قیامہ کی حسب ذیل آیت بھی شامل ہے:

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ (۳۷)

"کیا وہ (ایک حقیر) پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے۔ "

(سورۃ قیامہ 75 آیت 37)

قرآن کریم متعدد مقامات پر اس بات کا ذکر بھی کرتا ہے کہ بنی نوع انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ حسب ذیل آیت میں بنی نوع انسان کی تخلیق اور ابتداء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ (۵)

"لوگو! اگر تمہیں زندگی بعدِ موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو (تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔"

(سورۃ الحج 22 آیت 5)

اگر تم غور کرو تو دوسرے سوال کا جواب کہ انسان مٹی سے بنا ہے آسانی سے جان سکتے ہو۔
موجودہ دور میں ہمیں معلوم ہے کہ جسمِ انسانی کے عناصر یعنی کے

Elements

، جن سے مل کر انسانی جسم وجود میں آیا ہے، سب کے سب کم یا زیادہ مقدار میں مٹی میں شامل ہیں، سو یہ اس آیتِ قرآن کی سائنسی توجیہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔
اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ انسانی جسم ایک

Matter

ہے۔۔ اور

Matter

یعنی مادے میں مٹی بھی شامل ہے۔
قرآن کی بعض آیات میں اگر یہ فرمایا گیا ہے کہ آدمی نطفے سے پیدا کیا گیا جبکہ بعض اور آیات میں کہا گیا ہے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا، تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ تضاد سے مراد تو ایسے بیانات ہیں، جو باہم مختلف ہوں یا متصادم ہوں اور بیک وقت صحیح نہ ہوں۔۔"
ڈاکٹر باسط خاموش ہوئے تھے۔
"بعض مقامات پر قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ مثال کے طور پر سورۃ الفرقان میں کہا گیا:
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (۵۴)
"اور وہی (اللہ) ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا۔ "
(سورۃ الفرقان 25 آیت 54)
اس سے کیا مطلب ہوا۔۔۔؟؟" روحان پوچھ رہا تھا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں کھانے میں کیا پسند ہے؟؟"

ڈاکٹر باسط نے نہایت

Unrelated

سوال کیا تھا۔

روحان سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"اس وقت تو مجھے چائے پسند ہے۔۔"روحان نے اپنے سامنے رکھی چائے کے کپ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا۔۔فرض کیجئے میں یہ کہتا ہوں کہ چائے کا کپ تیار کرنے کے لیے پانی درکار ہے لیکن اس کے لیے چائے کی پتی اور دودھ یا ملک پاؤڈر بھی درکار ہوتا ہے۔تو کیا یہ دونوں بیانات متضاد ہیں۔۔؟؟؟"ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔

"نہیں۔۔۔کیونکہ چائے ان ساری چیزوں سے مل کر بنتی ہے۔۔۔!!"آرجے نے جواب دیا تھا۔

"تو میاں تم اپنے سوال کا جواب خود دے چکے ہو۔۔کیونکہ پانی اور چائے کی پتی دونوں ہی چائے کی پیالی تیار کرنے کے لیئے ضروری ہیں، مزید بر آں اگر میں میٹھی چائے بنانا چاہوں تو اس میں چینی بھی ڈال سکتا ہوں،لہذا قرآن جب یہ کہتا ہے کہ انسان کو نطفے، مٹی اور پانی سے تخلیق کیا گیا تو اس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ تینوں میں امتیاز قائم کیا گیا ہے۔چیزوں میں امتیاز

(Contradistinction)

کا مطلب ایک ہی موضوع کے ایسے دو تصورات کے بارے میں بات کرنا جو باہم متصادم نہ ہوں، مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں کہ انسان ہمیشہ سچ بولتا ہے اور عادتاً جھوٹا ہے تو یہ ایک متضاد بات ہو گی لیکن اگر میں یہ کہوں کہ یہ آدمی دیانت دار، مہربان اور محبت کرنے والا ہے تو یہ اس کی مختلف صفات میں امتیاز ظاہر کرنے والا ایک بیان ہو گا۔

اس لئے کوئی بھی قرآنی آیت دوسری آیت کے متضاد نہیں ہے۔۔ بلکہ ساری آیتیں ایک دوسرے کے متصادم ہیں جو مختلف جگہ پر انسانی جسم کی تخلیق کے مختلف عناصر کو بیان کرتی ہیں۔۔

سمجھ گئے میاں۔۔؟؟" وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔۔جی۔۔۔بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب"

روحان سرشار سا کہہ رہا تھا۔اسکی ایک اور الجھن دور ہوگئی تھی۔ اسکے دل نے اس پل شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ ڈاکٹر باسط کی طرح علم والا بن جائے۔

وہ ایسا ہی ایک عام سا دن تھا۔روحان لاؤنج میں ٹی وی لگائے خبریں سن رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ اسے تمام گھر والوں نے اب اپنی پڑھائی جاری کرنے کا کہا تھا۔ روحان کو اپنے باپ کی طرح نہ تو سیاسیات پڑھنے میں دلچسپی تھی اور نہ ہی ضیاء جبیل کی طرح معاشیات میں۔۔ حشام نے بھی دونوں سے الگ انگریزی ادب کو چنا تھااور روحان بھی

Genetics

میں ایم فل کرنا چاہتا تھا۔وہ اس وقت مختلف یونیورسٹیوں میں داخلے کیلئے اپلائے کر رہا تھا جب ٹی وی پر چلنے والی خبر نے دھماکہ کیا تھا۔ لیپ ٹاپ پر پھسلتی انگلیاں کانپ کر رکی تھیں۔ٹی وی پر اینکر کسی لڑکی کی خودکشی کی خبر دے رہی تھی۔

"محترمہ ام حانم اس دارلامان میں کچھ دن پہلے آئی تھیں۔ انکا چہرہ جھلسا ہوا تھا۔۔ کہتے ہیں کسی لڑکے نے انکے چہرے پر تیزاب پھینک کر مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ بچ گئیں لیکن بد قسمتی کے انکا چہرہ جھلس گیا۔۔ کل رات دارلامان کے ایک کمرے میں پنکھے سے لٹک کر ام حانم نے خودکشی کرلی۔۔ جیسے کہ آپ دیکھ سکتے ہیں ناظرین پولیس تفتیش و تحقیق کیلئے یہاں پہنچ چکی ہے۔۔!!" اینکر کچھ اور بھی کہہ رہی تھی لیکن روحان کو حویلی کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہورہی تھی۔

"ام حانم۔۔۔" اسکے لب پھڑپھڑائے رہے تھے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور سامنے رکھے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔ روحان کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ گھر سے باہر نکلا تھا۔

"شاہ بیٹا کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟؟" بی جان لان میں مالی کے سر پر کھڑیں اچھے سے پودوں کی کانٹ چھانٹ کروا رہی تھیں۔ روحان کو جاتے دیکھا تو آواز دی لیکن وہ سن کہاں رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا گاڑی لے کر حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔۔

"کیا آپ لوگ بتائیں گے یہاں کیا ہوا تھا۔۔؟؟"

وہ کانپتے وجود کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ اسکے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ روحان اس دارلامان میں پہنچ چکا تھا۔ پولیس انسپکٹر جانتا تھا کہ وہ سید جبیل کا بیٹا تھا۔ اسے اندر جانے دیا گیا تھا۔ ام حانم کو دفنا دیا گیا تھا۔ روحان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہاں پر کوئی بھی شخص ام حانم کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا۔ وہ کچھ دن پہلے وہاں آئی تھی۔

"کیا وہ لڑکی یہی تھی؟؟" روحان نے موبائل سے تصویر نکال کر اس لڑکی کے سامنے کی تھی جسکے ساتھ ام حانم ٹھہری تھی۔

"پتا نہیں جی۔۔۔ جب وہ یہاں آئی تو اسکا چہرہ جلا ہوا تھا۔ شاید وہ پہلے ایسی ہی ہو" لڑکی نے عام سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ کسی کو بھی مرنے والی لڑکی کے نام کے سوا کچھ معلوم نہیں تھا۔ روحان کو اپنے سامنے ہر منظر دھندلاتا محسوس ہوا تھا۔ اسکی آنکھوں میں نمی پھیل گئی تھی۔ اس نے اپنے دل کو دھاڑیں مارتے پایا تھا۔

وہ وہاں کے ایک ملازم کے ساتھ قبرستان آیا تھا۔

تازہ قبر۔۔۔ نم مٹی۔۔ تازہ پھول۔۔۔

"حانم۔۔۔" وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔

"تم ایسے نہیں مر سکتی۔۔ میرے ساتھ ایک بار پھر اتنا بڑا ظلم نہیں ہو سکتا۔۔" وہ رو دیا تھا۔ ان تین سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا جب اس نے حانم کو نہ سوچا ہو۔ وہ اسکی سوچوں میں رچ بس گئی تھی۔ جانے وہ اس قبرستان میں

بیٹھا کتنی دیر تک روتا رہا تھا۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا، اور پھر اس نے سب ختم ہوتے محسوس کیا تھا اپنا آپ بھی۔

ایک مہینہ گزر گیا تھا۔روحان پتھر کا ہو چکا تھا۔ مسکراہٹ اسکے لبوں سے چھن گئی تھی۔ سید حویلی کے لوگ اسکی حالت پر کڑھنے لگے تھے۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔ اور اس خاموشی میں ارتعاش اسکے فون پر ہونے والی بیل سے پیدا ہوا تھا۔ مدیحہ کا فون تھا۔ وہ رخصت ہو کر اپنے گھر جا چکی تھی۔اس نے پتا نہیں کیا سوچ کر فون اٹھالیا تھا۔

"کیسے ہیں بھائی آپ۔۔؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"تم کیسی ہو گڑیا۔۔؟؟" روحان نے اپنے لہجے کو ہشاش بنانے کی کوشش کی تھی جو کہ ناکام رہی تھی۔ام حانم کی موت کا یقین کرنا دنیا میں سب سے مشکل کام تھا۔

"جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔۔" مدیحہ جیسے زبردستی مسکرائی تھی۔

"تم انتہائی ذلیل اور گھٹیا عورت۔۔ تمہیں میں آج نہیں چھوڑوں گا۔۔"فون سے آواز ابھری تھی۔ یہ مدیحہ کے شوہر فرقان کی آواز تھی روحان اچھے سے پہچانتا تھا اس آواز کو۔۔۔ اچانک مدیحہ کی چیخنے کی آواز ابھری تھی اور پھر فون بند ہو گیا تھا۔ "ہیلو۔۔ ہیلو۔۔ مدیحہ کیا تم ٹھیک ہو؟؟"

روحان ایک جھٹکے سا ہوا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے فرقان نے مدیحہ کو مارا تھا۔وہ کچھ دیر پریشانی سے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ وہ بار بار مدیحہ کا نمبر ملا رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔

کچھ سوچنے کے بعد پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

مدیحہ کا سسرال ملتان میں ہی تھا۔ وہ اسکے سسرال پہنچ گیا تھا۔

"مدیحہ کہاں ہے۔۔۔؟؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔ جو روحان کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"وہ جی۔۔وہ۔۔" ملازمہ بری طرح سے ہکلا رہی تھی۔

"مدیحہ۔۔۔" وہ اب آوازیں دے رہا تھا۔

"وہ جج۔۔جی۔۔اپنے کمرے میں ہے۔۔" ملازمہ نے اوپر کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ وہ سیڑھیاں پھلانگتا اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ لائٹ جلانے پر مدیحہ کی حالت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ نیچے قالین پر بے سود پڑی تھی۔ پیشانی اور ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔

"مدیحہ گڑیا کیا ہوا تمہیں اٹھو۔۔" روحان اسکی جانب بڑھا تھا۔

ہائی وے پر جہاز کے پہیوں سے رگڑ کھانے کی آواز ابھری تھی۔ وہ غنودگی کی حالت سے ایک دم بیدار ہوا تھا۔ چہرے کا رخ موڑ کر جہاز کے شیشے سے باہر دیکھا تھا۔ جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ وہ لندن پہنچ چکا تھا۔ جہاز کے شیشے پر ہلکی ہلکی بارش کی بوندوں نے باہر کے منظر کو دھندلا کیا تھا۔

روحان کا یہاں کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا۔ وہ اپنی آگے کی پڑھائی کیلئے یہاں آیا تھا۔

وقت کیسے سرکتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔ وہ سب کی یادیں لئے لندن آ گیا تھا۔۔ اور اپنے ساتھ بہت سی اداسیاں لایا تھا۔ جہاز اب پارکنگ اسٹینڈ ٹیوب سے جا لگا تھا۔ روحان نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی تھی۔ اس نے حانم کی خوشبو کو اپنے آس پاس محسوس کیا تھا۔۔

محبّت زاد ہے 'مُجھ میں
کوئی فرحاد ھے 'مُجھ میں
نہیں وِیران 'اندر سے

خُدا کی یاد ہے' مُجھ میں
جو ہر دَم' ساتھ رہتا ہے
مِرا ہم زاد ہے' مُجھ میں
مَیں خُود سے' کٹ نہیں سکتا
مِری بُنیاد ھے' مُجھ میں
اگرچہ مَیں' قفَس میں ھُوں
کوئی آزاد ے' مُجھ میں
جو مُجھ کو' صَید رکھتا ھے
عجب صَیّاد ھے' مُجھ میں
ضَمِیر زِندہ' کی صُورت
مِرا اُستاد ھے' مُجھ میں
نہیں اب مَیں' نہیں ساحرِ
!!____کہ وہ آباد ہے' مُجھ میں

پارکنگ اسٹینڈ پر لگی ٹیوب سے مسافر جہاز سے ٹرمینل پر اتر رہے تھے۔ روحان بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ٹرمینل سے لاؤنج کی طرف بڑھا۔

شام اپنے پر پھیلا چکی تھی، ہلکی ہلکی بوندا باندی نے لندن کو خوشگوار بنا دیا تھا۔ لاؤنج میں کاغذات کی کاروائی کے بعد وہ لاؤنج سے باہر نکلا تھا_ پتھر سے بنے فرش گیلے ہو گئے تھے۔ خوبصورت، مدہوش اور ٹھنڈی ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا۔

سبیل اسے لینے آنے والا تھا مگر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ وہ وٹینگ ایریا میں رکھے پتھر کے بینچوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا تھا_ کندھے پر لٹکے بیگ اور ایک سوٹ کیس کے علاوہ وہ کچھ نہیں لایا تھا۔۔ پتھر کے بینچ پر بیٹھنے کے بعد روحان نے _ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا

وقت نے اس منظر کو قید کیا تھا، وقت یہ منظر پہلے بھی دہرا چکا تھا_ پنجاب یونیورسٹی میں لکڑی کے بینچ پر چہرہ آسمان کی طرف کئے وہ خلاؤں میں جانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

بارش کی بوندوں نے روحان کے چہرے کو چھوا تو وہ اس لڑکی کے سحر سے باہر نکلا تھا۔ کچھ من چلے لڑکے لڑکیوں کو اس نے بارش میں بھیگتے دیکھا تھا۔ وہ خود بھی تو بھیگ رہا تھا۔ وہ اپنا باطن جل تھل کرنا چاہتا تھا جو صدیوں سے کسی آگ کی بھٹی میں جل رہا تھا_ لیکن اندر جلتی آگ کو بجھانا بارش کے بس میں بھی نہیں ہوتا۔

یہ بس ظاہر کو بھیگا سکتی ہے۔ بھڑکتے شعلوں کو کس نے دیکھا ہے۔ کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ وہ کتنا کچھ بدل کر آیا تھا۔ روحان نے بینچ کے پچھلے حصے سے کمر ٹکائی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

دور کہیں ہر چیز گڈمڈ ہونے لگی تھی۔

روحان نے اپنے آپکو اس قبرستان میں پایا تھا جہاں وہ ام حانم کی قبر پر پاگلوں کی طرح رویا تھا۔۔ اسے ابھی قدرت کے فیصلوں کی اتنی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اسے ابھی سفر طے کرنا تھا۔۔ جدائی کی آگ کو سینے میں لے کر جو سفر طے کیا جاتا ہے وہ مزید مشکل ہو جاتا ہے۔۔ پیروں میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔ خاردار جھاڑیوں سے جو راستے پر اگی ہوتی ہیں پاؤں لہو لہان ہو جاتے ہیں لیکن منزل کا نشہ انسان کو رکنے نہیں دیتا۔

کئی دور اسکے دل میں بھی ایک موہوم سی امید باقی تھی۔۔ اس ساحرہ کے مل جانے کی امید کہیں اچانک نظر آجانے کی خواہش اور خواہشات کو پورا ہونے میں وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک لمبا سفر طے کرنا پڑتا

ہے اور روحان نے اس سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ اس روز اسے قبرستان سے ملازم اٹھا کر لائے تھے۔ وہ اگلے دن تک بیہوش رہا تھا۔ تیز بخار سے اسکا جسم پھنک رہا تھا۔

"یا اللہ میرے بچے کو صحت و تندرستی عطا کر___!!" بی جان اسے پانی کی ٹھنڈی پٹیاں کرتے ہوئے دعائیں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے انجیکیشن لگایا تھا۔ دھیرے دھیرے رات کے کسی پہر میں اسکا بخار زور توڑ گیا تھا۔ لیکن جب اسکی آنکھ کھلی تو روحان کو اپنے دل کے بین کرنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ آنکھوں میں نمی گھل گئی تھی۔ وہ اسے کتنا چاہتا تھا یہ آج پتا چلا تھا۔

"دنیا میں شاید ہی کسی مرد نے کسی عورت سے اتنی محبت نہیں کی ہو گی جتنی روحان بن حیدر جبیل نے ام حانم سے کی تھی۔۔"

اسے تو خود اپنی محبت کی شدت کا اندازہ نہیں تھا۔

"حوصلہ رکھو میاں! قدرت کے فیصلوں میں چھپی مصلحت ہم نہیں جانتے یہ بس خدا ہی بہتر جانتا ہے تم خود کو مضبوط بناؤ تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور یاد رکھنا اس مشکل سفر میں تمہاری محبت ہی تمہاری طاقت بنے گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے___!!!" ڈاکٹر باسط کی بات سن کر وہ مسکرا دیا تھا۔

وقت بہت بڑا کھلاڑی ہے وقت سے زیادہ شاطر کوئی نہیں یہ انسان کو توڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا، جب ایک انسان وقت و حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے وقت اس پر حالات کی ایسی کاری ضربیں لگاتا ہے کہ انسان بلبلا کر رہ جاتا ہے۔ وقت نے روحان کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ کیا تھا۔ اسکی جان سے پیاری اکلوتی بہن کو اسکے شوہر نے بری طرح سے مارا تھا۔ اسکے جسم پر جگہ زخموں کے نشان تھے۔

روحان غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر ہاسپٹل لے کر آیا تھا۔ مدیحہ کے زخموں پر جگہ جگہ پٹیاں کی گئی تھیں۔۔ اور پٹیوں میں جکڑے اسکے وجود کو دیکھ کر روحان کا دل کر رہا تھا کہ وہ سب کو آگ لگا دے_ لیکن وہ

مدیحہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اس سے تفصیل سے بات کر سکے۔ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اسکے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی۔

"مدیحہ۔۔" وہ بے اختیار ہی کمرے کی طرف بھاگا تھا۔مدیحہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی جو سوجن کا شکار تھیں۔وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہوگئی تھی۔ میڈیکل کی طالبہ ہونے کے باوجود مدیحہ اپنا بہت خیال رکھتی تھی۔وہ جبیل خاندان سے تھی اور اس خاندان میں موجود تمام نفوس کی طرح وہ بھی بہت پیاری تھی۔

بیڈ پر پڑا وہ وجود کہیں سے بھی روحان کو مدیحہ جبیل کا نہیں لگا تھا۔

"بھائی۔۔" مدیحہ نے اسے پہچاننے کے بعد پکارہ تھا۔

"کیا ہوا گڑیا رو کیوں رہی ہو۔۔اور یہ سب کیا ہوا ہے۔۔" روحان نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ بری طرح ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اسکا نازک وجود کانپ رہا تھا۔ روحان کو اپنا دل کٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے تو آج تک گھر میں کسی کو مدیحہ کو ڈانٹنے تک نہیں دیا اور کہاں اب اسے جانوروں کی طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے، مجھے بتاؤ تو اور رونا بند کرو۔۔"

روحان نے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

"بھائی مجھے وہاں نہیں جانا۔۔ وہ فرقان۔۔وہ اچھے انسان نہیں ہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا اور مجھے روز مارتے ہیں وہ مجھے بدکردار کہتے ہیں۔۔"

مدیحہ کی باتیں سن کر روحان کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔اسکے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں۔ غصے کی شدید لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ مدیحہ جس ادارے میں پڑھتی تھی وہاں اسکا ایک کلاس فیلو تھا ارحم نام کا جو اسے بہت پسند کرتا تھا اور کتنی بار اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکا تھا۔

پسند تو مدیحہ بھی اسے کرتی تھی لیکن اس نے کبھی اقرار نہیں کیا تھا۔۔وہ اپنے خاندان کو جانتی تھی۔۔وہ جانتی اسکی شادی اسکے بڑے بابا اور چھوٹے بابا سائیں کی مرضی سے ہو گی۔۔

اس سے پہلے اس پسند کو اظہار موقع ملتا آناً فاناً اسکا رشتہ پکا ہوا اور نکاح ہو گیا۔ وہ کتنے دن یونیورسٹی نہیں گئی۔

"کیا ہوا مدیحہ تم ٹھیک ہو۔۔ اتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں آئی۔۔؟؟" ارحم کا میسج پڑھ کر اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ انکی کبھی فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ ارحم کا پہلی دفعہ میسج آیا تھا۔

"میرا نکاح ہو چکا ہے مجھے اب تنگ مت کرنا۔۔"

وہ اسے جواب دے چکی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔۔ تم کسی اور سے کیسے شادی کر سکتی ہو۔۔؟؟" اسکے سوالوں سے تنگ آکر وہ فون بند کر چکی تھی۔ اور پھر وہ ہوا جسکا کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ آرجے کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اسکے مرنے کی خبر ملی تھی۔

دکھ اتنا بڑا تھا کہ مدیحہ اپنا دکھ بھول گئی تھی۔ اور پھر ایک دن لڑکے والوں کی طرف سے زور دینے پر اسکی رخصتی کر دی گئی۔۔

اسی رات جب فرقان کمرے میں آیا تو مدیحہ بیڈ پر نہیں تھی۔ یقیناً وہ واشروم میں تھی۔۔

البتہ اسکا موبائل بیڈ پر پڑا ہوا تھا جو کب سے رنگ کر رہا تھا۔ فرقان نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا تھا۔

"کہاں مصروف ہو تم مدیحہ۔۔ بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔ پھر تم نے کسی اور سے شادی کیوں کی۔۔

میں اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیجنے ہی والا تھا" ارحم نان سٹاپ بول رہا تھا۔ کسی لڑکے کے منہ سے اس طرح کی باتیں سن کر فرقان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔ اس نے موبائل کو غصے سے دیوار میں مارا تھا۔

کچھ ٹوٹنے کی آواز سن کر مدیحہ باہر نکلی تھی۔ وہ اپنے کپڑے بدل چکی تھی۔ مسلسل بھاری کپڑوں میں بیٹھنے کی وجہ سے اسکی کمر اکڑ گئی تھی۔ رات کے ساڑھے تین کا وقت تھا۔ وہ اب آیا تھا۔ مدیحہ نے حیرت سے پہلے فرقان اور پھر موبائل کو دیکھا جو کئی ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔

مدیحہ کو اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ سید فرقان اور کچھ نہیں بلکہ ایک پڑھا لکھا جاہل تھا۔ وہ غصے پھنکارتا مدیحہ کی طرف بڑھا تھا اس سے پہلے وہ کچھ کہتی فرقان نے اسکے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ وہ نیچے گری تھی۔ مدیحہ کے تو ہوش اڑ گئے تھے۔

"بدذات عورت۔۔ تمہیں میں نہیں چھوڑوں گا۔۔"

وہ اب منہ سے غلاظت بک رہا تھا۔ اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں تھا۔ سال ہونے والا تھا وہ ایسے ہی فرقان کے تشدد کا نشانہ بنی تھی۔

اسکے خاندان کو وہ گھٹیا کہتا تھا۔۔ اسے بدکردار کہتا تھا۔۔ وہ کہتی تو کس سے کہتی۔۔؟ بی جان نے رخصتی کے وقت کہا تھا کہ اب اسکا سب کچھ فرقان ہی ہے۔۔ وہ تمہارا محافظ ہے۔ لیکن یہاں تو وہ اسکے لئے موت کا فرشتہ بن کر آیا تھا۔۔

اسکی خوش قسمتی تھی کہ آج روحان نے فون پر سب سن لیا۔۔ ورنہ مزید کچھ دنوں میں وہ مر ہی جاتی_ اپنی بہن کے منہ سے دل دہلا دینے والی باتیں سن کر روحان کے پورے جسم میں اذیت کی لہر پھیل گئی تھی۔

"بھائی مجھے فرقان کے ساتھ نہیں رہنا۔۔ وہ بہت برا ہے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔" وہ رو رو کر بتا رہی تھی۔

"تم فکر نہ کرو میں کرتا ہوں اسکا علاج۔۔" وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

"بھائی وہ بہت خطرناک ہے۔۔ وہ آپکو بھی نقصان پہنچائے گا۔۔" وہ ڈر گئی تھی۔

"تم فکر نہ کرو اور پرسکون ہو جاؤ۔۔ اب سب ٹھیک ہو گا۔۔" وہ اسکا گال تھپتھپا کر دروازے کی طرف بڑھا۔۔ اس سے پہلے وہ دروازے تک پہنچتا فرقان اندر داخل ہوا تھا۔ اسکے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ لیکن وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"یہاں کیوں لائے ہو اسے۔۔ لیڈی ڈاکٹر گھر آجاتی۔۔" فرقان غصے سے بولا تھا۔ اسکی بات سن کر روحان کا دماغ گھوما۔

"یہ کیا کیا ہے تم نے میری بہن کے ساتھ۔۔؟؟"

روحان غصے سے سرخ آنکھیں لئے دھاڑا تھا۔ اس نے خود پر ضبط رکھنے کیلئے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

"کچھ نہیں کیا میں نے یہ تمہاری بہن دیکھ رہے ہو اسے، چکر چلاتی ہے دوسرے لڑکوں سے بدکردار ہے یہ۔۔!!" فرقان کے لہجے میں حقارت تھی۔ ایک پل کیلئے روحان سن ہوا تھا۔

"بدکراد ہو تم مس ام حانم۔۔ بدکرادر ہو تم۔۔۔"

اسکے اپنے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے تھے۔

آج پتا چلا تھا اسے یہ الفاظ سننا کتنا مشکل ہوتا ہے۔۔ اسکے الفاظ وقت نے آج اسے لوٹائے تھے۔

یہ بس ایک پل تھا۔ اگلے ہی پل وہ فرقان کی طرف بڑھا تھا اور ایک زوردار گھونسا اسکے منہ پر رسید کیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ باتیں کہنے کی۔۔ تم جانتے بھی ہو وہ تمہاری بیوی ہے۔۔ اور تم اس پر ہی کیچڑ اچھال رہے ہو۔۔!!" روحان کا گھونسا کھا کر فرقان لڑکھڑایا تھا۔

"میں جانتا ہوں وہ میری بیوی ہے لیکن تم شاید بھول گئے ہو۔۔ وہ میری ہے میں جو چاہے کروں اور یہ ہمارا آپس کا مسئلہ ہے۔۔" حواس بحال ہونے پر فرقان چیخا تھا۔ مدیحہ تو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ تمہاری بیوی ہے تمہاری غلام نہیں جو تم جو چاہے سلوک کرو۔۔" روحان کو غصہ آرہا تھا۔

"ایسی گھٹیا اور بدکردار بیوی اسی قابل ہے۔۔!!"

اس سے پہلے فرقان مزید کچھ کہتا روحان نے اسے پکڑ لیا تھا اور اب وہ اسے بری طرح پیٹ رہا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے مدیحہ کی چیخ بھی نہیں نکل رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اترنا چاہتی تھی لیکن ہاتھ میں لگی ڈرپ اسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

"میرا ایمان اور عقیدہ بدلہ ہے۔۔ میری فطرت بدلی ہے۔۔ میرا رخ اللہ کی طرف مڑا ہے۔۔ لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں لڑنا بھول گیا ہوں۔۔ میں تم جیسے گھٹیا لوگوں کیلیے آج بھی آرجے ہوں۔۔ اگر تم نے دوبارہ کسی لڑکی کو چھوا یا اسکے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔۔"

وہ دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔ کمرے میں رکھی چیزوں سے انکے ٹکرانے کے باعث نیچے گر کر آوازیں ابھری تھی۔ جسے سن کر نرسیں اور ڈاکٹر کمرے میں آئے تھے۔ دونوں کو مشکل سے چھڑوایا گیا تھا۔ دونوں بری طرح سے ہانپ رہے تھے۔ فرقان جو اپنے آپکو شیر سمجھتا تھا روحان سے اچھی خاصی دلائی کروانے کے بعد اب صدمے میں تھا۔ وہ گھو گھور کر مدیحہ کو دیکھ رہا تھا۔۔

"آپ لوگوں کو پتا نہیں کہ یہ ہسپتال ہے۔۔ جائیں یہاں سے۔۔" ڈاکٹر نے فرقان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ وہ غصے سے سب کو دیکھتا چلا گیا تھا۔

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا روحان تم جانتے ہو وہ تمہارا بہنوئی ہے۔۔!!" سید جبیل نے اسکی کلاس لگائی ہائی تھی۔

"ڈیڈ وہ جاہل آدمی انسان کہلانے کے لائق نہیں۔۔"

روحان نے دوبدو جواب دیا تھا۔

"جو بھی ہے۔۔ مسئلہ جو بھی تھا بیٹھ کر سلجھایا جا سکتا تھا۔۔!!ضیاء جبیل کہا تھا۔

"بڑے ڈیڈ اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے۔ مدیحہ اس جانور کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔ بہتر یہی ہو گا کہ فرقان اسے طلاق دے۔۔!!" وہ آرام سے اپنی بات کہہ چکا تھا۔۔ لیکن اسکی اس بات نے سید حویلی کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ بی جان نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شاہ بیٹا۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" بی جان نے کہا تھا۔

"یہ میرا نہیں مدیحہ کا فیصلہ ہے اور میں اسکا ہر قیمت پر ساتھ دونگا۔۔ میں اسے مرنے کیلئے اس جانور کے حوالے نہیں کر سکتا۔۔"

"لیکن اس خاندان میں کبھی کسی نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا۔۔ اور تم کتنی آسانی سے یہ سب کہہ رہے ہو۔۔؟؟" سید جبیل گرجے تھے۔

"ضروری نہیں جو پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہ ہو۔۔ آپ لوگوں کو اپنی اکلوتی بیٹی پیاری ہے یہ پھر اس حویلی کی روایات؟؟" روحان نے کاری ضرب لگائی تھی۔ وہ بنا انکا جواب سنے باہر نکل گیا تھا۔ جو بات سالوں پہلے اسے سمجھ نہیں آئی تھی آج آگئی تھی حانم نے تو طلاق کی بات سمجھانے کیلئے اتفاقاً اسکی بہن کا نام لیا تھا۔۔

!! لیکن جب آج اس پر گزری تو۔۔ وہ جان گیا تھا کہ اللہ نے طلاق کو کیوں رکھا ہے۔۔

"تم ٹھیک تھی حانم۔۔ تم ہر بات میں ٹھیک تھی۔۔ جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔۔ مجھ پر گزری تو میں نے اللہ کو جانا۔۔ آج جب اتنا کچھ دیکھا تو دل پھٹ سا گیا۔۔ جو باتیں مجھے آج سمجھ آئی وہ تم سالوں پہلے جان گئی تھی۔۔ تم اللہ کے احکام کو مجھ سے پہلے سمجھ گئی تھی___!!" وہ اپنے کمرے میں نم آنکھیں لئے اسکی تصویر سے مخاطب تھا۔

وہ روحان بن حیدر جبیل ہی کیا جو اپنی بات سے پیچھے ہٹ جائے یا پھر ظلم کے خلاف نہ بولے۔۔ حشام کو جب پتا چلا تھا تو اس نے بھی روحان کی حمایت کی تھی۔ اور روحان نے کر دکھایا تھا۔۔ فرقان نے مدیحہ کو طلاق دے دی تھی۔

"آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔۔ میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔۔" مدیحہ اسکے سامنے رو پڑی تھی۔

"پگلی گڑیا یہ میرا احسان نہیں بلکہ میرا فرض تھا۔۔ اور میں نے اپنا فرض نبھایا ہے۔۔" وہ مسکرایا تھا تو مدیحہ بھی مسکرادی تھی۔ اسکے زخم آہستہ آہستہ مندمل ہو رہے تھے۔

"ہاتھ ہولا رکھنا تھا روحان غلام دین بتا رہا تھا تم نے فرقان کے جبڑے ہلا دیے۔۔!!" حشام کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"شکر کرو شامو کاکا کہ وہ بچ گیا۔۔ اسکا میں وہ علاج کرتا کہ ساری عمر کسی لڑکی کو ہاتھ لگانا تو در کنار دیکھتا بھی نہیں۔۔!!" روحان کو واقعی بہت غصہ تھا اس پر۔۔

"لندن کب جا رہے ہو۔۔؟؟" حشام نے پوچھا تھا۔ اسے پتا تھا روحان کا یونیورسٹی آف لندن میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔

"ابھی ایک اور کام باقی ہے۔۔ پھر کچھ دنوں تک جاؤں گا۔۔" روحان نے رازدانہ لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے ارحم پسند آ گیا ہے میں بہت جلد ڈیڈ سے بات کرونگا۔۔" وہ پرسکون سا کہہ رہا تھا۔ مدیحہ تو اسکی بات سن کر ہونق بنی اسے تک رہی تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔۔ آج ہی مل کر آیا ہوں اسے۔۔ تم سے محبت کرتا ہے۔۔ خوش رکھے گا۔"۔! روحان کی بات سن کر مدیحہ سٹپٹائی تھی۔

"نہیں بھائی۔۔ مرد ذات سے یقین اٹھ گیا ہے۔۔ میں اب اکیلے جینا چاہتی ہوں اور اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کرنا چاہتی ہوں۔۔ میری ڈاکٹری کا آخری سال ہے۔۔ میں ڈاکٹر بن کر انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔۔!!" مدیحہ اداس لہجے میں کہہ رہی تھی۔ روحان کو حانم یاد آئی تھی۔ اس نے جو حانم کے ساتھ کیا تھا۔۔ کیا وہ کسی پر یقین کر سکتی تھی۔۔ نہیں اور شاید کسی لڑکے کو انکار کرنے کی وجہ سے اس نے حانم کا چہرہ جلا دیا ہو گا۔

یہ خیال اتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔ اسے اپنا دل کرلاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے اپنے اندر سے دل کے رونے اور چیخنے کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔ جتنا وقت چاہے لے لو۔۔ لیکن تمہارا فیصلہ ارحم کے حق میں ہونا چاہیے۔۔ وہ تمہارے انتظار میں ہے۔۔!!" روحان نے اسکا گال تھپتھپایا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ مدیحہ اسکی آنکھوں میں نمی دیکھے۔۔

وہ جو بچھڑا تو یہ رمز بھی اس نے سمجھائی"

روح ایسے نکلتی ہے لوگ یوں مرا کرتے ہیں

"مدیحہ کی عدت پوری ہونے کے بعد وہ لوگ منگنی کیلیئے آئیں گے۔۔ مجھے امید ہے آپ ڈیڈ اور بڑے ڈیڈ دونوں کو سمجھا لیں گی۔۔"

روحان بی جان کا ہاتھ پکڑے انہیں بتا رہا تھا۔ روحان کے لہجے میں نرمی تھی۔ بی جان حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ یہ لڑکا پل پل میں رنگ بدلتا تھا۔۔ کبھی اتنا غصہ کہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔۔ اور کبھی بے حد شفیق۔

"تم اتنے بڑے کب سے ہو گئے ہو۔۔؟؟" بی جان نے اسکے چہرے کو چھوتے ہوئے پوچھا۔ ابھی تین سال پہلے کی تو بات تھی وہ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کیا کرتا تھا۔ گٹار کندھے پر لٹکائے، سیٹی بجاتا وہ آس پاس کے لوگوں کو رک کر دیکھنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ وہ تب بھی لوگوں کو شاک کر دیتا تھا اور آج بھی ٹھٹکنے پر مجبور

وہ کیا تھا بی جان بھی سمجھ نہیں پائی تھیں۔

"وقت اور حالات انسان کو بہت جلد سب سمجھا دیتا ہے بی جان۔۔ اور مجھے افسوس ہے میرے معاملے میں وقت نے تھوڑی دیر کر دی۔۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"خوش رہو سلامت رہو۔۔ آمین۔۔" بی جان نے اسکی پیشانی چومتے ہوئے صدق دل سے دعا دی تھی۔

"ماموں جلدی واپس آنا۔۔ آپکے لیئے پھر ممانی بھی ڈھونڈنی ہے۔" مقدس آپی کے بیٹے ریان نے اسکا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔وہ سب لوگ ایئر پورٹ پر موجود تھے۔ روحان لندن جارہا تھا۔ سید جبیل نے اسے زور سے گلے لگایا تھا۔ روحان کو بہت سکون ملا تھا۔ سب بہت خوش تھے اور ساتھ ہی اداس بھی۔

"ممانی آپکے ماموں نے ڈھونڈلی ہے دعا کرو بس وہ ماموں کو مل جائے۔۔!!" مقدس آپی نے ریان کو سمجھایا تھا۔

"رئیلی ماموں۔۔پہلے نہیں بتایا آپ نے؟؟؟" ریان شرارت سے پوچھ رہا تھا۔۔ روحان بس مسکرا دیا۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا۔۔ کبھی کبھی وہ مان لیتا تھا کہ حانم مرچکی ہے۔۔ اور کبھی کبھی دل بغاوت کر جاتا تھا۔۔

"وہ مجھے ملے نہ ملے۔۔وہ یہاں بستی ہے۔۔اور یہیں رہے گی___!!" روحان نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے مقدس آپی کی بات کا جواب دیا تھا۔

وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھیں۔

"ایک بہت بڑی دنیا۔۔ جس میں روشنی کم اور اندھیرا زیادہ ہے تمہارے انتظار میں ہے۔۔ یہ ایک نیا سفر ہے۔۔ النور انٹرنیشنل مسلم سکول کو تم نے سنبھالنا ہے۔اور پہلے اس قابل بننا ہے کہ تم النور کی رہنمائی کر سکو۔۔۔"

ڈاکٹر باسط نے اسے کندھوں سے پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ انکا لندن میں ایک انٹرنیشنل اسلامک سکول تھا جس کا نام النور تھا۔ جہاں نئے مسلمان ہونے والے لوگوں کیلیے رہنے کی جگہ تھی جنہیں انکے خاندان قبول نہیں کرتے تھے۔ مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اور ہر ویک اینڈ پر النور میں بہت بڑا اجلاس ہوتا تھا جس میں نان مسلم اور ملحد لوگوں کے اسلام پر اعتراض اور مختلف سوالات کے جواب دیے جاتے تھے۔اس اجلاس میں دنیا کے بہترین مسلم سکالرز اپنا لیکچر دیتے تھے۔

"ان شاء اللہ" روحان نے گہرے یقین سے کہا تھا۔

"خیر سے جاؤ اور کامیاب لوٹو۔۔" مقدس آپی نے اسے دعا دی تھی۔

پاکستان میں بھی موسم ابر آلود تھا۔ اسکیفلائیٹ میں بس پندرہ منٹ باقی تھے۔

"اپنے غصے پر قابو کرنا سیکھو۔۔ غصے انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے۔۔ جانتا ہوں ابھی تم سیکھنے کے مراحل میں ہو۔۔ لیکن تم سب سے الگ سب سے خاص ہو۔۔

جاؤ برخودار۔۔ جاؤ اور فتح کرلو۔۔ تمہارا سب سے بڑا ہتھیار محبت ہے" ڈاکٹر باسط نے اسے گلے لگایا اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا تھا۔

"اس سے پہلے کہ بارش تیز ہو ہمیں نکلنا چاہیے۔۔!!

ضیاء جبیل نے کہا تھا۔ وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف جبکہ روحان اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"سوری آر جے۔۔ میں تھوڑا لیٹ ہو گیا۔۔ کورٹ میں کچھ کام تھا" سبیل نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ اس نے روحان اوپر چھاتہ کیا تھا جو گہری سوچ میں غرق تھا۔۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

"آر جے۔۔۔" سبیل نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

وہ چونک کر ماضی سے حال میں واپس آیا تھا۔ ہاں وہ لندن پہنچ چکا تھا۔

"سوری۔۔ آنکھ لگ گئی تھی شاید۔۔" روحان اٹھ کر سبیل کے گلے لگا تھا جسے وہ سالوں بعد مل رہا تھا۔

"کمال ہے بھئی۔۔ اتنی تیز بارش میں جو انسان کو چہرے کو چھو رہی ہو۔۔ اور برف جما دینے والی ٹھنڈ میں تمہیں نیند کیسے آگئی۔۔؟؟" سبیل نے پوچھا تھا۔

"میرا تعلق محبت کے قبیلے سے ہے۔۔ اور محبت کرنے والوں کو آس پاس کی دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔" روحان پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

"گریٹ۔۔ تو مسٹر محبت کے دیوتا۔۔ گھر چلیں۔۔ کیونکہ یہاں پر بہت سی محبت کی دیویاں تمہیں کسی اور دنیا میں پہنچے ہوئے دیکھ کر کافی دیر سے حیرت سے تمہیں تک رہی ہیں ایسا نا ہو کہ محبت کا دیوتا انہیں پسند آجائے اور

پھر مشکل ہو جائے۔۔!!" سبیل کی بات سن کر روحان نے حیرت سے ارد گرد دیکھا تھا۔ پتھر کے بینچوں پر چھاتہ لئے اسے کچھ لڑکیاں نظر آئی تھیں جو اسے ہی گھور رہی تھیں۔

"لاحولہ ولا قوت الا باللہ" روحان بڑبڑایا تھا۔۔ اس بات پر دونوں کا قہقہہ ابھرا تھا اور پر وہ دونوں ہنستے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جب وہ دونوں گھر پہنچے تو بارش کافی تیز ہو چکی تھی۔ روحان غور سے اس ٹاؤن کو دیکھ رہا تھا جسکے پہلی لائن کو چھوڑ کر دوسری لائن میں سبیل کا گھر تھا۔ سبیل اسکے ماموں کا بیٹا تھا جو یہاں لندن میں لاء کی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد اب شہر کی سٹی عدالت میں پریکٹس کر رہا تھا۔ روحان یہاں ایم بی اے کا ایک سال مکمل کرنے کے بعد آیا تھا۔ جب وہ زندگی سے بھرپور تھا اور جلد ہی اپنی گلی یعنی لائن میں اپنی خوبصورت آواز کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا لندن ویسا کا ویسا تھا لیکن وہ بدل گیا تھا، سر تا پیر۔۔ اب ایک اداسی اسکے ارد گرد بکھرنے لگی تھی۔

سبیل نے گاڑی گھر کے اندر پورچ میں داخل کی۔

"محبت کے دیوتا۔۔ آپکا شاہی دربار آ چکا اتر جائیں۔۔" سبیل کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اور پھر اپنے بیگ کو اٹھا کر گاڑی سے باہر نکلا۔

جیسے ہی وہ گاڑی سے باہر نکلا اسے اپنا خون جمتا محسوس ہوا تھا۔ گاڑی میں ہیٹر لگا تھا اسے زیادہ ٹھنڈ محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔ اسکے کپڑے بھیگے ہوئے تھے اور اب ٹھنڈ کا احساس ہوا تھا۔

"چلیں۔۔۔" سبیل چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اور روحان اثبات میں سر ہلا کر اسکے پیچھے گھر میں داخل ہوا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔۔۔؟؟" وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کرسی پر آتش دان میں لگے ہیٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔جب سبیل کی آواز گونجی تھی۔روحان نے بند آنکھیں کو کھولا اور مسکرا کر سبیل کی طرف دیکھا۔

!!تمہارا گھر ہے جب چاہے جہاں چاہے آ جا سکتے ہو۔۔اجازت کی ضرورت نہیں۔۔"

"نہیں۔۔۔میں آر جے کے کمرے میں بنا اجازت گھس نہیں سکتا۔۔۔!!" سبیل نے ڈرنے کی اداکاری کی۔

وہ اب روحان کے سامنے دیوار پر رکھے صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔

"اچھا کیا تم نے کپڑے بدل لئے۔۔" اسے خاموش دیکھ کر سبیل نے کہا۔اس نے محسوس کیا تھا روحان کے چہرے پر اب ہر وقت ایک مسکان ہوتی تھی۔پہلے جیسی سختی نہیں تھی اب اسکے چہرے پر۔۔البتہ آنکھوں سے اداسی جھلکتی تھی۔

"حشام نے بتایا مجھے اس لڑکی کا۔۔سن کر بہت افسوس ہوا۔۔لیکن خدائی کاموں میں ہم انسان دخل نہیں دے سکتے۔۔ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم برا نہ مانو۔۔جب سے تمہاری کہانی سنی ہے یہ سوال ذہن میں گونج رہا ہے۔۔!!" سبیل نے کہا تھا۔روحان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جب تم اس لڑکی سے اتنی محبت کرتے تھے تو اسے جانے کیوں دیا۔۔؟؟"

سبیل کے سوال نے روحان کی روح کو اندر تک چھلنی کر دیا تھا۔وہ بس تڑپ کر رہ گیا تھا۔

_کچھ دیر خاموشی چھائی رہی

"مجھے لگتا ہے میں نے غلط سوال پوچھ لیا ہے۔۔!!" سبیل نے اسے خاموش دیکھ کر معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں شاید ابھی مجھ میں وہ حوصلہ نہیں ہے جس سے میں اپنی کہانی کو بیان کر سکوں"

"کوئی بات نہیں۔۔چھوڑو ان باتوں کو چلو کھانا کھاتے ہیں۔۔میں ملازم سے کہہ کر آیا تھا۔۔اس نے لگا دیا ہو گا۔۔!!" سبیل ایک دم کھڑا ہوا۔

روحان کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔ لیکن وہ سبیل کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا اس لئے اسکے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ لاؤنج میں بنی کھڑکی میں آ گیا تھا جو باہر لان میں کھلتی تھی۔ سبیل اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اسے آفس کا کام کرنا تھا۔

روحان نے جیسے ہی کھڑکی کھولی تو ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسکے چہرے سے ٹکرایا تھا جو اسے اندر تک سرشار کر گیا تھا۔ یہ تازہ ہوا بھی قدرت کی کتنی بڑی نعمت تھی۔ جو انسان کو ایک پل کیلئے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ جیسے ہی روحان کی نظر لان میں برستی بارش پر پڑی وہ حیران رہ گیا تھا۔ وہ وہاں تھی۔۔ بارش میں بھیگ رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔۔ کھکھلا رہی تھی، اسکی ہنسی سے فضا میں ایک عجیب سا جلترنگ پیدا ہو رہا تھا،

وہ محبت یا عشق کے اس حصے میں داخل ہو گیا تھا جہاں محبوب کا نظروں کے سامنے ہونا یا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔۔ وہ نا جانے کہاں تھی۔۔ تھی بھی یا نہیں تھی۔۔ لیکن روحان کو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ ہو رہی تھی۔

"روحان آؤ نا۔۔" اس نے روحان کو پکارہ تھا۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں کھڑکی کے رستے ہی باہر لان میں کودا تھا۔ اب وہ حانم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا

"کیا تمہیں پتا ہے محبت کسے کہتے ہیں۔۔؟؟" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔" روحان نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"بہت اچھی بات ہے مجھے بھی نہیں پتا۔۔"

وہ شرارت سے مسکرائی تھی روحان کیلئے یہ سب ایک سیراب تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا واقعی اس وقت تک حانم محبت کے جذبے سے انجان تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی محبت کا لمس اور احساس کیسا ہوتا ہے۔

"محبت وہ جذبہ ہے۔۔وہ آگ ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، میں نے بہت دفعہ محبت کو الفاظ کی صورت میں پنّوں پر بکھیرنے کی کوشش کی ہے اور ہر بار میں کاغذ کے پنّوں کو جلتے پایا ہے میں جب بھی اپنی محبت کو کسی چیز کے حوالے کرنا چاہتا ہوں وہ چیز خون اگلتی ہے، جل جاتی ہے، ختم ہو جاتی ہے" بارش کے پانی میں روحان کی آنکھوں کی نمی گھل سی گئی تھی۔

"اف اتنی خطرناک اور خوفناک محبت؟ کیسے کرلی تم نے روحان؟ کیسے۔۔؟؟" وہ سراپائے سوال تھی۔

"نہیں جانتا۔۔۔شاید زبردستی کروائی گئی۔۔" وہ ہنسا تھا۔ خاک کر دینے والی درد بھری ہنسی۔

"سب ختم ہو جاتا ہے، محبت بھی جیسے تمہاری محبت ختم ہوئی تھی ایک پل میں ایک لمحے میں بنا سچائی جانے محبت کا کوئی وجود نہیں ہے۔۔!!" وہ اب رفتہ رفتہ روحان سے دور ہو جا رہی تھی۔

"رکو۔۔ نہیں محبت ختم نہیں ہوئی تھی محبت کی تو شروعات ہوئی تھی۔۔!!روحان نے دہوئی دی تھی۔ اسکا دور جانا روحان کو برا لگ رہا تھا۔

"!!نہیں۔۔مجھے سب یاد ہے۔۔سب یاد ہے۔۔"

اس نے حانم کے لہجے میں اذیت محسوس کی تھی۔ اس سے پہلے وہ مزید دور جاتی۔۔روحان نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا تھا۔۔ لیکن وہ دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہوگئی تھی اور یہ شاید اسکے لئے اذیت کی آخری حد تھی۔

بارش کی برستی بوندوں نے، جب دستک دی دروازے پہ
محسوس ہوا تم آئے ہو، انداز تمھارے جیسا تھا
ہوا کے ہلکے جھونکے کی، جب آہٹ پائی کھڑکی پر
محسوس ہوا تم گزرے ہو، احساس تمھارے جیسا تھا
میں نے گرتی بوندوں کو، روکنا چاہا ھاتھوں پر
ایک سرد سا پھر احساس ہوا، وہ لمس تمھارے جیسا تھا

تنہا میں، چلا پھر بارش میں، تب ایک جھونکے نے ساتھ دیا
میں سمجھا تم ہو ساتھ میرے، وہ ساتھ تمھارے جیسا تھا
پھر رک گئی وہ بارش بھی، رہی نا باقی آہٹ بھی
میں سمجھا مجھے تم چھوڑ گئے، انداز تمھارے جیسا تھا۔

ملازم سبیل کے کمرے میں چائے دینے گیا تھا۔ دستک دینے پر سبیل نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔

"آرجے کو چائے پہنچا دی تم نے۔۔؟؟" سبیل نے پوچھا۔

"نہیں وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔۔۔"

"ہائیں۔۔کمرے میں نہیں تو پھر کہاں گیا۔۔؟؟" ملازم کی بات سن کر سبیل حیران ہوا۔

"وہ باہر لان میں بارش میں بھیگ رہے ہیں۔۔" ملازم کی بات سن کر سبیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لگتا ہے موصوف کا آج ہی سارے کپڑے گیلے کرنے کا ارادہ ہے۔۔!! سبیل نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے سوچا۔

"کیا انہیں کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے۔۔۔؟؟" ملازم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کیوں ایسا کیوں کہہ رہے تم۔۔؟؟" سبیل نے ابرو اٹھا کر غصے سے اسے گھورا۔

"نہیں، وہ دراصل میں نے ابھی انہیں لان میں کسی سے باتیں کرتے دیکھا جبکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔۔!!" ملازم کی بات سن کر سبیل چونکا۔

"جاؤ تم ایسی کوئی بات نہیں ہے، اور اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔!! سبیل نے سخت سے لہجے میں کہا تو ملازم شکر کرتا وہاں سے بھاگا۔ جبکہ پیچھے سبیل کو روحان کے متعلق جان کر افسوس ہوا تھا۔

اگلے دن اتوار تھا۔ سبیل کام کے سلسلے میں گھر سے باہر گیا تھا۔ روحان اکیلا لاؤنج میں بیٹھا تھا۔ پچھلی رات وہ کتنی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ پر نہ جانے کب اسکی آنکھ لگی تھی۔ لیکن وہ شاید سویا نہیں تھا۔ نیند تو وہ ہوتی ہے جسکے بعد ہم اٹھیں تو پرسکون ہوں جبکہ روحان کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔

وہ سوتے میں جاگتا تھا اور جاگتے میں سوتا تھا۔۔

کچھ دیر وہ بیٹھا رہا پھر اٹھا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد وہ ترجمے والا قرآن کھول کر بیٹھ گیا تھا کل رات اس نے اپنی الماری بھی سیٹ کی تھی۔ وہ پاکستان سے اپنے بیگ اور سوٹ کیس میں کپڑے کم کتابیں زیادہ لایا تھا۔۔ اسے جن کتابوں پر شک تھا کہ لندن سے نہیں ملیں گی وہ ان سب کو اٹھا لایا تھا۔۔ جن میں زیادہ تر اسلامی کتابیں تھیں۔ قرآن پاک کو پڑھنے کے بعد اسکے ذہن میں ایک سوال ابھرا تھا جو وہ ڈاکٹر باسط سے پوچھنا چاہتا تھا۔ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مومنین کی صفات پڑھی تھیں۔

روحان کو حیرت ہو رہی تھی وہ مومن تو کیا اچھا مسلمان بھی نہیں تھا، وہ ابھی دھوکے باز سمجھتا تھا خود اور جھوٹا بھی۔۔ ابھی تک وہ بڑوں کی ہر بات نہیں مانتا تھا بلکہ اپنی مرضی کرتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کے اکاؤنٹ کو کھولا اور اور وہاں اپنا سوال لکھا تھا۔ اسے امید تھی سرچ کرنے پر جواب مل جائے گا۔۔ شاید اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے یہ سوال کیا ہو

اور اسکے چہرے پر ایک دم رونق چھا گئی تھی جب اسے اپنے سوال سے متعلق ویڈیو ملی۔

"اسلام اور مسلمانوں کے عمل میں واضح فرق کیوں؟ اگر اسلام بہترین مذہب ہے تو بہت سے مسلمان بے ایمان کیوں ہیں اور دھوکے بازی، اور رشوت اور منشیات فروشی میں کیوں ملوث ہیں؟؟"

یہ سوال کسی ملحد نے کیا تھا اور ڈاکٹر باسط کا جواب موجود تھا۔

"میں آپکی بات سے اتفاق کرتا ہوں برادر۔۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں،"

ڈاکٹر باسط نے تحمل سے سوال سننے کے بعد بولنا شروع کیا۔

"اسلام بلاشبہ بہترین مذہب ہے لیکن میڈیا مغرب کے ہاتھ میں ہے جو اسلام سے خوفزدہ ہے، میڈیا مسلسل اسلام کے خلاف خبریں نشر کرتا وہ اسلام کے بارے میں غلط معلومات پہنچاتا ہے وہ اسلام کے بارے میں غلط تاثر پیش کرتا ہے، غلط حوالے دیتا ہے اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، جب کسی جگہ کوئی بم پھٹتا ہے تو بغیر کسی ثبوت کے سب سے پہلے مسلمانوں پر الزام لگا دیا جاتا ہے۔ وہ الزام خبروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذمہ دار غیر مسلم تھے تو یہ ایک غیر اہم اور غیر نمایاں خبر بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی پچاس برس کا مسلمان کسی پندرہ سالہ لڑکی سے اس کی اجازت سے شادی کرتا ہے تو مغربی اخبارات میں وہ پہلے صفحے کی خبر بنتی ہے، لیکن جب کوئی 50 سالہ غیر مسلم 6 سالہ لڑکی کی عصمت دری کرتا ہے تو یہ سانحہ اندر کے صفحات میں ایک معمولی

سی خبر کے طور پر شائع ہوتا ہے۔ امریکہ میں روزانہ عصمت دری کے 2713 واقعات پیش آتے ہیں لیکن خبروں میں جگہ نہیں پاتے کیونکہ یہ امریکیوں کی طرزِ زندگی کا ایک حصہ ہے۔"

"ہر معاشرے میں ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، میں اس بات سے باخبر ہوں کہ ایسے مسلمان یقیناً موجود ہیں جو دیانتدار نہیں اور دھوکے بازی اور دوسری مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ لیکن میڈیا یہ ثابت کرتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ان کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ ایسے افراد اور جرائم دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں ہوتے ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت سے مسلمان بلانوش ہیں، اور غیر مسلموں کے ساتھ مل کر شراب نوشی کرتے ہیں۔

لیکن مسلم معاشرے کی مجموعی حالت بہتر ہے، اگرچہ مسلمان معاشرے میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں مگر مجموعی طور پر مسلمانوں کا معاشرہ دنیا کا بہترین معاشرہ ہے۔ ہمارا معاشرہ دنیا کا وہ سب سے بڑا معاشرہ ہے جو شراب نوشی کے خلاف ہے، یعنی ہمارے ہاں عام مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مجموعی طور پر ہمارا ہی معاشرہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ خیرات کرتا ہے۔ اور جہاں تک حیا، متانت، انسانی اقدار اور اخلاقیات کا تعلق ہے دنیا کا کوئی معاشرہ ان کی مثال پیش نہیں

کر سکتا۔ بوسنیا، عراق اور افغانستان میں مسلمان قیدیوں سے عیسائیوں کا سلوک اور برطانوی خاتون صحافی کے ساتھ طالبان کے برتاؤ میں واضح فرق صاف ظاہر ہے۔

اس بات کو میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں،

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ مرسیڈیز کار کا نیا ماڈل کیسا ہے اور ایک ایسا شخص جو ڈرائیونگ نہیں جانتا سٹیرنگ پر بیٹھ جائے اور گاڑی کہیں دے مارے تو آپ کس کو الزام دیں گے؟ کار کو یا ڈرائیور کو؟ فطری بات ہے کہ آپ ڈرائیور کو الزام دیں گے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کار کتنی اچھی ہے، ڈرائیور کو نہیں بلکہ کار کی صلاحیت اور اسکے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا چاہیئے کہ یہ کتنی تیز چلتی ہے، ایندھن کتنا استعمال کرتی ہے، کتنی محفوظ ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اگر یہ بات محض دلیل کے طور پر مان بھی لی جائے کہ مسلمان خراب ہیں تب بھی ہم اسلام کو اس کے پیروکاروں سے نہیں جانچ سکتے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کتنا اچھا ہے تو اُسے اس کے مستند ذرائع سے پرکھیں، یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث سے!

اسلام کو محمد (ﷺ) کی ذاتِ گرامی سے پرکھیں،

اگر آپ عملی طور پر یہ دیکھنا چاہیں کہ کار کتنی اچھی ہے تو اس کے سٹیرنگ وہیل پر کسی ماہر ڈرائیور کو بٹھائیں، اسی طرح یہ دیکھنے کے لیے کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغمبر (ﷺ) کو سامنے رکھ کر دیکھیں، مسلمانوں کے علاوہ بہت سے دیانتدار اور غیر متعصب غیر مسلم مؤرخون نے علانیہ کہا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) بہترین انسان تھے، مائیکل ایچ ہارٹ نے "تاریخ پر اثر انداز ہونے والے سو انسان" کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں سر فہرست پیغمبر اسلام محمد (ﷺ) کا اسم گرامی ہے، غیر مسلموں کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں انھوں نے نبی (ﷺ) کی بہت تعریف کی ہے، مثلاً تھامس کارلائل، لامارٹن وغیرہ۔

تو یہ آپکا کہنا درست ہے، مسلمان اور اسلام میں کے عمل میں واضح فرق ہے لیکن چونکہ مسلمان ایک انسان ہے جو آدم کی اولاد ہے اور غلطی اسکی فطرت میں شامل ہے۔۔ تو بہتر ہے آپ اسلام کے بہترین لوگوں کو دیکھیں۔ آپکو پتا چل جائے گا کہ اسلام کتنا مضبوط دین ہے۔۔"

ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے۔۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔۔ روحان سکتے کی حالت میں انہیں سن رہا تھا۔

"مسلمان پرفیکٹ نہیں ہیں جبکہ اسلام پرفیکٹ ہے مسٹر آر جے۔۔ تو آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں۔۔" ام حانم کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے تھے۔ اس سوال کا جواب تو وہ دو جملوں میں بہت پہلے دے چکی تھی۔۔ وہ کیوں نہیں سمجھا تھا شاید ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور شاید سمجھنے کا بھی۔

ویڈیو دیکھنے کے بعد روحان جلدی سے اٹھا اور کپڑے بدلے۔۔ اسے النور ادارے میں جانا تھا جو ڈاکٹر باسط کا تھا۔۔ وہ وہاں سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سبیل گھر نہیں تھا اور نا ہی گاڑی تھی۔ اور روحان نے ابھی گاڑی نہیں لی تھی۔ اس نے ٹرین سے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پتہ اسے معلوم تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ٹرین میں بیٹھا تھا۔ شیشے سے وہ پیچھے کی جانب بھاگتے نظاروں کو دیکھ رہا تھا۔ اسکے سامنے سیٹ پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی بیٹھے تھے۔

"تو تمہارا اپنی گرل فرینڈ سے بریک اپ کیوں ہوا۔۔؟؟" لڑکی نے لڑکے سے سوال کیا تھا۔ شاید وہ دونوں دوست تھے۔

"تم جانتی ہو میری گرل فرینڈ بہت مذہبی قسم کی تھی۔ ایک دن وہ کہنے لگی کہ اسے خدا سے عشق ہے۔ مجھے حیرت ہوئی میں نے کہا کہ تم خدا سے عشق نہیں کر سکتی تمہاری اتنی اوقات نہیں۔۔ ہاں البتہ تم چاہو تو اسے عاشق بنا سکتی ہو۔۔!! بس اتنی سی بات تھی وہ اٹھی اور چائے کا کپ میرے سر پر مار کر چلی گئی۔۔"

لڑکے کی بات سن کر لڑکی خوب ہنسی تھی البتہ روحان ٹھٹکا تھا۔ اسے وہ رات یاد آگئی تھی۔۔ اس رات جب وہ حانم کو ڈھونڈتے ہوئے اسکے گھر پہنچ گیا تھا۔ جب وہاں پر اس نے فقیر نے اس پلٹ جانے کو کہا تھا۔۔ لیکن

روحان میں اتنی ہمت نہیں تھی۔۔ وہ وہیں گھٹنے زمین پر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا اسکی حالت غیر ہو رہی تھی۔۔ وہ ہر حالت میں حانم سے ملنا چاہتا تھا۔

"ایک بات کہوں۔۔ اگر تم اس پر عمل کروگے تو سب کچھ تمہاری منشا کے مطابق ہوگا۔۔"

فقیر کے پر اسرار لہجے میں کہنے پر وہ چونکا تھا۔

"جاؤ۔۔ اور جا کر اللہ کو عاشق بنا لو۔۔ جب تو اسے اپنا بنا لے گا اور اسکا بن جائے گا تو سب مل جائے گا تجھے جو ناممکن ہے۔۔ سب ممکن ہو جائے گا۔۔"

فقیر کی بات سن کر آرجے کو حیرت ہوئی تھی۔ اسے اتنا پتا تھا کہ اللہ کو عاشق کہنا غلط تھا۔ وہ جانتا تھا اسکے گھر میں اللہ سے عشق کرنے کی باتیں کی جاتی نا کہ اسے عاشق بنانے کی۔

اسے فقیر پر کس پاگل کا گمان ہوا تھا۔۔

"سوچ کیا رہا ہے۔۔ اب جا یہاں سے۔۔" فقیر چلایا تھا لیکن وہ الجھا الجھا سا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا فقیر اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے پاس سے گزر کر گلی میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔۔ روحان کو وہ رات یاد آگئی تھی۔ وہ فقیر کی بات کو نظر انداز کر چکا تھا لیکن آج پھر اسکے سامنے کسی نے وہی بات کی تھی۔

اسے حیرت ہو رہی تھی۔ روحان کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔ وہ اس لڑکے سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ سے عشق کیوں نہیں کیا جا سکتا۔۔؟؟ لیکن شاید انکا اسٹیشن آگیا تھا اور وہ دونوں اتر گئے۔۔

روحان الجھ کر رہ گیا تھا۔

وہ النور سکول پہنچ چکا تھا۔ گیٹ پر گارڈ نے اسکا شناختی کارڈ چیک کیا تھا اور پھر اسے اندر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ ادارہ بہت خوبصورت تھا۔۔ بہت بڑا تھا۔۔ اور بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ وہ نفاست سے قدم اٹھاتا ریسیپشن کی طرف بڑھا تھا۔ ریسیپشن پر ایک لڑکا بیٹھا تھا جو شاید مغرب کا ہی رہنے والا تھا۔

"اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللهِ وَبَرَكَاتُهُ"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اس لڑکے نے روحان کو سلام کیا تھا۔۔ جسکا جواب روحان نے حیران ہوتے ہوئے دیا تھا۔

"جی آپکا نام۔۔۔؟؟" لڑکے نے پوچھا تھا یقیناً وہ مسلمان تھا۔

"روحان جبیل۔۔" اس نے نام بتایا۔

"اووہ۔۔ کیا واقعی۔۔ ماشاءاللہ ماشاءاللہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا تھا کہ انکا بیٹا آئے گا اس جگہ پر اسکا خاص خیال رکھنا ہے۔۔" وہ لڑکا کہتا ہوا روحان کے گلے لگ گیا۔ جبکہ روحان تو حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ڈاکٹر باسط اسے اپنا بیٹا مانتا تھا۔ شدت جذبات سے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا وہ لڑکا اسے لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اگلے دن کورٹ جاتے ہوئے سبیل نے اسے یونیورسٹی چھوڑا تھا۔

"بیسٹ آف لک۔۔۔ محبت کے دیوتا اور یہاں محبت کی دیویوں سے بچ کر رہنا۔۔" وہ شرارت سے کہتا گاڑی بھگا کر لے گیا تھا جبکہ روحان اسکی شرارت پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا۔

کچھ دیر آوارہ گردی کرنے کے بعد اسے اپنا ڈیپارٹمنٹ مل گیا تھا۔ یہاں کا ماحول بالکل ویسا ہی تھا جیسا ایک یونیورسٹی کا ہوتا ہے ہر طرف قہقہے، زندگی سے بھرپور سٹوڈنٹس، شرارتیں کرتے کچھ ٹین ایج۔

وہ سب دیکھ کر بس ہلکا سا مسکرا دیا تھا اسے ملک سے ساتھ گزارے اپنے دن یاد آگئے تھے۔

پہلے لیکچر میں کیا پڑھایا گیا تھا اسے کچھ خاص سمجھ نہیں آئی تھی۔ اسکا دماغ کل والے سوال میں اٹکا تھا۔وہ جلد از جلد ڈاکٹر باسط سے بات کرنا چاہتا تھا۔پہلا لیکچر کب ختم ہوا پروفیسر کب کلاس سے گیا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔

وہ تب چونکا جب دوسرا پروفیسر کلاس میں داخل ہوا_روحان کلاسز شروع ہونے کے بعد ایک ہفتہ لیٹ آیا تھا۔سب کا تعارف یقیناً ہو چکا تھا۔۔اسے وہاں ابھی تک کوئی نہیں جانتا تھا۔

"ہے یو۔۔کہاں گم ہو۔۔؟؟"پروفیسر نے اسے گہری سوچ میں غرق دیکھ کر پوچھا۔شاید پروفیسر کافی تیز نظر تھے۔

"یس پرفیسر۔۔"وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"کیانام ہے تمہارا۔۔؟؟" وہ اب پوچھ رہے تھے۔

"روحان جبیل۔۔"روحان نے کھڑے ہوتے ہوئے بتایا۔

پروفیسر کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔

"کیا تم سچ میں وہی ہو جو ہمیشہ سے گولڈ میڈل حاصل کرنے ؟ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک۔۔؟؟"

وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔۔"روحان کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اتنے حیران کیوں ہو رہے تھے۔

"میں نے تمہاری فائل دیکھی تھی اور تب ہی تمہیں اس یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیلیئے اوکے کیا تھا۔۔ لیکن شک تھا کہ شاید ایڈمن آفس والے تمہیں ری جیکٹ نہ کردیں۔۔ ویل میں ہوں پروفیسر جسٹن۔۔ یہاں کا

HOD

اور مجھے تم سے مل کر اچھا لگا۔۔!!"پروفیسر کے اسکی تعریف کرنے پر کلاس میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ سٹوڈنٹس پیچھے مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

"Thank you so much professor"

روحان نے بس اتنا ہی کہا تھا۔اور پروفیسر جسٹن اسے گہری نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔البتہ چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

کلاس کے بعد وہ لان میں بنے بینچ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔موسم خوشگوار تھا۔لان کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت سا فوارہ تھا جس پر پرندوں کا ہجوم تھا جو وہاں سے پانی پی رہے تھے۔

انکی چہچہاہٹ کانوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔روحان نے کچھ سوچتے ہوئے ڈاکٹر باسط کا نمبر ملایا تھا۔ دو تین بیل جانے کے بعد اسکی کال ریسیو کرلی گئی تھی۔ سلام دعا کے بعد روحان اپنی بات پر آیا تھا۔

"مجھے کچھ پوچھنا ہے آپ سے ڈاکٹر۔۔"

"جی ضرور پوچھو۔۔تم میرے سب سے زیادہ سوال کرنے والے شاگرد ہو۔۔!!" وہ مسکرائے تھے۔ روحان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی۔

"اللہ سے عشق کیوں نہیں کیا جاسکتا۔۔میں نے ایک فقیر کے منہ سے سنا تھا اللہ کو عاشق بنالو۔۔اس سے عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔۔اسکی کیا وجہ ہے۔۔؟؟" روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرائے تھے۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ عاشق کون ہوتا ہے۔۔؟؟"

"عاشق وہ جو محبوب کے کہنے پر چلے، اسکا خاص خیال رکھے، جو محبوب کرے وہ وہی کرے، محبوب بھوکا ہو اور کچھ نہ کھائے تو وہ بھی بھوکا رہے۔۔!!روحان نے اپنی طرف سے ایک عاشق کی خصوصیات بیان کردی تھیں۔

"بالکل۔۔تو مجھے بتاؤ کہ اگر تم اللہ سے عشق کرنا چاہو تو ان سب خصوصیات پر پورا اتر سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ کو اونگ نہیں آتی کیا تم اسکے لئے ساری زندگی جاگ سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ تمہیں ہر وقت دھیان میں رکھتا ہے کیا تم اسے ہر وقت دھیان میں رکھ سکتے ہو۔۔۔؟؟ اللہ تمہارے دل کے راز جانتا ہے کیا تم اللہ کو اتنا جان سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ تمہیں بہت سی نعمتیں عطا کرتا ہے تم اللہ کو کیا دے سکتے ہو۔۔۔؟؟" ڈاکٹر باسط کے سوالوں نے روحان کو ٹھٹکنے پر مجبور کیا تھا۔

"عاشق کا درجہ بہت بڑا ہے جس پر صرف اللہ ہی پورا اتر سکتا ہے وہ ان سب خصوصیات پر پورا اترتا ہے جو ایک انسان کے بس کی بات نہیں

اس لئے جو فقیر نے کہا وہ اس نے اپنی طرف سے ٹھیک کہا تھا انسان تو بس اللہ کے احکام مان کر اسے اپنا بنا کر اسکا محبوب بندہ بن سکتا ہے۔۔ وہ کبھی بھی عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔۔ وہ کبھی عاشق نہیں بن سکتا۔۔"

ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے۔۔ اور روحان ایک سکتے سے باہر آیا تھا۔ بات تو ٹھیک کہی تھی ڈاکٹر باسط نے۔ یقیناً وہ فقیر اور وہ لڑکا اس راز کو جان گیا تھا کہ انسان عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔۔ شاید دنیا میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہوں جنہوں نے اللہ سے عشق کیا ہو، یہ ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ ابھی اسی سوچ میں غرق تھا جب ایک ادھیڑ عمر آدمی اسکے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔

"لگتا ہے کوئی بہت اہم راز پایا ہے تبھی چہرہ اتنا چمک رہا ہے۔" اس آدمی نے کہا روحان نے چونک کر اسے دیکھا۔

کچھ دیر پہلے وہ آدمی اس فوارے کے قریب کھڑا وہاں آس پاس اڑتے پرندوں کو دانہ ڈال رہا تھا۔

"جی راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے بہت کڑے ہیں۔۔" روحان نے جواب دیا تھا۔

"تو کیا عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔۔؟؟" اس شخص نے دوبارہ پوچھا۔

"جنہوں نے عشق کیا وہ نارمل نہیں پاگل کہلائے ہیں۔۔"

"یعنی عشق فنا کرتا ہے۔۔؟؟" ایک اور سوال حاضر تھا۔

"عشق تو بقا عطا کرتا ہے، ایک انسان جب فنا ہوتا ہے تب ہی بقا پاتا ہے۔۔۔" روحان کے پاس جواب موجود تھا۔

"کیا خدا سے عشق ہو سکتا ہے؟ کیا کبھی کسی نے اس ذات سے عشق کیا ہے۔۔؟؟"

"یہی تو راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے کڑے ہیں۔۔۔ خدا سے عشق کرنا جتنا مشکل ہے اتنا ہی آسان ہے۔۔"

"میں نے سنا ہے خدا اپنے بندے سے بہت زیادہ پیار کرتا ہے تو خدا کو عاشق کہنا درست ہو گا۔۔؟؟" روحان چونکا تھا۔

"آج کل ہم نے عشق اور محبت کو اتنا غلط رنگ دے دیا ہے جب ہم عاشق کی بات کرتے ہیں تو بہت ہی غلط تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔۔ حالانکہ خدانے ہر جذبے کو پیدا فرمایا ہے لیکن انسان نے کسی چیز کو نہیں بخشا۔۔"

"تو ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہیے۔۔؟؟ لفظ عاشق خدا کیلئے استعمال کرنا کچھ عجیب سالگتا ہے۔۔"

"وہی تو کہہ رہا ہوں کہ ہم نے جذبات کو تو غلط رنگ دیا ہی تھا اسکے ساتھ الفاظ کی شناخت کو بھی مسخ کر دیا ہے انسان بہت ظالم واقع ہوا ہے اس نے عشق کو ایسا رنگ دے دیا ہے کہ جب لفظ عاشق زبان پر آتا ہے تو دماغ اس لفظ کا تمسخر اڑاتا ہے، میرے خیال سے خدا کو عاشق کہنے سے بہتر ہے اپنے آپکو خدا کا محبوب بندہ بنایا جائے۔۔!!" روحان نے پہلی بار کسی سوال کا جواب دیا تھا۔

"بہت خوب، 'خدا کا محبوب بندہ' سن کر اچھا لگا لیکن اب میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ خدا کا محبوب بندہ کیسے بنا جاسکتا ہے کیونکہ اسکے لیے مجھے اپنا عقیدہ بدلنا ہوگا۔۔" وہ شخص اب دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"جیسے آپکو بہتر لگے" روحان مسکرایا۔

"ہیلو میرا نام تھامس ہے اور مجھے تمہارا جواب بہت پسند آیا ہے بہت عرصے بعد کوئی ایسا شخص ملا ہے جو الفاظ کا ہیر پھیر جانتا ہے تم سے مل کر اچھا لگا مسٹر۔۔؟؟" اس آدمی نے روحان کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا یقیناً وہ اسکا نام نہیں جانتا تھا۔

"روحان جبیل۔۔" روحان نے اسکے سوالیے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسکا ہاتھ تھامہ اور اپنا نام بتایا۔

"نائس نیم۔۔ میں سامنے والے فلاسفی ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ہوں پچھلے تیس سالوں سے یہاں پڑھا رہا ہوں لیکن آج پہلی بار کسی سے سوال و جواب کرکے مزہ آیا ہے۔" پروفیسر تھامس نے خوشگوار سے لہجے میں بتایا۔

"اووہ آپ پروفیسر ہیں؟ معاف کیجئے گا میں یہاں نیا ہوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ایک استاد ہیں۔" روحان ادب سے کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ برخودار، مجھے استاد سے زیادہ دوست بننا اچھا لگتا ہے۔۔" پروفیسر تھامس مسکرائے تو روحان بیٹھ گیا۔

"جینیٹکس پڑھنے آئے ہو۔۔؟؟" پروفیسر تھامس پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔" روحان بس اتنا ہی کہہ پایا۔

!!بہت خوب، اچھی بات ہے انسان کو اپنے بارے میں جاننا چاہیے۔۔"

"معذرت لیکن میں آپکی بات سمجھا نہیں۔۔" روحان کے چہرے پر الجھن ابھری۔

"کیا اب ایک

Sulphite

کو بھی سمجھانے کی ضرورت ہے۔۔؟؟" پروفیسر تھامس نے رازدانہ انداز میں کہا تھا جبکہ روحان تو انکی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے برخودار میں اب چلتا ہوں میرے لیکچر کا وقت ہو رہا ہے بہت جلد ملاقات ہو گی چائے پر۔۔!!" اس سے پہلے روحان کچھ کہتا پروفیسر تھامس اپنی جگہ سے اٹھے اور مسکرا کر کہتے آگے بڑھ گئے اور روحان حیرانی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے رہا تمہارا یونیورسٹی کا پہلا دن۔۔۔؟؟" رات کے کھانے پر سبیل اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھا رہا ہے۔" سادہ سے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"کوئی مشکل تو نہیں پیش آئی محبت کے دیوتا کو۔۔؟؟" سبیل کا لہجہ شرارتی تھا۔

"نہیں۔۔" روحان کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"کوئی ی محبت کی دیوی ملی۔۔؟؟" سبیل شاید اسکا مزاج خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کوئی ایک ہو تو بتاؤں، یہاں تو دیویوں کی بھرمار ہے۔۔"

"ھاھا۔۔ درست فرمایا ایسی ایسی دیویاں ہیں انسان بس دیکھتا رہ جائے۔۔" روحان کا جواب سن کر سبیل کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"اسی لئے میں نہیں دیکھتا اب۔۔"

"وہ اس لئے کہ تمہارے دل پر کسی اور کا سایہ ہے تم اسکے سحر سے باہر نکلو تو دیکھونا۔۔"

سبیل نے کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ جبکہ روحان خاموش رہا تھا۔ وہ اپنی محبت پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چائے پیو گے۔۔؟؟" سبیل پوچھ رہا تھا۔

"اگر مل جائے تو نوازش ہو گی۔۔" روحان زبردستی مسکرایا۔

تمہاری اردو کافی اچھی ہو گئی ہے ایڈیٹ، سٹوپڈ کہنے والا شخص معذرت اور نوازش پر اتر آیا ہے۔۔ کمال ہے۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو میں تمہیں ایڈیٹ کہوں۔۔؟؟"

مدمقابل بھی روحان تھا۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ میں تو بس ایسے ہی ایک بات کر رہا تھا۔۔" سبیل سٹپٹایا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ روحان کا کوئی بھروسہ نہیں وہ اسے سب کے سامنے

You idiot

کہہ دیتا۔ سبیل کے سٹپٹانے پر روحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا تھا۔ جبکہ سبیل کچن کی طرف بڑھ گیا۔

روحان نے النور جانا شروع کر دیا تھا۔ اب وہ باقاعدہ وہاں کا ایک طالب علم تھا۔ اسکی قرأت اچھی تھی۔ وہاں بہت اچھے معلم موجود تھے جو بچوں کو اور نئے آنے والے مسلم کو پڑھاتے تھے۔

روحان حیران ہوتا تھا وہ جب کچھ پڑھنا شروع کرتا تھا تو لفظ بہترین انداز میں اسکے منہ سے ادا ہوتے تھے۔ اسے یاد آیا تھا وہ قرآن پاک مکمل کر چکا تھا اور حفظ کر رہا تھا جب مولوی نے اس پر شیطان کا دھپہ لگا کر اسے مسجد سے نکال دیا تھا اور پھر اسکی ماں نے اسے پڑھانا شروع کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنا حفظ مکمل کرتا۔۔ وہ ہمیشہ کیلئے دنیا چھوڑ کر چلی گئی تھیں __

روحان کو اب سمجھ آیا تھا وہ سب آیات۔۔ وہ سب الفاظ وہ اسکے لاشعور میں کہیں محفوظ ہو گئے تھے۔۔ اور اب اسے یہ جان کر خوشی ہوتی تھی کہ وہ کبھی اس پاک کلام سے جڑا رہا تھا۔

اس دن روحان کلاس میں داخل ہوا تو وہاں ایک عجیب سی ہلچل مچی تھی۔ کلاس میں کوئی بھی پروفیسر موجود نہیں تھا بلکہ پروفیسر کی جگہ پر ڈائز کے قریب ایک لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اسکی کلاس فیلو تھی۔ روحان نے اسے پہلے بھی دیکھا تھا۔

"کیا کوئی خاص اعلان ہے آج ایمی۔۔؟؟" ایک لڑکے نے پوچھا تھا۔

"ہاں بہت خاص اعلان ہے۔۔" ایمی نے مسکرا کر جواب دیا۔ تو اسکا نام ایمی تھا۔ روحان کو ابھی کسی سٹوڈنٹ کا زیادہ نہیں پتا تھا۔ وہ وقت پر کلاس میں آتا اور پھر چلا جاتا تھا۔ وہ مسلمان تھا۔ اسکے کلاس فیلوز جو کہ زیادہ تر عیسائی اور یہودی تھے اسکے مسلم ہونے سے خار کھاتے تھے اور شاید اسی وجہ سے کوئی اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا اور نا ہی روحان نے کسی سے دوستی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کلاس میں زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔

"جیسے کہ سب کو معلوم ہے آج ہماری یونیورسٹی کی شان، ہماری کلاس کی جان ایلف لوٹ آئی ہے جو کہ ایک ٹور پر گئی تھی، ایک تو یہ بہت بڑی خوشخبری ہے"ایمی کی بات سن کر ایلف کے نام پر کلاس میں ہوٹنگ ہوئی تھی۔ سارے سٹوڈنٹس پہلی سیٹ پر بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جسکی روحان کی طرف پشت تھی۔

"اور ایلف ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہماری کلاس کے لئے ایک

Honour

لے کر آئی ہے۔

چیمبر آف ڈسکشن کا آنر جو وہ خود بتائے گی۔۔"

ایمی کی اس بات پر زور شور سے ہوٹنگ ہوئی تھی۔ وہ ڈائز سے نیچے اتر آئی تھی۔ اور پھر ایلف اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ ایلف کے کھلے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔روحان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر اپنے چہرے کا رخ کھڑکی کی موڑ لیا۔اب وہ باہر کچھ تلاش کر رہا تھا، آسمان کی وسعتوں میں۔

"ہیلو گائز مجھے امید سب نے مجھے مس کیا ہو گا ہے نا؟؟"وہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔ اسکی آواز روحان کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔اسکے بولنے کا انداز اچھا تھا۔

"تو جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ چیمبر آف ڈسکشن میں ڈسکشن کا حصہ بننا بہت ہی مشکل ہے اور بہت کم لوگ اس ڈسکشن میں حصہ لے سکتے ہیں۔۔۔اور یقیناً وہ لوگ خوش قسمت ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے پروفیسر جسٹن نے ہمیں ایک اسائمنٹ دیا ہے ہر سٹوڈنٹ کا ٹاپک الگ ہے اور پروفیسر جسٹن چاہتے ہیں کہ ہم سب اپنی اس اسائمنٹ کو چیمبر آف ڈسکشن میں پریزنٹ کریں۔۔"روحان چیمبر آف ڈسکشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔وہ بس خاموشی سے ایلف کو سن رہا تھا۔

"اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ جو انسان ایک بار اس چیمبر کا حصہ بن جائے وہ مشہور ہو جاتا ہے۔۔"

"ہاں بالکل جیسے کہ تم ایلف تم ہر بات اپنی ریسرچ اور اپنی پریزنٹیشنز کو چیمبر میں پیش کرتی ہو اور شاید اسی لئے تمہیں پوری یونیورسٹی جانتی ہے" پیچھے سے ایک لڑکے کی آواز ابھری تھی۔۔ ایلف نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"میں اس چیمبر کا حصہ اس لئے ہوں کہ مجھ میں یہ قابلیت ہے۔ اگر تم لوگ اس قابل ہو تو جاؤ کچھ کر کے دکھاؤ۔۔" ایلف کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

"ویل یہ کچھ سٹوڈنٹس کے نام اور انکے ٹاپکس ہیں جو پروفیسر جسٹن نے دیئے ہیں اپنا نام اور اپنا ٹاپک دیکھ لیں اور جو سٹوڈنٹ اپنی پریزنٹیشن کو چیمبر میں پیش کرنا چاہے وہ مجھے کلاس کے بعد مل لے۔۔ اور خیال رکھیے گا صرف وہی لوگ آئیں جو اس قابل ہوں ورنہ چیمبر میں مذاق بھی بن سکتا ہے۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی۔ سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم بورڈ کی طرف لپکا تھا۔ کچھ سٹوڈنٹس خوشی سے اچھل رہے تھے جبکہ کچھ مایوس تھے روحان پرسکون سا اپنی جگہ پر بیٹھا تھا۔

"رو۔۔ رو۔ حان جابیل۔۔" کسی نے اسکا نام پکارہ تھا۔ روحان نے چونک کر آواز کی سمت میں دیکھا تھا۔

"تمہارا نام شامل ہے اس لسٹ میں اپنا ٹاپک دیکھ لو۔۔" وہ ایمی تھی۔ جسکے بال بہت چھوٹے تھے بالکل لڑکوں جیسے۔۔ بامشکل کانوں کو چھو رہے تھے۔ روحان کو حیرت ہوئی اتنی جلدی اسکا نام آ گیا تھا لسٹ میں، وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔۔ بورڈ پر اپنا نام اور ٹاپک دیکھ کر وہ کلاس سے باہر نکل گیا تھا یقیناً آج کلاس نہیں ہونے والی تھی۔

روحان کلاس روم سے سیدھا لائبریری گیا تھا۔ سینٹ ہاؤس لائبریری۔۔ جس نے روحان کی توجہ اپنی جانب مبزول کروائی تھی۔ وہ لائبریری کا کارڈ پہلے ہی بنوا چکا تھا۔ لائبریری میں اپنے ٹاپک سے متعلقہ کتابیں ڈھونڈنے کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔ اب اسے ایلف سے ملنا تھا۔ وہ اپنی پریزنٹیشن کو چیمبر آف ڈسکشن میں پیش کرنے والا تھا۔ اسکا ٹاپک بہت ہی دلچسپ تھا جسے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

لائبریری سے باہر اسے اپنا ایک کلاس فیلو نظر آیا تھا۔

"ہیلو کیا تم نے ایلف کو دیکھا ہے؟؟" روحان نے پہلی بار کسی کو مخاطب کیا تھا۔

"ہاں وہ کیفے میں ہے اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ۔۔"

"اوکے تھینک یو۔" روحان جلدی سے کہتا کیفے کی طرف بڑھا تھا۔ کیفے پہنچنے کے بعد وہ پہلی نظر میں ہی اسے پہچان گیا تھا۔ وہ باوقار چال کے ساتھ اسکی طرف بڑھا تھا۔

"ایکسکیوز می مس ایلف۔۔" اس نے ایلف کے پاس جا کر اسے مخاطب کیا تھا۔ ایلف نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرا نام روحان جبیل ہے اور مجھے پروفیسر جسٹن نے پریزنٹیشن دی ہے آپ میرا رول نمبر اور ٹاپک لکھ لیں میں چیمبر آف ڈسکشن میں اپنی پریزنٹیشن دوں گا۔۔!!" وہ اسکی طرف دیکھے بنا اپنی بات کہہ کر واپس مڑا تھا۔

"رکو۔۔" ایلف نے اسے یوں جاتے دیکھا تو پکارا۔

روحان رک گیا تھا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکی طرف بڑھی۔ چہرے پر سخت سے تاثرات تھے۔

"کیا نام بتایا تم نے اپنا۔۔؟؟" وہ اسکے پیچھے کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"روحان بن حیدر جبیل۔۔" روحان نے رخ اسکی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مسلم ہو۔۔؟؟" وہ تیکھے چتونوں سے پوچھ رہی تھی۔

"جی الحمدُ لِلّٰہ" روحان کا جواب سن کر ہوائیں مسکرائی تھیں۔

"تم ایک مسلم۔۔ تم چیمبر آف ڈسکشن میں حصہ لے لوگے۔۔ تم؟؟" وہ کاٹ دار لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ اسکے لہجے میں چھپے طنز کو محسوس کر کے روحان چونکا تھا۔

"کیوں نہیں لے سکتا؟؟" سپاٹ سے لہجے میں پوچھا گیا۔

"تم جانتے بھی ہو چیمبر آف ڈسکشن ہے کیا؟؟"

وہ استہزاہیہ ہنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں لیکن نام سے ظاہر ہے کہ اس چیمبر میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی ہو گی۔۔سوال وجواب سیشن ہو گا اور روحان جبیل سے اچھی بحث کون کر سکتا ہے۔۔؟؟"روحان نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں ڈال کر ایک قدم آگے بڑھ کر ایلف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اسکا اعتماد دیکھ کر ایلف ایک پل کیلئے حیران ہوئی تھی۔ آس پاس بیٹھے سٹوڈنٹس حیرت سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"پراعتماد ہونا اچھا ہے لیکن میں لکھ کر دے سکتی ہوں کہ تمہاری پریزنٹیشن پہلے مرحلے میں ہی رد کر دی جائے گی سب سے پہلے یہ پریزنٹیشن پروفیسر جسٹن کے پاس جائے گی اور وہ خود ہی تمہیں ریجیکٹ کر دینگے۔۔"

"دیکھتے ہیں پروفیسر جسٹن نے کچھ سوچ کر پہلی بار میں ہی پریزنٹشن کیلئے مجھے منتخب کیا ہو گا۔ خیر آپ لکھ لیں مس ایلف کیا پتا آپکو اپنا لکھا ہوا مٹانا پڑھ جائے۔۔!!"روحان نے مسکرا کر کہا تھا۔ ایلف اسکی بات سن کر آگ بگولہ ہوگئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کوئی ان دونوں کی طرف بڑھا تھا۔

"ہے ایلف۔۔لیٹس گو۔۔آج میری پرفارمنس ہے چلو چلتے ہیں تمہیں پسند آئے گی۔۔"

یہ ایک لڑکا تھا جسکا حلیہ دیکھ کر روحان ایک پل کیلئے ساکت رہ گیا تھا۔ سیاہ جینز، سیاہ شرٹ اور اس پر سیاہ جیکٹ، کندھے پر لٹکتی سیاہ رنگ کی گٹار۔۔لمبے بال لڑکے کے کندھوں پر بکھرے پڑے تھے۔ماتھے پر بندھا ایک بینڈ، روحان اسے حیرت سے تک رہا۔

"آرجے۔۔آرجے۔۔۔"اسکے چاروں طرف سے شور ابھرا تھا وہ ایک پل کیلئے ماضی میں پہنچ گیا تھا۔

ایلف اسے ایک گھوری سے نوازتی اس لڑکے کے ساتھ چلی گئی تھی اور ان دونوں کے پیچھے انکے گروپ کے باقی سٹوڈنٹس بھی لپکے تھے۔ اس لڑکے کی جیکٹ کے پیچھے بڑا سا آرجے لکھا تھا اور اسکے اوپر تصویر بنی تھی۔۔یعنی ایک پرنٹ۔۔جسے روحان پہلی نظر میں پہچان گیا تھا وہ اسی کی تصویر تھی جب وہ آرجے تھا۔اسکی ایک طرف سے لی گئی تصویر جس میں اس نے ایک ہاتھ میں گٹار پکڑا تھا اور اسکی کلائی پر

کا ٹیٹو واضح تھا۔ روحان نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پر سے جیکٹ کے کف کو فولڈ کیا تھا اور اسکی کلائی پر آر جے کا ٹیٹو چمک رہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر کیفے سے باہر نکل آیا تھا اسے ایسا کرتے کسی نے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

"مسٹر جابیل۔۔" وہ کچھ قدم ہی چلا تھا جب اسے اپنے عقب سے آواز سنائی تھی۔ روحان رکا اور پھر پلٹ کر دیکھا۔ اسکے پیچھے ایمی کھڑی تھی۔ چھوٹے بالوں اور لڑکوں جیسے حلیے والی وہ لڑکی۔۔ جسکا چہرہ معصوم تھا۔

"یس۔۔" روحان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آ۔۔وہ۔۔ تمہارا نام اتنا مشکل کیوں ہے۔۔۔؟؟" ایمی سے جب کوئی بات نا بنی تو اس نے بے تکہ سا سوال کیا۔ روحان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"نہیں تو۔۔ لیکن شاید آپکو مشکل لگتا ہو۔۔" وہ جواب دینے کے بعد پلٹا اور چلنا شروع کیا۔ ایمی نے بھی اسکا ساتھ دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن تمہیں کیا لگتا ہے پروفیسر جسٹن ایک مسلم لڑکے کو چیمبر آف ڈسکشن کا حصہ بننے دینگے۔۔؟؟" ایمی نے سوال کیا۔

"کیوں۔۔ کیوں نہیں بننے دینگے۔ انہیں مسلمانوں سے ڈر لگتا ہے کیا۔۔؟؟" روحان کے الٹے سوال پر ایمی گڑبڑا گئی تھی۔

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔" ایمی نے وضاحت دینی چاہی۔ تبھی ایلف کے گروپ سے شور ابھرا تھا۔ وہ لوگ اب ڈیپارٹمنٹ کے گروپ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ روحان گہری نظروں سے اس گٹار والے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ رونلڈ جیکب عرف آر جے ہے. آر جے جو ایک سنگر تھا اسکا بہت بڑا فین۔۔" ایمی نے اسکے نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے بتایا۔

روحان حیران ہوا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ آر جے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں دلوں پر راج کرتا تھا۔

"یاد آیا تم بھی تو پاکستان سے ہو نا کیا تم نے آر جے کو دیکھا ہے؟ کیا تم کبھی اس سے ملے ہو؟ وہ بھی پاکستان سے تھا

بہت اچھا گاتا تھا کبھی کبھی سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں کہ پاکستان جیسے ملک میں بھی کوئی آر جے جیسا انسان پیدا ہو سکتا ہے کیسے؟؟ خیر میں بھی اسکی بہت بڑی فین ہوں لیکن اسکی موت کا سن کر بہت افسوس ہوا اور سچ مانو تو مجھے یقین ہی نہیں ہوتا کہ وہ مرچکا ہے۔۔"ایمی بنا بریک بولے جا رہی تھی۔ شاید اس نے چپ رہنا یا دوسرے شخص کی بات سننا نہیں سیکھا تھا۔

"میں نہیں جانتا کسی آر جے کو۔۔"روحان نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ایمی نے غور سے روحان کو دیکھا تھا۔

"آج پھر یہ اپنی بے سری آواز سے لوگوں کے کانوں کو پکانے والا ہے۔بے وقوف کہیں کا، خود کو آر جے کہلواتا ہے۔۔لوگ اسے اس لئے پسند کرتے ہیں کہ یہ خود کو آر جے جیسا بنا کر رکھتا ہے لیکن شاید اسے پتا نہیں کہ رونلڈ سے

R

اور جیکب سے

J

لینے پر کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے؟"ایمی کے لہجے میں رونلڈ کیلئے طنز جبکہ آر جے کیلئے ستائش تھی۔

روحان

ایمی کو بس دیکھ کر رہ گیا تھا۔وہ اسے کیسے بتاتا کہ آر جے سے روحان تک کا سفر اس نے کتنی مشکلوں سے طے کیا تھا اور یہاں سب آر جے پر مرتے تھے۔

"ٹھیک کہا آپ نے آر جے نام رکھنے سے کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے"وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔ ایمی اس بار چونکی تھی۔ موسم کافی خراب ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں ان دونوں کی ہڈیوں سے میں گھسی جا رہی تھیں روحان نے اپنی جیکٹ کے کالر کو کھڑا کیا تھا اسے یقین تھا کچھ دیر تک بارش شروع ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ایمی کچھ کہتی بارش کے ننھے ننھے قطروں نے زمین کو چھوا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہے؟ تمہارا چہرہ کسی سے ملتا ہے"

ایمی نے اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں قید کرتے ہوئے کہا تھا لیکن کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے یہ نہیں کہہ پائی تھی کہ اسکا چہرہ آرجے سے ملتا تھا۔اسکی سحر انگیز مسکراہٹ،اسکا اٹیٹیوڈ،

"کس سے ملتا ہے؟؟"روحان نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"آرجے سے

شاید کچھ کچھ لیکن نہیں وہ کافی الگ تھا،اسکا انداز ہی الگ تھا لیکن لیکن بے ساختہ جب میری پہلی بار تم پر نظر پڑی تھی تو مجھے لگا تھا کہ میں آرجے کو دیکھ رہی ہوں پھر تمہارے حلیے پر غور کرنے سے پتا چلا کہ شاید وہ میرے دماغ کچھ زیادہ ہی حاوی ہو چکا ہے۔اس لئے نظر آتا ہے۔۔!!"ایمی کی باتیں سن کر روحان کا قہقہہ لگانے کو دل کیا تھا پر لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے مس ایما رچرڈ میں روحان بن حیدر جبیل ہوں۔آرجے نہیں۔ دنیا میں بہت سے لوگوں کی شکل آپس میں ملتی ہے۔ شاید آرجے کی بھی مجھ سے ملتی ہو لیکن ایک بات تو طے ہے آرجے بھی ایک ہی تھا اس جیسا کوئی نہیں تھا اور روحان جبیل بھی ایک ہی ہے آرجے روحان جبیل جیسا نہیں ہو سکتا"وہ پراسرار سے لہجے میں کہتا مسکرایا تھا اور پھر ایمی کو گڈ بائے کہتا مضبوط قدم اٹھاتا اس سے دور ہوتا چلا گیا تھا۔ایمی رم جھم برستی بارش میں کھڑی اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔۔بلاشبہ وہ بہت سحر انگیز باتیں کرتا تھا۔۔ایمی کو وہ پہلے دن سے سب سے الگ لگا تھا۔۔وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن اسکا سنجیدہ انداز ایمی کو بات کرنے ہی نہیں دیتا تھا۔لیکن آج۔۔ آج ایمی کو اسکا اعتماد پسند آیا تھا اور خاص طور پر ایمی کو اسکا ایما کہنا اچھا لگا تھا۔وہ اسے دور تک جاتے دیکھتی رہی تھی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا تھا۔۔اور پھر مسکرا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

اس رات روحان نے گھر آکر سب سے پہلے اپنے پرانے آرجے والے اکاؤنٹ کو اوپن کیا تھا سالوں بعد اور پھر اس نے اس اکاؤنٹ کو ہمیشہ کیلیے ڈیلیٹ کر دیا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ آرجے کو بھول جائیں ہمیشہ کیلیئے لیکن اسکے چاہنے سے کیا ہونا تھا؟لوگ خاص لوگوں کو جلد نہیں بھول پاتے اور آرجے بھی خاص لوگوں کی فہرست میں سب سے اوپر تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کرسی پر ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹا تھا اسکی سوچ بس ایک انسان کے گرد گھوم رہی تھی اس نے اپنے دل کو تڑپتے پایا تھا۔ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب اسے کمرے میں ایک مانوس سی خوشبو کا احساس ہوا تھا۔وہ آگئی تھی۔۔ ہاں وہ اسکے تصور پر حاوی ہوگئی تھی۔

"آگئی ہو تم۔۔ آج کافی دیر نہیں کردی۔۔؟؟"روحان آنکھیں بند کئے پوچھ رہا تھا اسے ڈر لگتا تھا آنکھیں کھولنے سے اسے ڈر تھا کہ اگر وہ آنکھیں کھولے گا تو وہ چلی جائے گی وہ اندھیروں میں جب وہ بینائی سے محروم ہوگیا تھا تب بھی اسکی ساتھی رہی تھی۔۔

"آج تم نے بہت اچھا کام کیا۔۔"وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"جانتا ہوں آرجے کا اکاؤنٹ ڈیلیٹ کر دیا میں نے۔اس پر جتنی بھی گانے کی ویڈیوز تھیں سب ختم ہوگئیں لیکن بہت سے لوگوں کے پاس یقیناً ابھی بھی محفوظ ہوں گی اور انہیں ختم کرنے کیلیئے مجھے ہیکر بننا پڑے گا۔۔!!"وہ مسکرا کر بتا رہا تھا۔وہ اسکی بات سن کر مسکرادی تھی۔

"ہاں مجھے یہ کام پسند آیا دنیا کو چاہیے کہ وہ آرجے کو بھول جائے اور روحان جبیل کو یاد رکھے۔۔"وہ اسکے بہت آس پاس تھی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"مجھے پتا تھا تمہیں پسند آئے گا تمہیں آرجے نہیں پسند تھا دیکھو میں نے آرجے کو ختم کر دیا۔۔!!کمرے کے باہر ملازم اس سے چائے کا پوچھنے آیا تھا اور پھر اسکے کمرے سے باتوں کی آوازیں سن کر ٹھٹک کر رک گیا

تھا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر دیکھا تھا۔۔سامنے کرسی پر ٹیک لگائے روحان بول رہا تھا وہ باتیں کر رہا تھا کسی سے ؟لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ملازم کا یہ منظر دیکھ کر سانس خشک ہوا تھا۔۔اسے تو پہلے ہی دن سے روحان پر شک تھا۔ روحان کو یوں کسی سے باتیں کرتے دیکھ کر ملازم اتنا ڈر گیا کہ دروازہ بند کئے بنا ہی نیچے کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔۔یقیناً اب وہ دوبارہ اسکے کمرے کا رخ نہیں کرنے والا تھا۔

"بہت بدل گئے ہو تم۔۔"وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔ لیکن روحان اسکی سرگوشی سن چکا تھا۔

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں"

میرے دل سے بوجھ اتار دو،

میں ک ئی ی دنوں سے اداس ہوں

مجھے کوئی ی شام ادھار دو،

کسی کو میرے حال سے

نہ غرض ہے نہ کوئی ی واسطہ

میں بکھر گیا ہوں

سمیٹ لو

میں بگڑ گیا ہوں

سنوار دو______!!

کمرے میں روحان کی پرسوز آواز سرگوشیوں کی صورت میں بکھری تھی وہ جا چکی تھی کمرے میں کوئی نہیں تھا صرف وہ تھا اسکی تنہائی تھی ایک آنسو اسکی بند آنکھ کے کونے سے نکلا تھا اور پھر کنپٹی سے ہوتا ہوا پیچھے کرسی کی نرم و گداز گدی میں جذب ہو گیا تھا_

____

روحان پورے دھیان سے اپنی اسائمنٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایمی اسے اکثر لائبریری میں کتابوں کے درمیان سر جوڑے بیٹھے پاتی تھی۔ زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ روحان جبیل اپنی پڑھائی کو لے کر اتنا سنجیدہ ہوا تھا۔

"یہ چاہے جتنی مرضی کوشش کر لے یہ چیمبر تک نہیں پہنچ سکتا" ایلف نے اسے پڑھتے دیکھا تو تنفر سے کہا تھا۔

"مجھے وہ کافی ذہین لگتا ہے۔۔" ایمی نے سرگوشی کی تھی۔

"جتنا بھی ذہین ہو ایلف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔!!" ایلف کو خود پر پورا بھروسہ تھا۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایلف کا مقابلہ کرنا واقعی آسان نہیں۔۔" اسکی بات سن کر ایمی مسکرادی تھی۔

روحان النور اسکول آیا تھا۔ آج وہاں پر ایک بہت بڑا جلسہ تھا جسے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد جمع تھی۔ مولانا قاسم جو کہ ادارے کے ایک بہت بڑے معلم اور سکالر تھے عوام سے خطاب کرنے جارہے تھے۔ روحان جلسے کی تیاری میں بری طرح سے مصروف تھا۔ لوگوں کو اتفاق اور سلوک کے ساتھ بٹھانے کے ساتھ ساتھ انکی حفاظت کا بھی باخوبی انتظام کیا گیا تھا۔

مولانا قاسم پہنچنے والے تھے جب ایک بری خبر نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مولانا دوسرے شہر سے تشریف لا رہے تھے جب اچانک انکی طبیعت بگڑ گئی۔۔ ہسپتال جانے پر معلوم ہوا کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا_نازک وقت تھا۔ عیسائیوں، یہودیوں، ملحدوں اور سائنس کے پیروکاروں سے ہال بھرا پڑا تھا۔ ڈاکٹر باسط احمد بھی پاکستان میں تھے۔ ان دو ہستیوں کے علاوہ بھی بہت سے معلم ادارے میں موجود تھے لیکن یہ صرف مسلمانوں کا جلسہ نہیں تھا جس میں مسلمانوں سے بیان کرنا تھا۔۔ بلکہ یہ ایک بڑا جلسہ تھا جہاں دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیے جانے تھے۔

"مجھے یقین ہے میاں تم یہ کام کر سکتے ہو"

فون سے ڈاکٹر باسط کی آواز ابھر رہی تھی۔

"مم۔۔ میں کیسے آپ جانتے ہیں ڈاکٹر صاحب میں ابھی اس قابل نہیں ہوا۔۔" روحان انکی بات سن کر گڑبڑا گیا تھا۔

"تم بہت قابل ہو روحان بیٹا، مجھے پورا بھروسہ ہے تم اس امتحان میں کامیاب ٹھہرو گے، شروعات تو کرنی ہی ہے تم نے۔۔ کیوں نا آج سے؟؟"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔۔ جیسے آپکو بہتر لگے۔۔"

روحان نے ایک گہری سانس لی تھی اور پھر آنے والے وقت کیلئے خود کو تیار کیا تھا۔

لندن اور النور ادارے کی عوام ڈاکٹر باسط اور مولانا قاسم کو اچھے سے جانتی تھی لیکن آج انکے سامنے ایک جوان لڑکا تھا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ النور ادارے کی انتظامیہ کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ لیکن جب روحان بن حیدر جبیل نے اللہ کے بارے میں بولنا شروع کیا تو لوگ حیران رہ گئے تھے۔۔ سب سے پہلے اللہ اور اسکی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ اس انداز میں کہ لوگ حیران رہ گئے تھے۔ اسکے بعد سوال جواب کا سیشن شروع ہوا تھا۔

سب سے پہلا سوال جو تھا ایک ملحد کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"میں یہاں پر ڈاکٹر باسط کیلئے آیا تھا کیونکہ میرے اکثر سوالات کو بہت اچھے سے سمجھتے ہیں اور انکا جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ یہاں نہیں ہیں تو میں سوال چھوڑ نہیں سکتا بلکہ اب اور مزہ آئے گا پتا چلے گا کہ ڈاکٹر باسط نے اپنے سٹوڈنٹس کو کتنا سکھایا ہے" اس ملحد کی بات سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔ وہ ہزاروں کے مجمع کے سامنے کھڑا تھا اسکا دل جذبہ ایمان سے بھرپور تھا وہ خوش تھا کہ اللہ نے اپنے پسندیدہ کام کیلئے اسے چنا تھا۔

"میرا سوال یہ کہ کفار کے دلوں پر مہر لگنے کے بعد وہ قصور وار کیوں؟ اگر اللہ نے کافروں، یعنی غیر مسلموں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو پھر انہیں اسلام قبول نہ کرنے کا قصور وار کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے؟؟"

روحان نے غور سے اسکا سوال سنا تھا اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"آپ نے ٹھیک کہا اللہ تعالی سورہ بقرہ کی آیت نمبر 6 اور 7 میں فرمایا ہے کہ،

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے یکساں ہے، خواہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

(سورۃ البقرہ 2 آیات 6 تا 7)

یہ آیات عام کفار کی طرف اشارہ نہیں کرتیں جو ایمان نہیں لائے۔ قرآن کریم میں ان کے لیئے (إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یعنی وہ لوگ جو حق کو رد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ کہ

"تم خبردار کرو یا نہ کرو، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے وہ سمجھتے ہیں نہ ایمان لاتے ہیں، بلکہ معاملہ برعکس ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کفار بہر صورت حق کو مسترد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور آپ انہیں تنبیہ کریں یا نہ کریں، وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ لہذا اس کا ذمہ دار اللہ نہیں بلکہ کفار خود ہیں۔

اللہ تعالٰی کی طرف گمراہ کرنے یا دلوں پر مہر لگانے کی نسبت اس لیے درست نہیں کہ اللہ تعالی نے انبیاء و رسل بھیج کر اور آسمانوں سے کتابیں نازل فرما کر انسانوں کے لیے راہِ حق واضح کر دی۔ اب جنہوں نے حق قبول کیا وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ٹھہرے اور جنہوں نے حق سے منہ موڑا اور انبیاء و رسول کو ستایا، اللہ نے انہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیا اور حق کی توفیق نہ دی۔

ایک مثال سے وضاحت کرتا ہوں، فرض کیجیۓ ایک تجربہ کار استاد آخری (فائنل) امتحانات سے قبل یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ فلاں طالب علم امتحان میں فیل ہو جائے گا، اس لیے کہ وہ بہت شریر ہے، سبق پر توجہ نہیں دیتا اور اپنے ہوم ورک بھی کر کے نہیں لاتا۔ اب اگر وہ امتحان میں ناکام رہتا ہے تو اس کا قصوروار کسے ٹھہرایا جائے گا۔ استاد کو یا طالب علم کو؟ استاد کو صرف اس وجہ سے کہ استاد نے پیش گوئی کر دی تھی۔ اس لیے اسے طالب علم کی ناکامی کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالی کو یہ بھی پیشگی علم ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے حق کو ٹھکرانے کا تہیہ کر رکھا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

لہٰذا وہ غیر مسلم خود ایمان اور اللہ سے منہ موڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ نے تو علم الغیب کا علم رکھتے ہوئے انہیں صدا کیلیے اس بھنور میں چھوڑ دیا ہے کیونکہ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔۔ اور اسے پتا ہے کہ کچھ بھی کر لو یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔۔۔"

"ایک اور سوال ڈاکٹر روحان حیدر" اس لڑکے نے دوبارہ کہا تھا۔

"جی آپ سوال پوچھ سکتے ہیں لیکن میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔۔" وہ مسکرایا تھا۔

"اوکے۔ ڈیٹس گریٹ۔۔ لیکن میرا یہ سوال میرے پہلے سوال سے ہی جڑا ہے،

"فہم وادراک کا مرکز دل یا دماغ؟؟ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ دوسری طرف سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ فہم وادراک اور ایمان لانا دماغ کا کام ہے۔ دل کا نہیں، تو کیا قرآن کا دعوٰی سائنس کے متضاد ہے؟؟؟"

سوال سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔ کبھی وہ خود سائنس اور مذہب کی جنگ میں سوال کر کے لوگوں کو دھنگ کر دیتا تھا۔۔ اور آج پھر وہ اس جنگ کا حصہ تھا۔۔ یقیناً اس بات بھی وہ لوگوں کو لاجواب کرنے والا تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:-

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے یکساں ہے خواہ آپ نہیں خبر دار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قلب کا مفہوم سمجھا جائے وہ اسٹیج پر مائیک کے سامنے کھڑا دلسوز آواز میں بول رہا تھا۔

عربی زبان میں لفظ " قلب " کے معنی دل کے بھی ہیں اور ذہانت کے بھی، ان آیات میں جو لفظ قلب استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد دل بھی ہے اور ذہانت بھی، لہذا مذکورہ بالا آیات کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے کفار کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر مہر لگادی ہے۔ اور وہ نہ تو بات کو سمجھ پائیں گے اور نہ ایمان لائیں گے۔

عربی زبان میں " قلب " سے فہم وادراک کا مرکز بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ فہم وادراک کے مفہوم میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

☆ لفظ: Disaster: ایک منحوس ستارہ

Disaster

کا معنی ومطلب منحوس ستارہ ہے لیکن آج کل یہ لفظ اچانک نازل
ہونے والی بدقسمتی یا آفت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بدقسمتی کا کسی منحوس ستارے سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا!

جو خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

☆ لفظ: Trivial: تین سڑکوں کا سنگم

Trivial

کا لغوی مطلب وہ مقام ہے جہاں تین سڑکیں ملتی ہوں۔ آج کل یہ لفظ کسی معمولی نوعیت کی یا بہت معمولی اہمیت کی حامل چیز کے لیئے بولا جاتا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اگر کوئی چیز معمولی قدر و قیمت رکھتی ہو تو اسے تین سڑکوں کے سنگم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

طلوع آفتاب

(Surise)

اور غروب آفتاب

(Sunset)

سن رائز:

(Sunrise)

کا لغوی مطلب ہے سورج کا چڑھنا، آج جب لفظ

Sunrise

یا طلوع آفتاب کہا جاتا ہے تو لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوتے کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ سورج کہیں چڑھ نہیں رہا ہوتا۔ اس کے باوجود ماہرین فلکیات بھی لفظ

Sunrise

ہی استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس بات سے بھی واقف ہیں کہ "غروب آفتاب یا

Sunset

کے وقت سورج کہیں غروب نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اصطلاح یہی استعمال ہوتی ہے۔

محبت اور جذبات کا مرکز: انگریزی زبان میں محبت اور جذبات کا مرکز دل ہی کو کہا جاتا ہے اور دل سے مراد وہ عضوِ بدن ہے جو خون کو پمپ کرتا ہے۔ یہی لفظ دل کے خیالات، محبت اور جذبات کے منبع اور مرکز کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ خیالات، محبت اور جذبات کا مرکز دماغ ہے، اس کے باوجود جب کوئی شخص جذبات کا "اظہار کرتا ہے تو اکثر یہی کہتا ہے:" میں تم سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں۔۔

تصور کیجئے! ایک سائنسدان جب اپنی اہلیہ سے ان الفاظ میں اظہار محبت کرتا ہے تو کیا وہ یہ کہے گی کہ تمہیں سائنس کی اس بنیادی حقیقت کا علم بھی نہیں کہ جذبات کا مرکز دماغ ہے، دل نہیں؟؟ کیا وہ اسے یہ مشورہ دے گی کہ تمہیں کہنا چاہئے کہ میں تم سے اپنے دماغ کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں؟؟ روحان کے عام سے انداز میں کیے گئے سوال نے ہال میں موجود لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"لیکن نہیں۔ وہ ایسا نہیں کہتی بلکہ خاوند کے دل کی گہرائیوں سے محبت کے دعوے کو تسلیم کرتی ہے۔ لفظ قلب، مرکز خیالات اور ادراک کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ کوئی عرب کبھی یہ سوال نہیں پوچھے گا کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر کیوں مہر لگائی ہے کیونکہ اسے بخوبی علم ہے کہ اس سیاق وسباق میں اس سے مراد انسان کا مرکز خیالات وجذبات ہے۔ قرآن پاک عربی کی سب سے بڑی گرامر کی کتاب ہے۔۔ اس میں ایک لفظ کے بہت سے معنی نکل آتے ہیں۔۔ مجھے امید ہے آپ سمجھ گئے ہونگے" وہ مسکرا کر بول رہا تھا۔

" دیکھا میں نے کہا تھا نا کہ یہ لڑکا بہت آگے جائے گا، کمال کر دیا ہے اس نے تو" ڈاکٹر باسط اپنے ٹی وی پر اجلاس کو براہ راست دیکھ رہے تھے۔

"ہاں مجھے یقین تھا وہ کچھ کر دکھائے گا، وہ سب سے الگ ہے۔۔" مقدس آپی بھی مسکرا دی تھی۔ اور آج کے اس اجلاس میں لوگوں کو لاجواب کرنے والا روحان جبیل پورے ادارے میں چھا گیا تھا۔

کلاس کے نوٹس بورڈ پر ایک جمگھٹا تھا سٹوڈنٹس یہ جاننے کیلئے بیتاب تھے کہ کن خوش نصیب سٹوڈنٹس کی اسائمنٹ چیمبر میں پیش ہونے کی سند پا چکی ہے۔ سارے سٹوڈنٹس پروفیسر جسٹن کو اپنی اسائمنٹ ای میل کر چکے تھے۔ اور ایلف کی حیرانی کی انتہا نہیں رہی تھی جب اس نے اپنے نام کے بعد روحان جبیل کا نام نوٹس بورڈ پر دیکھا تھا۔ صرف دس سٹوڈنٹس کو اسائمنٹ ملی تھی جن میں سے صرف دو کی پاس ہوئی تھی۔۔ اور وہ دو لوگ ایلف آسکر اور روحان جبیل تھے۔

یہ چیمبر آف ڈسکشن کا اندرونی منظر تھا۔ چیمبر آف ڈسکشن کی ظاہری صورت اور ترتیب کمرہ عدالت سے ملتی تھی۔ اس چیمبر کا ایک صدر تھا۔ پروفیسر ایلبس جو کہ بڑے سے میز کے پیچھے ایک اونچی کرسی پر براجمان تھا۔ اسکے سامنے دونوں طرف سٹوڈنٹس کی دو قطاریں تھیں۔

چیمبر آف ڈسکشن میں ہر طرح کے موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔ چاہے وہ سائنس سے متعلق ہوں یا پھر مذہب سے۔ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سٹوڈنٹس یہاں اپنی ریسرچ پیش کرتے تھے۔

یونیورسٹی کی انتظامیہ کے علاوہ بڑے بڑے موقعوں پر شہر کی معزز ہستیوں کو بلایا جاتا تھا۔ پہلے پریزنٹیشن ایلف نے دی تھی جو مکمل طور پر تیار تھی۔ اور بہترین انداز میں اپنی ارتقاء پر کی گئی تحقیق کو پیش کیا تھا۔ چیمبر میں موجود سٹوڈنٹس اور پروفیسرز اسکی قابلیت سے واقف تھے۔ اور جب روحان جبیل اسٹیج پر آیا تو پروفیسر جسٹن چوکنا ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ لڑکا کچھ نیا کرنے والا تھا۔ اور میوٹیشنز پر لکھی گئی اسائمنٹ کو جب اس نے چیمبر میں پیش کیا سب دنگ رہ گئے تھے۔ اس نے اس طرح سے ہر چیز کو بیان کیا تھا کہ کسی بھی شخص کے ذہن میں کوئی سوال نہیں ابھرا تھا۔

اور جب میوٹنٹس پر اٹھنے والے ایک سوال کے جواب میں ٹرائسومی پر اس نے اپنی مثال پیش کی تو پورا چیمبر ہل گیا تھا۔

"کیا واقعی وہ ایک میوٹنٹ ہے؟ پوری یونی میں رپورٹ ہونے والے ان تین کیسز میں سے ایک جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں" ایلف دنگ رہ گئی تھی وہ اسے کیا سمجھ رہی تھی اور وہ کیا نکلا تھا۔ ایلف آسکر کا نام کہیں چھپ سا گیا تھا۔ پورے چیمبر اور ڈیپارٹمنٹ میں بس روحان جبیل کا نام گونج رہا تھا۔

"میں جانتا تھا، بلکہ مجھے یقین تھا، مجھے یقین تھا کہ تم کچھ الگ کروگے۔۔ تم نے کر دکھایا مسٹر روحان جبیل آج سے تم میرے ساتھ کام کروگے، میری لیب میں، لندن کی سب سے بڑی لیب میں ایک سائنسدان کے طور پر" پروفیسر جسٹن کی بات سن کر روحان حیران ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ پروفیسر جسٹن جو ایک سائنسدان بھی تھا وہ اسے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر رہا تھا۔

یہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔۔ اسکا نام بنتا جا رہا تھا۔۔ لوگ اسکے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے۔ وہ یہاں یہ سب کرنے نہیں آیا تھا۔۔ وہ تو علم حاصل کرنے آیا تھا۔ النور سے دینی اور یونیورسٹی سے دنیاوی۔ لیکن ڈاکٹر باسط نے ٹھیک کہا تھا۔۔ وہ تو یہاں لوگوں کو فتح کر رہا تھا۔۔؟ کیسے؟ کیوں؟ کیا چیز اسکی مدد کر رہی تھی وہ خود نہیں جانتا تھا۔

ان چار سالوں میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ایلف نے اپنے نام سے زیادہ کسی اور کے نام کی گونج سنی تھی۔ وہ چار سالوں سے جینیٹکس پڑھ رہی تھی لیکن اسکے پاس اتنا علم اتنی معلومات نہیں تھیں جتنی روحان جبیل کے پاس تھیں۔

"یقین نہیں ہوتا کہ کوئی اتنا علم کیسے رکھ سکتا ہے۔۔؟؟" وہ روحان کے سامنے کھڑی استفسار کر رہی تھی۔

"اور میں بھی حیران ہوں کہ ایک لڑکی اتنی اچھی ریسرچ کیسے کر سکتی ہے۔۔؟؟" وہ شرارت سے کہہ کر مسکرایا تھا۔

ایلف نے غور کیا تھا وہ وجیہہ تھا۔ اسکے بات کرنے کا انداز اسکی شخصیت میں وقار لاتا تھا۔

"زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے ابھی فائنل اگزامز باقی ہیں اور یقیناً پچھلے چار سالوں کی طرح اس بار بھی ایلف ٹاپ کرنے والی ہے۔۔"

وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی تھی۔

"یقیناً ایلف آسکر ٹاپ کرنے والی ہے میں نے کب انکار کیا وش یو گڈ لک" وہ مسکرا کر کہتا آگے بڑھ گیا تھا اسے ٹاپ کرنے سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ یہ کام بچپن سے کرتا آیا تھا۔ اسکے نزدیک اب اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

ہاں البتہ اور بہت سے کام تھے جو اسے سرانجام دینے تھے۔

"تو تم نے اپنے سلفائٹ (خاص) ہونے کا ثبوت دے ہی دیا۔۔ جان کر اچھا لگا" اگلے دن وہ اپنی پسندیدہ جگہ پر اس فوارے پر بیٹھا تھا جسکے اردگرد پرندے اڑ رہے تھے اور کبھی نیچے بیٹھ کر دانہ چگتے تھے۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا پروفیسر تھامس مجھے جو کام ملا تھا وہی پورا کیا ہے۔۔"

"تم نے چیمبر کو پہلی باری میں ہی ہلا دیا ہے مسٹر جبیل۔۔ حیران ہوتا ہوں کہ تم آگے کیا کرو گے۔۔؟؟" پروفیسر تھامس بھی اسکے متاثرین میں نظر آرہے تھے۔

"دیکھتے ہیں پروفیسر لیکن میرا چیمبر ہلانے کا ارادہ نہیں ہے۔۔" وہ اداسی سے مسکرایا تھا۔

"چائے ہوجائے ایک ساتھ شام کو میرے اپارٹمنٹ آجانا مجھے تمہارے ساتھ چائے پی کر اچھا لگے گا" پروفیسر تھامس اسے چائے کی دعوت دے کر جاچکے تھے جبکہ روحان انہیں جاتا دیکھ رہا تھا اسکا جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ پروفیسر کو انکار بھی نہیں کر سکتا۔۔

"اس لڑکے کی شکل کسی سے تو ملتی ہے لیکن کس سے۔۔۔؟؟؟" ایلف اپنے کمرے میں بری طرح سے چکر کاٹ رہی تھی۔ آج اس نے روحان کو بہت قریب سے دیکھا تھا اسے اسکے چہرے میں کسی کی شباہت نظر آئی تھی۔

"اووہ گاڈ مجھے یاد کیوں نہیں آرہا۔۔؟؟" وہ پریشان ہوگئی تھی۔ کوئی پہلی بار اسکے مقابلے پر آیا تھا۔۔ ایلف کو حیرانی ہو رہی تھی۔ وہ لندن کے میئر کی بیٹی۔۔ اپنی ذات میں بے مثال تھی۔۔ پھر نا جانے کیوں وہ اس چہرے کو بھول نہیں پا رہی تھی۔ اچانک اسکے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا اور وہ میز پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف لپکی۔

رات کے اس پہر کافی ٹھنڈ تھی۔ وہ پروفیسر تھامس کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا تھا۔ کوٹ کے کالر کو کھڑا کر کے اس نے خود کو ٹھنڈ سے بچایا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تھا۔

"مسٹر روحان جبیل۔۔ ویلکم۔۔" پروفیسر تھامس جیسے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ روحان نے جیسے ہی اندر قدم رکھا اسے ایک گرم سا احساس ہوا تھا۔ پورا گھر ہیٹر کی گرمائش سے گرم تھا۔ روحان کی ہڈیوں کو جیسے سکون ملا تھا۔

"معاف کرنا میں نے دروازہ دیر میں کھولا ملازم جا چکا ہے میں خود چائے کا سامان میز پر لگا رہا تھا"

"کوئی بات نہیں پروفیسر۔۔ آپکو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" روحان شرمندہ ہوا تھا۔

"آجاؤ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔" پروفیسر نے ڈائننگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا۔۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا کر انکی پیروی کی۔

"تم النور جاتے ہو کیا سیکھنے۔۔؟؟" پروفیسر کے سوال پر وہ چونکا تھا۔ یعنی پروفیسر تھامس اس پر نظر رکھتے تھے۔

"ہاں میں وہاں سے دینی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔۔" روحان نے پروفیسر کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تعلیم حاصل کر رہے ہو یا تعلیم دے رہے ہو؟؟ کافی اچھا بول لیتے ہو تم بھی میں نے وہ ویڈیوز دیکھی ہیں جن میں تم ایک سکالر کا کام کر رہے ہو۔۔" روحان اس بار صحیح معنوں میں چونکا تھا۔

"نہیں۔ میں سکالر نہیں ہوں میں بس اپنے مذہب کے بارے میں جو لوگوں کی الجھنیں ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔" روحان نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ہمم۔۔ اچھی بات ہے۔۔" پروفیسر تھامس نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"کتنی زبانوں پر عبور رکھتے ہو برخوردار۔۔؟؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"کچھ زیادہ نہیں۔ انگریزی، اردو، فرانسیسی جانتا ہوں جبکہ اور عربی سیکھ رہا ہوں۔۔" روحان نے سچ بتایا تھا۔

"اگر میں ہسپانوی زبان میں تم سے کچھ سوال کروں تو کیا تم جواب دے سکو گے۔۔۔؟؟"

"نہیں۔۔" روحان نے الجھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ پروفیسر یہ سب کیوں پوچھ رہے تھے۔

"ھمم۔۔۔" پروفیسر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بند کھڑکی میں جا کر کھڑے ہوگئے تھے جس کے دھند جمے شیشوں سے لندن دھندلا سا نظر آرہا تھا۔

"عہد الست کے بارے میں جانتے ہو۔؟؟" خدا نے کس زبان میں وعدہ لیا تھا ہر انسان سے۔۔۔؟؟"

پروفیسر کے سوال پر روحان چونکا تھا۔۔ اسے اب سمجھ آیا تھا کہ وہ مختلف زبانوں کا ذکر کیوں کر رہے تھے۔

"یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میرے ناقص علم کے مطابق وہ گفتگو عربی میں ہوئی تھی۔۔"

روحان نے جواب دیا۔

"کیوں۔۔؟؟" سوال حاضر تھا۔

"کیونکہ یہ اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی زبان ہے۔ اسی زبان میں آخری کتاب کو نازل کیا گیا تھا۔ اور بہت سی روایات میں آیا ہے کہ عربی ہی جنت کی زبان ہو گی۔۔"

"میں نے پڑھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان سے عربی زبان میں کچھ سوال کئے جائیں گے۔ اور عہد الست کی پوچھ گوچھ ہو گی جن لوگوں کو عربی زبان نہیں آتی وہ کیا کریں گے۔۔؟؟" پروفیسر کی بات سن کر روحان مسکرایا تھا۔ وہ انکا سوال سمجھ چکا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پروفیسر کے برابر میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"مسلمانوں کا ایمان ہے اور بعض روایات میں ہے کہ روزِ قیامت یا قبر میں حساب عربی میں ہو گا، ہمارے اُستاد کا خیال تھا کہ ہماری ہی زبان میں ہو گا۔ سوال جواب کسی زبان میں بھی ہوں ہمیں بس اس وقت کیلئے تیار رہنا ہو گا۔۔۔" روحان نے کہنا شروع کیا۔

"النور میں میرا ایک دوست ہے جو کہتا یہ حساب کسی زبان میں ہو گا ہی نہیں یہ سارا معاملہ ایسے مفاہم کے دو طرفہ ابلاغ اور منتقلی سے وقوع پزیر ہو گا جسے سمجھنے سے ہم ابھی اس جسم میں رہتے ہوئے قاصر ہیں۔ لیکن مفاہیم کی یہ زبان قرآن کے مطابق ہم پہلے بھی استعمال کر چکے ہیں۔ آپ نے قرآن میں عہدِ الست کی آیات پڑھی ہونگی، یہ وہ عہد ہے جو میں نے اور آپ نے اپنی پیدائیش سے پہلے کیا تھا، تب نہ مجھے اردو آتی تھی نہ انگریزی نہ عربی نہ ہی آپکو پنجابی سرائیکی سندھی وغیرہ آتی تھی لیکن پھر بھی ہم نے ایک ایسا اہم ترین عہد کر لیا جسکا تعلق ایک نئی دنیا میں جانے جیسے بہت بڑے فیصلے سے تھا۔۔۔"

پروفیسر نے چونک کر روحان کو دیکھا تھا جو اپنے دوست کی سوچ کو ہو بہو اسکے الفاظ میں بیان کر رہا تھا۔

"مرتے ہی ہم جو صورت اختیار کر لیں گے یہ وہی صورت ہو گی جو پیدائیش سے پہلے وہ عہد کرتے وقت ہماری شخصیت کا حصہ تھی۔ یعنی ہم جسم سے واپس اُس کیفیت میں منتقل ہو جائیں گے جو ہماری حقیقی شخصیت تھی۔ یہ ہاتھ یہ پیر یہ ٹانگیں یہ کان ناک تو میرے ہیں میں یہ نہیں ہوں، میں تو وہ ہوں جو جسم سے نکل جاوں تو یہ جسم لاش کہلاتا ہے۔ میں یہ جسم پہنے ہوئے تو ہوں یہ میں نہیں ہوں۔ اس جسم سے نکلتے ہی میں پہلے کی طرح انرجی کی زبان اور مفاہیم سمجھنے سمجھانے لگوں گا۔

یعنی مجھے اپنی وہ زبان دوبارہ استعمال کرنا آجائے گی جو الفاظ کی محتاج نہیں۔ حساب اُسی زبان میں ہو گا۔ میرا گمان ہے کہ وہ محسُوسات کی زبان ہو گی یہ میرے دوست کا گمان ہے اور میں مانتا ہوں کہ کبھی کبھی کوئی گمان انجانے میں گناہ بھی بن جاتا ہے اس لئے میں اسکی بات سے پوری طرح متفق نہیں۔اسکے کہنے کا مطلب بس یہ ہے کہ اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو گھبرانے کی ضرورت نہیں بشرطیہ کہ آپ متوازن زندگی گزار کر اپنی حقیقی شخصیت میں منتقل ہوئے ہیں۔ وہاں آپ الفاظ کے محتاج نہیں ہونگے۔ آپکے احساسات آپکے حق میں یا آپکے خلاف گواہ ہونگے۔ میں نے اپنے دوست کے گمان کو آپ سے اس لئے بیان کیا اگر آپ دین اسلام پر یقین نہیں رکھتے اور عربی کو نہیں جانتے اور یہ بہانہ بنانے کی کوشش کر رہے کہ آپکو عربی نہیں آتی اور آپ حساب کتاب سے بچ جائیں گے تو ایسا سوچنا سراسر بے وقوفی ہے۔ جس زبان میں ہم نے وعدہ کیا تھا اسی زبان ہم جوابدہ ہوں گے چاہے وہ زبان عربی ہو یا کچھ اور ہمیں بس خود کو اس قابل بنانا ہے کہ جب خدا ہمارا نام لے کر ہمیں مخاطب کرے گا تو ہماری زبان نہ لڑکھڑائے، ہمارا دل نا کانپے بلکہ خدا کی پکار پر ہم سرشار سے اسکی طرف چلتے جائیں۔اور جو خدا انسان کو پیدا کر کے دنیا میں بھیج سکتا ہے جو خدا موت کے بعد انسان کو زندہ کر سکتا ہے کیا لگتا ہے آپکو کہ وہ ایک انسان سے عربی میں حساب نہیں لے سکتا

وہ صرف کن کہے گا فیکون ہو جائے گا اگر عربی نہیں آتی تو انسان مشین کی طرح بولنا شروع کر دے گا اور بیشک اس خدا کیلئے کچھ مشکل نہیں"روحان مسکرا کر کہتا کھڑکی سے ہٹا تھا۔

"چائے اچھی بنی ہے پروفیسر۔۔"وہ اب کپ کو میز پر رکھ چکا تھا۔۔ جبکہ پروفیسر حیرت و بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ روحان جبیل سے اسکے دین کے متعلق سوال کر کے نیچا دکھانا انکے بس کی بات نہیں۔

ایلف آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر ابھرنے والی تصویر کو تک رہی تھی۔ اسکے سامنے روحان جبیل کی تصویر تھی جسے اس نے مختلف زاویوں سے ایڈٹ کیا تھا۔ کبھی لمبے بال تو کبھی سائڈ کٹ۔۔ آئی برو پر لگا ہوا کٹ۔

کافی دیر ایڈٹنگ کرنے کے بعد وہ کامیاب ٹھہری تھی اور اب اپنے سامنے موجود تصویر کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

آر جے۔۔۔ "وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔"

انکے پہلے سمیسٹر کے فائنل پیپر شروع ہو گئے تھے۔ ایلف گہری نظروں سے روحان کا مشاہدہ کر رہی تھی۔

"ایلف یہ دیکھو۔۔ یقین نہیں ہوتا

What a Man

۔۔" پیپر کے بعد ایمی اچھلتی کودتی اسکی طرف بڑھی تھی۔ ایلف تو اچانک افتاد پر گڑبڑا ہی گئی تھی۔ ایمی کے ہاتھ میں موبائل تھا جس میں ایک ویڈیو چل رہی تھی۔۔ روحان کی ویڈیو جس میں وہ لاجک سے کچھ سوالات کے جواب دے رہا تھا۔

"Unbelievable"

ایمی حیران تھی۔

"اووہ تو وہ مسلم اپنے دین کی تبلیغ کرنے آیا ہے۔۔ کیا پتا وہ ایک دہشت گرد ہو جس نے روپ بدل رکھا ہو۔۔!!" ایلف نے دل میں سوچا تھا۔

"کہاں گم ہو گئی؟ میں نے کہا تھا نا کہ وہ سب سے الگ ہے، دیکھا تم نے؟ اس نے سائنس کی بھی چھٹی کر دی۔۔" ایمی سرشار سی کہہ رہی تھی۔ اور ایلف کو کہیں اور متوجہ پا کر آگے بڑھ گئی تھی۔۔

جبکہ ایلف ایک بار پھر شدید الجھن کا شکار ہو چکی تھی۔

"تو تم انجانے میں ہی سہی لیکن اس رستے پر نکل پڑے ہو جسکی حانم نے کبھی خواہش کی تھی۔۔"فون سے حشام کی آواز ابھر رہی تھی۔وہ پاکستان گیا ہوا تھا۔مدیحہ اور ارحم کا سادگی سے نکاح کیا جارہا تھا۔روحان اپنے اگزامز کی وجہ سے نہیں جا پایا تھا۔

"یہ رستہ میں نے خود نہیں چنا ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ہاتھ پکڑ کر مجھے اس رستے پر لے جا رہا ہو۔۔ جب کبھی کوئی مشکل آتی ہے تو سامنے حانم مسکراتی نظر آتی ہے۔۔وہ میری ہمت بڑھاتی اور میں چلتا جاتا ہوں۔۔"روحان کسی ٹرانس کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔جب بھی حانم کا ذکر ہوتا تھا وہ یوں ہی پاگل سے لگنے لگتا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔"حشام فون بند کر چکا تھا جبکہ روحان کی سوچیں حانم کے گرد بھٹک رہی تھیں۔

انکا آخری پیپر تھا

Viva

چل رہا تھا ان دنوں ایلف بری طرح سے پریشان رہی تھی وہ جتنا روحان سے چھٹکارہ چاہتی تھی اسکی کوئی نا کوئی بات ایلف کو متوجہ کر لیتی تھی اسکی ذات کے بہت سے پہلو تھے۔۔ جنہیں وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

ابھی وائیوا کے دوران وہ پانچ میں سے ایک سوال کا بے دھیانی میں غلط جواب دے چکی تھی۔ایسا پہلی بار ہوا تھا۔روحان اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔ اسے وہ الجھی الجھی نظر آئی تھی۔۔ وہ ایک زندہ دل لڑکی تھی۔۔ جو سچ بولتی تھی اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کیلیے تیار رہتی تھی۔

اب روحان کی باری تھی۔۔پہلے تین سوالوں کے وہ درست جواب دے چکا تھا۔ایلف کا رنگ فق ہوا تھا۔۔اسے پہلی بار ہارنے کا خود ہوا تھا۔۔وہ ڈر گئی تھی۔۔ روحان نے اسکے چہرے پر خوف محسوس کیا تھا۔ وہ لندن کے میئر کی

بیٹی تھی۔۔ اسکا باپ ایک بڑی شخصیت کا مالک تھا۔۔اور یہ جو بڑی شخصیات کے بچے ہوتے ہیں انہیں عام بچوں کے مقابلے میں اپنے ماں باپ کی نظروں میں کچھ بننے کیلیئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔چونکہ ماں باپ خود کامیاب ہوتے ہیں انکے نزدیک بچوں کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ایسے بچے بہت سی محرومیوں کا شکار رہ جاتے ہیں وہ اگر ٹاپ کرتے ہیں تو انکے ماں باپ، عام ماں باپ کی طرح جو کہ اپنے بچوں کی ایسی کامیابی پر پھولے نہیں سماتے، جھٹ سے انہیں گلے نہیں لگا لیتے بلکہ ایسے بچوں کو اپنا آپ منوانے کیلیئے۔۔اپنی شخصیت بنانے کیلیئے بہت جان لگانی کرنی پڑتی ہے۔اور ایسی

ہی ایک زندگی ایلف جی رہی تھی۔۔

وہ سالوں سے ٹاپ کر رہی تھی اور اپنا ایک نام بنانے میں کامیاب بھی ہوگئی تھی لیکن اب۔۔ اب روحان جبیل کے آنے سے وہ مٹتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اور اسی دکھ میں روحان نے ایلف کو گھلتے پایا تھا۔سر جسٹن نے اس سے چوتھا سوال پوچھا تھا۔۔اور روحان ایلف سے نظریں ہٹا کر کچھ سوچ رہا تھا۔۔اور پھر جب اس نے جواب دیا تو پروفیسر حیران رہ گیا تھا۔۔جواب غلط تھا۔ایلف کے تنے ہوئے کندھے ایک دم ڈھیلے پڑے تھے۔

اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا۔

لیکن اگلے سوال کا جواب بھی غلط دینے پر ایلف چونکی تھی۔۔وہ حیرت سے روحان کو دیکھ رہی تھی جسکے چہرے پر گہرا سکون چھایا تھا۔پروفیسر بے یقینی سے کبھی روحان تو کبھی ایلف کو دیکھ رہے تھے۔۔

کلاس ختم ہو چکی تھی وہ باہر نکل چکا تھا۔

ایلف نے کچھ دیر اسے جاتے دیکھا تھا اور پھر کرنٹ کھا کر اسکے پیچھے لپکی تھی وہ جان گئی تھی سوال اتنے مشکل نہیں تھا جن کا روحان جبیل کو جواب نہیں آتا۔۔ پھر اس نے غلط جواب کیوں دیا تھا؟؟وہ حیران تھی اور اسے کچھ سمجھ آرہا تھا۔

"رکو مسٹر۔۔"وہ ہانپتی اس تک پہنچی تھی۔روحان کے قدم رک گئے تھے۔

"روحان جبیل نام ہے میرا۔۔" وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔

"روحان جبیل یا پھر آر جے۔۔؟؟" ایلف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔روحان کے قدم ساکت ہوئے تھے اور پھر وہ کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ایلف اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھکی ہوئی تھی وہ اپنا تنفس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

روحان نے ایک پل میں اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل کیا تھا۔

"کون آر جے۔۔۔؟؟" وہ اب حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

ایلف سیدھی ہوئی۔ وہ سیاہ اور پیلے رنگ کے مغربی کپڑوں میں ملبوس تھی۔ بالوں کی اونچی پونی ٹیل کیئے وہ ایم فل کی نہیں بلکہ کالج کی سٹوڈنٹ لگ رہی تھی۔

"وہی روحان جبیل عرف آر جے۔۔ایک پاکستانی سنگر جسکے پاکستان سے زیادہ یورپ میں فین ہیں" ایلف نے روحان کے چہرے کے تاثرات کو جانچتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ میں نے سنا ہے مر چکا ہے۔۔" روحان نے مصنوعی افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مر چکا ہے یا روپ بدل لیا ہے۔۔؟؟" وہ کاٹ دار لہجے میں پوچھ رہی تھی۔روحان نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے ایک نظر ایلف کو دیکھا، کندھے اچکائے اور پھر واپسی کیلئے قدم بڑھائے۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟؟" وہ کچھ دور تک چلا تھا جب اسے ایلف کی چلانے کی آواز آئی تھی۔

"کیا کر دیا ہے اب میں نے؟؟" وہ بالکل اس انداز میں پوچھ رہا تھا جس میں کبھی سید حویلی کے افراد اسکا نام سن کر کہتے تھے کہ "اب کیا کر دیا آر جے نے۔۔؟؟

"تم نے دو سوالوں کے غلط جواب کیوں دیئے۔۔؟؟"

ایلف اپنی جگہ پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔وہ جان گئی تھی کہ روحان نے جان بوجھ کر دو سوالوں کے غلط جواب دے کر اپنی پر سنٹیج کو نیچے گرایا تھا لیکن وہ حیران تھی اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔

"مجھے نہیں آتے تھے اس لئے۔!!" وہ اب عام سے لہجے میں بتا رہا تھا۔

"جھوٹ۔۔ سراسر جھوٹ۔۔ مسٹر روحان جبیل کو کسی سوال کا جواب نہ آتا ہو ایسا ہو نہیں سکتا۔۔" وہ انجانے میں ہی سہی لیکن اسکی تعریف کر گئی تھی۔ روحان کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"روحان جبیل کی اتنی مجال کہ وہ چیمبر پر راج کرنے والی لڑکی کا مقابلہ کرے یا اسے ہرائے۔۔"

وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مجھے پر ترس کھا کر اچھا بننا چاہتے ہو۔؟؟" وہ تیکھے لہجے میں پوچھ رہی نہیں۔

"نہیں بالکل نہیں۔ جو باتیں اور چیزیں تمہارے لئے اہمیت کی حامل ہیں مجھے ان میں دلچسپی نہیں۔۔ میں یہاں مقابلہ کرنے نہیں آیا۔۔" اسکا لہجہ سنجیدہ تھا لیکن لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ ایلف حیرانی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانے کون تھا؟ کیا تھا؟ کیوں تھا؟؟ وہ نہیں جانتی تھی لیکن وہ عجیب و غریب تھا۔

وہ پروفیسر جسٹن کی لیب میں تھا یہ ایک جدید طرز کی بہت بڑی لیباٹری تھی۔ انکے پہلے سمیسٹر کا رزلٹ آچکا تھا اور ہمیشہ کی طرح ایلف ٹاپ پر تھی۔

"تم نے جان بوجھ کر خود کو ہرایا ایسا کیوں؟؟"

پروفیسر جسٹن پوچھ رہے تھے۔

"جیتنے کا شوق نہیں رہا اب مجھے۔۔" وہ لیب پر نظریں دوڑاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"لیکن تمہیں جیتنا چاہیے تھا۔۔" پروفیسر جسٹن کہہ رہے تھے۔

"آپکی لیب بہت کمال کی ہے مجھے لگتا ہے آپکے ساتھ کام کر کے میں بہت کچھ سیکھ پاؤں گا۔۔"

وہ بات بدل گیا تھا۔

"ہاں۔۔ میں تمہیں اسی لئے یہاں لایا ہوں۔۔ وراثتی بیماریاں جو کہ نا قابل علاج ہیں انکا علاج دریافت کرنے میں تم میری مدد کرو گے۔۔" پروفیسر جسٹن کو جیسے یاد آیا تھا۔

"مجھے اچھا لگے گا اگر میں ابنارمل بچوں کیلیے کچھ ایسا کر سکوں کہ وہ نارمل زندگی گزار سکیں۔۔" روحان کے ارادے اچھے تھے۔

"ویری گڈ۔۔" پروفیسر جسٹن اسکا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولے تھے اور لیب کے دوسرے حصے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"تھینک یو مسٹر آر جے لیکن مجھے پہلی بار جیت کر اچھا نہیں لگ رہا کیونکہ میں جانتی ہوں یہ ایلف کی نہیں آر جے کی جیت ہے۔۔" ایلف اسے ڈیپارٹمنٹ میں ملی تھی۔

"کیا مجھے لکھ کر دینا پڑے گا کہ میں آر جے نہیں ہوں۔۔" وہ خفگی سے بولا تھا۔ ایلف کو اسکا خفا ہونے اچھا لگا تھا۔

"تم چاہے لکھ کر دے دو لیکن ایلف جانتی ہے کہ تم آر جے ہو۔۔" وہ پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

روحان نے گہری نظروں ایلف کو دیکھا تھا۔

"لیکن تم فکر مت کرو مجھے آر جے پسند تھا اور میں لوگوں کو نہیں بتاؤں گی کہ تم آر جے ہو وہ اس لئے کہ لوگ پہلے ہی روحان جبیل سے بہت متاثر ہیں اگر میں نے یہ راز کھول دیا کہ روحان جبیل ہی آر جے ہے تو ہر طرف روحان جبیل ہو گا۔ ایلف کو گم ہونا پڑے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی" بات کے آخر پر ایلف کے منہ کے زاویے بگڑے تھے۔ ایلف کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"تم

Crazy

ہو ایلف۔۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ایلف نے محسوس کیا تھا ہونٹوں پر مسکراہٹ کے باوجود اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

"مجھے کچھ کام ہے پھر ملتے ہیں۔۔" وہ مسکرا کر کہتا جا چکا تھا۔

"جادوگر۔۔" ایلف کے لبوں سے پھسلا تھا۔

سارے سٹوڈنٹس ایک بار پھر چیمبر میں موجود تھے۔ آج کا موضوع سائنس اور ٹیکنالوجی تھا۔ صدر ایلبس اپنی اونچی صدارتی کرسی پر براجمان سائنس کے پیروکار جو سٹوڈنٹس تھے انکی تحقیقات کو سراہ رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ جو لوگ مذہب کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مذہب کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے بس سائنس ہے۔۔" سائنس کے کرشمات پر تقریر کرنے والے لڑکے نے اپنے رائے کا اظہار کیا تھا۔ یقیناً وہ ایک ملحد تھا۔

"مداخلت کرنے پر معذرت لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں۔۔" دوسری جانب سے روحان اٹھا تھا۔ وہ ان سٹوڈنٹس کی قطار میں بیٹھا تھا جو مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

"آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہیں گے مسٹر جبیل۔۔" صدر ایلبس نے روحان کو پہچان لیا تھا۔ وہ انکی یونیورسٹی میں سب سے خاص سٹوڈنٹ تھا۔

"میرے دوست نے جو مذہب کے بارے میں کہا کہ مذہب کچھ نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہب بہت کچھ ہے۔۔" وحان نے اس لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں سائنس کے مقابلے میں مذہب کچھ بھی نہیں ہے۔۔ آپ دیکھ سکتے ہیں مائے لورڈ کے سائنس روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ جبکہ مذہب رکا ہوا ہے۔۔ اپنی پرانی اور بوسیدہ تعلیمات کو رکھے

ہوئے ہے۔۔ مذہب میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی۔۔"لڑکے نے اپنا بیان دیا تھا۔ صدر ایلبس نے اسکی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

ا'آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں۔۔؟؟"اب وہ روحان سے پوچھ رہے تھے۔لڑکے کی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔اسے مسکراتا دیکھ کر اس لڑکے کی تیوری چڑھی۔

"کیا مذہب ہے تمہارا اور کونسے ملک سے ہو تم۔۔؟؟" وہ اب روحان سے پوچھ رہا تھا۔لہجہ کاٹ دار تھا۔

"میں پاکستانی مسلمان ہوں۔۔"روحان نے فخر سے بتایا۔

"Bloody Terrorist"

روحان اس لڑکے کی سرگوشی کو اسکے لبوں کی حرکت سے سن چکا تھا۔

"میرے دوست کا کہنا ہے کہ مذہب رکا ہے جبکہ سائنس متحرک ہے۔ روز نئی ایجادات کر رہی ہے۔۔لیکن مذہب کے پاس پرانی تعلیمات ہیں۔

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرے دوست۔تمام مذاہب ساکن ہیں سوائے اسلام کے۔۔لیکن اسلام کی تعلیمات میں "کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ چودہ سو سال سے وہ اپنی تعلیمات کو لئے ہوئے ہے۔۔"

روحان بول رہا تھا جبکہ رونلڈ، ایمی، ایلف اور باقی صدر سمیت تمام سٹوڈنٹس اور پروفیسر اسے دم سادھے سن رہے تھے۔

"میرا آپ سے ایک سوال ہے آپ لندن میں رہتے ہیں انگلینڈ میں ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔درست کہانے میں نے۔۔؟؟جبکہ میں پاکستان سے ہوں جو کہ ایک ترقی پذیز ملک ہے۔۔؟؟وہ سوالیہ انداز لیے پوچھ رہا تھا۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر میں کیا فرق ہے۔؟؟یقیناً آپ کہیں گہ ترقی یافتہ ممالک وہ ہیں جو ترقی کر چکے ہیں۔۔جو معاشی لحاظ سے مضبوط ہیں جو تعلیم کے لحاظ سے آگے ہیں یعنی جو ہر طرح سے مکمل ہیں۔۔؟؟"

"ہاں ایسا ہی ہے۔۔"لڑکے نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔۔ اسے روحان کی باتوں کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"میرا ملک ایک ترقی پذیر ملک ہے۔۔ وہ آہستہ آہستہ ترقی ہے۔۔ اس میں بہت سی چیزوں کی کمی ہے۔۔ جبکہ انگلینڈ میں ایسا نہیں ہے۔۔"

"اب آپ نے کہا کہ سائنس ترقی کر رہی ہے تو اسکا مطلب ہوا وہ مکمل نہیں ہوئی۔ اس میں کمی ہے اس لئے وہ ترقی کر رہی ہے جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے۔۔ یعنی وہ ترقی یافتہ ہے اس لئے آپکو ساکن لگتا ہے۔۔" روحان کی بات سن کر ایک پل کیلئے چیمبر کے سارے لوگ جیسے سکتے میں چلے گئے تھے۔

"اگر آپ دنیا میں سب سے اونچے مقام پر جانا چاہیں تو کہاں جائیں گے؟؟ زمین کی بات کر رہا ہوں خلا کی نہیں۔۔" روحان کا ایک اور سوال موجود تھا۔

"ماؤنٹ ایورسٹ۔۔ کیونکہ وہ زمین پر سب سے اونچا مقام ہے۔۔" لڑکے نے جواب دیا تھا۔

"بالکل۔۔ماؤنٹ ایورسٹ۔۔ جو چیز چوٹی پر پہنچ جائے وہ اس سے اوپر کہاں جائے گی۔۔ وہ اور کیا ترقی کرے گی۔۔؟؟ آپ ماؤنٹ ایورسٹ پر جانے کے بعد کہاں جائیں گے۔۔؟؟ کیونکہ زمین پر اس سے اونچا مقام کوئی نہیں ہے۔۔ یقیناً آپ رک جائیں گے۔۔ تو میرے عزیز ہمارا مذہب چوٹی پر پہنچ چکا ہے۔ جب وہ مکمل ہو چکا ہے تو کیا ترقی کرے گا۔۔؟؟ ترقی وہ کرتا ہے جس میں کچھ کمی ہو۔۔

سائنس مکمل نہیں ہوئی اس لئے ترقی کر رہی ہے۔۔ جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے اس لئے آپکو ساکن لگتا ہے۔۔!!" روحان خاموش ہو چکا تھا۔ چیمبر میں کچھ دیر خاموش چھائی رہی تھی۔ اور پھر سب سے پہلی تالی ایمی نے بجائی تھی اسکے بعد چیمبر تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

"لیکن تعلیمات تو پرانی ہیں نا۔۔ خاص طور پر تمہارے مذہب کی۔۔ جس میں عورت کو باندی بنا کر رکھا جاتا ہے۔۔" وہ لڑکا اب تنفر سے کہہ رہا تھا۔

"یقیناً اسلام کے متعلق آپکا علم بہت کم ہے۔۔۔ جو حقوق مغرب نے عورت کو پچھلی صدی میں دیے وہ اسلام چودہ سو سال پہلے عورت کو دے چکا ہے۔۔۔" روحان نے پر سکون سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو۔۔مذہب سائنس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔سائنس اور مذہب دو الگ اور الٹ چیزیں ہیں۔۔"

"کیا آپ اپنی بات کو تفصیل سے بیان کریں گے کہ مذہب سائنس کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتا۔۔؟؟"

روحان پوچھ رہا تھا۔

"مذہب کہتا ہے کہ دنیا خدا نے بنائی جبکہ سائنس بگ بینگ کی تھیوری پیش کر چکی ہے یہ دنیا ایک دھماکے سے وجود میں آئی تھی۔۔"

"یہ جو آپ نے گھڑی پہنی ہے کیا یہ خود بخود بن گئی ہے۔؟؟روحان نے سوال کیا۔

"نہیں۔۔"

"تو کیا آپکی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ایک گھڑی تو خود بن نہیں سکتی۔۔پوری دنیا کا نظام کیسے خود بخود چل رہا ہے۔؟؟

اور رہی بات بگ بینگ کی کیا آپ بتائیں گے بگ بینگ کی تھیوری کب پیش ہوئی اور سائنسدان کو نوبل انعام کب ملا۔۔؟؟وہ ایک ساتھ دو سوال کر رہا تھا۔

"I think in 1973"

لڑکے نے کچھ سوچتے ہوئے بتایا۔

"درست فرمایا۔۔یہی کوئی تقریبا چالیس پچاس سال پہلے۔۔ لیکن ہماری مذہبی کتاب قرآن پاک میں یہ بات چودہ سول سال پہلے بتادی گئی تھی۔

قرآن پاک میں سورہ انبیاء آیت میں نمبر تیس میں لکھا ہے کہ،

"کیا منکروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا جدا کر دیا، اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا، کیا پھر بھی یقین نہیں کرتے۔۔"

اس سے رؤیت عینی نہیں، رؤیت قلبی مراد ہے۔ یعنی کیا انہوں نے غور فکر نہیں کیا؟ یا انہوں نے جانا نہیں؟۔ رَتْقٌ کے معنی، بند کے اور فَتْقٌ کے معنی پھاڑنے، کھولنے اور الگ الگ کرنے کے ہیں۔ یعنی آسمان وزمین، ابتدائے امر ہیں، باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔ ہم نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا، آسمانوں کو اوپر کر دیا جس سے بارش برستی ہے اور زمین کو اپنی جگہ پر رہنے دیا، تاہم وہ پیداوار کے قابل ہو گئی۔ اس سے مراد اگر بارش اور چشموں کا پانی ہے، تب بھی واضح ہے کہ اس کی روئیدگی ہوتی ہے اور ہر ذی روح کو حیات نو ملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے، تو اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کے باعث وہ قطرہ آب ہے جو نر کی پیٹھ کی ہڈیوں سے نکلتا اور مادہ کے رحم میں جا کر قرار پکڑتا ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آپ جانیں گے یہ آیت بگ بینگ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔۔ زمین و آسمان کو پھاڑ کر الگ الگ کیا گیا۔ یقیناً ایک دھماکہ ہوا ہو گا جو نا آپ نے دیکھا اور نا میں نے

سائنس جو باتیں آج کہہ رہی ہے۔ وہ ہماری مذہبی کتاب چودہ سول پہلے بتا چکی ہے۔ تو میرے عزیز دوست آپکو مان لینا چاہیے کہ مذہب صدیوں پہلے مکمل ہو چکا ہے۔۔ وہ پوری ترقی کر چکا ہے۔۔ جبکہ سائنس نامکمل ہے۔۔ اسی للیے آج وہ انکشافات کر رہی ہے۔ جو ہمارے مذہب نے صدیوں پہلے کر دیے تھے۔۔"

روحان جبیل ایک ملحد کو اسکے الفاظ سے مات دے چکا تھا۔ ڈیسک پر تالی بجانے کی آواز ایک بار پھر سے گونج گئی تھی۔

تم نے کمال کر دیا ہے مسٹر روحان جبیل میں حیران ہوں تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے۔۔؟؟"

چیمبر کے باہر ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اسے ایمی ملی تھی۔

"میں جانتی تھی تم آج بھی کوئی دھماکہ کرنے والے ہو اور تم نے کر دیا

Proud of You Man

وہ دل سے خوش تھی۔"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے مذہب کا سائنس سے مقابلہ کیا تو مجھے بولنا پڑا۔۔" وہ عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"خیر یہ سب چھوڑو تم آ رہے ہو نا۔۔۔ ایلف نے ٹاپ کرنے کی خوشی میں پوری کلاس کو ٹریٹ دی ہے۔۔۔ تم آؤ گے نا۔۔؟؟" وہ روحان سے ایسے بات کرتی تھی جیسے وہ اسکا بچپن کا دوست تھا۔ روحان کی نظر تب اچانک اپنے گروپ کے ساتھ کھڑی ایلف پر پڑی تھی جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے ابھی تک دعوت نہیں دی گئی۔۔۔"

روحان نے ایلف کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی۔۔۔ مجھے لگا تھا ایلف سب سے پہلے تمہیں انوائٹ کرے گی۔۔" ایمی الجھن زدہ سی کہہ رہی تھی۔

"خیر وہ تمہیں ضرور بلائے گی میرا باسکٹ بال کا میچ ہے میں ذرا پریکٹس کر لوں پھر ملتے ہیں۔۔۔"

یاد آنے پر ایمی اسے کہتی گراؤنڈ کی طرف لپکی تھی۔ وہ بہت اچھی کھلاڑی تھی۔ جبکہ روحان وہاں سے کیفے کی طرف بڑھ گیا تھا اسے بھوک لگی تھی وہ کچھ کھانا چاہتا تھا۔۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔۔؟؟" وہ ایک میز پر اکیلا بیٹھا چائے پی رہا تھا جب ایلف وہاں آئی۔

"ضرور۔۔ یونیورسٹی ایلف کی ہے وہ جہاں چاہے بیٹھ سکتی"

"طنز کر رہے ہو۔۔۔؟؟" وہ خفا ہوئی۔

"نہیں میری اتنی مجال۔۔۔" وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا تھا۔ جبکہ ایلف اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

"باتیں اچھی کرتے ہو تم آج چیمبر کے ساتھ ساتھ تم نے بہت سے لوگوں کے عقیدے کو ہلا کر رکھ دیا ہے سچ سچ بتاؤ تم لندن کس مقصد سے آئے ہو۔۔؟؟ کہیں تم دہشت گرد تو نہیں ہو۔۔۔؟؟"

"تمہیں ایسا لگتا ہے ؟؟"

"ہاں کیونکہ جس قدر تم مذہبی ہو اور اپنے مذہب کا پرچار کر رہے ہو اس سے تو تم ایک دہشت گرد لگتے ہو" ایلف کا اشارہ یقیناً النور کی طرف تھا۔ جسے روحان سمجھ گیا تھا۔ وہ اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔ اذیت سے بھرپور ہنسی۔۔

کمال تھا جب وہ پاکستان میں تھا تو ایک ملحد تھا اسکا کوئی مذہب نہیں تھا۔ لوگ لادین کہتے تھے اب جب وہ لندن آیا تھا اور دین کو اپنایا تھا لوگ اسے دہشت گرد سمجھ رہے تھے۔

وہ کبھی نارمل رہا نہیں تھا اور نہ لوگوں نے سمجھا تھا، شاید اسے نارمل بنایا ہی نہیں گیا تھا۔

"کیا واقعی تمہاری مذہبی کتاب اتنی دلچسپ ہے۔۔؟؟" اسے خاموش دیکھ کر ایلف نے پوچھا تھا۔

"ہمارا تو پورا مذہب ہی بہت دلچسپ ہے یقین نہیں آتا تو مطالعہ کر کے دیکھ لو۔۔"

"میں ضرور کرونگی مجھے پہلی بار جینیٹکس سے زیادہ کوئی اور چیز دلچسپ لگی ہے۔۔ میں ضرور کرونگی مطالعہ۔۔۔" ایلف نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر میں تمہیں انوائیٹ کرنے آئی ہوں میں ایک چھوٹی سی ٹریٹ دے رہی ہوں پوری کلاس میرے گھر مدعو ہوگی مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گے۔۔"

ایلف اسے اپنے گھر کا پتہ بتا چکی تھی جس پر روحان مسکرا دیا تھا۔ یہ تو اسکا ٹاؤن تھا۔۔ اور اسی لائن میں ایلف کا گھر تھا جہاں وہ سبیل کے ساتھ رہتا تھا۔

النور میں ایک عیسائی لڑکا آیا تھا جو اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسکے کچھ سوال تھے جنکے جواب وہ روحان جبیل سے جاننا چاہتا تھا۔۔ اور روحان جبیل دل و جان سے حاضر تھا۔

"کیا اسلام تشدد اور خونریزی کی دعوت دیتا ہے؟ کیا اسلام تشدد، اور خونریزی کی اور ہزیمت کو فروغ دیتا ہے۔ اس لیے قرآن کہتا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جہاں کہیں کفار کو پائیں انہیں قتل کر دیں؟" لڑکے نے بہت اہم سوال اٹھایا تھا۔
" قرآن کریم سے بعض مخصوص آیات کا غلط طور پر اس لیے حوالہ دیا جاتا ہے کہ اس غلط تصور کو قائم رکھا جاسکے کہ اسلام تشدد کی حمایت کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں پر زور دیتا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے باہر رہنے والوں کو قتل کر دیں۔

آیت جس کا غلط حوالہ دیا جاتا ہے

سورۃ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت کا اسلام کے ناقدین اکثر حوالہ دیتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ اسلام تشدد، خون ریزی اور وحشت کو فروغ دیتا ہے۔

"تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ، انہیں قتل کردو۔" (سورۃ التوبہ 9 آیت 5

درحقیقت ناقدینِ اسلام اس ایت کا حوالہ سیاق وسباق سے ہٹ کر دیتے ہیں۔ آیت کے سیاق وسباق کو سمجھنے کے لیئے ضروری ہے کہ اس سورت کا مطالعہ آیت نمبر 1 سے شروع کیا جائے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو معاہداتِ امن ہوئے تھے، ان سے براءت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس براءت (معاہدات کی منسوخی) سے عرب میں شرک اور مشرکین کا وجود عملاً خلاف قانون ہو گیا کیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیر حکم آچکا تھا۔ ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ یا تو لڑنے پر تیار ہو جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے نظم وضبط میں دے دیں۔ مشرکین کو اپنا رویہ بدلنے کے لیے چار ماہ کا وقت دیا گیا۔ ارشاد الہٰی ہوا ;

"پس جب حرمت (دی گئی مہلت) والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو اور ان کر پکڑ لو اور گھیر و اور ہر گھات میں ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ التوبہ 9 آیت 5)

میں آپکو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں" روحان نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

"ہم سب جانتے ہیں کہ ایک وقت تھا امریکہ ویت (ریاست) نام پر بر سر پیکار تھا۔ فرض کیجئے کہ صدر امریکہ یا امریکی جرنیل نے جنگ کے دوران میں امریکی سپاہیوں سے کہا: جہاں کہیں ویت نامیوں کو پاؤ انہیں ہلاک کر دو۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے اگر آج میں سیاق وسباق سے ہٹ کر یہ کہوں کہ امریکی صدر یا جرنیل نے کہا تھا کہ جہاں کہیں ویت نامیوں کو پاؤ انہیں قتل کر دو، تو یوں معلوم ہو گا کہ میں کسی قصائی کا ذکر کر رہا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کی یہی بات صحیح سیاق و سباق میں بیان کروں تو یہ بالکل منطقی معلوم ہو گی کیونکہ وہ دراصل جنگ کے حالات میں اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیئے ایک ہنگامی حکم دے رہا تھا کہ دشمن کو جہاں کہیں پاؤ ختم کر دو، حالت جنگ ہونے کے بعد یہ حکم ساقط ہو گیا۔

حالتِ جنگ کا حکم: اسی طرح سورۃ توبہ کی آیت نمبر 5 میں ارشاد ہوا کہ "تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ انہیں قتل کر دو۔ "یہ حکم جنگ کے حالات میں نازل ہوا اور اس کا مقصد مسلم سپاہ کا حوصلہ بڑھانا تھا، قرآن کریم درحقیقت مسلمان سپاہیوں کو تلقین کر رہا ہے کہ وہ خوفزدہ نہ ہوں اور جہاں کہیں دشمنوں سے سامنا ہو انہیں قتل کر دیں۔

ارون شوری کی فریب کاری: ارون شوری، بھارت میں اسلام کے شدید ناقدوں میں سے ہے۔

اس نے بھی اپنی کتاب "فتاوٰی کی دنیا" کے صفحہ 572 پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر 5 کا حوالہ دیا ہے۔ آیت نمبر 5 کا حوالہ دینے کے بعد وہ دفعتاً ساتویں آیت پر آجاتا ہے، یہاں ہر معقول آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر آیت نمبر 6 سے گریز کیا ہے۔

قرآن سے جواب: سورۃ توبہ کی آیت نمبر 6 اس الزام کا شافی جواب دیتی ہے کہ اسلام (نعوذ باللہ) تشدد، بہیمت اور خونریزی کو فروغ دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

"(اے نبی!) اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجیئے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجیئے، یہ (رعایت) اس لیئے ہے کہ بے شک وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔" (سورۃ التوبہ 9 آیت 6)

قرآن کریم نہ صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مشرک حالات جنگ میں پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے بلکہ یہ حکم دیتا ہے کہ اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے، ہو سکتا ہے کہ موجود بین الاقوامی منظر نامے میں ایک رحم دل اور امن

پسند جرنیل جنگ کے دوران میں دشمن کے سپاہیوں کو امن طلب کرنے پر آزادانہ جانے دے لیکن کون ایسا فوجی جرنیل ہو گا جو اپنے سپاہیوں سے یہ کہ سکے کہ اگر دوران جنگ دشمن کے سپاہی امن کے طلب گار ہوں تو انہیں نہ صرف یہ کہ رہا کر دو بلکہ محفوظ مقام پر پہنچا بھی دو؟؟ اس لئے جب کوئی شخص قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے تو اسکے آیت کے سیاق و سباق کو دیکھ لینا چاہیے۔ وہ پہلا دن تھا جب کسی مشرک نے روحان جبیل کے سامنے کلمہ پڑھا تھا۔۔ روحان کا رواں رواں خدا کا مشکور تھا۔ اسے آج سے پہلے اتنا سکون کبھی محسوس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہوا تھا۔ اسے کیسی کیسی نعمتوں سے نواز دیا گیا تھا

_ حیران تھا وہ

ایلف کے گھر پوری کلاس جمع تھی۔ وہ یہ جان کر حیران رہ گئی تھی کہ روحان اور وہ دونوں ایک ہی لائن میں رہتے تھے۔ پوری پارٹی کے دوران ایلف کی نظریں روحان پر جمی رہی تھیں وہ اسے جتنا باہر سے پرسکون نظر آتا تھا اندر سے اتنا ہی بے چین اور اداس لگتا تھا وہ اسکی اداسی کی وجہ نہیں جانتی تھی لیکن جاننا چاہتی تھی۔

وہ روحان کے پاس جانا چاہتی تھی جو الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایمی اسکے پاس چلی گئی۔ ایمی کو روحان کے ساتھ دیکھ کر ایلف کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

"اکیلے بیٹھے ہو؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی۔۔ اچھا لگتا ہے اکیلے بیٹھنا"

"مجھے لگتا تھا کہ صرف میں ہی تم سے متاثر ہوں لیکن اب لگ رہا ہے کہ یونیورسٹی کی ملکہ روحان جبیل کی ذات کا شکار ہو چکی ہے۔۔" ایمی نے ایلف کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان چونکا تھا۔

"ایسی بات نہیں" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا

"ایمی کی چھٹی حس بہت تیز ہے مسٹر جبیل۔ میں جو کہتی ہوں وہ سچ ہوتا ہے۔۔اور دیکھ لینا ایک دن تم بھی ایلف کے آگے سرنگوں ہوجاؤ گے۔۔"ایمی نے ہوا میں تیز چلایا تھا روحان اسکی بے وقوفی کی باتیں سن کر بس مسکرادیا تھا۔

پوری پارٹی میں روحان سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔۔اب وہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ لائن کے آخر پر روحان کا گھر تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر آر جے کہ تم میرے بلانے پر آئے ہو۔۔"

"شکریہ کی بات نہیں۔۔جب پارٹی کلاس کیلئے تھی تو مجھے آنا چاہیے تھا۔۔"

"تم نے شراب کو نہیں چھوا یقیناً تمہارے مذہب میں حرام ہو گی لیکن یہ بتاؤ تم اپنی جینز کو ٹخنوں سے اوپر کیوں رکھتے ہو۔۔؟؟"ایلف نے عجیب ساسوال کیا تھا۔اس نے ہمیشہ روحان کو پینٹ ٹخنوں سے اوپر فولڈ کئے ہوئے پہنے دیکھا تھا۔

"اووہ یہ۔۔اسلام میں مردوں کو چاہے شلوار ہو یا پینٹ ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔۔!!"روحان نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"لیکن اب تو سردی بڑھ رہی ہے۔۔ٹھنڈ نہیں لگے گی؟؟"

"تو موزے پہن لونگا۔۔"وہ ہولے سے مسکرادیا تھا۔

"تمہیں اپنا مذہب اتنا عزیز ہے۔۔؟"وہ حیران ہوئی تھی۔

"اس سے بھی زیادہ۔۔" اور وہ مسکرادیا تھا، ایلف نے اسکی مسکراہٹ کے سامنے خود کو بے بس پایا تھا۔

ایک شہزادہ ہے سرد مزاج سا کہانی میں"

"ایک شہزادی ہے جو دل سے اس پر مرتی ہے

"سائنس" اور "فلاسفی آف سائنس" میں فرق"

"ملحدوں اور دہریوں کے مکروفریب میں یہ سب سے بڑا مکر ہے جو یہ لوگ سادہ لوح انسانوں کا ایمان بگاڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ "فلاسفی آف سائنس" کو "سائنس" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ "لوہے" کو "سونے" میں ملا کر سونے کا تاثر دے کر بیچتے ہیں۔"

"سائنس" اور چیز ہے اور "فلاسفی آف سائنس" اور چیز ہے۔ پیور سائنس نہ تو خدا کا انکار کرتی ہے اور نہ ہی اثبات۔ البتہ خدا کے اثبات کی ایک علامت ضرور ہو سکتی ہے۔ اس لیے "پیور سائنٹسٹ" کبھی بھی دہریہ نہیں ہو گا بلکہ یا تو خدا کا اثبات کرے گا جیسا کہ اکثر کا معاملہ ہے، یا پھر عاجزی کا اظہار کرے گا کہ مجھے نہیں معلوم، یا یہ سائنس کی ڈومین نہیں ہے۔

اس کے برعکس "فلاسفی آف سائنس" نرا الحاد ہے، جو سائنس کے نام سے پڑھایا جا رہا ہے۔ "فزکس" کہ جس کا لیبارٹری میں اثبات کیا جاتا ہے، وہ پیور سائنس کا ڈومین ہے اور "نظریاتی فزکس" کے اکثر مباحث "ظن و تخمین" سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔

نظریاتی سائنس" میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، وہ سائنس کا مذہبی ورژن ہے، وہ سائنس فکشن ہے، جسے ماننے کے لیے" سائنسدانوں پر اس سے زیادہ ایمان لانا پڑتا ہے کہ جتنا کسی نبی اور رسول پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے۔

اس لئے ملحدوں سے گزارش ہے کہ اپنی فلاسفی آف سائنس کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔۔ اسے سائنس بنا کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

اسکی جلسے میں کی گئی تقریر نے آگ لگادی تھی۔ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس دھڑا دھڑ النور جوائن کر رہے تھے۔۔ لوگ سچ کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔۔

کچھ ملحد اپنے سوالوں الجھ کر رہ گئے تھے وہ لوگوں کو انکے طریقے سے ڈیل کر رہا تھا۔

اسکے پاس سائنس سے متعلق جواب ہوتا تھا۔

سٹوڈنٹس نے اپنے مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اور وہ حیران رہ گئے تھے جب انہوں نے اسے ہر چیز سے آگے پایا تھا۔

"تم کہتے ہو کہ خدا سے زیادہ علم کسی کے پاس نہیں تو آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سائنس کس طرح خدا کو پیچھے چھوڑ رہی ہے" جیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا اسے چیمبر والا لڑکا مل گیا تھا جو ملحد تھا جس سے بحث ہوئی تھی۔

" قرآن کریم کہتا ہے کہ کسی ماں کے رحم میں موجود بچے کی جنس صرف اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب سائنس ترقی کر چکی ہے اور ہم بآسانی الٹراسونوگرافی کے ذریعے سے جنین کی جنس کا تعین کر سکتے ہیں۔ کیا یہ آیت قرآنی میڈیکل سائنس سے متصادم نہیں۔۔۔؟؟"

روحان نے سنجیدگی سے اسکا سوال سنا تھا۔

اور پھر بولنا شروع کیا۔

"بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کا یہ دعوٰی ہے کہ صرف اللہ ہی رحم مادر میں جنین کی جنس کو جانتا ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید کہتا ہے:

"بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔" (سورۃ لقمان 31 آیات 34)

اس طرح کا ایک پیغام مندرجہ ذیل آیت میں دیا گیا ہے:

"اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اور ارحام کی کمی بیشی بھی، اور اس کے ہاں ہر چیز کی مقدار (مقرر) ہے۔

(سورۃ الرعد 13 آیت 8)

الٹراسونو گرافی سے جنس کا تعین: موجودہ سائنس ترقی کر چکی ہے اور ہم الٹراسونو گرافی

(Ultrasonography)

کی مدد سے حاملہ خاتون کے رحم میں بچے کی جنس کا تعین بآسانی کر سکتے ہیں۔

قرآن اور جنین کی جنس: یہ درست ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے متعدد تراجم اور تشریحات میں یہ کہا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی یہ جانتا ہے کہ رحم مادر میں موجود بچے کی جنس کیا ہے۔ لیکن اگر آپ اس آیت کا عربی متن پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ انگریزی کے لفظ جنس

(Sex)

کا کوئی متبادل عربی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ در حقیقت قرآن کریم جو کچھ کہتا ہے، وہ یہ ہے کہ ارحام میں کیا ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بہت سے مفسرین کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ اللہ ہی رحم مادر میں بچے کی جنس سے واقف ہے۔ یہ درست نہیں، یہ آیت جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ رحم مادر میں موجود بچے کی فطرت کیسی ہو گی۔ کیا وہ اپنے ماں باپ کیلئے بابرکت اور باسعادت ہو گا یا باعث زحمت ہو گا؟ کیا وہ معاشرے کے لیے باعث رحمت ہو گا یا باعث عذاب؟ کیا وہ نیک ہو گا یا بد؟ کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

ان تمام باتوں کا مکمل علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، دنیا کا کائی سائنس دان، خواہ اس کے پاس کیسے ہی ترقی کے آلات کیوں نہ ہوں، رحم مادر میں موجود بچے کے بارے میں کبھی ان باتوں کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا۔"

روحان کو بولتے دیکھ کر بہت سے سٹوڈنٹس انکے گرد جمع ہو گئے تھے انہیں روحان کو سننا اچھا لگتا تھا۔

"ابتدائی مراحل میں جب نطفہ اور علقہ رحم مادر میں ہوتا ہے تو کوئی سائنسدان بھی اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ اس کی جنس کیا ہے۔ پھر آلات کے ذریعے سے معلوم کرنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی آپریشن کر کے کہے کہ مجھے اس کی جنس

معلوم ہوگئی ہے، حالانکہ یہ اسباب کے بغیر معلوم کرنے کی نفی ہے۔اور ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ ڈاکٹر کی رپورٹ کے خلاف نتیجہ نکلا ہے، یعنی ڈاکٹری رپورٹ حتمی اور یقینی نہیں

امید ہے آپ سمجھ گئے ہونگے راستہ دیجئے میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے" وہ ایکسکیوز کرتا سٹوڈنٹس کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"تم اسکا مقابلہ نہیں کرسکتے ایڈیٹ۔۔" ایمی جانے کہاں سے وارد ہوئی تھی اور اس لڑکے کو کندھے زور دار ٹکر مارنے کے بعد روحان کے پیچھے بھاگی تھی۔سٹوڈنٹس میں ایک بار پھر ہلچل سی مچ گئی تھی۔

تجھ سے جو دھیان کا تعلق ہے
پکے ایمان کا تعلق ہے
میری چپ کا تیری خاموشی سے
روح اور جان کا تعلق ہے
تُو سمجھتا ھے میرے لہجے کو
اور یہ مان کا تعلق ہے
تجھ سے میرے خیال کا رشتہ
یعنی وجدان کا تعلق ہے
تُو رہتا ھے دل میں یوں جیسے
گھر سے سامان کا تعلق ہے

روحان نے اپنے آپکو بہت مصروف کر لیا تھا صبح ڈیپارٹمنٹ پھر النور اور پھر لیب، وہ سارا دن مصروف رہتا تھا۔۔ لیکن ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اسے حانم کا خیال نہیں آتا تھا۔

وہ تھک ہار کر رات کو جب سونے لیٹتا تھا تو آنکھوں کے پردے پر چھم سے اتر آتی تھی کبھی کبھی وہ بہت اداس ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی اسکو سوچنا اچھا لگتا تھا۔ ابھی وہ بھی اسی کے خیالوں میں گم تھا جب دروازے پر ہونے والی دستک نے اسکی تنہائی میں خلل ڈالا۔ روحان نے آنکھیں کھولیں تو سبیل کھڑا تھا۔

"پورے لندن کو ہلانے کے بعد محبت کا دیوتا ادھر آرام فرمارہا ہے کمال ہے۔۔" سبیل نے اسے چھیڑا تھا۔

"آجاؤ اندر۔۔" روحان کے بلانے پر وہ اندر آیا تھا۔

"سارا دن کہاں غائب ہوتے ہو نظر ہی نہیں آتے۔۔؟؟" سبیل اب بے تکلفی سے پوچھ رہا تھا۔

"ادھر ہی ہوتا ہوں جانا کدھر ہے۔" روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں تم بہت تیز جا رہے ہو شہزادے اپنی رفتار تھوڑی آہستہ کرو یہ لندن ہے" سبیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔ جبکہ روحان اسکی بات سن کر چونکا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو" روحان بھی سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"مجھے لگتا تھا شاید تم جانتے ہو خیر تمہیں ہر چیز پر نظر رکھنی چاہیے اور مذہبی کمیونٹیوں سے دور رہنا چاہیے"

"لیکن کیوں۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری مذہب کے متعلق کی گئی تقریر نے لوگوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے بہت سی یہودی اور عیسائی مذہبی کمیونٹیاں ایکٹو ہو چکی ہیں تم انکی نظروں میں آگئے ہو۔۔

"لیکن میں نے کچھ غلط نہیں کیا جو کیا ٹھیک کیا۔۔" وہ ابرو اچکائے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھو روحان میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں یہ پاکستان نہیں ہے اور نہ ہی ایک اسلامی ریاست ہے تمہاری وجہ سے بہت سے سٹوڈنٹس اور بہت سے لوگ اپنے عقیدے سے ہٹ رہے ہیں لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔۔" سبیل سے سادہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"تو اس میں غلط کیا ہے؟؟" روحان کے چہرے پر الجھن تھی۔

"اگر تم ایک غیر اسلامی ریاست میں آکر وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرو گے اور انکے مذہبی عقیدے کو کمزور ثابت کرو گے تو حکومت تمہیں غلط ہی سمجھے گی" سبیل اسے سمجھانا چاہتا تھا۔

"میں اسلام کی طرف راغب نہیں کر رہا کسی کو۔۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اسلام کی تبلیغ کر سکوں میں بس لوگوں کی الجھنیں دور کر رہا ہوں لوگ خود سچائی کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ اور ویسے بھی ڈاکٹر باسط عرصہ دراز سے یہ کام کر رہے ہیں انہیں تو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا تو پھر میں کیوں۔۔؟؟"

"کیونکہ تمہارا تعلق یونیورسٹی سے ہے تمہیں نوجوان طبقہ فالو کر رہا ہے یہاں کی مذہبی کمیونٹیوں کو لگ رہا ہے کہ تم انکی نوجوان نسل کو گمراہ کر رہے ہو جو نوجوان اسلام قبول کر رہے ہیں وہ اس ملک کا مستقبل ہیں۔۔ اگر ایسا چلتا رہا تو یقیناً دوسرے مذاہب کو بہت نقصان ہو گا۔۔"

"تو تمہیں لگتا ہے میں یہ سب غلط کر رہا ہوں۔۔؟؟" روحان جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ شاید تم یہاں جس کام کیلئے آئے وہ کرو اور واپس جاؤ" کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد سبیل نے جواب دیا تھا۔ اسکا جواب سن کر روحان نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ اسے سبیل کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چیمبر جانا چھوڑ دونگا۔۔" روحان سمجھ گیا تھا۔ وہ یونیورسٹی کو اب صرف اپنی پڑھائی کیلئے رکھنا چاہتا تھا۔

"اور وہ ایلف آسکر؟ تم جانتے ہو وہ کون ہے؟ یہاں کہ میئر کی بیٹی ہے۔ اگر اسکے باپ کو بھنک بھی پڑی نا کہ تم اس میں دلچسپی لیتے ہو یا وہ لیتی ہے تو یقیناً وہ تمہیں یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ لندن سے بھی نکلوا دے گا۔۔" سبیل اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے ایلف میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔۔" روحان نے دوٹوک جواب دیا تھا۔

"جانتا ہوں تم ڈرتے نہیں ہو یہی تو سارا مسئلہ ہے اور یہی میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں کہ تھوڑا خوف رکھو یہاں کا مذہبی مافیا بھی بہت مضبوط ہے کب کیا کر دیں کچھ پتا نہیں چلتا۔۔" سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا روحان اسکی بات سمجھ رہا تھا لیکن کسی کے ڈر سے وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔۔ اسے النور سنبھالنا تھا۔ اور ابھی تو وہ النور کا

Head

بھی نہیں بنا تھا۔ ابھی تو وہ صرف ایک سٹوڈنٹ تھا۔ لوگ پہلے ہی ڈر گئے تھے۔

"دیکھو روحان میں چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو۔ تمہاری زندگی میں کبھی کوئی مسئلہ نہ ہو اور ایسا تبھی ہو گا جب تم لوگوں کی نظر میں نہیں آؤ گے۔۔" سبیل اسکا خیر و خواہ تھا۔

:میں آئندہ احتیاط کروں گا۔۔" روحان اسکی بات سمجھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔ مجھے تم سے سمجھداری کی امید تھی" سبیل کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

اگلے دن روحان یونیورسٹی گیا تو عجیب ہی سماں تھا۔ سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکی طرف لپکا تھا۔

"روحان تم فکر مت کرنا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔۔" ایمی پر عزم تھی۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" روحان نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تمہیں نہیں پتا۔۔؟؟" ایمی چونکی۔

"ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔۔ یہ غلط ہے۔۔" ایک اور لڑکا روحان کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔۔؟؟" سٹوڈنٹس کا ہجوم ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر موجود تھا۔

"شاید تمہارے علم نہیں ہے ڈیپارٹمنٹ والوں نے تمہیں دس دن کیلئے یونیورسٹی سے معطل کر دیا ہے۔۔" ایمی نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔؟" روحان کے چہرے پر الجھن تھی۔

"انکا کہنا ہے کہ تم نے چیمبر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی ہے جو سراسر قوانین کے خلاف ہے۔۔" ایمی نے بتایا۔

"لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا میں نے تو بس کچھ سوالوں کے جواب دیے تھے اور سر ایلبس جانتے ہیں وہ تبلیغ میں نہیں آتا۔۔" روحان کو حیرت ہو رہی تھی دو دن کے اندر کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

"!!روحان تمہیں پروفیسر ایلبس نے بلایا ہے لیکن تم پریشان مت ہونا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔۔"

ایلف سنجیدہ سی انکی طرف بڑھی تھی۔

"تم سب لوگ کلاس میں جاؤ میں پروفیسر سے بات کرتا ہوں اور یہ میرا مسئلہ ہے میں خود سنبھال لوں گا تم لوگ یونیورسٹی کا ماحول مت خراب کرو۔۔" روحان نے سٹوڈنٹس کو سمجھایا تھا۔ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر پروفیسر ایلبس کے جو کہ چیمبر کے صدر تھے انکے آفس کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا میں وجہ جان سکتا ہوں کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟؟" وہ سنجیدہ لہجے میں پروفیسر ایلبس سے سوال کر رہا تھا۔

"تم نے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔۔" پروفیسر ایلبس سپاٹ لہجہ لئے کہہ رہے تھے۔

"لیکن پروفیسر آپ اچھے سے جانتے ہیں میں نے بس کچھ سوالوں کے سائنسی حوالے سے جواب دیے تھے میں تبلیغ کرنے نہیں آیا یہاں اور اگر ایسا تھا تو آپ مجھے پہلے دن کہہ سکتے تھے نہ کہ میں آئندہ مذہب پر بات نہ کروں۔۔" روحان ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہونا چاہیے تھا لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا، تم نے قوانین توڑے ہیں اور اب بھی تم دیکھ رہے ہو تمہاری وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو چکا ہے سٹوڈنٹس باغی ہو رہے ہیں۔۔"

یہ پروفیسر نہیں تھے جو چیمبر میں پائے جاتے تھے۔

"میں معذرت کرتا ہوں پروفیسر باہر جو ہو رہا ہے مجھے قطعاً اسکا علم نہیں تھا مجھے ابھی پتا چلا اور شاید آپ لوگ ایک خود ایک قانون توڑ رہے ہیں آپ جانتے ہیں کسی بھی سٹوڈنٹ کو معطل کرنے سے پہلے اسے وارن کیا جاتا ہے لیکن مجھے وارن نہیں کیا گیا۔ مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔۔" روحان بری طرح سے سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"مسٹر چارلس کا کہنا ہے کہ انہوں نے تمہیں وارن کیا تھا۔۔ لیکن تم نے انکی بات نہیں سنی۔۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے پروفیسر ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔" روحان جھنجھلا گیا تھا۔

"ویل سچ جھوٹ کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا اب فیصلہ ہو چکا ہے تمہیں اسکا احترام کرنا ہو گا۔۔"

انکی بات سن کر روحان کو انتہا کا غصہ آیا تھا۔ لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔ سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔ یہاں جو ہو رہا تھا سمجھ سے باہر تھا۔

روحان کو حیرت ہو رہی تھی کسی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔ کچھ نا کچھ تو ایسا ضرور چل رہا تھا جس سے وہ بے خبر تھا۔

روحان بہت مشکل سے سٹوڈنٹس کو سمجھا بجھا کر یونیورسٹی سے واپس آگیا تھا۔ سٹوڈنٹس اس زیادتی کے خلاف تھے جو ڈیپارٹمنٹ والوں نے روحان کے ساتھ کی تھی لیکن روحان نہیں چاہتا تھا کہ سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف کھڑے ہوں۔

ایمی چاہتی تھی کہ ڈیپارٹمنٹ والوں کے خلاف یونیورسٹی کی

Justice court FOR STUDENts

میں کیس درج کروایا جائے۔ لیکن وہ منع کر آیا تھا۔ اسکے ساتھ جو ہوا تھا اسے سمجھنے کیلئے روحان کو کچھ وقت چاہیے تھا۔۔

وہ سوچنا چاہتا تھا

اور ایسا تب ہوتا جب اسکا دماغ ٹھنڈا ہوتا اسی لئے وہ یونیورسٹی سے نکل آیا تھا۔ اور اب اسکا رخ النور کی طرف تھا۔

النور میں ماہانہ ہونے والا جلسہ منقعد تھا اور روحان سب سے آگے تھا وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

"میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ میں قرآن کو انگریزی میں پڑھا ہے قرآن میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ گانا بجانا اور موسیقی حرام ہے پھر اسلام میں حرام کیوں ہے؟؟" سوال ایسا تھا جس نے روحان کو اندر تک چیر کر رکھ دیا تھا وہ خود زندگی کے بائیس سے چوبیس سال تک اس چیز سے منسلک رہا تھا۔ ایک ہی پل میں ماضی کی پوری فلم اسکے ذہن میں گھوم گئی تھی۔

"آپ نے درست کہا۔۔ قرآن پاک میں موسیقی کے متلعق کوئی آیت نہیں ہے البتہ اللہ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ،

"لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے"" سورۃ القمان

جمہور صحابہ و تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان ہے اور ساز و سامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اِعراض کرتے ہیں اور ساز و موسیقی، نغمہ و سرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب و شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی بڑا درجہ حاصل رہا ہے۔۔

رسول پاک ﷺ فرمایا" ہر وہ چیز جو انسانی دماغ کے نارمل تسلسل میں خلل پیدا کرے وہ حرام ہے "اب ان چیزوں میں شراب، موسیقی، گانا بجانا، ایسے قصہ وواقعات جو انسانی ذہن کو غلط سمت میں بھٹکائیں اور اسکے ساتھ ساتھ ایسا ادب یا ناول۔۔ جو فحاشی و بے حیائی سے بھرپور ہوں سب شامل ہیں۔"

"لیکن ان سب چیزوں کو حرام کیوں قرار دیا گیا ہے۔۔وجہ کیا ہے؟؟"

وہ دوسرا سوال پوچھ رہا تھا۔

"ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی اگر آپکو معلوم ہو تو آپ نے سنا ہو گا کہ اسلام دف(موسیقی کا آلہ) بجانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس پر آپ وہ الفاظ گا سکتے ہیں جو لغو نہ ہوں۔اور رہا آپکا سوال کہ منع کیوں گیا ہے تو اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ جسکی معافی نہیں ہے۔

جب انسان ہیجان خیز موسیقی سنتا ہے اور گاتا ہے تو اسکا دماغ نارمل تسلسل سے نہیں چلتا اور ایسا ہی کچھ شراب پی ہو کر ہوتا ہے۔

آپ نے آج کل کے گانوں پر غور کیا ہو گا جن میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو قابل مذمت ہیں کہیں پر محبوب کو خدا کہا جاتا ہے اور کہیں پر اسے سجدہ کرنے کی بات کی جاتی ہے جو کہ شرک ہے اس گناہ سے بچنے کیلیے ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔۔وہ نہیں چاہتا کہ اسکے بندے جذبات میں بہہ کر کوئی ایسا گناہ کرے جسکی معافی نہ ہو یہ وجہ ہے منع کرنے کی۔۔"

"میں مسلمان ہوں اور میں ایک شاعر ہوں۔ جب سے میں دین کی طرف متوجہ ہوا ہوں میں نے فحش شاعری لکھنا بند کر دی ہے۔۔ میری بیوی چاہتی ہے کہ میں اسکے لئے کچھ لکھوں اور گنگناؤں۔۔۔ کیا ایسا کرنا گناہ ہو گا۔؟؟" ایک شخص نے سوال کیا تھا۔ روحان نے غور سے اسکی بات سنی تھی۔

"پہلی بات تو یہ کہ دف بجانے کی اجازت دی گئی ہے۔۔۔ لیکن ہیجان خیز موسیقی اور لغو باتوں سے منع کیا گیا ہے۔۔ بیوی کو خوش رکھنا آپکا فرض ہے۔۔۔ آپ انکے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن خیال رہے وہ شرک کے زمرے میں نہ آتا ہو۔۔۔۔

آپ انہیں گنگنا کر سنا سکتے ہیں لیکن خیال رہے آپکی آواز کوئی اور عورت نا سنے جو نامحرم ہو اور پھر آپکی طرف مائل ہو، اسلام نے کچھ حدود طے کی ہیں آپ ان سے باہر نہ نکلیں۔باقی آپ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کیلیئے ہر جائز کام کر سکتے ہیں۔"

وہ خود کتنے دنوں تک تڑپتا رہا تھا جب وہ اپنے گانوں کو مختلف چینلز پر چلتے دیکھتا تھا۔اس نے سرچ کر کے ہر وہ چینل ہر وہ سائٹ نکالی تھی جہاں اسکے گانے موجود تھے۔حشام کی مدد لے کر چینل والوں سے بات کر کے اس نے اپنے گانے بند کروائے تھے۔بہت کچھ وہ خود ختم کر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ خیال اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا کہ لوگ خاص طور پر لڑکیاں اسکی آواز کی دیوانی تھیں_عرصہ پہلے اس نے یہ گناہ چھوڑ دیا تھا۔ اگر وہ کچھ گنگناتا تھا تو بھی اکیلے میں اور اس لڑکی کیلیئے جو موجود نہیں تھی لیکن کبھی اس نے کوئی غلط خیال اپنے ذہن میں آنے نہیں دیا تھا جس سے وہ گناہ گار کہلاتا۔

شام نے شہر میں اپنے خوبصورت پر پھیلائے تھے۔ موسم اچانک ہی ابر آلود ہوا تھا بادلوں کی گرج و چمک کی آواز سے ایلف کا سکتہ ٹوٹا تھا۔وہ اسلامی چینل پر چلنے والی روحان کی ویڈیو دیکھ رہی تھی جو کل کی تھی۔یونیورسٹی میں اسکی کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا تمام سٹوڈنٹس اسکے ساتھ ہوئی ناانصافی پر غصہ تھے۔ وہ خود اسے ہر جگہ محسوس کرتی تھی_

اچانک وہ چونکی تھی اور لپک کر اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھی جو باہر سڑک کی جانب کھلتی تھی_انکی لائن میں دونوں طرف گھر تھے اور درمیان میں گلی تھی جو صرف نام کی گلی تھی لیکن حقیقی طور پر وہ ایک بہت کشادہ سڑک تھی۔ ہر گھر کے سامنے لان تھا جو چاروں طرف سے باڑ میں قید تھا۔

ایلف نے کھڑکی سے گردن باہر نکال کر لائن کے آخر میں موجود روحان کے گھر کی طرف دیکھا تھا۔بارش نے آہستہ آہستہ لندن کو بھیگانا شروع کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد توقع کے عین مطابق اسے روحان آتا دکھائی دیا تھا۔ اس نے برساتی کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایلف کو امید تھی وہ ضرور باہر آئے گا،اسکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جسے وہ غور سے دیکھ رہا تھا۔ایلف نہیں جانتی تھی وہ صرف کاغذ نہیں تھا روحان کیلئے سب کچھ تھا۔۔

وہ غور سے نکاح نامے کو دیکھ رہا تھا،سب ایک ڈرامہ ہی سہی لیکن اس ڈرامے نے حانم کو اس سے جوڑا تھا اور اسے یہ جوڑ پسند آیا تھا۔

بارش تیز ہوئی تو اس نے نکاح نامے کو تہہ کر کے اپنی جیکٹ کی اندر والی جیب میں ڈالا تھا وہ اسکے دل کے بہت قریب تھا۔ایلف غور سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔

"مہرو یہ دیکھو یہاں بارش کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔" حانم کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔وہ اب ہنس رہی تھی اور بچوں کی طرح مہرو کے ساتھ کاغذ کی کشتیاں جن پر انکا نام لکھا ہوا تھا بنا کر پانی میں چھوڑ رہی تھی_

"حانم۔۔" وہ اس آواز کے پیچھے بھاگا تھا۔وہ مسکرا رہی تھی۔روحان نے ایک بار پر خود کو فنا ہوتے محسوس کیا تھا۔ تھک ہار کر اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔ آواز آنا بند ہوگئی تھی۔ البتہ بارش جاری تھی۔ جسکا حانم سے گہرا تعلق تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔ بارش کی بوندیں اسکے چہرے پر گری تھیں۔

بارشیں جب اچانک ہوئیں"

تو لگا تم شہر میں ہو

وہ دھیمی آواز میں گنگنایا تھا۔

رات بھر پھر وہ جب نہ رکیں"

تو لگا تم شہر میں ہو___

ایلف اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ آر جے تھا وہ یہ بھی جانتی تھی اسکے لب کچھ گنگنا رہے تھے لیکن وہ نہیں جانتی تھی وہ کس کو یاد کر کے گنگنا رہا تھا۔

کہیں اک ساز ہے گونجی"

تیری آواز ہے گونجی

میری خاموشیوں کو کر دے

اب بیاں___

تیرے بن بے وجہ سب ہے

تو اگر ہے تو مطلب ہے

نہیں تو ٹوٹا سا ادھورا

کارواں_____

وہ روحان کو بہت شدت سے یاد آئی تھی وہ اسے بھولنا بھی چاہتا تو ایسا ممکن نہیں تھا۔

شام پھر خوبصورت ہوئی ی"

تو لگا تم شہر میں ہو

دور ہو کر بھی نظروں سے تم

ہر لمحہ ہر پہر میں ہو____

وہ اکیلا بھیگی سڑک پر دھیمی آواز میں گنگناتا اسکی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا ایلف نے اسے دور تک جاتے دیکھا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر کھڑکی سے ہٹ گیی تھی۔ اسکے جانے کے بعد ایلف کو محسوس ہوا تھا کہ وہ خود بھی بھیگ چکی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے کبھی کبھی انسان کسی دوسرے میں اتنا مگن ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ محسوس نہیں ہوتا_ یہ پاگل پن انسان سے عجیب وغریب کام کرواتا ہے۔۔ جیسے کچھ دیر پہلے روحان حانم کو سوچتے ہوئے بارش میں بھیگ رہا تھا۔۔ ویسے ہی وہ خود اسے دیکھنے میں مگن ہو کر خود بھیگ چکی تھی۔ روحان جبیل، ایلف آسکر کیلئے ایک معمہ تھا_ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر اسکے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ آرجے سے روحان جبیل بنا____ یہ وہ جاننا چاہتی تھی اور اسے امید تھی وہ ضرور جان لے گی۔

وہ دریائے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھا تھا جب ایلف اسے ڈھونڈتے وہاں پہنچی تھی۔

"مجھے امید تھی تم یہاں ملو گے۔۔" وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ والوں نے کسی کو معطل کیا ہو اور سٹوڈنٹس پانچ دنوں کے اندر ہی اسے پوری یونیورسٹی کو ہلا کر اسے واپس لے آئیں۔۔" اسکی بات سن کر روحان چونکا تھا۔

"ہاں۔۔۔ تمہیں واپس بلایا گیا ہے ایمی نے سٹوڈنٹس کی عدالت میں تمہارا کیس درج کیا تھا۔ جانچ پڑتال کے بعد انہیں پتا چلا کہ تم بے قصور ہو" ایلف نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا۔

"پروفیسر ایلبس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت میں جو پروفیسرز بطور جج فیصلہ سناتے ہیں انہوں نے پروفیسر ایلبس کو بلا کر اچھی خاصی باتیں سنائی ہیں اور میں حیران ہوں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟"

"انکا کہنا ہے پروفیسر ایلبس نے بنا تحقیق کئے اپنا فیصلہ سنایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا_ اور پروفیسر جسٹن نے تمہاری گواہی دی ہے کہ تم نے ایسا کچھ غلط کام نہیں کیا" آج تو ایلف اسے حیران کر رہی تھی۔

"اس میں پروفیسر ایلبس کا کوئی قصور نہیں تھا۔۔" روحان بولا تو ایلف نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"فیصلہ انہوں نے سنایا تھا جو کہ غلط تھا۔۔"

"کیا پتا انہیں اس کام کیلئے مجبور کیا گیا ہو۔۔"

روحان نے پراسرار لہجے میں کہا تھا جسے ایلف سمجھ نہیں پائی تھی۔

"خیر قصور کسی کا بھی ہو میں خوش ہوں کہ تم بے قصور ہو اور اب واپس آ چکے ہو۔۔" وہ مسکرائی تھی۔ جبکہ روحان کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

"تم یونیورسٹی ہلانے آئے ہو یا لندن فتح کرنے۔۔؟؟" ایلف نے عجیب سے لہجے میں پوچھا تھا۔ اس سے پہلے روحان کوئی جواب دیتا اس نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

"میں آج تک دنیا میں بس ایک انسان سے متاثر ہوئی تھی میں اسکی بہت بڑی مداح تھی الیگزینڈر جانتے ہو اسے؟ جو بیس سال کی عمر میں بادشاہ بنا تھا اور 33 سال کی عمر میں مر گیا۔ اس نے سترہ لاکھ مربع میل رقبہ فتح کیا تھا۔ دنیا نے اسے بادشاہوں کے بادشاہ سکندر اعظم کا خطاب دیا تھا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ تم بنا کسی ہتھیار اور فوج کے دنیا فتح کرنے نکلے ہو۔

تم نے پورے لندن کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تم نے لوگوں کو چونکنے پر مجبور کر دیا ہے کمال ہے۔۔"

ایلف واقعی حیران تھی۔

"تم نے صرف الیگزینڈر یعنی سکندر اعظم کے بارے میں سنا ہے لیکن ایک اور شخص ایسا گزرا ہے جو حقیقت میں بادشاوں کے بادشاہ کے خطاب کا حقدار ہے لیکن وہ مسلمان تھا شاید اس لئے دنیا نے اس پر غور نہیں کیا۔۔ اور اسی وجہ سے آج کی نوجوان نسل کو خاص تو غیر مسلم کو الیگزینڈر دی گریٹ تو یاد ہے لیکن وہ عظیم ہستی کا نہیں پتا۔

"کیا واقعی۔۔ کون تھا وہ۔۔؟؟" ایلف حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا, اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھڑ سواری سکھائیں, اسے ارسطو جیسے استادو کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا, جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی سات پشتو میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا, آپ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکیڈمی سے نہیں سیکھی تھی۔۔

سکندر اعظم نے آرگنائزڈ آرمی کے ساتھ دس برسوں میں 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا تھا, جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے دس برسوں میں آرگنائزڈ آرمی کے بغیر 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دوست سپر پاور بھی شامل تھی۔۔

آج کے سیٹلائٹ, میزائل اور آبدوزوں کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے نہ صرف گھوڑوں کی پیٹ پر فتح کرائی تھی, بلکہ اس کا انتظام و انصرام بھی چلایا تھا, الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیل کا قتل کر آئے, بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا, اس کے خلاف بغاوت بھی ہوئی اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا, لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرات نہ ہوئی۔۔

الیگزینڈر نے 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا لیکن دنیا کو کوئی نظام, کوئی سسٹم نہ دے سکا, جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک پوری دنیا میں رائج ہیں۔۔

ایک بار خود ہی فرمایا" میں اکثر سوچتا اور حیران ہوتا ہوں۔۔ "عمر بدل کیسے گیا۔۔

آپ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے "امیر المومنین "کا خطاب دیا گیا۔۔

نیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے, اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔۔ آپ کے عدل کی وجہ سے آج دنیا میں عدل فاروقی ہو گیا۔۔۔

جن کے بارے میں مشرکین اعتراف کرتے ہیں کہ ”اسلام میں اگر ایک عمر اور ہوتا تو آج دنیا میں صرف اسلام ہی دین ہوتا۔۔“

جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا"۔۔

اگر تم انکے متعلق جانو تو تمہیں محسوس ہو گا کہ الیگزینڈر دی گریٹ بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ کہ آج مسلمان اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں ورنہ مغربی سائنسدانوں کے کارنامے جو آج تم سنتی ہو انکی بنیاد رکھنے والے بھی مسلمان تھے۔۔ چونکہ وہ مسلمان تھے اس لئے بڑی چالاکی سے انکا نام اور کام صاف کر دیا گیا ہے۔

لیکن سچ تو سچ ہے اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا

لیکن میں حیران ہوتا ہوں کہ مغرب کے لوگ مسلمانوں سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں۔۔؟؟ مسلمان بھی تو انسان ہی ہیں۔"

“اب ایسی بھی بات نہیں میں تو نہیں ڈرتی۔۔”

ایلف نے جان بوجھ کر منہ بنایا اور پھر مسکرا دی۔

"میری مثال دیکھ لو ابھی میں نے کچھ بھی نہیں کیا اور لوگوں کو خوف محسوس ہونے لگا ہے مجھ سے۔۔ ایسا کیوں؟؟" روحان نے حقیقت بیان کی تھی۔ ایلف لاجواب ہو چکی تھی۔

"جس ہستی کے متعلق تم نے بتایا ہے اگر وہ سچ ہے تو مجھے بہت خوشی ہو گی جب میں الیگزینڈر کا نام ٹاپ سے ہٹا کر دوسرے نمبر پر لکھوں گی۔۔" وہ مسکرائی تھی۔

"تم اسلامی تاریخ سے واقف نہیں ہو ایلف اگر تم اسلامی تاریخ کو پڑھو اور جانو تو یقین مانو الیگزینڈر عرف اسکندر اعظم کا نام تمہاری لسٹ میں کہیں بھی نہیں رہے گا۔۔!!" وہ پر اعتماد لہجے میں کہہ رہا تھا جبکہ ایلف بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اسے یونیورسٹی میں واپس دیکھ کر بہت سے سٹوڈنٹس خوش ہوئے تھے۔ روحان حیران تھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ سٹوڈنٹس اسے اتنا پسند کرنے لگے تھے۔ وہ بھی کچھ دنوں کیلئے اس ہنگامے دور رہنا چاہتا تھا۔ ابھی وہ سٹوڈنٹس کے درمیان گھرا اس صورتحال پر سوچ رہا تھا جب اسے پروفیسر ایلبس کا بلاوا آیا۔ وہ وہاں سے سیدھا پرفیسر ایلبس کے آفس میں آگیا تھا۔

"تم جو کھیل کھیل رہے ہو ناوہ میں سب سمجھ رہا ہوں یہ تمہارا آخری موقع ہے اگر تھوڑی سی بھی غلطی کی تو تم بچ نہیں پاؤ گے۔۔"

وہ کاٹ دار لہجے میں کہہ رہے تھے۔ روحان نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا تھا وہ پرفیسر ایلبس کو ٹھیک سمجھ رہا تھا لیکن یہاں معاملہ الٹ نکلا تھا۔

"جاؤ اب یہاں سے اور دھیان رکھنا۔۔" روحان بنا کوئی جواب دیے واپس آگیا تھا۔ اسکا دماغ بری طرح سے گھوم گیا تھا۔

"آج میرا

Birthday

ہے۔ کیا تم میرے ساتھ میری پسندیدہ جگھوں پر چلو گے۔۔" اس دن ہفتہ تھا۔ اسے صبح صبح ایلف کا میسج موصول ہوا تھا۔

"میں نہیں آسکتا۔۔مجھے کام ہے۔۔" ابھی وہ یہ الفاظ ٹائپ کر ہی رہا تھا کہ ایلف کی گزارشیں شروع ہو گئیں۔

"پلیز روحان۔۔پلیز۔۔" وہ منتیں کر رہی تھی۔

"اوکے۔۔" وہ کچھ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

باہر برف باری ہو رہی تھی۔ وہ موٹے اونی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایلف سفید رنگ کا موٹا وزنی اونی کوٹ پہنے برف کی ملکہ لگ رہی تھی۔

"Happy Birthday"

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔" روحان کے ساتھ ایلف کو اپنا یہ دن بہت خاص لگ رہا تھا۔

وہ سب سے پہلے چرچ گئی تھی۔ روحان کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسکے بعد اس نے اپنے پسندیدہ ہوٹل سے چائے پی تھی۔

"تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔۔" روحان نے چائے پیتے ہوئے کہا تھا۔ ایلف حیران ہائی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنا یہ دن اکیلے مناتی تھی۔ اسکا باپ کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اسکا یہ خاص دم مزید خاص بنا سکے۔

"کیا واقعی۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں چلو۔۔" روحان اسے لے کر مطلوبہ جگہ پر تھا جو ایمی کا گھر تھا اور وہاں پر ایلف کیلئے سرپرائز پارٹی تھی۔ روحان مزید اسکے ساتھ اکیلے گھومنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ایمی کو سب بتا کر پارٹی کا انتظام کروایا تھا۔

ایلف سب دیکھ کر حیران ہوئی تھی اور بہت خوش تھی۔ اسکی پوری کلاس وہاں موجود تھی۔

میں جو جی رہا ہوں۔۔"

"وجہ تم ہو۔۔

اچانک ہی نقلی آر جے یعنی رونلڈ جیکب نے گٹار پر دھن چھیڑ دی تھی۔ روحان کا دل دھڑکا تھا۔ اسے وہ شام یاد آئی تھی جب اس نے یہ گانا گا کر حانم کو بری طرح سے زچ کیا تھا۔

وہ کچھ ذہن پلوں کیلیئے اسکے ذہن سے اتری تھی کہ زمانے نے پھر یاد کروا دیا۔ روحان کو اب وہ پارٹی فضول لگ رہی تھی۔ وہ سب کی نظروں سے بچتے ہوئے وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔ لیکن اسے ایسا کرتے برف کی ملکہ نے دیکھ لیا تھا۔

"رک جاؤ روحان۔۔" وہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"پلیز رک جاؤ۔۔" ایلف سے بھاگا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔ باہر برف نے سفید قالین بچھا دیا تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی اسے رکنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔" روحان کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"مجھے کچھ کہنا ہے۔۔" ایلف نے اپنا تنفس بحال کرتے ہوئے کہا۔

"جلدی بولو مجھے کچھ کام ہے۔۔" وہ بے زار سا نظر آ رہا تھا۔

"ویسے تم بہت تیز ہو میں یہ دن صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اور تم نے۔۔ خیر مجھے بہت اچھا لگا سب بہت بہت شکریہ میرا یہ دن اتنا خاص بنانے کیلیئے" وہ مسکرا رہی تھی اسکی آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی کچھ نرم گرم جذبوں کی رمق تھی۔

"کوئی بات نہیں کلاس فیلو کیلیئے اتنا تو کیا جا سکتا ہے نا۔۔"

"کیا تم صرف مجھے کلاس فیلو سمجھتے ہو۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی۔ روحان خاموش رہا تھا۔ اسکی خاموشی سے ایلف کو تکلیف ہوئی تھی وہ اسکا جواب سمجھ چکی تھی۔

"اوکے۔۔کوئی بات نہیں لیکن میں تمہیں بہت خاص سمجھتی ہوں اور بہت ہی خاص رشتہ بنانا چاہتی ہوں" وہ مسکرائی تھی۔ روحان چونکا تھا۔

"میں نہیں جانتی ایسا کب ہوا؟ کیوں ہوا۔۔؟ میں نے خود پر بہت ضبط کیا لیکن میں بے بس ہوں مسٹر جبیل۔۔ میں ہار گئی ہوں۔۔ ایلف آسکر نے زندگی میں پہلی بار ہار مانی ہے۔۔ وہ دل و جان ست ہار گئی ہے۔۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم سے محبت ہوگئی۔۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں روحان بہت زیادہ" اسکا لہجہ جذبات کی آنچ سے دہک رہا تھا۔ روحان نے حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر ایک سرد آہ بھر کر سر جھکا لیا۔

"جواب نہیں دیا تم نے؟؟" برف کی ملکہ برف کے قالین پر اپنے سامنے سر جھکائے کھڑے اس شخص سے پوچھ رہی تھی جو اپنے درد ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"پوری دنیا کے مشکل سے مشکل سوالوں کے مسکرا کر جواب دینے والا شخص میرے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے۔ اچھا نہیں لگ رہا" وہ محبت کے دیوتا کو بولنے پر اکسا رہی تھی۔ شاید محبت کے دیوتا کا ضبط ٹوٹا تھا وہ مزید کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ایک نظر اپنے سامنے کھڑی برف کی ملکہ کو دیکھا تھا جو چیمبر آف ڈسکشن کے ساتھ ساتھ پورے لندن پر راج کرتی تھی لوگ اس سے جڑنا چاہتے تھے اور وہ محبت کے اس دیوتا کو جسکی محبت کی دیوی کب کی روٹھ چکی تھی اسے اپنا بنانا چاہتی تھی۔

محبت کے دیوتا نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا شدید دھند میں روئی کے گالے ان دونوں کو چھو رہے تھے۔ اس نے ایک گہری سانس لی تھی اور پھر بنا کچھ کہے پلٹا اور جانے کیلئے قدم بڑھایا۔

"تم میرے سوال کا جواب دیئے بنا نہیں جا سکتے" برف کی ملکہ نے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ اسے جانے سے روک رہی تھی۔ برف کی ملکہ کا دل تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ پلٹا اور گہری نظر اس پر ڈالی۔

"کیوں ڈرتے ہو دل نہیں توڑوں گی ہمیشہ ہر قدم پر ساتھ نبھاؤں گی ایک بار میرا ہو کر تو دیکھو سارے دکھ بھلا دوں گی" برف کی ملکہ کے لہجے میں التجا تھی اسکی آنکھوں میں رد کیے جانے کا خوف تھا۔ محبت کا دیوتا اسکا درد سمجھ سکتا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"جانتا ہوں تم ساتھ نبھاؤ گی" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔۔ اسکی یہ مسکراہٹ اسکی نازک جان لڑکی کی روح فنا کرتی تھی۔

"لیکن کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں" محبت کے دیوتا نے اسکے نازک ہاتھ سے، جو ٹھنڈ کی شدت کی وجہ سے برف بن چکا تھا، نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"لیکن" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"کچھ مت کہنا میں کسی کو بھی تکلیف نہیں دے سکتا مجھے جسکا ہونا تھا میں ہو چکا ہوں کسی اور کا ہونا میرے اختیار میں نہیں"

محبت کے دیوتا نے اس سے چپ رہنے کی التجا کی۔ برف کی ملکہ کو اسکے انکار پر اپنے رگوں میں خون منجمند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ اسے کھو نہیں سکتی تھی۔۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔

"لیکن۔۔ مم۔۔ میں" برف کی ملکہ کے ہونٹ پھڑ پھڑائے تھے۔

"ششش۔۔" وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے پھر سے چپ رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اب وہ الٹے قدموں پیچھے کی جانب چل رہا تھا۔ اسکا سر نفی میں ہل رہا تھا۔۔ اسکے ہونٹوں پر جان لیوا مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں کی نمی کو وہ واضح محسوس کر سکتی تھی_ اسکے قدم دوری بڑھا رہے تھے، برف کی ملکہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر الٹے قدموں چلنے

کے بعد وہ پلٹا تھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دھند میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔ برف کی ملکہ اسکے قدموں کے نشان تک رہی تھی ہوا سائیں سائیں کرتی اسکے وجود سے ٹکرا رہی تھی اسے بھی اپنے سامنے ہر منظر دھندلا ہوتا محسوس ہوا تھا شاید اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں __!!

"تو تم نے اسکے سب سے خاص دن پر اسکی محبت ٹھکرا کر اسکا دن خراب کر دیا۔۔" یہ کچھ دن بعد کی بات تھی۔ روحان نے حشام کو سب بتایا تھا۔ اسکے دوسرے سمیسٹر کے پیپر ختم ہونے والے تھے۔ اسے لندن آئے ہوئے سال ہونے والا تھا۔

"تم جانتے ہو حشام۔ میں ایسا نہیں کر سکتا کسی اور کا ہونا میرے بس میں نہیں۔۔"

"تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے روحان۔۔ تم حانم کو بھول جاؤ اب۔۔" حشام کا لہجہ سخت تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ یہ ناممکن ہے۔۔"

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔۔ ایلف اچھی لڑکی ہے تم نے خود بتایا تھا۔۔ اب تو وہ تم سے محبت بھی کرتی ہے۔۔ پھر کیا مسئلہ ہے۔۔؟؟" حشام کو غصہ آگیا تھا پچھلے کچھ مہینوں سے حانم کے ذکر پر وہ ایسے ہی رد عمل کا اظہار کرتا تھا۔ جسے روحان سمجھنے سے قاصر تھا۔ حشام چاہتا تھا کہ روحان جلد سے جلد شادی کر لے کسی سے۔

"لیکن میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔ اور نہ کبھی کر سکوں گا۔۔ میں نے بس ایک لڑکی کو چاہا ہے یہ تم جانتے ہو۔۔"

"وہ لڑکی اب نہیں رہی روحان اگر زندہ بھی ہوئی تو تم سے شاید شدید نفرت کرتی ہو گی۔۔" حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"نفرت منظور ہے مجھے بس کہیں نا کہیں وہ مل جائے میرا دل کہتا ہے وہ کہیں آس پاس ہے۔۔"

روحان نے بتایا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل جو کتاب آپ اشو کروا چکے ہیں وہ ام حانم کو یعنی مجھے چاہیے آپکو کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔؟؟" حشام کے فون سے آواز ابھری تھی۔ اور روحان کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

وہ لیٹا ہوا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ آواز ام حانم کی تھی روحان اس آواز کو اچھے سے پہچانتا تھا۔ حشام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں وہ کتاب لے لوں۔۔؟؟" آواز دوبارہ ابھری تھی۔

روحان کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"حشام وہ حانم ہے۔۔؟؟" وہ کانپتی آواز میں پوچھ رہا تھا۔۔ جبکہ حشام نے فون بند کر دیا تھا۔

"حانم۔۔ یہ حانم تھی۔۔ یہ پیرس میں۔۔ کیسے۔۔؟؟"

روحان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"کیا یہ میرا وہم ہے۔۔؟؟" روحان اب بڑبڑا رہا تھا۔

"کیا واقعی وہ حانم تھی لیکن وہ تو۔۔ نہیں وہ زندہ ہے۔۔ میں جانتا ہوں میرا دل کہتا تھا کہ حانم زندہ ہے" خوشی کی لہر روحان کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ وہ اب بار بار حشام کا نمبر ملا رہا تھا جو فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

حشام فون اٹھاؤ۔۔" وہ اب کمرے میں ٹہل رہا تھا۔"

روحان کا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔ اسکا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد حشام نے اسکا فون اٹھایا تھا۔

"حشام تم فون کیوں نہیں اٹھا رہے میرا؟ اور وہ لڑکی؟ وہ حانم کی آواز تھی نا؟ اس نے اپنا نام بھی لیا تھا وہ سچ میں حانم ہے نا۔۔؟؟" اسکی زبان سے الفاظ ٹوٹ پھوٹ کر نکل رہے تھے۔

"تم خاموش کیوں ہو حشام بولو نا۔۔ وہ حانم تھی نا۔۔؟؟" روحان کو حشام کی خاموشی ناگوار گزر رہی تھی۔ اسکی باتوں کو سننے کے بعد حشام نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"ہاں وہ ام حانم ہی تھی" حشام نے سپاٹ سے لہجے میں کہا تھا۔ روحان کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔ اسے اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک دم بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

"تم جانتے تھے وہ زندہ ہے تم نے مجھ سے چھپایا حشام۔۔کیوں۔۔" روحان کے لہجے میں بے یقینی سی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا حانم کے ملنے پر خوش ہو یا حشام کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اتنا بڑا سچ چھپانے پر دکھی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا حشام۔۔؟؟" وہ دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کرونگا۔۔"

وہ سخت لہجے میں کہتا فون بند کر چکا تھا۔

"بات سنو حشام۔۔ سنو۔۔" لیکن حشام فون بند کرنے کے بعد نمبر بند کر چکا تھا۔ جبکہ روحان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اسکا دل رقص کرنے کو چاہ رہا تھا۔

"وہ زندہ تھی جو اسکا سب کچھ تھی"

آج اسے ساری رات خوشی سے نیند نہیں آنی تھی۔

صبح اسکا پیپر تھا لیکن حانم کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ سب بھول گیا تھا۔ بہت انتظار کیا تھا اس نے ساڑھے چار سال سے بھی اوپر۔

وہ اب جا کر ملی تھی۔ ہوش کھونا تو بنتا تھا۔

جفا و جور کی دنیا سنوار دی ہم نے

زہے نصیب کہ ہنس کے گزار دی ہم نے

کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے

کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے

خیالِ یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر

جمالِ یار کی عظمت نکھار دی ہم نے

اسے نہ جیت سکے گا غمِ زمانہ اب

جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے

وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی

تمہاری زلف پریشاں پہ وار دی ہم نے

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ رخسار وہ پیشانی؟

زندگی جن کے تصور میں لٹادی ہم نے

تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوادی ہم نے؟؟

اس نے ایک عمر گزار دی تھی اپنی ساری کائنات ایک لڑکی پر وار دی تھی بنا دیکھے بنا ملے، اب دیکھنے کا وقت ہو چکا تھا روحان جبیل کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور خوبصورت مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

گیراج کے گاڑی نکالنے کے بعد سبیل جیسے ہی گیٹ کی جانب بڑھا اسے ایلف آسکر اندر آتی دکھائی تھی۔ وہ ایک پل کیلیے حیران رہ گیا تھا۔

"ایلف یہاں۔۔" وہ انجن بند کر کے گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔

" قاتل یہودی حسینہ" اسے دیکھ کر سبیل کے ذہن میں یہی تاثر ابھرتا تھا۔

"گڈ مارننگ مسٹر سابیل۔۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"گڈ مارننگ۔۔" سبیل حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آر جے اندر ہے۔۔؟؟" ایلف نے صاف پوچھا تھا۔

سبیل تو اسکے آر جے کہنے پر اچھل پڑا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی ایلف نے آر جے کو پہچان لیا تھا۔

"ہاں۔۔ وہ مجھے لگتا ہے ابھی اٹھا نہیں ناشتہ بھی نہیں کیا۔۔" سبیل بامشکل بول پایا تھا۔

"کوئی بات نہیں مجھے ضروری کام ہے میں انتظار کرلوں گی۔۔" وہ مسکرا کر کہتی اندر داخل ہوچکی تھی۔ جبکہ سبیل حیرانی سے کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔۔ کچھ دیر وہ کھڑا رہا۔ اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر عدالت کی طرف روانہ ہو گیا۔

"آپ سے ملنے کوئی لڑکی آئی ہے۔۔" ملازم نے اسے خبر دی تھی۔

"لڑکی۔۔؟؟" روحان چونکا۔ اسکے ذہن میں ایمی کا خیال آیا تھا۔ وہ ساری رات نہیں سویا تھا۔ جاگتا رہا تھا۔۔ وہ حشام سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسکا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔

تھک ہار کر اس نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد کتابیں اٹھائی تھیں۔ آج ایک بجے اسکا آخری پیپر تھا۔ روحان کتابوں کو بند کر کے کرسی سے اٹھتا ملازم کے ساتھ ہی نیچے آیا تھا۔

لاؤنج میں صوفے پر ایلف کو براجمان دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ ایلف کی نظر سیڑھیاں اترتے روحان پر پڑی تو وہ کھڑی ہوگئی۔

"سوری مسٹر آر جے میں یہاں آگئی لیکن مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے۔۔" ایلف کے لہجے میں بے تابی نمایاں تھی۔

"جی بیٹھ جاؤ۔۔" روحان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔۔؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"کونسی بات۔۔۔؟؟" وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولا۔

ایلف کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"کیسے بھول سکتے ہو تم؟ میں ایک رات بھی ٹھیک سے نہیں سوئی میں ٹھیک سے پڑھ نہیں پا رہی۔۔ میں روزانہ اس امید سے ڈیپارٹمنٹ جاتی ہوں کہ شاید آج مجھے میری بات کا جواب مل جائے۔۔ اور تم کہہ رہے ہو کونسی بات۔۔؟؟"

وہ پھٹ ہی پڑی تھی۔ روحان سٹپٹا گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایلف سنجیدہ تھی۔ وہ تو اب تک ایلف کی محبت کے اقرار کو بھول بھی گیا تھا۔

"میں نے آپکو اسی وقت جواب دے دیا تھا۔۔ شاید آپ بھول چکی ہیں۔۔" ایلف کو وہ ایک دم ہی بہت اجنبی سا لگا تھا۔

"مجھے ایمی نے بتایا تھا کہ شاید وہ لڑکی تمہیں چھوڑ کر جا چکی ہے۔۔ جسے تم نے چاہا تھا۔۔ اس نے دھوکہ دیا شاید۔۔ لیکن میرا یقین کرو میں ایسا کچھ نہیں کرونگی۔۔" ایلف کی آواز بھرا گئی تھی۔۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ محبت جیسے منہ زور جذبے نے اس نازک لڑکی کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"__ایسی بات نہیں ہے میں پہلے بتا چکا ہوں مجھے جس کا ہونا تھا ہو چکا ہوں اب سوال پیدا ہی نہیں ہوتا"

"آخر کیوں؟ جب وہ ہے ہی نہیں تو اسکی یاد میں رونے یا اداس ہونے کا کیا فائدہ؟ کیوں تم خود کو میرا نہیں کر دیتے" ضبط کرنے کے باوجود بھی ایلف رو دی تھی۔

"پلیز ایلف آپ روئیں مت میں جانتا ہوں محبت نا ملنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے میرا مقصد آپکی دل آزاری کرنا نہیں تھا آپ رکیں میں آپکو کچھ دکھاتا ہوں۔۔" وہ کہتے ہوئے صوفے سے اٹھا اور اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ پیچھے ایلف اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس ایک ماہ میں وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ محبت کے جذبے نے جہاں اسے ایک دوسری دنیا کی سیر کروائی تھی وہیں روحان کے انکار پر محبت جیسے اسے جہنم میں پھینک آئی تھی۔ وہ روز جل رہی تھی۔ چند منٹ بعد روحان اسے واپس آتا دکھائی دیا تھا اسے۔ اسکے ہاتھ میں کچھ تھا ایک کاغذ۔۔ جسے اس نے ایلف کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ دیکھیں" ایلف نے کپکپاتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو تھاما تھا۔ اور پھر چند پلوں تک نظریں اس کاغذ پر جمائے رکھنے کے بعد ایلف ایک جھٹکے سے وہ کاغذ کا ٹکرا اسکے خوبصورت نازک ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

"یہ۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔ تم

Married

"ہو۔۔؟؟

ایلف کے لہجے میں حیرانی اور بے یقینی دونوں واضح تھیں۔ روحان جھک کر اسکے پیروں کے پاس سے وہ نکاح نامہ اٹھایا تھا جو تقریباً چھ سال پرانا تھا۔

"جی۔۔ میں میرڈ ہوں۔۔" روحان پر اعتماد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایلف کو لاؤنج کی چھت اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے آر جے؟ کیوں چھپایا اتنا بڑا سچ۔۔؟؟" ایلف نا چاہتے ہوئے بھی چلا اٹھی تھی۔ اسکا نازک وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"آپ جان چکی ہیں کہ میں آر جے ہوں یہ سچ ہے۔۔ میں آر جے ہی ہوں۔۔" ایلف کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔ وہ آنسوؤں سے لبریز چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"معصوم روحان سے آر جے اور پھر آر جے سے روحان جبیل تک کا سفر آسان نہیں تھا" روحان اب سینے پر ہاتھ باندھ کر لاؤنج میں لگی کھڑکی میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ باہر آسمان کو تک رہا تھا اسکی وسعتوں اور خلاؤں میں جانے وہ کیا تلاش کرتا تھا۔

کیا ہوا تھا ایسا کہ تم اتنا بدل گئے۔۔؟؟" ایلف آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

دنیا میرے مزاج سے الگ تھی بہت"

"اپنا ایک الگ جہاں بسانا پڑا مجھے

روحان نے ایک گہرا سانس لینے کے بعد بولنا شروع کیا تھا۔

"بہت تڑپا ہوں اسے ایک نظر دیکھنے کیلیئے۔۔ ایک بار ملنے کیلیئے۔۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جنکا محبوب انکی نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اسے اور کچھ نہیں دیکھ تو سکتے ہیں نا میں یہ پونے پانچ سال اسے دیکھنے کی خاطر دربدر پھرا ہوں مجھے کہیں اسکا نشاں نہیں ملا" دو گھنٹوں سے وہ ایلف کو اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ حانم کے ذکر پر اسکی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔ ایلف اسکی کہانی سنتے سنتے رو دی تھی۔ حانم کی موت کا سن کر اسکی سسکیاں ابھری تھیں۔

"مجھے معاف کر دو آرجے میں بہت خود غرض ہوں۔۔ میں نے صرف اپنی محبت کا سوچا"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"ارے نہیں آپ آپ روئیں نہیں بلکہ یہ وقت تو خوش ہونے کا ہے آج تک وہ مجھے نہیں ملی تھی لیکن رات شاید میری خوش قسمتی مجھے اسکا سراغ مل گیا" ایلف نے چونک کر اسے دیکھا تھا جسکے چہرے پر الوہی سی چمک تھی۔

"یہاں سے میری زندگی کا ایک اور سفر شروع ہوا ہے۔۔ جو بہت مشکل ہے۔۔ جو مجھے اکیلے ہی طے کرنا ہے مجھے اس سفر میں کسی اور کی ضرورت نہیں پڑے گی اگر میں نے کسی اور کا ہاتھ تھاما تو میری منزل کھو جائے گی۔۔ کبھی نہیں ملے گی" روحان نے ایلف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ایلف اسکا اشارہ سمجھ چکی تھی وہ نظریں جھکا گیی۔ اذیت کی لہر اسکے جسم میں سرایت کرگئی تھی۔ لیکن اسے خوشی ہوئی تھی کیونکہ وہ شخص خوش تھا جسے وہ چاہتی تھی۔

"لیکن ہاں مجھے اس سفر میں بہت سی دعاؤں کی ضرورت ہے جو حانم تک پہنچنے میں میری مدد کریں وہ تو پہلے ہی مجھے ناپسند کرتی تھی اب تو نفرت کرتی ہوگی آگ کے دریا کو پار کرنے کا وقت آگیا ہے اور میں نے سنا ہے اچھے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔"

"بٹرنگ

(Buttering)

کررہے ہو تم۔۔" ایلف اسکی بات سن کر مسکرادی تھی۔

"جی بالکل۔۔" وہ بھی مسکرادیا۔

"کب جارہے ہو اسے لینے۔۔؟؟" ایلف پوچھ رہی تھی۔ انکے پیپر ختم ہو چکے تھے۔ ایلف کیلئے یہ سب سے مشکل دن تھے۔ اور ابھی اسکی تکلیف بڑھنی تھی جب وہ دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گی۔

"بہت جلد لیکن ڈر لگ رہا ہے اسکا ردعمل جانے کیا ہو گا۔۔ جو چہرہ ایلف کو اچھا لگتا ہے اس چہرے سے نفرت ہے حانم کو۔۔" وہ پھیکی مسکراہٹ لئے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت دریائے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھے تھے۔

"کوئی خاص بات بتاؤ نا اسکی۔۔ تمہیں وہ کیوں پسند آئی۔۔؟؟" جانے کیوں لیکن ایلف جاننا چاہتی تھی۔

"وہ لڑکی جو فطرتاً خاموش طبع تھی وہ جب میرے سامنے آتی تھی تو یقین کرو پٹر پٹر بولتی تھی۔۔ ایسا لگتا جیسا گڑیا کو چابی لگادی گئی ہو۔۔ لڑکیاں مجھ پر مرتی تھیں تو وہ دور بھاگتی تھی۔۔ لوگ میری تعریف کرتے تھے تو وہ ایسی انسلٹ کرتی تھی کہ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ اس گستاخ لڑکی کی زبان کاٹ دینی چاہیے۔۔ پھر نا جانے کب اسکا سب سے کم بات کرنا اور مجھ سے لڑنا مجھے اچھا لگنے لگا اسکی شامیں برباد کرکے مجھے خاصا سکون ملتا تھا لیکن جب وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو میرا سارا سکون اپنے ساتھ لے گئی" بات کے آخر میں اسکا لہجہ پھر بھاری ہو گیا تھا۔ ایلف سن کر مسکرا دی تھی۔

"میں اس سے ملنا چاہوں گی میرا اشتیاق بڑھ گیا ہے ایک اور سلفائٹ۔۔ یقین نہیں ہوتا۔"

"ان شاء اللہ بہت جلد ملواؤں گا۔۔" وہ پراعتماد تھا۔

"تم نے کہا وہ اس چہرے سے نفرت کرتی ہے تو تم اسے ابھی یہ چہرہ ہی مت دکھاؤ۔۔!!کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایلف نے مشورہ دیا تھا جسے سن کر روحان چونکا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

روحان پیرس آگیا تھا مون کے روپ میں

حشام کو بنا بتائے، یہ تھوڑا مشکل کام تھا لیکن اسے مون بنا پڑا تھا چہرے کو جلے ہوئے ماسک سے چھپانا پڑا اور گونگے ہونے کا ناٹک کیا۔۔

اسکا مشورہ اسے ایلف نے دیا تھا۔وہ فی الوقت حانم کو دیکھنا چاہتا تھا۔۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ ویسی ہی تھی یا بدل گئی تھی_ اور جب حانم اینجل کے روپ میں سامنے آئی تو وہ حیران رہ گیا تھا۔اسے ایمی جیسی چالاک اور ایلف جیسی بہادر لڑکیاں اچھی لگی تھیں۔ اسکا ماننا تھا کہ لڑکیوں کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ مردوں کے الفاظ تو کیا انکے فعل بھی لڑکیوں کو نقصان نہ پہنچاسکے۔لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا وہ حانم تو کہیں سے بھی نہیں تھی۔خاموش اور رحم دل حانم۔۔یہ تو اینجل تھی۔جو اینجل کم اور ڈائن زیادہ تھی

_

یہ ایمی کی طرح چالاک اور ایلف سے زیادہ بہادر تھی۔لیکن حانم کو سر تا پیر بدلا ہوا دیکھ کر روحان کا دل کرلا یا تھا۔وہ بہادر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ ماڈرن بھی ہو گئی تھی بڑے سے ڈوپٹے والی اسکی حانم کہیں گم ہو گئی تھی۔ اسے اندازہ تھا اسکا یہ سفر کافی مشکل تھا__ لیکن اب حانم کو دیکھ کر وہ جان گیا تھا ننگے پیروں انگاروں پر چلنے کا وقت آگیا تھا۔

پیرس جیسے شہر میں حانم کو ڈھونڈنا مشکل تھا ممکن نہیں۔روحان نے حشام پر نظر رکھی تھی۔وہ ایک دو بار کام کے سلسلے میں ماہی کے گھر گیا تھا اور وہیں روحان کو اینجل یعنی حانم ملی تھی__ روحان کو اب سمجھ آیا تھا کہ ضیاء جبیل یعنی اسکے

بڑے ڈیڈ نے اسے کیوں ڈانٹا تھا۔ وہ لڑکی حانم ہی تھی جسے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ اسکی اتنی بری حالت کا ذمہ دار وہی تھا۔ روحان کا دل پھر سے جلنے لگا تھا دکھ اور پچھتاوا اسے نوچنے لگے تھے۔

لیکن اسے بہت کچھ کرنا تھا اب، حانم کے ملنے کے بعد اس نے حشام کو چھوڑ کر حانم پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی اور پھر وہ میڈی تک پہنچ گیا۔ میڈی تھوڑا معصوم اور بے قوف لڑکا تھا۔۔ اسکو ایکسیڈنٹ سے بچا کر جو وہ خود کر وا رہا تھا۔۔ روحان اسکے گھر میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا جب میڈی نے پہلی بار روحان کو حانم سے ملوایا تو الو ہی چمک لئے اسے دیکھتا رہا تھا اسکے اس طرح دیکھنے سے حانم کو کوفت ہوئی تھی۔ اور پھر وہ ہر جگہ مون بن کر اینجل کے پیچھے رہنے لگا۔ اسکو میڈی کا اینجل کے ساتھ گھومنا پسند نہیں تھا۔ اور جب میڈی نے اینجل کو پرپوز کیا تھا تو مون یعنی روحان نے اچھی خاصی دھلائی کی تھی اسکی۔ دو تین ماہ وہ مون بنا حانم کے پیچھے گھومتا اور جس روز حانم نے اسے دھمکی دی کہ وہ اسکا بچا ہوا چہرہ بھی جلا دے گی۔۔ اس روز وہ خوب ہنسا تھا_اور اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اگلے روز وہ حشام
کے پاس جانے والا تھا مون نہیں بلکہ روحان جبیل بن کر۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟" حشام اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیوں کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا؟؟" روحان کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"نہیں میرا مطلب کافی دنوں سے تم سے رابطہ نہیں ہوا آج یوں اچانک۔۔؟؟" حشام کے وجیہہ چہرے پر پریشانی کی لکیریں واضح تھیں۔

"کچھ سوالوں کے جواب لینے آیا ہوں۔۔" روحان جبیل سنجیدہ تھا۔۔ اتنا سنجیدہ اسے کبھی حشام جبیل نے نہیں دیکھا۔

"کیسے جواب۔۔؟؟" حشام ٹھٹکا۔

تم جانتے تھے حانم زندہ ہے۔۔ تم یہ بھی جانتے تھے کہ میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔۔ پھر بھی تم نے چھپایا۔۔"
کیوں۔۔؟؟" اسے حشام سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ اسکا سب سے اچھا دوست اور بھائی تھا۔ روحان کو دکھ ہو رہا تھا۔
"بولو حشام پچھلے پانچ سالوں سے میں گناہ کی آگ میں سلگ رہا ہوں پچھتاوے مجھے جینے نہیں دیتے اسے دیکھنے کی تڑپ مجھے سکون نہیں لینے دیتی تم سب جانتے تھے پھر بھی پھر بھی تم نے مجھ سے چھپایا کیوں۔؟؟" وہ دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔ حشام اس سے چھ سال بڑا تھا لیکن اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ان دونوں میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں خوبرو تھے۔ دونوں ہی ایک لڑکی کو چاہتے تھے۔ روحان کی باتیں سن کر حشام دنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ روحان اس قدر چاہتا تھا حانم کو۔۔ اسے لگتا تھا کہ بس وہ اس سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہے۔۔ لیکن یہاں تو وہ پورا کا پورا گھائل تھا۔

"تمہاری خاموشی تمہیں گنہگار بنا رہی ہے حشام کچھ تو بولو۔۔" روحان سننا چاہتا تھا اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔

"چھ ماہ پہلے پتا چلا مجھے کہ حانم زندہ ہے۔ اس سے پہلے میں بھی اسے مرا ہوا سمجھ رہا تھا۔۔ لیکن سچ تو یہ حانم مر چکی ہے جو زندہ ہے سانسیں لے رہی ہے وہ حانم نہیں اینجل ہے_ میں تمہارا بھائی ہوں صرف اسی وجہ سے وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے سوچو تم سے کتنی نفرت کرتی ہو گی۔۔" جس تکلیف سے حشام نے وہ الفاظ بولے تھے اتنی ہی گہری اذیت روحان کے جسم میں سن کر اتر گئی تھی۔

"میں صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ خوش رہے تم تو اسے مردہ سمجھ ہی چکے تھے اگر تمہیں بتا دیتا تو یقیناً تم پہلے کی طرح اسکی زندگی میں دخل اندازی کرتے" حشام اب بیٹھ چکا تھا۔ روحان نے اذیت سے آنکھیں موندلی تھیں۔

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد روحان بولا تو حشام کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔؟؟" حشام ساکت ہوا تھا۔

"وہی جو تم نے سنا میں ام حانم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔" وہ اب پر سکون سا اپنی بات دہرا رہا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے وہ آر جے سے شادی کرے گی؟ وہ آر جے جس نے اسے اندھیروں کی دنیا میں دھکیل دیا تھا۔۔؟؟" حشام حیران تھا۔ اسکے ایک طرف حانم تھی تو دوسری طرف روحان۔۔ وہ دونوں سے محبت کرتا تھا۔۔ اور دونوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا

"آر جے سے نہ سہی۔۔ روحان بن حیدر جبیل سے تو کرلے گی نا۔۔؟؟" روحان پر عزم تھا۔

"روحان تم سمجھنے کی کوشش کرو تم اب اسکا پیچھا چھوڑ دو۔۔ وہ بہت مشکلوں سے نارمل زندگی کی طرف لوٹی ہے اگر تم زندگی میں جاؤ گے تو اچھا نہیں ہوگا۔۔" حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ ممکن نہیں وہ میری تھی ہے اور میری ہی رہے گی اگر میں نے اسے اندھیروں کی دنیا میں دھکیلا تھا تو اسے واپس بھی میں ہی لاؤں گا۔۔"

"وہ تمہارے لئے نہیں بنی اگر بنی ہوتی تو مل جاتی اب تک تمہیں" حشام کی بات سن کر روحان کے لبوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ وہ حشام کی بات سے لطف اندوز ہوا تھا۔

"کس نے کہا ہے وہ میرے لئے نہیں بنی؟ وہ میرے لئے ہی بنی ہے اور سالوں پہلے میں اسے اپنا چکا ہوں"

روحان کی بات نے حشام کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے جیب سے وہ نکاح نامہ نکال کر حشام کو دکھایا تھا۔ جسے دیکھ کر حشام سکتے میں چلا گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب ایک ڈرامہ تھا لیکن اس ڈرامے میں ہم دونوں جڑ چکے ہیں شرعاً نا سہی قانونی طور پر یہ نکاح نامہ گواہ ہے کہ وہ میری بیوی ہے۔۔ اس سے بڑا کیا ثبوت چاہیے تمہیں حشام کہ وہ میری نہیں ہے۔۔"

روحان کی بات سن کر حشام نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ وہ ہار گیا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے حانم کے مرنے اور بگڑ کر اینجل بننے کی تو تم فکر مت کرو۔ میں نے بگاڑا تھا میں ہی سنواروں گا وہ چاہے نفرت کرے یا محبت۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ سے ہی کرے۔۔"

حشام اسکا پاگل پن دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے حشام تم جانتے ہو ہمارے خاندان میں خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے۔۔" حشام کی بات سن کر سید جبیل بھڑک اٹھے تھے۔

"میں جانتا ہوں چھوٹے بابا سائیں لیکن روحان ان باتوں کو نہیں مانتا اور وہ اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے آپ اسے اچھے سے جانتے ہیں نکاح کرنا اسکا حق ہے اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو وہ بابا سائیں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ نکاح کر لے گا۔۔ بہتر ہو گا ہم سب دل سے اسکی خوشی میں شریک ہوں۔۔" حشام نے ہی روحان کے نکاح کی بات گھر کی تھی۔ یہ سزا اسے روحان نے دی تھی۔

"لیکن اسے اتنی عقل نہیں کہ باہر شادی کرنے سے نسل۔۔"

"ڈیڈ نسل مردوں سے چلتی ہے عورتوں سے نہیں مجھے امید ہے آپ اپنی مرضی سے اس رشتے کی اجازت دیں گے۔" روحان نے سید جبیل کی بات پوری ہونے سے پہلے حشام کے ہاتھ سے فون لے کر اپنی سنا کر فون بند کر چکا تھا۔

"تم بہت ہی۔۔" حشام نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں بہت ہی ذلیل آدمی ہوں۔۔ یہی کہنا چاہتے ہو نا۔۔" روحان نے جل کر کہا تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی اسکی بات سن کر حشام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

حشام نے ماہی اور ایلا کو بلایا تھا اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔ البتہ مکی والی بات نہیں بتائی تھی۔ روحان نے یہ بتایا تھا کہ اس نے حانم پر الزام لگایا تھا کچھ جسکی وجہ سے وہ اس سے ناراض ہو کر پاکستان چھوڑ کر آگئی تھی۔ ایلا تو آنکھیں پھاڑے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ اتنا بدل گیا تھا۔

"ہمیں دونوں کی شادی کروانی ہو گی۔۔" حشام دل پر پتھر رکھ کر سب کر رہا تھا۔ وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ حانم اسکے لئے نہیں بنی۔۔

"بس اتنی سی بات۔۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"ماہی پرجوش سی کہہ رہی تھی۔

اور پھر حمدان انکل کے فون آنے۔۔ اور ماہی کے بدتمیزی کرنے سے نکاح ہونے تک سب کچھ ماہی کا پلان تھا۔ سوائے _آسیہ بیگم جنہیں بزنس میں نقصان کا کہا گیا تھا سب کو حقیقت معلوم تھی۔ اسی لئے سب خوش تھے سب سے زیادہ خوش جواد تھا۔۔ جو اب بچہ تو نہیں رہا تھا لیکن آرجے کیلئے وہ اب بھی پاگل تھا اسے ایک نئے روپ میں اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوشی سے آنکھیں نم کر بیٹھا تھا۔ روحان جبیل نے کھینچ کر اسے اپنے گلے لگایا تھا۔ ماہم بھی اسے نکاح والے دن دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ آرجے کی موت کے دکھ سے کہیں زیادہ خوشی جواد کو روحان جبیل کے ملنے کی ہوئی تھی۔ یہ روحان کے حق میں اچھا رہا تھا کہ حانم نے اسے دیکھنے یا ملنے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی۔ اور یوں سادگی سے نکاح ہوا تھا۔

جواد اسکے ساتھ ہی چپکا بیٹھا تھا۔ نکاح پر صرف حشام اور سید ضیاء جبیل تھے۔ الیکشن کے دن تھے سید جبیل آ نہیں سکے تھے۔ باقی رخصتی پر سب اکٹھے ہونے والے تھے۔

یہی وہ وقت تھا جب جورڈن نے حشام اور ضیاء جبیل کو ایک ساتھ دیکھا تھا۔ اور پھر اس نے حشام کو مار کر اپنا بدلا لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

"اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔۔؟؟"

روحان ماہی کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"ہمارے انکار کرنے سے آپ کو نسارک جائیں گے مسٹر روحان جبیل۔۔ جائیں دیکھ لیں۔۔" وہ مسکرائی تھی اور روحان حانم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ سرخ وسفید سادہ سے جوڑے میں دلہن کا روپ لئے بہت پیاری لگی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا تھا۔ روحان کو یقین نہیں ہو رہا تھا وہ اب ہر طرح سے اسکی تھی۔

"تمہارا اور میرا وہ تعلق ہے
جو کسی کتاب میں درج نہیں
تمہاری یاد اور
میری سماعت نے
ہم دونوں کے درمیان
__ایک ربط قائم کیا ہے
ہمارے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے
پھر بھی ہم دونوں ایک دوسرے کیلیئے
!!__لازم وملزم ہیں
تم میرے لئے بہتے دریا کی مانند ہو جو
!!___ہر رشتے کو سیراب کرتا ہے

"تم نہیں جانتی حانم میں کہاں کہاں بھٹکا ہوں صرف تمہیں ایک نظر دیکھنے کیلیئے میں جانتا ہوں جب تمہیں سچائی پتا چلے گی تو تمہیں بہت برا لگے گا۔ لیکن میرا یقین کرو میں سب ٹھیک کر دونگا_"" وہ اسکے بیڈ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اتنی پیاری کہ میں نے کبھی اتنی پیاری لڑکی نہیں دیکھی لیکن تم بہت ظالم ہو۔ چہرہ جلانے جیسی خوفناک باتیں کرتی ہو۔۔!!" وہ ریسٹورینٹ کا منظر یاد کر کے مسکرا دیا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ سرگوشیوں میں سوئی ہوئی حانم سے باتیں کرتا رہا تھا۔۔ لیکن جب وہ جانے لگا تو کھڑکی کے پاس رکھا گلدان نیچے گر گیا۔۔ جس سے حانم اٹھ گئی تھی۔ لیکن وہ نکل آیا تھا۔

"آج تو بچت ہوگئی ورنہ نکاح کے دن ہی میرا قتل ہوتا" وہ بڑبڑاتا واپس آگیا تھا۔

وہ لندن واپس چلا گیا تھا۔ ایک سمیسٹر فریز کروا کر آیا تھا۔ سب سے زیادہ خوشی اسے حانم سے بات کر کے ہوتی تھی۔۔ اسکی محبت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے خوف تھا کہ کہیں حانم اسکی آواز نہ پہچان لے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ اسے کبھی کبھی احساس ہوتا تھا کہ حانم بعد میں سے دھوکے باز سمجھے گی۔۔ لیکن اسکا قصور بھی نہیں تھا اسی نے ملنے اور دیکھنے سے منع کیا تھا۔ وہ دونوں ایک سال بعد اٹھارہ جنوری کو اپنے نکاح کے دن ملنے والے تھے۔ انکا پہلا نکاح جو نکاح کا ایک ڈرامہ تھا وہ بھی اٹھارہ جنوری کو ہوا تھا۔۔ اور اصل نکاح بھی۔۔ اور آج بھی اٹھارہ جنوری تھی جب روحان جبیل کی محبت ام حانم جو شاید اب اس سے شدید محبت کرتی تھی پیرس میں اسے خوش آمدید کہنے والی تھی۔

روحان جہاں خوش تھا وہیں اسکا دل ڈر بھی رہا تھا__ وہ حانم کے ردعمل کو لے کر خوفزدہ تھا۔

اور کبھی کبھی جس بات کا ہمیں ڈر ہو۔۔ جو انہونی ہمیں خوفزدہ کرتی ہو وہ پورا ہو جاتا ہے وہ انہونی ہو جاتی ہے۔

حانم نے اسکی توقع سے بھی زیادہ شدید ردعمل کا اظہار کیا تھا اور اب ہسپتال میں سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے بے سود پڑی تھی۔

تکلیف تو بہت ہوئی تھی روحان کو لیکن وہ ہار نہیں ماننا چاہتا تھا چھ سال بعد آج ملن کا دن آیا تھا۔۔ وہ اس سے بری طرح ناراض ہوگئی تھی۔

"کیا ہوا ہانی کو وہ ٹھیک تو ہے نا روحان__ ؟؟" ماہی کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان چونک کر خیالوں سے باہر آیا تھا۔

زندگی کا ایک پہر اور گزر گیا تھا ایلا اور ماہی دونوں اسکے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ دونوں جانتی تھیں آج روحان آنے والا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے لیکن سر پر چوٹ لگی تھی"

روحان نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"شاک لگا ہے اسے شاید اسی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔۔!!" روحان افسردہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"یہ بیچاری ہانی کی قسمت کہ اسے شاک

(Shock)

دینے والا شوہر ملا ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں روحان جبیل تو لندن کی بڑی بڑی شخصیات کو گہرے

Shocks

دیتا ہے اور یہ وہ تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہے" ایلا شرارتی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

ایلا کی بات سن کر ماہی نے اسے گھورا تھا جبکہ روحان پریشان کھڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آگے کیا ہو گا۔۔؟ وہ _حانم کے ردعمل سے نابلد تھا

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے ؟؟" ماہی نے پوچھا۔

"انہوں نے کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے جب ہوش آجائے تو گھر لے جا سکتے ہیں"

"ہمم۔۔ میں دیکھتی ہوں۔۔" ماہی کہتی کمرے کے اندر چلی گئی تھی۔ جبکہ ایلا غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"ایک سال بعد ملی ہوں آج آپ سے مجھے آج بھی یقین نہیں ہوتا کہ آپ آر جے ہی ہیں مطلب کوئی اتنا کیسے بدل سکتا ہے__؟؟" ایلا نے اپنے دل کی بات کر ہی دی تھی۔ روحان نے گہری نظروں سے ایلا کو دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اسکے اس طرح دیکھنے پر ایلا سٹپٹا گئی تھی۔

"یہ تو سچ میں آر جے ہے۔۔" ایلا زیر لب بڑبڑائی۔ روحان کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر اسے وہ دن یاد آگیا تھا جب اس نے حشام اور ملی کے ساتھ بیٹھے آر جے کا آٹو گراف لیا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک اور ذہانت اسکے آر جے ہونے کی گواہ تھی۔

"کوئی بھی انسان کبھی بھی بدلتا نہیں ہے وہ وہی رہتا ہے اسکا اصل وہی ہوتا ہے بس یا تو وہ بگڑ جاتا ہے یا پھر سدھر جاتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں انسان بدل گیا ہے" وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے ایلا کچھ کہتی اچانک حانم کے کمرے سے شور کی آوازیں ابھری تھی۔

"تم سب نے مل کر مجھے دھوکا دیا ہے سب نے مجھے بے وقوف بنایا ہے" حانم دبی دبی آواز میں چلا رہی تھی۔ شدت جذبات سے اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جس شخص کا وہ نام سننا بھی گنوارا نہیں کرتی تھی۔ وہ اسکی زندگی کا سب سے اہم فرد بن گیا تھا اور تو اور وہ انجانے میں اسی شخص سے محبت کر بیٹھی تھی۔

"ہانی تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا وہ روحان بن حیدر جبیل ہے آر جے نہیں" ماہی نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

"سب سمجھ آرہا ہے مجھے اب سب سمجھ رہی ہوں۔۔" حانم نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔ ایلا بھی کمرے میں آگئی تھی۔ جبکہ روحان کمرے سے باہر کھڑا اسکی باتیں سن رہا تھا۔

"اپنے دل سے پوچھو ہانی۔۔ تمہیں محسوس ہو گا تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا۔ سب تم سے پیار کرتے ہیں۔۔ سب"ماہی نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اشارہ دیا تھا۔ حانم آنسوں ضبط کرتی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"چلو اٹھو اب ہم نے گھر جانا ہے اور اس سے پہلے روحان سے مل لو کب سے باہر بیٹھا تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے"ماہی اسکا ہاتھ دباتی ایلا کو لے کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

حانم نے تھک ہار کر بیڈ سے ٹیک لگالی تھی۔

وہ تھک گئی تھی۔ وہ ماضی کو نہیں سوچنا چاہتی تھی روحان کے آنے سے اسکی زندگی کتنی خوبصورت ہو گئی تھی۔ وہ جیسے سارے غم بھول گئی تھی اور اب روحان کو دیکھ کر جیسے اسکے سارے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔۔؟؟ دماغ جیسے سن ہو کر رہ گیا تھا۔کوشش کے باوجود بھی اسکی بند آنکھوں سے ایک آنسو نکلا اور کنپٹی پر پھسلتا چلا گیا۔

"میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں آنے دونگا اور آج مجھے خود پر افسوس ہو رہا ہے_"روحان کی آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔وہ اسکے سامنے کھڑا تھا اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ۔سفید رنگ کی شرٹ کی بازو پر سرخ داغ لگے تھے۔وہ شاید حانم کا خون تھا جو پیشانی پر چوٹ کی وجہ سے نکلا تھا۔یعنی وہ اٹھا کر لایا تھا۔ حانم یہ سوچ پر دنگ رہ گئی تھی۔ وہ چہرہ دوسری جانب پھیر چکی تھی اور ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست لیا تھا۔روحان اسکے یوں چہرے کا رخ بدلنے پر حیران ہوا تھا۔اسے لگا تھا کہ وہ چیخے گی برا بھلا کہے گی لیکن نہیں وہ خاموش تھی۔

"حانم۔۔"کتنے جذب سے پکارہ تھا اس نے۔حانم نے آنکھیں میچیں۔اسکا دل دھڑکا تھا۔ایسے ہی وہ اسے فون پر پکارا کرتا تھا۔

"میں آرجے نہیں رہا اب میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہونگا اور نہ ہی معافی مانگوں گا شاید مجھے اسکا حق نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم سے گزارش ہے کہ میری محبت کو مت دھتکارنا۔۔"

اسکا نرم گرم لہجہ جذبات کی آنچ سے دہک رہا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔ آنسوؤں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے صاف کیا تھا۔ کتنا خوش تھی وہ آج کے دن لیکن پھر ساری خوشیاں جیسے غموں میں بدل گئیں۔ کچھ پل گہری خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔ حانم اپنے چہرے پر اسکی گہری نظروں کی تپش کو محسوس کر رہی تھی۔ حانم کو لگا تھا اسکا سانس رک جائے گا۔ وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

"دھیان سے۔۔" روحان بیتابی سے اسکی جانب لپکا تھا۔ وہ اسے پکڑنا چاہتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔" حانم نے ہاتھ اٹھا کر اسے دور رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ اسکا لہجہ سرد تھا۔ روحان ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ وہ اپنے سکارف کو اچھی طرح سر پر لپیٹتے ہوئے اب جوتے پہننے کی کوشش کر رہی تھی۔ روحان سنجیدہ چہرہ لیے بغور اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ناراض اور مصروف سی اچھی لگ رہی تھی۔ سال بعد اسے اپنی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نیچے جھک کر جوتے پہننے پر درد کی ایک ٹھیس اسکے سر میں اٹھی تھی۔ شاید نیچے گرنے کی وجہ سے گردن پر بھی چوٹ آئی تھی۔ اسے کراہتے دیکھ کر وہ حانم کی طرف لپکا۔

"مجھے لگا تھا کہ ان چھ سالوں میں تم بھی بدل گئی ہوگی۔۔ لیکن نہیں۔ مجال ہے جو ام حانم بدل جائے وہ آج بھی ویسی ہی ضدی اور ہٹ دھرم ہے" اسکے خوبصورت جوتے کو نیچے سے اٹھا کر اسکی جانب بڑھاتے ہوئے وہ گھمبیر سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ حانم نے اسکے قریب آنے پر گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ اب یہ جوتا میرے سر میں مت ماردینا پہننے کے لئے دیا ہے" اسکے تیکھے لہجے پر حانم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ انتہا کا صاف گو تھا۔

"تت۔۔ تم۔۔" وہ کہنا چاہتی تھی لیکن تم کا لفظ اسکی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا۔ وہ پورا ایک سال اسے آپ آپ کہتی رہی تھی۔ محبت سے زیادہ وہ روحان حیدر سے عقیدت رکھتی تھی۔

"میں خود پہن لوں گی۔۔" حانم نے ایک جوتا پہننے کے بعد دوسرا اٹھانے کیلئے دوبارہ جھکی۔

"مجھے ضدی اور ہٹ دھرم لڑکیاں نہیں پسند" وہ ایک گھٹنا زمین ہر ٹکائے بیٹھا تھا۔ نظریں حانم کے چہرے پر تھیں۔ جبکہ حانم اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ اس ایک سال میں اس نے روحان کی ہر بات مانی تھی۔ وہ کافی تابعدار ثابت ہوئی تھی۔ اب آرجے کو اپنے سامنے دیکھ کر اس میں ہانی والی روح جاگ اٹھی تھی۔

حانم اب دوسرا جوتا بھی پہن چکی تھی۔ اس نے خود کو سخت الفاظ کہنے سے روکا ہوا تھا۔

"چلیں" روحان نے کھڑے ہو کر اسکی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"شکریہ۔۔" حانم اسکے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر کے بیڈ سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

روحان بس ایک سرہ آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

انہیں گھر چھوڑنے کے بعد روحان حشام کے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پورا راستہ وہ خاموش سی گاڑی سے باہر دیکھتی رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا روحان جیسے ہمسفر کے ملنے پر ہنسے یا آرجے کے لوٹ آنے پر روئے۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ قسمت کی اس ستم ظریفی پر وہ کیا کرے؟ حانم کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ کاش وہ نکاح والے دن اسے دیکھ لیتی لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا۔ گاڑی رکنے پر وہ سب سے پہلے گاڑی سے اتری تھی اور پھر بنا پیچھے دیکھے وہ بلڈنگ کی طرف بڑھی تھی۔

"پریشان مت ہونا روحان وہ تھوڑی پاگل ہے تم بھی جانتے ہو لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" ماہی نے اسے تسلی دی تھی جس پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔

حانم اپنے کمرے میں پریشانی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، اگر وہ آسیہ بیگم سے بات کرتی تو یقیناً وہ سب پوچھتیں۔

"تم سب نے مل کر دھوکا دیا ہے مجھے۔۔" حانم کی سماعت سے اسکے اپنے الفاظ ٹکرائے۔

"ہانی تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا وہ روحان بن حیدر جبیل ہے آرجے نہیں" ماہی نے کہا تھا۔

"افففف" حانم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما تھا۔ وہ انجانے میں کیا بول گئی تھی لیکن جو جواب ماہی نے دیا تھا اسے اب احساس ہو رہا تھا یقیناً وہ بہت کچھ جانتی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔۔؟؟" حانم کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے لیٹ گئی تھی۔ آنکھوں کو بند کیا تھا۔ وہ سو جانا چاہتی تھی۔۔ پریشانیوں سے بچنے اور غلط سوچوں کو اپنے ذہن سے نکالنے کا یہی ایک بہترین طریقہ تھا۔ وہ اس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی سب کیا ہوا تھا کیوں ہوا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ کتنی ہی دیر آنکھیں موندے لیٹی رہی تھی اور پھر شاید ابھی تک وہ دواؤں کے زیر اثر تھی اسی لئے سو گئی۔

"کیسا لگا حانم سے مل کر۔۔؟؟" یہ ایلف تھی۔ وہ جانتی تھی روحان آج اس سے ملنے والا تھا۔ اسی لئے اس نے رات کو فون کیا تھا۔

"مجھے خود سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ مجھے جس ردعمل کی توقع تھی وہ نہیں ہوا لیکن جو نہیں سوچا وہ ہو رہا ہے وہ خاموش ہے اس نے کچھ نہیں کہا مجھ سے" روحان نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایلف کو بتا دیا تھا۔ وہ اچھی لڑکی تھی اور ہمیشہ مفید مشورہ دیتی تھی۔

"یعنی ایک سلفائٹ نے دوسرے سلفایٹ کو حیران کر دیا ہے۔۔" وہ مسکرائی تھی۔

"ہاں بہت زیادہ۔۔" روحان نے اعتراف کیا تھا۔

"یقیناًوہ صدمے کے زیر اثر ہو گی اسے کچھ وقت دو حالات کو سمجھنے کا اور تم خود اسے سمجھنے کی کوشش کرو امید ہے سب بہتر ہو گا۔"

ایلف کی بات سن کر روحان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ ایلف فون بند کر چکی تھی۔ جبکہ روحان ایک بار پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

"صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے ماہم کی شادی میں، میں چاہتی ہوں ماہی بیٹا اب تم بھی شادی کر لو حانم کی بھی ہو چکی ہے میں چاہ رہی ہوں ماہم کے ساتھ ہی حانم کی بھی رخصتی ہو جائے۔۔ بس ایک تم رہ گئی ہو۔۔" آسیہ بیگم کا فون تھا۔ ماہی غور سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"آپ میری چاہت سے واقف ہیں چھوٹی امی میں حشام کے علاوہ کسی اور کا نہیں سوچ سکتی جب تک وہ شادی نہ کر لے میں بھی نہیں کرونگی میں اسکا انتظار کرونگی۔۔" ماہی اب انہیں چھوٹی امی کہہ کر بلاتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پر خلوص تھیں۔

"حمدان تمہیں لے کر پریشان رہتے ہیں ماہی اور مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ میری اپنی بیٹیوں کی شادی ہو جائے اور تمہاری نہیں میں تمہیں بھی اپنے گھر میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" آسیہ بیگم پریشان تھیں۔

"میں جانتی ہوں بابا بھی یہی چاہتے ہیں اگر آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں تو میرے لئے دعا کیا کریں میری خوشی حشام ہے۔۔ صرف حشام۔۔"

"لیکن ماہی بیٹا اسکا تو رشتہ ہو چکا ہے۔۔ منگنی بھی۔۔ تم ابھی بھی۔۔" آسیہ بیگم بات ادھوری چھوڑ گئی تھیں۔ بی جان نے حشام کا رشتہ اپنی بھانجی سارہ سے کر دیا تھا۔ انکی بات سن کر ماہی کو اپنے اندر کچھ کٹتا محسوس ہوا تھا۔ لیکن وہ آنسو ضبط کر گئی تھی۔

"جانتی ہوں اور ابھی نکاح نہیں ہوا نکاح ہونے تک مجھے انتظار کرنا ہے"ماہی کا لہجہ اٹل تھا۔ آسیہ بیگم گہری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔

وہ پین سے گرم دودھ کو گلاس میں ڈال رہا تھا جب دروازے پر ہونے والی مسلسل بیل نے اسکی توجہ اپنی جانب مزول کروائی ی۔

"آرہا ہوں صبر کرو۔۔"جورڈن نے چھوٹے سے کچن سے ہی ہانک لگائی تھی۔ وہ اس وقت ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ بالوں کو اس نے پونی میں قید کیا ہوا تھا۔ ٹی شرٹ سے اسکے کسرتی بازو نمایاں تھا۔ اسے باکسنگ اور جم جانے کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اور آہستہ آہستہ باکسنگ کا شوق اسکا پیشہ بن گیا تھا۔ دودھ کے گلاس کو لاؤنج میں پڑے میز پر رکھنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا باہر کھڑے لوگوں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ پہلے وہ حیرت سے حشام جبیل، روحان جبیل اور ضیا جبیل کو دیکھتا رہا تھا اور پھر اسکی آنکھوں میں نفرت کے شعلے بھڑکے۔

ایک ہی پل میں غصے سے اسکا دماغ گھوما۔ جورڈن نے اپنی مٹھیوں کو بھینچ کر سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا جو اسکا باپ تھا۔ جسے وہ اپنی ماں کا قاتل سمجھتا تھا۔ جورڈن نے بنا کچھ کہے دروازہ بند کرنا چاہا جسے آگے بڑھ کر حشام نے پکڑا تھا۔

"پلیز جورڈن ایک بات ہماری بات سن لو۔۔"حشام نے منت کی تھی۔ ضیاء جبیل کی آنکھوں میں اپنے کڑیل جوان بیٹے کو دیکھ کر نمی ابھری تھی۔ وہ مارتھا سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیوں آئے ہو تم لوگ؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے میں تم سب سے نفرت کرتا ہوں۔۔"جورڈن دھاڑا تھا۔

"ہم چلیں جائیں گے میرے بچے۔۔ بس ہماری بات سن لو ایک بار۔۔"ضیاء جبیل نے بھرائی آواز میں کہا تھا۔ جورڈن نے غصے سے دونوں دانتوں کو بھینچا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ سامنے کھڑے شخص کا خون کر دیتا۔

ضیاء جبیل کو پیرس حشام نے بلایا تھا۔ جورڈن سے ملنے کے بعد کتنے ہی دن حشام پریشان رہا تھا۔ وہ اپنے باپ سے ناراض رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس نے اب ضیاء جبیل کو بلایا تھا تاکہ وہ جورڈن سے معافی مانگ سکیں اور اسے اپنائیں۔

"مجھے کوئی بات نہیں سننی جاؤ یہاں سے۔۔۔"

وہ پھر چیخا۔

"تمہیں مارتھا تائی امی کی قسم ہے جورڈن ایک بار بات سن لو۔۔"روحان کے کہنے جورڈن کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ تھک گیا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کر کے انہیں اندر آنے دیا تھا۔

ضیاء جبیل نے جورڈن سے معافی مانگی تھی وہ اسے پاکستان لے جانا چاہتے تھے۔ وہ اسکا خون تھا۔ جورڈن خاموش بیٹھا رہا تھا۔

"آپ مجھے میری ماں واپس نہیں لوٹا سکتے میری محرومیوں والی زندگی اور بچپن کا مداوہ نہیں کر سکتے۔۔ آپ کچھ نہیں کر سکتے پھر کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے میری ماں آپکی بے وفائی کے دکھ میں مری ہے مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے جائیں یہاں سے"وہ دبی دبی آواز میں چلا رہا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میرے بچے میں تمہیں اتنے سالوں میں ایک پل کیلئے بھی نہیں بھولا۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔"ضیاء جنیل رو دیئے تھے۔

"یقیناً تائی امی نے تمہیں معاف کرنا سکھایا ہو گا جورڈن معاف کر دو بڑے ڈیڈ کو وہ ابھی اتنے سالوں سے سکون کی نیند نہیں سوئے۔۔ پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہے ہیں"روحان نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور جورڈن کو مارتھا یاد آگئی تھی جو اسے معاف کرنے اور محبت کا درس دیتی تھی۔ حشام سارا وقت خاموش رہا تھا۔ وہ ان دونوں باپ بیٹوں کو اپنے اپنے دل کی باتیں کہہ دیتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔

"ہانی پیکنگ ہو گئی تمہاری۔۔۔؟؟" ماہی اسکے کمرے میں داخل ہوتی پوچھ رہی تھی۔ جو بے دلی سے سوٹ کیس میں اپنے کپڑے رکھ رہی تھی۔

"کر رہی ہوں۔۔" حانم نے سرد سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ وہ سب لوگ پاکستان جا رہے تھے۔ ماہم کی شادی تھی۔ شام کی فلائیٹ تھی انکی۔ حانم ماہی اور ایلا کے ساتھ ساتھ سب سے ناراض تھی۔

وہ کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ ان چھ سالوں میں وہ پہلی بار پاکستان جا رہی تھی۔ جسکی وجہ سے وہ پاکستان چھوڑ کر آئی تھی وہ اب اسکی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن گیا تھا۔۔ اب پاکستان سے کیا دشمنی تھی۔

ماہی نے غور سے حانم کو دیکھا تھا جسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ ماہی جانتی تھی حانم بہت غصے میں تھی۔ اگر وہ کم غصے میں ہوتی تھی تو لڑ جھگڑ لیتی تھی۔ لیکن بہت زیادہ غصہ اسے صدمے میں پہنچا دیتا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ گہرے صدمے میں تھی۔ اسی لئے خاموش تھی۔

"ٹھیک ہے اچھی بات ہے۔۔ پیکنگ کر کے آجاؤ ناشتہ کر لو۔۔ روحان بھی آیا ہے۔۔" ماہی اسے اطلاع دیتی جا چکی تھی۔ جبکہ حانم کی غصے سے تیوری چڑھی۔

وہ تینوں جورڈن کے پاس سے واپس آگئے تھے۔ جورڈن نے ناچاہتے ہوئے بھی انہیں معاف کر دیا تھا۔ لیکن پاکستان جانے سے منع کر دیا تھا۔

وہ کسی صورت پاکستان جا کر انکے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ضیاء جبیل نے بہت منتیں کی تھیں۔ لیکن وہ لوگ اسے نہیں منا پائے تھے۔۔ ایک بوجھ سا ضیاء جبیل کے دل سے اتر گیا تھا۔ جبکہ جورڈن کے انکار نے انہیں مزید ایک بوجھ تلے دبا دیا تھا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ واپس آگئے تھے۔

وہ تیار شیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ نیچے کھانے کی میز پر سب کے ساتھ روحان موجود تھا۔ حانم انہیں نظر انداز کرتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔

"ہانی کہاں جا رہی ہو تم؟ ناشتہ نہیں کرنا کیا۔۔؟؟"

ماہی نے اسے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔۔" وہ سرد لہجے میں کہتی باہر نکل گئی تھی۔ ۔ماہی نے سوالیہ نظروں سے روحان کو دیکھا تھا جس نے کندھے اچکا کر اپنی بے خبری کا اظہار کیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی تھی۔

حشام پوری توجہ سے کلاس کو لیکچر دے رہا تھا جب کلاس روم کے دروازہ پر ہونے والی دستک نے چونکایا۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے مسٹر حشام جبیل۔۔" حانم کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ پوری کلاس کبھی حشام کو تو کبھی حانم کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کلاس سے معذرت کرتا باہر نکل آیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں موجود تھے۔

"خیریت مسز حانم روحان جبیل کو آج میری یاد کیسے آئی۔۔؟؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ تھا۔

"آپ بھی سب کے ساتھ ملے ہوئے تھے نا۔۔؟؟"

حانم کے خوبصورت چہرے پر غصہ تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ نے سردی کی شدت کو تھوڑا کم کیا تھا۔ لیکن دھوپ کا یہ دورانیہ بہت ہی کم ہوتا تھا۔

اسکی بات سن کر حشام نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"مجھے جو ٹھیک لگا وہی کیا۔۔" حشام نے نرم لہجے میں جواب دیا تھا۔

"آپ جانتے تھے نا کہ میں آرجے سے نفرت کرتی ہوں آپ نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ زندہ ہے۔۔ اور اور۔۔" شدت جذبات سے حانم کی آواز کانپ رہی تھی۔

"سالوں تک روحان بھی آپکو مرا ہوا سمجھتا رہا ہے۔۔ ہر سکے کے دو رخ ہوتے ہیں حانم۔۔ آپ نے بس ایک دیکھا ہے، جب آپ دوسرا دیکھیں گی تو یقیناً آپکو آپکے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا اسکی بات کاٹ چکا تھا۔ حانم بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

خاموشی ___ گہری خاموشی ___ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی حشام کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے نا۔۔؟؟ مجھے آرجے کے ساتھ نہیں۔۔ کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے اگر میں اس سے طلاق لے لوں۔۔"

وہ چاہ کر بھی "روحان سے طلاق" کا لفظ استعمال نہیں کرپائی تھی۔ حشام تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ حیرت سے حانم کو دیکھ رہا تھا جو کافی پرسکون کھڑی تھی۔

کچھ دیر تک وہ حانم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا جیسے تصدیق چاہتا ہو کہ وہ مذاق کررہی تھی یا سچ کہہ رہی تھی۔ سورج کی روشنی خاص زاویے سے حانم کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ اور پھر اسکا پیدائشی نشان چمکا تھا۔۔ تیز روشنی حشام کی آنکھوں سے ٹکرائی تو وہ رخ پھیرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

_ یہ روشنی ہمیشہ اسکی نظروں کو حانم کے چہرے سے ہٹا دیتی تھی اور یہ ثابت کرتی تھی اسے دیکھنا کا حق حشام کو نہیں

"ہرگز نہیں۔۔" حشام بولا تو اسکا لہجہ سخت تھا۔

"لیکن کیوں۔۔۔؟؟" حانم نے پوچھا۔

"آپ پاگل ہوگئی ہیں ام حانم۔۔ آپ میرے بھائی کی بیوی ہیں۔۔ میرے لئے قابل احترام۔۔ لگتا ہے روحان کو زندہ دیکھ کر آپکے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرنا چھوڑ گئی ہے۔۔ لیکن اسکا زندہ ہونا اللہ کا حکم اور مرضی ہے میرے دل میں جو جذبات تھے وہ دو سال پہلے تھے اب نہیں رہے بہتر ہوگا آپ حالات کو

سمجھنے کی کوشش کریں اور آئندہ اس طرح کا خیال اپنے ذہن میں مت لائیں" حشام کا لہجہ سخت تھا۔وہ کافی غصے میں تھا۔حانم اسکی بات سن کر لاجواب ہو چکی تھی۔وہ کافی دیر خاموش کھڑی رہی اور بنا کچھ کہے وہاں واپس چلی گئی۔

حشام جو رخ موڑے کھڑا تھا اسکے جانے کے بعد پلٹا اور نم آنکھوں سے اسے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔بہت مشکل ہوتا ہے اس شخص کا دل توڑنا جسے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں_وہ دھیرے دھیرے اسکی نظروں سے دور ہو رہی تھی۔اسے حانم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ

تعلق بہت دِنوں تک نہیں رہے گا

کسی سفر کی کسی سڑک پر بغیر پوچھے بغیر بولے

بغیر اک دوسرے کو دیکھے

نظر جُھکائے

خود اپنی اپنی مسافتوں پر نکلنا ہو گا

میں جانتا ہوں کسی پڑاؤ پہ عُمر بھر کے لئے اچانک بچھڑنا ہو گا

__سو ایسا کر لیں

ہم ایک دوجے کو دل میں بھر لیں

میں تجھ کو سارے کا سارا رٹ لوں

تُو مجھ کو سارے کا سارا پڑھ لے

سُنا ہے لمبی مسافتوں کے سفر میں زادِ سفر نہ ہو

!!___طویل رستے نہیں گزرتے

حشام نے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر سوچا تھا۔۔ لیکن وہ یہ اچھے سے جانتا تھا صرف وہی اسکو دل میں بھرنے والا تھا۔۔ صرف وہی اسے رٹنے والا تھا نہ وہ اسے چاہتی تھی اور نہ کبھی ایسا ممکن تھا۔ وہ اس وقت غصے میں تھی۔ کچھ سوچ نہیں پا رہی تھی لیکن وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ صرف روحان جبیل سے محبت کرتی تھی_

وہ تمام لوگ اس وقت ایئر پورٹ پر موجود تھے۔ ماہی، ایلا، حانم، روحان، حشام اور ضیاء جبیل وہ سب پاکستان جا رہے تھے۔ ماہم کی شادی تھی۔ جو کافی دھوم دھام سے ہونی تھی۔ حانم کی دوبارہ ابھی تک براہ راست روحان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس سے چھپ رہی تھی اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ روحان یہ بات اچھے سے جانتا تھا۔ وہ خاموش تھا وہ چاہتا تھا کہ حانم تھوڑا وقت لے اور سب سمجھنے کی کوشش کرے۔

ماہی غور سے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ اسے خوشی ہو رہی تھی وہ انکے ساتھ جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ماہی کو احساس ہوا تھا کہ حشام کے چہرہ کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کافی کمزور ہو گیا تھا۔ لیکن وہ پوچھ نہیں پائی تھی۔ شام کے اس پہر میں وہ پیرس کو خیر آباد کر کے پاکستان کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

حشام اور ضیاء جبیل اکٹھے بیٹھے تھے۔ حانم کی سیٹ ماہی کے ساتھ لیکن اسکی سیٹ پر ایلا بیٹھ چکی تھی۔

"یہ میری سیٹ ہے۔۔" حانم نے دہائی تھی۔

"سوری لیکن مجھے اور ماہی کو ایک ساتھ سفر کرنے کی عادت ہے ویسے بھی میرا دل خراب ہو جاتا ہے۔ میں اپنے کرش کے پاس بیٹھ کر اسکا بھی دل خراب نہیں کر سکتی۔۔" ایلا شرارت سے کہہ رہی تھی۔ حانم نے اسے گھورا تھا۔

"جاؤ اپنے شوہر کے ساتھ جا کر بیٹھو ایسا موقع بار بار نہیں ملتا۔۔" ایلا نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

حانم کا چہرہ سرخ ہوا۔ وہ مزید ایلا کی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔ اسی لئے روحان کی طرف بڑھ گئی۔

"مجھے اُس طرف بیٹھنا ہے۔۔" روحان کے پاس پہنچ کر اس نے جیسے حکم دیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں" روحان نے مسکراہٹ دبا کر اسے گزرنے کی جگہ دی۔ حانم نے بیٹھنے کے بعد چہرے کا رخ شیشے کی جانب موڑ لیا تھا۔

"کیا ہم بات۔۔"

"بالکل نہیں۔۔" روحان کی بات مکمل ہونے سے پہلے حانم انکار کر چکی تھی۔

"لیکن کیوں؟" وہ اداس ہوا۔

"میری مرضی" حانم نے منہ بنایا۔ روحان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

"لیکن مجھے تو بولنے کی عادت ہے۔" وہ جان بوجھ کر اسے چڑا رہا تھا۔ حانم نے ایک سرد سی نظر اس پر ڈالی اور پھر سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس نے خود کو اب حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ اسے اب افسوس ہو رہا تھا۔ طلاق کا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

لیکن جانے کیسے اس نے یہ لفظ اپنے منہ سے نکالا تھا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ غصہ واقعی بہت بری چیز ہے۔ انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر دیتا ہے۔ وہ جو اس سے بات تک کرنا نہیں چاہتی تھی کچھ دیر روحان کے کندھے سے سر ٹکائے بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔ وہ پر سکون اور مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اسے سوتا دیکھ کر روحان کے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔ اور ایسا ہی سکون حانم کو اسکی قربت میں محسوس ہوا تھا تب ہی وہ سب کچھ بھلائے سو رہی تھی۔
ایلا نے پیچھے مڑ کر دونوں کو دیکھا اور وکٹری کا نشان بنا کر روحان کو گڈ لک بولا اسکی اس حرکت پر روحان مسکرا دیا تھا اور پھر حانم کے گرد بازو کا حصار قائم کیا۔ "وہ اسکی تھی" یہی سوچ اس میں ایک نئی روح پھونک جاتی تھی۔

حمدان ولا میں ایک دم ہی بہت رونق ہو گئی تھی۔ وہ لوگ رات کو پہنچے تھے۔ آسیہ بیگم ماہی اور حانم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ دونوں سالوں بعد پاکستان آئی تھیں۔ ماہم بہت خوبصورت اور خوش نظر آ رہی تھی۔ رات کا کھانا بہت اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا۔

کھانے کے بعد حسّام اور ضیاء جبیل اپنے گھر چلے گئے تھے جو پاس ہی تھا۔ البتہ روحان حمدان صاحب کے ساتھ بیٹھا کچھ اہم باتیں کر رہا تھا۔

حمدان انکل اس سے شادی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ انہیں لاؤنج میں باتوں میں مگن دیکھ کر حانم کچن میں آسیہ بیگم کے پاس آگئی تھی جو چائے بنا رہی تھیں۔ جبکہ ایلا اور ماہی ماہم کے کمرے میں اسکی شاپنگ دیکھ رہی تھیں۔

"بہت خوشی ہوئی آج مجھے اپنے بچوں کو گھر میں دیکھ کر۔۔" آسیہ بیگم واقعی خوش نظر آرہی تھیں۔

"مجھے بھی۔۔" حانم مسکرادی تھی۔

"میں نے اور حمدان نے فیصلہ کیا ہے کہ ماہم کے ساتھ ہی تمہاری بھی رخصتی کر دیں۔۔" آسیہ بیگم نے مصروف سے لہجے میں کہا تھا۔

سٹول پر بیٹھی حانم ایک دم اچھلی تھی۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟؟" وہ ہکلائی۔

"ہاں۔۔ تمہیں بھی ساتھ ہی رخصت کیا جائے گا۔۔

دو تین دنوں میں اپنی شادی کی تیاری کر لو۔۔"

آسیہ بیگم بتا رہی تھیں جبکہ حانم حیرانگی سے انکی پشت کو گھور رہی تھی۔

"میری رخصتی کیوں۔۔ خیریت۔۔؟؟"

"کیوں۔۔؟ تم نے رخصت ہو کر اپنے گھر نہیں جانا۔۔ ویسے بھی تمہاری ساس کہہ رہی تھی کہ انکی سید حویلی ویران پڑی ہے۔۔ وہ تمہیں اب اپنی حویلی میں دیکھنا چاہتی ہیں۔۔" حانم کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔

"ایسے کیسے میں رخصت ہو کر چلی جاؤں؟؟ آپ لوگوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ لڑکا کماتا بھی ہے یا نہیں۔۔ اماں آپکو پتا بھی ہے آپکا داماد بے روزگار پھرتا ہے۔۔" حانم نے گویا اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔

"بے روزگار۔۔؟؟" آسیہ بیگم نے حیرت سے اسے پلٹ کر دیکھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا۔۔؟ کیا کام کرتا ہے وہ؟؟"

حانم ناک منہ چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔

"پڑھ رہا ہے اور بتا رہا تھا ایک بہت بڑی لیب میں ایک سائنسدان کے طور پر کام کرتا ہے اتنا کم ہے کیا تم مستقبل کے ایک عظیم سائنسدان کی بیوی ہو۔۔" حانم حیرت سے منہ کھولے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جو روحان کے متاثرین میں شامل تھی۔

"اور تو اور دین کا کام بھی کر رہا ہے ماشاءاللہ اتنے اچھے بیان کرتا ہے سن کر خوش ہو جاتی ہے۔۔" حانم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ یہاں اسکی دال نہیں گلنے والی تھی۔

"اتنا نیک شریف بچہ ہے۔۔ اتنے ادب سے بات کرتا ہے"

"اماں میں تھک گئی ہوں سونے جا رہی ہوں"

حانم مزید اسکی تعریفیں نہیں سن سکتی تھی۔

"ارے چائے تو پی لو اب۔۔" وہ چائے کپ میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"نہیں بس ٹھیک ہے۔۔" وہ جانے کیلیے پلٹی تھی اور پھر دروازے میں ایستادہ روحان کو دیکھ کر گڑبڑا گئی تھی جو گہری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ اپنے داماد کو پلا دیں چائے۔۔" وہ روحان کو گھورتی اسکی جانب بڑھی تھی جو اب دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"راستہ دیں۔۔" حانم نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا۔ البتہ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"میری برائیاں کی جا رہی تھیں۔۔؟؟" وہ شرارتی لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں" حانم نے منہ پھلا کر جواب دیا۔

"ارے بیٹا تم یہاں میں بس آہی رہی تھی چائے لے کر۔" آسیہ بیگم اسے کچن کے دروازے میں دیکھ کر بوکھلا گئی تھیں۔ روحان نے سیدھے ہوتے ہوئے حانم کو راستہ دیا جو بنا کچھ کہے سنے وہاں سے رفوچکر ہوگئی تھی۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟؟" وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں رخصتی کی بات کر رہی تھی حانم سے۔۔"

"پھر کیا کہا اس نے؟؟" وہ بے چین ہوا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔۔"

آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔۔ میں کر لونگا بات اس سے"

وہ انہیں تسلی دے رہا تھا۔ آسیہ بیگم اسکی بات سن کر مسکرا دیں۔

وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ حانم کو لگا کہ ملازمہ چائے دینے آئی ہوگی۔

"آجاؤ۔۔" وہ اب لیٹ چکی تھی۔ کمبل اوپر لیا۔ تھک گئی تھی۔ اسے ہمیشہ سفر کے بعد بہت نیند آتی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا اور وہ اندر آیا۔

"بیگم صاحبہ کو نیند آگئی ہے؟؟" وہ سنجیدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ حانم کرنٹ کھا کر اٹھی۔

"آپ۔۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟؟" حانم حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"آج جب میں نے یہ گھر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ سالوں پہلے جب بارش میں بھیگتی ایک لڑکی اس گھر سے باہر نکلی تھی تو وہ واقعی تم تھی۔۔ لیکن اس وقت میں نے اسے اپنا وہم سمجھا تھا۔۔" وہ اب کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حانم اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اسکے کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔

"کتنا پاگل ہوں نا میں بھی۔۔جب تم پاس تھی تو خبر نہیں تھی کہ کہاں رہتی ہو اور جب دور ہوئی تو یہاں بس گئی۔۔" روحان کھڑکی میں کھڑے ہوئے اپنے سینے پر دل کے مقام پر انگلی رکھے بتا رہا تھا۔حانم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں سوچتا تھا کہ کیا کبھی مجھے کسی سے محبت ہو گی؟؟میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ نا جانے مجھے کتنی شادیاں کرنی پڑیں گی۔۔" وہ خود ہی مسکرا دیا۔ایک پل کیلیئے حانم اسکی مسکراہٹ میں گھم سی ہو گئی تھی۔

"لیکن جب محبت نے مجھ پر حملہ کیا تو میں دنگ رہ گیا ایک لڑکی کیلیئے میں در بدر پھرا ہوں شاید تم یقین نہ کرو مسز ام حانم لیکن روحان جبیل کو ام حانم سے شدید محبت ہے۔۔"

وہ پھر مسکرا دیا تھا۔حانم اسکی بات سن کر سٹپٹا گئی تھی۔

"سنو۔۔تم جو چاہو سزا دے لو لیکن ملی والی بات کو کسی کے سامنے مت لانا میں تمہارا نام کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔۔!!" روحان کے لہجے میں التجا تھی۔حانم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ اسکی پلکیں جھک گئی تھیں۔ وہ جانتی تھی وہ اس شخص سے بدتمیزی نہیں کر سکتی تھی۔۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اس پر چیخے چلائے اسے برا بھلا کہے لیکن جب بھی وہ سامنا آتا تھا۔۔ حانم کی زبان سے کوئی غلط لفظ ادا ہی نہیں ہوتا۔۔ وہ اب آرجے نہیں تھا جسے سے آگ لگانے والے جملے سناتی تھی۔ وہ روحان جبیل تھا___ سید روحان بن حیدر جبیل۔۔۔ کچھ لوگوں کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ لوگوں کے دلوں میں انکا رعب اور عزت ڈال دیتا ہے۔۔اور شاید روحان جبیل ان خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھا جسے اللہ نے ہمیشہ بہت عزت سے نوازا تھا۔

"جھوٹ بھول رہے ہیں آپ کوئی محبت نہیں کرتے نہ مجھے یقین ہے۔۔" حانم نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا تھا۔

"کیسے یقین کرو گی۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر سوچ میں پڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی روحان جبیل کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ اس سے شدید نفرت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن نہیں کر پارہی تھی وہ اس شخص کے سامنے بےبس ہوگئی تھی۔وہ کافی دیر سوچتی رہی تھی۔

"مجھے سید حویلی چاہیے" حانم نے سوچنے سمجھنے کے بعد ڈیمانڈ کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر ایسا بول رہی تھی۔ وہ بس روحان کا ردعمل دیکھنا چاہتی تھی۔ اسکی بات سن کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ حانم کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"شکر ہے جان چھوٹی یااللہ کہاں پھنسا دیا ہے مجھے۔۔" وہ پھر سے سونے کیلئے لیٹی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے۔۔ حانم نیم غنودگی کی حالت میں تھی جب کمرے کا دروازہ جھٹکے سے کھلا۔ حانم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"اب کیا ہے۔۔؟؟" وہ سرخ آنکھیں لئے پوچھ رہی تھی۔

"یہ لو۔۔" روحان نے ایک فائل حانم کے سامنے بیڈ پر رکھی۔

"یہ کیا ہے۔؟؟" وہ نیم غنودگی کی حالت میں پوچھ رہی تھی۔ روحان کو وہ نیند سے بوجھل آنکھیں لئے بہت دلچسپ لگ رہی تھی۔

"کھول کر دیکھ لو۔۔" روحان کے کہنے پر حانم نے فائل کو کھول کر دیکھا تھا۔ اور پھر اسکی نیند اڑن چھو ہوئی۔ وہ سید حویلی کے کاغذات تھے۔

"ہمارے خاندان میں روایت ہے جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے اسکی بیوی کے نام سید حویلی کو کیا جاتا ہے۔۔ جب میرے ڈیڈ نے گدی سنبھالی تو یہ حویلی میرے مام کے نام ہو چکی تھی۔۔ جسے میں نے دوستوں سے شرط لگا کر دھوکے سے مام کے سائن کروا کر اپنے نام کروالیا تھا یہ میرے نام تھی۔۔ اور اب تمہاری ہوئی۔۔ یہ بتاؤ اور کچھ"

وہ پر سکون سے انداز میں بتاتا حانم کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔ وہ منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اللہ جانے وہ شخص کیا چیز تھا۔

"کیا آپ نے صرف زندگی میں دھوکہ دینا ہی سیکھا ہے؟؟" حانم نے نیند سے بوجھل آنکھیں لئے پوچھا تھا۔ روحان کا چہرہ اسکی بات سن کر فق ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟؟" وہ اب تیکھے چتون لئے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا ایک سلفائیٹ کو مطلب سمجھانے کی ضرورت ہے۔۔" وہ سخت سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ کاغذات والی فائل اٹھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھی۔

"یہ حویلی ابھی آپ کے نام ہے جب میرے نام ہو جائے گی تب بات کیجئے گا۔۔ آپ چاہیں تو یہ فائل لے جا سکتے ہیں۔۔" وہ بیڈ پر لیٹ کر کمبل سر تک تان چکی تھی۔ روحان بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ فائل اٹھائی تھی جسے وہ کچھ دیر پہلے اپنے قریبی گھر سے لایا تھا۔ فائل اٹھانے کے بعد اس نے ایک نظر حانم پر ڈالی تھی جو اسی پوزیشن میں لیٹی تھی۔

وہ فائل اٹھانے کے بعد لیمپ بند کرتا اسکے کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس نے ہرگز نہیں سوچا تھا کہ حانم اسکی بات سے غلط مطلب نکال لے گی۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

سبھی لوگ شاید اپنے اپنے کمرے میں سونے جا چکے تھے۔ روحان گہری سوچ میں غرق باہر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔

"جی وکیل صاحب۔۔ جی بس آپ جلدی سے کاغذات تیار کروا دیں۔۔" عائشہ جبیل فون پر کسی سے مخاطب تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ فون بند کر چکی تھیں۔

"کس سے بات کی جا رہی تھی؟؟" سید جبیل نے کمرے میں داخل ہوتے اپنی محبوب بیوی سے پوچھا تھا۔

"وکیل صاحب سے۔۔" سیدہ عائشہ جبیل نے سچ بولا تھا۔

"خیریت۔۔؟؟" سید جبیل چونکے۔

"حویلی کے کاغذات بنوا رہی تھی۔۔" عائشہ جبیل نے جواب دیا تھا۔

"حویلی کے کاغذات۔۔؟؟ لیکن کس لئے۔۔؟؟"

اب کی بار سید جبیل صحیح معنوں میں ٹھٹکے تھے۔

"روحان دس سال کا ہونے والا ہے۔۔ اور میرے بیٹے نے مجھ سے فرمائش کی ہے اس سالگرہ پر میں اسے وہ تحفہ دوں جو آج تک اس خاندان میں کسی ماں نے اپنے بیٹے کو نہیں دیا۔۔"

وہ پرسکون سی کہہ رہی تھیں۔

"عائشہ تم پاگل ہوگئی ہو؟؟" سید جبیل نے تیکھے چتونوں سے پوچھا تھا۔

"میں یہ حویلی روحان کے نام کر رہی ہوں جبیل۔ میں اپنے بیٹے کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔۔"

"عائشہ۔۔ عائشہ۔۔۔ تم اپنے بیٹے کی محبت میں پاگل ہوگئی ہو۔۔ اس حویلی پر روحان کا حق نہیں ہے بلکہ اس لڑکی کا حق ہوگا جو کل یہاں دلہن بن کر آئے گی۔۔ وہ اس کی جو اس گدی کو سنبھالے گا۔۔" سید جبیل نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے نا۔۔ کل جب روحان کی دلہن آئے گی وہ اسے یہ حویلی تحفے میں دے دیگا۔۔"

"تمہیں یقین ہے کہ روحان اس خاندان کی گدی کو سنبھالے گا۔۔ نہیں ہرگز نہیں روحان ایک پاگل بچہ تھا ہے ضدی اور ہٹ دھرم، آج تم حویلی اسکے نام کروگی کل ناجانے وہ حویلی کو کسی داؤ پر لگا کر ہار جائے۔۔ پھر۔۔۔؟؟" سید جبیل نے مستقبل کا اندیشہ بیان کیا تھا۔ عائشہ جبیل سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔۔ لیکن۔۔"

"لیکن کچھ نہیں۔۔ تم یہ حویلی روحان کے نام نہیں کروگی۔۔ یہ کسی اور کی امانت ہے۔۔ سمجھ گئی نا۔۔؟؟" وہ اب پیار سے سمجھا رہے تھے۔

"جی۔۔" وہ اثبات میں سر ہلا چکی تھیں۔

"اچھا تو ڈیڈ میرے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔۔ میں ایسا نہیں ہونے دونگا۔۔ یہ گھر میرا ہے۔ اور میرا رہے گا۔۔" باہر دروازے پر کھڑے روحان نے کسی شاطر عورت کی طرح سوچا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے اپنی ماں سے بات کرنے آیا تھا اور پھر اندر سے آتی آوازوں پر باہر ہی رک کر ساری بات سنی تھی۔ اسکے معصوم چہرے پر تیوری چڑی ہوئی تھی۔ وہ گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔

اور پھر وہی ہوا تھا جو روحان چاہتا تھا۔ اگلے دن جب وکیل کاغذات دے کر گیا تو عائشہ جبیل نے ان کاغذات کو الماری کے اوپر والے خانے میں سنبھال کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے ابھی سائن نہیں کیئے تھے۔ انکے جانے کے بعد روحان کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ دس سالہ بچہ جس کا ہاتھ اوپر تک نہیں جاتا تھا۔ اس نے سٹول کو الماری کے سامنے رکھ کر وہ فائل نکالی تھی۔۔ اور پھر اسے لے کر دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

عائشہ جبیل سے سائن کروانا مشکل نہیں تھا۔

"ماما آنکھیں بند کر کے سائن کریں نا۔۔" وہ چہرے پر معصومیت سجائے کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ سائن بھی کروا چکا تھا۔ اور کسی کو پتا بھی نہیں چلا تھا۔ ایک ماہ بعد عائشہ جبیل اس دنیا سے چلی گئی تھیں۔۔ اور حویلی کے کاغذات کا راز کہیں دب کر رہ گیا تھا۔ جب روحان لاہور پڑھنے آیا تو وہ اس فائل کو ساتھ لے آیا تھا۔

_وہ اسکے بحریہ والے گھر میں ہی پڑی تھی جسے اب وہ حانم کے کہنے پر لے کر آیا تھا

وہ حانم کو بتا چکا تھا کہ اس نے وہ سائن دھوکے سے کروائے تھے۔ لیکن جب حانم نے اسے دھوکے باز کہا تو اسے اچھا نہیں لگا___بلکہ دکھ ہوا تھا سچ بات ہے انسان اپنے حال میں چاہے مومن ہی کیوں نا ہو۔۔ اگر اسکا ماضی

داغ دار ہے تو وہ اُسے اُسکے حال میں کبھی ہنسی خوشی جینے نہیں دے سکتا آس پاس موجود عام اور سطحی لوگ موقع ملتے ہی انسان کا ماضی اٹھا کر اسکے منہ پر مار دیتے ہیں۔

"بد کردار ہو تم حانم۔۔بد کردار" آوازوں کا شور اس کی سماعت سے ٹکرا رہا تھا۔رات کا نا جانے کون سا پہر تھا جب حانم ہربڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

اس نے خواب میں آرجے کو دیکھا تھا جو اس پر ہنس رہا تھا۔ماضی کی پوری فلم حانم کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگی تھی۔جو ذہن سے اتر چکا تھا وہ سب یاد آگیا تھا۔ایک اذیت کی لہر اسکے پورے جسم میں پھیل چکی تھی۔روحان کا خیال آتے ہی اسکے اندر نفرت کا ابال اٹھا تھا۔

حانم نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامہ تھا۔آج پاکستان میں اسکی پہلی رات تھی۔۔اور پہلی ہی رات وہ آسیب اس سے چمٹ گیا تھا۔

"میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی مسٹر آرجے۔۔کبھی نہیں۔۔" آوازوں سے خوفزدہ ہو کر وہ رو دی تھی۔

اگلے پورے دن روحان حمدان ولا نہیں آیا تھا۔حانم نے اسکے نا آنے پر شکر ادا کیا تھا۔رات والے خواب کے بعد اسے وہ پھر سے زہر لگنے لگا تھا۔

"حانم میں چاہتی ہوں آج تم ماہی اور ماہم کے ساتھ جا کر اپنی شادی کا جوڑا لے آئو۔۔ اگر تم روحان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔۔ لیکن چونکہ دن بہت کم رہ گئے ہیں تو تم اپنی تیاری مکمل کرلو۔۔" آسیہ بیگم نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا جہاں ماہم پہلے سے موجود تھی۔

"میری شادی کا جوڑا کس لئے۔۔؟؟" حانم کی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیوں کہ تمہاری رخصتی بھی ساتھ ہی ہو رہی ہے۔۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔۔" آسیہ بیگم نے زیور کا ایک ڈبہ اٹھا کر ماہم کی طرف بڑھایا تھا۔ بیڈ پر تین خوبصورت زیور کے سیٹ تھے۔۔ جن کا ڈیزائن مختلف تھا۔۔ ان تینوں میں سے ایک ماہی، ایک حانم اور ایک ماہم کیلئے تھا۔

"امی میں پہلے بتا چکی ہوں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔" حانم نے دہائی دی۔

"تم بھول چکی ہو حانم۔۔ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔۔ بس رخصتی باقی ہے۔۔" آسیہ بیگم نے یاد دہانی کروائی۔ حانم کا دل آسیہ بیگم کی بات سن کر کٹ کر رہ گیا تھا۔ کتنا خوش تھی وہ اس شادی سے۔۔ لیکن اب۔۔ سب بدل گیا تھا۔

'شام کو چار بجے تیار رہنا۔۔ تمہیں مارکیٹ جانا ہے۔۔ سمجھ آگئی نا۔۔ اور ان میں سے ایک سیٹ پسند کر لو۔۔ میں نے زیادہ فضول خرچی نہیں کی بس ایک ایک سیٹ بنوایا ہے۔" آسیہ بیگم کا لہجہ کافی سخت تھا۔ وہ اب حانم کو مزید ڈھیل نہیں دینا چاہتی تھیں۔ حانم کچھ دیر کھڑی آنسو ضبط کرتی رہی اور پھر بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

ماہم نے بند دروازے کو دیکھ کر افسوس سے سر ہلایا تھا۔

"امی آپ ماہی آپی سے پوچھ لیں میں ابھی آتی ہوں۔۔" ماہم سنجیدہ لہجے میں کہتی کمرے سے باہر نکلی تھی اب اسکا رخ حانم کے کمرے کی طرف تھا۔

"آخر تمہیں رخصتی سے مسئلہ کیوں ہے؟؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تم اس شادی سے کافی خوش تھی نا۔۔ پھر اب اچانک کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟"

ماہم اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھی حانم سے پوچھ رہی تھی جسکی آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ اب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"پہلے کی بات اور تھی۔۔ لیکن اب میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔"

"لیکن کیوں۔۔؟؟"

"کیونکہ اس نے دھوکے سے نکاح کیا ہے مجھ سے۔۔" حانم دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"جی نہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا تمہیں روحان بھائی نے تم نے خود شادی سے پہلے تصویر دیکھنے سے انکار کیا تھا۔۔ اور نکاح کے بعد ملنے سے بھی۔۔" ماہم نے اسے یاد دلایا۔

"لیکن تم اور ماہی۔۔ تم دونوں جانتی تھیں نا کہ وہ آرجے ہے تم نے مجھے نہیں بتایا۔۔ کسی نے بھی نہیں بتایا۔۔ سب نے مل کر مجھے دھوکہ دیا۔۔" حانم کی آواز بھرا گئی تھی۔

"ہانی۔۔ تم غلط سوچ رہی ہو تمہیں کسی نے دھوکہ نہیں دیا وہ حالات ہی ایسے تھے اور روحان بھائی وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے پچھلے دنوں تم بھی انہیں چاہتی تھی نا۔۔؟؟"

"وہ میرا پاگل پن تھا۔ تب میں نہیں جانتی تھی کہ وہ آرجے ہے۔۔ ورنہ میں کبھی بھی ایسی غلطی نہیں کرتی۔۔"

"آخر انہوں نے تمہارے ساتھ کیا برا کیا ہے ہانی کیوں نفرت کرتی ہو ان سے۔؟؟"

"کیونکہ کرادر پر انگلی اٹھانے والے شخص سے محبت نہیں نفرت کی جاتی ہے۔۔" حانم کے لہجے سے نفرت جھلک رہی تھی۔

"کرادر پر انگلی؟ شاید تم بھول گئی مس ام حانم کہ تمہارے کرادر پر بات تو زبیدہ آپا نے بھی کی تھی۔۔ شاید تم بھول گئی ہو کہ تمہیں بدکرادر تو طارق نے بھی کہا تھا کیا تم آج بھی ان سے نفرت کرتی ہو۔۔؟؟" ماہم کی بات سن کر حانم ایک دم چونکی تھی اور اسے سالوں پہلے اپنے پرانے گھر کا واقع یاد آگیا تھا۔

"جب انہوں نے تمہارے کردار پر انگلی اٹھائی تب تو تم ڈپریشن میں نہیں گئی تھی تب تو تمہیں نروس بریک ڈاؤن نہیں ہوا تھا، پھر آرجے کے کہنے پر ایسا کیوں ہوا؟؟ کیوں تم نے اتنا

Stress

لیا کہ تم گہرے صدمے میں چلی گئی تھی؟؟ آخر کیوں۔۔۔؟؟"اسے ماہم سے ان سوالوں کی امید نہیں تھی۔ وہ سن سی بیٹھی ماہم کو دیکھ رہی تھی جو اسکے سامنا کھڑی تھی۔۔ اور کافی سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ حانم نے محسوس کیا تھا اب وہ بچی نہیں رہی تھی بلکہ ایک سمجھدار لڑکی بن گئی تھی۔

"بتاؤ اب۔۔ خاموش کیوں ہو۔۔؟؟"ماہم پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ آرجے نے پوری یونیورسٹی کے سامنے مجھے ذلیل کرنے کی۔۔"

"بس کروہانی۔۔تم شاید بھول گئی ہو لیکن مجھے روحان بھائی نے بتایا تھا اس روز بہت سے ڈیپارٹمنٹ کی چھٹی تھی اور جو انہوں نے تم سے کہاوہ صرف دولوگوں نے سنا تھا ایک وہ خود اور ایک تم اور کون تھاوہاں۔۔؟؟ماہم کافی غصے میں تھی۔۔شاید روحان ملی کی بات گول کر گیا تھا۔اسکا مقصد اپنی غلطی چھپانا نہیں بلکہ وہ حانم کی غلطی کو عیاں نہیں کرنا چاہتا تھادوبارہ سے۔۔اور نہ وہ ایک بار پھر وہ ملی کے ساتھ اسکا نام برداشت کر سکتا تھا۔

"اور شاید تم بھول گئی ہو جب طارق نے تم پر الزام لگایا تھا تب تقریباً پورا محلہ جمع تھا پھر تمہیں اس وقت نروس بریک ڈاؤن کیوں نہیں کیا ہوا۔۔ اور ایک ملحد کے غلط بات کرنے پر تم صدمے میں چلی گئی۔۔؟؟ آخر کیوں۔۔؟؟ تمہیں تو نفرت تھی نا آرجے سے۔۔پھر تمہیں صدمہ کس بات کا تھا۔۔؟؟"ماہم آج اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اتنی منافقت کس لئے ہانی۔۔۔؟؟تم دہرا رویہ اپنائے ہوئے ہو۔۔ آخر کیوں۔۔؟؟"حانم اسکی بات سن کر تڑپ گئی تھی۔۔ اسے منافق لفظ تیر کی طرح چبھا تھا۔ جو روحان کو منافق سمجھتی تھی وہ خود پر منافق کا ڈھپہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔

"انسان کو یہ حق کسی نے نہیں دیا کہ وہ دوسرے انسان کے ایمان پر انگلی اٹھائے اسکے نیک یا بد ہونے ہو نشانہ بنائے۔۔ اللہ جل جلالہ کو یہ بات نہیں پسند۔

روحان بھائی جو اس وقت آرجے تھا وہ تمہیں تب بھی چاہتا تھا۔۔وہ تمہیں کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکا۔۔اور اپنے غصے میں ایک غلط کام کر دیا۔۔لیکن تمہیں تو نفرت تھی نا آرجے سے۔۔پھر۔۔پھر ایسا کیوں کیا تھا تم نے اپنے ساتھ کہ خود کو پورا کا پورا بدل لیا۔۔؟؟"

اسکے پاس ماہم کے سوالوں کا جواب نہیں تھا۔اس نے کبھی خود کا تجزیہ کیا ہی نہیں تھا۔۔اس ڈپریشن میں اور کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔

"تم مان لو ہانی کہ اس وقت آرجے بھی تمہارے لئے کچھ خاص تھا۔۔تم جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے الگ سمجھتا ہے۔۔اور تم یہ بھی جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے ___ شاید کہیں نا کہیں تم نے اسکی آنکھوں میں اپنے لئے چاہت دیکھی تھی۔۔شاید اسی لئے جب اس نے تم پر الزام لگایا تو تم سے برداشت نہیں ہوا تمہارا دماغ اس بات کو قبول نہیں کر پایا تھا۔۔اور تم گہرے صدمے میں چلی گئی تھی۔

ہانی ہمیں دکھ اس بات پر نہیں ہوتا جب کوئی ہمارے کرادر پر انگلی اٹھاتا ہے۔۔بلکہ تب ہوتا ہے جب "کوئی اپنا" ہم پر الزام لگاتا ہے۔

تم اتنے سال پیرس میں رہی ہو اگر تم سڑک پر کسی لڑکے کے ساتھ کھڑی ہو اور تمہیں کوئی دوسرا لڑکا آکر کہے کہ یہ تمہارا بوائے فرینڈ ہے۔۔یا کچھ اور ہے۔۔تو تم کیا کرو گی۔۔۔؟؟ کیا تم صدمے میں چلی جاؤ گی۔۔؟؟ نہیں نا۔۔بلکہ تم اسے نظر انداز کرو گی۔۔تو تم آرجے کو نظر انداز کیوں نہیں کیا تھا۔۔؟؟ وہ بھی تو ایک ملحد تھا۔؟؟ پھر۔۔؟؟

بات کرادر پر انگلی اٹھانے کی نہیں بلکہ ہماری توقعات کی ہوتی ہے۔۔ایک ایسا انسان جس سے ہماری توقعات جڑی ہوں اگر وہ ہمارا مان توڑ دے ہم تب صدمے میں جاتے ہیں ہانی۔۔اور تم مان لو۔۔تمہیں آرجے پر مان تھا۔۔کیونکہ اس نے کبھی تمہارے ساتھ غلط حرکت نہیں کی تھی۔اس نے تمہیں سہی سلامت ہاسٹل پہنچایا تھا وہ تمہیں دوسری لڑکیوں کی

طرح نہیں سمجھتا تھا۔۔وہ تمہیں عزت دیتا تھاہانی۔۔اور اس اہمیت کی جو آرجے تمہیں دیتا تھالاشعوری طور عادی ہوگئی تھی۔۔۔ اور جب اس نے تمہیں دی گئی اہمیت واپس لی تو تمہارا شعور برداشت نہیں کر سکا۔۔ تم صدمے میں چلی گ ئی ی تھی۔۔ یہی حقیقیت ہے تم مان جاؤ اب۔۔"

"لیکن اس نے میرے ساتھ بہت غلط کیا تھا۔۔ تم نہیں جانتی۔۔" حانم نے ایک کمزور سی دلیل دینا چاہی تھی۔

"کتنا غلط کیا تھا۔۔؟؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جنکا ریپ (عصمت دری) ہوتا ہے۔۔ جنہیں جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔۔؟؟

کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔۔؟؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے جب ایک مرد بنا عورت کی مرضی کے اسکے جسم کو چھوتا ہے تو وہ کس کرب سے گزرتی ہے۔۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا؟؟

تمہیں لگتا ہے روحان بھائی نے تمہارے دھوکہ دیا ہے۔۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جنہیں محبت میں دھوکہ ملتا ہے اور وہ کسی کوٹھے کی زینت بن جاتی ہیں وہ ہر رات مرتی ہیں اور پھر زندہ ہو جاتی ہیں۔۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔ کیا روحان بھائی نے تمہیں ایسا دھوکہ دیا۔۔؟؟ پھر کس دھوکے کی بات کر رہی ہو تم۔۔؟؟ تمہارے ساتھ آرجے نے برا کیا تھا ہانی جو ایک ملحد تھا۔۔

آرجے مر چکا ہے۔۔ اور جب انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں آرجے نے جو اپنی نادانی، اپنے غصے یا پاگل پن میں گناہ کیا تھا وہ کب کا مٹ چکا ہے بلکہ اسکے تمام گناہ نیکیوں میں بدل گئے ہیں۔ پھر تم اسے کس گناہ کی سزا دے رہی ہو؟؟

تمہارے ساتھ تو روحان بھائی نے نکاح کیا ہے۔ تمہیں اپنی عزت بنایا ہے۔۔ اور تم ماضی کو لے کر بیٹھی ہو۔۔ کیوں۔۔؟؟"

حانم کو اپنے سر میں درد کی ٹھیس اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے حانم تم پچھلے چھ سالوں سے یا شاید اس سے بھی پہلے سے تم آرجے سے نفرت کرتی آرہی ہو۔۔اور نفرت انسان کے اعمال کو اس طرح کھاتی ہے جیسے دیمک لکڑی کو کھاتا ہے۔

تم سوچو تمہیں اس نفرت نے کیا دیا ہے؟؟

تمہیں پتا ہے چھ سال پہلے جب تمہیں نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا تب تم گہرے صدمے میں چلی گئی تھی تم اب نارمل نظر آتی ہو۔۔ ایسا سب کو لگتا ہے کہ تم نارمل ہو چکی ہو۔۔ لیکن میں جانتی ہو ہانی۔۔ تمہیں آج بھی اسی صدمے کے زیر اثر ہو۔۔اور اس بات کا ثبوت ہے یہ کہ تم سوچ سمجھ نہیں پاتی۔۔تم ایک روبوٹ کی زندگی جی رہی ہو جسکے پاس سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔وقت گزر گیا ہے لیکن تم آج بھی وہیں کھڑی ہو اس صدمے سے باہر نکل آؤ ہانی باہر نکل آؤ اس صدمے سے،اپنے دماغ پر زور ڈالو۔۔ حالات و واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرو

اللہ نے تمہیں عقل دی ہے،اسے استعمال کرو۔

تم وہ حانم نہیں ہو جو اپنی سوچ کی وجہ سے مشہور تھی۔پتا ہے روحان بھائی کہتے ہیں دنیا میں تین طرح کے سلفائٹ پائے جاتے ہیں

نمبر ایک وہ اپنی سوچ اور اپنے عمل دونوں میں خاص ہوتے ہیں۔۔جو اپنی سوچ اور اعمال دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں۔۔اور اسکی مثال روحان بھائی خود ہیں

نمبر تین ایسے لوگ جو اپنی سوچ میں سلفائیٹ نہیں ہوتے لیکن اپنی عملی زندگی میں بہت خاص ہوتے ہیں۔۔ وہ بنا سوچے سمجھے بھی انوکھے کام کر جاتے ہیں۔۔ جو ایک خوشگوار اور خاص زندگی گزارتے ہیں۔۔

جبکہ نمبر دو پر وہ انسان آتے ہیں جو اپنی سوچ میں خاص ہوتے ہیں۔۔جو انوکھا سوچتے ہیں جیسے کہ تم حانم۔۔تم نے سب کو حیران کر دیا تھا۔۔ تمہاری سوچ۔۔ تمہارے لاجکس۔۔شاید تم بھول گئی ہو۔۔ تم اپنے عمل میں نہیں لیکن اپنی سوچ میں سلفائیٹ تھی۔۔اس حادثے نے تم سے تمہارا سلفائیٹ ہونا چھین لیا تھا۔۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا

چاہیے تھا۔ تم سلفائیٹ تھی۔۔ تمہیں مضبوط رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چونکہ تم ایک لڑکی تھی۔۔ جو کہ کمزور ہوتی ہے۔۔ شاید اسی لیئے۔۔اپنا خاص پن واپس لے آؤ ہانی۔۔ تم ایک سلفائٹ کی بیوی ہو۔۔۔ جو دنیا کا سامنا کرنے کیلیئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔۔ اگر تم ایک عام لڑکی بن کر نفرت کے جال میں اور ماضی کے گرداب میں پھنسی رہو گی تو تم ہمیشہ کیلیئے اپنا سلفائیٹ ہونا یعنی خاص پن کھو دو گی کاساتھ نہیں نبھاپاؤ گی ان تم کبھی انکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل پاؤ گی۔۔ تم مشکل حالات میں واپس آجاؤ حانم۔۔ لوٹ آؤ۔۔ نکل آؤ عام لوگوں کی نفرت اور صدمے کی اس دنیا سے جس نے تمہیں بدل کر رکھ دیا ہے"ماہم کی آواز آخر میں رندھ گئ تھی۔ وہ حانم کا ہاتھ دبائے کہہ رہی تھی۔ جبکہ حانم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

واقعی وہ اندھیروں کی زندگی گزار رہی تھی آج اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے کتنے قیمتی سال برباد کیے تھے۔۔ وہ چاہتی تو کچھ کر کے دکھا سکتی تھی۔۔ وہ چاہتی تو آرجے کو جواب دے سکتی تھی۔۔ لیکن وہ بزدلوں کی طرح دماغی توازن کھو بیٹھی تھی۔ اور آج تک ذہنی بیماری کا شکار تھی۔

ایک لڑکی کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنوں یا غیروں کی باتیں سن کر صدمے میں چلی جائے۔۔ جینا چھوڑ دے۔۔ روبوٹ بن جائے بلکہ اسے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے اسے ثابت کرنا چاہیے کہ وہ کمزور نہیں ہے وہ مضبوط ہے وہ سلفائیٹ ہے۔۔ وہ خاص ہے۔۔اپنی سوچ اور اپنے اعمال دونوں میں خاص ہے وہ عام نہیں ہے__چھ سالوں کے طویل سفر کے بعد بالآخر حانم آج یہ سمجھ گئ تھی۔ اور کبھی کبھی کچھ برے حادثے ہمیں ایک بڑا سبق دے کر جاتے ہیں۔۔۔

وہ سہ پہر ساڑھے تین بجے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ آنکھوں کے پپوٹے رونے کے باعث سوجھے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ہانی تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟؟" آسیہ بیگم نے پوچھا تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔زیادہ سولی ہوں شاید اس لئے آپکو ایسا محسوس ہو رہا ہے۔۔" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔ آج وہ اپنا محاسبہ کر کے آئی تھی۔

وہ جان گئی تھی روحان جبیل سے اسکی شادی خدا کا فیصلہ تھا۔۔اور ایک انسان کیلئے اپنی چاہت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت اپنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔وہ جان گئی تھی اسے ایک لمبی جنگ لڑنی تھی۔۔ اپنے نفس کے خلاف۔۔ شیطان کے خلاف۔۔ جو اسے ماضی کی جھلکیاں دکھا کر اسے روحان سے جو اسکا شوہر تھا بدظن کرنا چاہتا تھا_اس نے آج سوچنا شروع کیا تھا۔۔اور وہ رات والے خواب کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ شیطان کا کام وسوسے ڈالنا ہوتا ہے۔۔ اور یہ کام جاری رہنا تھا۔۔ شاید تب تک جب تک وہ روحان جبیل سے الگ نہیں ہو جاتی_آج اسکا سلفائٹ والا ذہن واپس آیا تھا_جب واپس آیا تھا تو اسے ہر چیز صاف نظر آنے لگی تھی۔۔بلکہ وہ سب کچھ بھی نظر آنے لگا تھا۔۔جو کبھی پہلے نظر آتا تھا۔۔جسے وہ دوسرا جہاں قرار دیتی تھی۔۔جسے وہ کہتی تھی کہ دیکھنے کیلئے بصیرت کی ضرورت پڑتی ہے۔۔جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتا۔۔

اسے لاؤنج میں صوفے پر جواد کے ساتھ بیٹھے ہوئے روحان کے بائیں طرف ایک بھیانک شکل والی مخلوق نظر آئی

تھی۔۔ جو یقیناً شیطان تھا۔۔ جو ایک نیک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا_وہ جیسے حانم کو دانت چڑا رہا تھا۔۔ اور اسے خواب میں بھٹکانے کے بعد بہت خوش نظر آرہا تھا_حانم غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔حانم پر نظر پڑنے پر وہ چونکا تھا۔اور پھر سے جواد کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔اور پھر حانم کو روحان کے دائیں طرف ایک سفید لباس میں ملبوں بزرگ نظر آیا تھا۔۔ جسکے چہرے پر شفیق مسکراہٹ تھی۔۔

جو یقیناً بزرگی کی علامت تھا۔جواد کا دھیان گفتگو سے بھٹکا تھا۔۔اسے ماہی نے پکارا تھا۔ تبھی روحان نے آنکھیں بند کی تھی۔اسکے لب ہل رہے تھے۔۔حانم نہیں جانتی تھی کہ کیا پڑھ رہا تھا۔۔ تھوڑی دیر بعد اچانک سفید دودھیا روشنی اس بزرگ کے وجود سے نکل ہر روحان کے چاروں طرف پھیلی تھی۔۔اور وہ بھیانک شکل والا شیطان دم دباتا بھاگ گیا

تھا_وہاں موجود کوئی شخص یہ منظر نہیں دیکھ پایا تھا۔صرف اور صرف ام حانم دیکھ پائی تھی_حانم نے ایک لمبا سانس اندر کو کھینچا تھا اور پھر اپنے تنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا۔ اب اسکا رخ کچن کی طرف تھا۔۔ وہ آسیہ بیگم کو رخصتی کیلیئے ہاں کرنے جارہی تھی۔۔

وہ جان گئی تھی اسے ایک بڑی جنگ لڑنی تھی اور یہ جنگ اسکے اور روحان جبیل کے درمیان نہیں تھی۔۔ بلکہ اسکے اور شیطان کے درمیان تھی جو اسے مقدس رشتے کو توڑ کر اپنی من مانی کرنے پر اکساتا تھا_یہ جنگ اسکے اور ماضی کے درمیان تھی جو جو سانپ کی طرح پھن پھیلائے منہ کھولے اسے نگلنے کو تیار تھا _تاکہ پھر سے وہ ادھیروں کی دنیا میں چلی جائے

کبھی جنگ انسانوں کے درمیان نہیں ہوتی۔۔ بلکہ ایک انسان اور ان دیکھی چیزوں کے درمیان جاری ہوتی ہے_وہ سلفائٹ تھی_ وہ لوٹ آئی تھی۔۔

اور وہ پہلی ہی نظر میں سب سمجھ گئی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہورہا تھا__کیوں ہورہا تھا اور اسے کیا کرنا تھا_روحان جبیل ایک نیک انسان تھا وہ یہ اچھے جانتی تھی_وہ آرجے سے نفرت کرتی جو اب نہیں تھا_اس نے اپنے شوہر کو ان دیکھے انجانے میں چاہا تھا_لیکن وہ روحان جبیل نکلا تھا_وہ جان گئی تھی محبت کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔۔وہ جسے محبت سمجھ رہی تھی وہ محبت نہیں تھی۔۔وہ بس چاہت تھی_اور وہ حیران تھی۔۔روحان جبیل نے محبت کیسے کرلی تھی_؟؟اور اسے ایک جنگ اور لڑنی تھی۔۔ محبت اور نفرت کے بیچ کی جنگ،اور نفرت تو عام لوگوں کا کام ہے خاص لوگ تو محبت کی داستانیں رقم کرتے ہیں اور داستان اتنی جلدی نہیں رقم ہوتی ایک لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے تب جاکر محبت،محبت کہلاتی ہے اور حانم نے ساری جنگیں لڑنے کا فیصلہ کیا تھا اس طویل خاردار سفر پر نکلنے کا فیصلہ کیا تھا یقیناً مشکل سفر کی

!منزل حسین ہوتی ہے

جواد ان چاروں کو لے کر مارکیٹ آیا تھا۔ حانم اور ماہم دونوں نے شادی کا جوڑا خرید نا تھا اور باقی ساری شاپنگ بھی کرنی تھی۔ حانم پرسکون تھی۔۔ وہ ماہی، ماہم اور ایلا کے ساتھ مل کر دل سے چیزیں خرید رہی تھی۔ وہ چاروں پرجوش تھیں۔ البتہ جواد تھک چکا تھا۔ وہ انکے ساتھ آکر پچھتا رہا تھا۔

"اور کتنی دیر لگے گی میری بہنو۔۔؟؟" وہ رونی صورت لئے پوچھ رہا تھا۔

"بس۔۔ تھوڑی دیر اور۔۔ تھوڑی سی شاپنگ رہ گئی ہے۔۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔۔ البتہ انکی یہ تھوڑی دیر ایک گھنٹے پر مشتمل تھی۔

انکی شاپنگ ختم ہونے پر جواد نے شکر ادا کیا تھا اور توبہ کرلی تھی آئندہ انکے ساتھ نہیں آنا۔۔ رات آٹھ بجے وہ سب واپس آئے تھے۔

حانم کچن میں چائے بنا رہی تھی۔ ضیاء جبیل، روحان اور حشام تینوں لاؤنج میں حمدان انکل کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ مصروف سی چائے کے لوازمات ڈش میں رکھ رہی تھی جب اسے پنے پیچھے آہٹ سنائی تھی۔ حانم نے پلٹ کر دیکھا تو روحان ہاتھ میں فائل لئے کھڑا تھا۔ حانم نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورا تھا۔

"کیسی ہو مسز۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا

"یہ پوچھنے آئے ہیں آپ؟؟" حانم نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔

"اگر تم بتادو گی تو اچھا لگے گا۔۔" وہ مسکرایا تھا۔۔ وہ ہمیشہ حانم کے سخت لہجے میں کی گئی بات کا نرمی سے جواب دیتا تھا۔ اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔"

"چلو اللہ کا شکر ہے۔۔ یہ لو فائل۔۔" اس نے فائل کو شیلف پر رکھا۔

"یہ کیا ہے؟؟"

"حویلی کے کاغذات۔۔ کھول کر دیکھ لو میں نے تمہارے نام کر دی ہے حویلی۔۔" وہ عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ حانم چونکی تھی۔

"کیوں؟؟" وہ سرد لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"بس ویسے ہی۔۔ میرا دل کیا اس لئے۔۔" وہ مسکرایا۔ وہ کروڑوں کی ملکیت کی حویلی۔۔ صرف دل کے کہنے پر اسکے نام کر رہا تھا۔۔ حیرت تھی۔

"جی نہیں۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔۔ میں نے ثبوت مانگا تھا آپ سے شاید اسی لئے۔۔"

حانم اب اسے چڑا رہی تھی۔

"تم روحان جبیل کو نہیں جانتی روحان جبیل کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا یہ تو میں نے پہلے سے سوچ رکھا تھا اسی لئے تو کاغذات کو سنبھال کر رکھا تھا__ !!" ملازمہ کے کچن میں داخل ہونے پر روحان خاموش ہو گیا تھا اور پھر حانم کے جواب نا دینے پر وہاں سے چلا گیا تھا۔۔ جبکہ حانم وہ فائل اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ ملازمہ کو اس نے چائے لے جانے کا حکم دیا تھا۔

"حمدان صاحب اب جلدی سے ماہین بیٹی کیلیئے بھی رشتہ ڈھونڈ لو۔۔ اب جلدی سے اسکے ہاتھ بھی پیلے ہو جانے چاہیے۔۔" سید ضیاء جبیل مسکرا کر کہہ رہے تھے۔

"اب دیکھو نا روحان کی شادی ہو جائے گی حشام کا رشتہ پکا ہو چکا ہے کچھ دنوں میں اسکی آزادی بھی ختم ہو جائے گی سارے بچوں کی شادیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں کہ لگے ہاتھوں ماہین بیٹی کی خوشی بھی دیکھ لوں۔"

حشام کے رشتے کی بات پر ماہی نے شکایتی نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا جو نظریں چرا گیا تھا۔

"انکل۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔۔ لڑکا میں ڈھونڈ چکی ہوں۔۔ لیکن۔۔" ماہی نے بات ادھوری چھوڑی۔

"لیکن کیا بیٹا۔۔؟؟" وہ حیران ہوئے۔ حمدان صاحب بھی اسکی پسند سے واقف تھے۔ اسی لیے وہ بلا جھجھک بتا رہی تھی۔

"لیکن انکل جس کو میں نے پسند کیا وہ انسان کم ظرف نکلا۔۔ اسے محبت کی قدر نہیں ہوئی۔۔"

ماہی کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ حشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ حیران تھا۔۔ جبکہ ماہی کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں۔۔" حشام کی آنکھوں نے دہائی دی تھی۔

اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو دیکھا تھا
تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو چاہا تھا
اپنوں کی طرح ہم نے
اک شخص کو سمجھا تھا
پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا
کیا اس کی کریں باتیں
دن اس کے لیے پیدا
اور اس کی ہی تھیں راتیں
کم ملنا کسی سے تھا
ہم سے تھیں ملاقاتیں
رنگ اس کا شہابی تھا
زلفوں میں تھیں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا
پلکیں تھیں کہ تلواریں

دشمن بھی اگر دیکھیں
سو جان سے دل ہاریں
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں
شباہت میں
ہاں تم سا ہی لگتا تھا
شوخی میں شرارت میں
لگتا بھی تم ہی سا تھا
دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں اک دن
اپنوں کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ڈوبا
پھولوں کی طرح ٹوٹا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ
ہم نے تو بہت ڈھونڈا
تم کس لیے چونکے ہو
کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضا ہے
کب تم سے شکایت ہے
اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے

ماہی کی نظروں میں شکایتوں کے علاوہ گہرہ دکھ اور ملال تھا اور ساتھ ہی سرد پن بھی جسے حشام جبیل بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں ماہین۔۔" حشام جبیل کی نگاہیں بول رہی تھیں جنہیں ماہین حمدان بخوبی سن سکتی تھی۔ ماہی کا دل تڑپا تھا۔ اس سے پہلے کوئی کچھ بولتا یا پوچھتا وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شام کو مایوں یعنی ابٹن کی رسم تھی۔ ماہم بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ حارث یعنی ماہم کا ہونے والا شوہر ایک بہت ہونہار لڑکا تھا۔ وہ کسی امیر خاندان سے نہیں تھا بلکہ یتیم تھا جسکی ایک بہن اور ماں تھی۔ وہ حمدان صاحب کی کمپنی میں ہی کام کرتا تھا اور حمدان صاحب کا چہیتا

Employ

تھا۔ اس نے اپنی ذہانت، محنت اور لگن سے بہت جلد اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔

کل اسکے پاس کچھ نہیں تھا لیکن آج وہ ایک خوبصورت گھر، گاڑی اور ہر چیز کا مالک تھا۔

اسکی محنت اور لگن سے متاثر ہو کر حمدان صاحب نے ماہم کا رشتہ حارث سے کر دیا تھا جسے حارث نے دل و جان سے قبول فرمایا تھا۔

ابٹن کیلیئے بنائے گئے پیلے جوڑے اور چوڑیاں گھر میں تیاریاں جاری تھیں۔ ایلا کو یہاں کا ماحول بہت پسند آیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بنی سنوری پھر رہی تھی۔ ماہم کو اچھے سے تیار کیا گیا تھا۔ اسکی نند اور ساس نے رسم کرنے آنا تھا۔

"ہاں اب اچھا لگ رہا ہے۔۔" حانم نے اسکا ڈوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہانی تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔۔" ماہی نے جو ابھی نیچے سے آئی تھی اسے اطلاع دی تھی۔

"مجھ سے ملنے۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں جا کر دیکھ لو۔۔" ماہی کے کہنے پر وہ نیچے آئی تھی اور پھر لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی شخصیت کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

وہ مہرو تھی۔۔ ہاں مہرو اسکی بچپن کی دوست۔

"ہانی۔۔" مہرو اسے دیکھ کر خوشی سے چلائی تھی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر حانم کی طرف بھاگی۔ اس نے شدت سے حانم کو گلے لگایا تھا۔ حانم تو گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مہرو اسے یوں اچانک مل جائے گی۔

وہ دونوں سالوں بعد ملی تھیں۔ مہرو کو حانم سے بہت سے شکوے تھے۔ جنہیں وہ اب روتے ہوئے کر رہی تھی۔

"یار رو کیوں رہی ہو؟؟" حانم کو اسکا رونا برا لگ رہا تھا۔

"تم چھوڑ کر چلی گئی تھی ہانی۔۔ کبھی رابطہ بھی نہیں کیا۔"

"ذرا یاد کرو۔۔ چھوڑ کر کون گیا تھا؟؟ تم گئی تھی پہلے مہرو۔۔ جب تم نہیں رہی تو میرا بھی دل نہیں لگا اس لئے مجھے بھی جانا پڑا۔۔"

"لیکن تم رابطہ تو کر سکتی تھی نا۔۔۔؟؟"

"ہاں۔۔ اسکے لئے میں معذرت کرتی ہوں۔۔ اب رونا بند کرو۔۔" حانم مسکرائی تھی۔

"ماشاءاللہ تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے۔۔" حانم نے مہرو کے تین سالہ بیٹے کو گود میں اٹھایا تھا۔

جس پر مہرو مسکرا دی تھی۔

سید جبیل، بی جان، مدیحہ اور اسکا شوہر ارحم سب لاہور آچکے تھے۔ اب سب نے شادی تک یہیں رہنا تھا۔ روحان اور حشام دونوں ایک ہی کمرے میں تھے۔ حشام تیار ہو رہا تھا۔ روحان اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ حشام کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے شاموکاکا۔۔" روحان نے اسے مخاطب کیا تھا۔ کف کے بٹن بند کرتے حشام کا ہاتھ رکا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟؟" وہ چونکا۔

"مطلب صاف ہے شاموکاکا۔۔ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔۔" روحان ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔؟؟" حشام نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"ماہی کی بات کر رہا ہوں۔۔ تم اسکے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔۔" روحان کی بات سن کر حشام گنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ سب جانتا تھا۔

"کیا غلط کیا میں نے اسکے ساتھ؟؟" حشام کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"تم اسکا معصوم دل توڑ رہے ہو۔۔ جبکہ وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔۔"

"تم نے بھی تو ہزاروں لڑکیوں کا دل توڑا ہے کیا میں نے کبھی کچھ کہا۔۔؟؟" حشام کا لہجہ تلخ ہوا۔ روحان چونکا تھا۔ یہ اسکا شاموکا کا نہیں تھا۔

"میری بات اور ہے حشام۔۔ تمہیں ماہی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔۔"

"کیوں۔۔؟؟ کیا مجھے اپنی مرضی سے زندگی جینے کا حق نہیں ہے کیا؟؟" وہ دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آج بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔ لیکن سارہ سے شادی کرنا یہ بھی تو تمہاری مرضی نہیں ہے۔۔" روحان نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"وہ بی جان کی پسند ہیں مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے روحان کے میں تمہاری طرح اپنی محبت کیلیئے بی جان کے سامنے کھڑا ہو سکوں۔۔ نہیں ہے مجھ میں اتنی ہمت۔۔" وہ تلخ لہجے میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے روحان کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھری تھیں۔

بحریہ ٹاؤن میں پاس پاس موجود دونوں گھروں کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ دونوں گھروں میں خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے۔ بی جان اور مدیحہ اس وقت حمدان ولہ میں موجود تھیں۔

بی جان اور مدیحہ دونوں کو حانم بہت پسند آئی تھی۔ حانم نے بھی دونوں سے پیار سے بات کی تھی۔ مدیحہ کی ایک سالا بیٹی جس میں روحان کی جان تھی حانم کو بہت پسند آئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ روحان بھائی کی پسند عام نہیں ہو سکتی۔۔ اور آج آپکو دیکھ کر یہ یقین بھی ہو گیا ہے۔۔" مدیحہ حانم سے کہہ رہی تھی۔ جبکہ حانم اسکی بات سن کر مسکرادی تھی۔

اس خاندان کے سبھی لوگ بہت اچھے تھے۔ خاص طور پر بی جان جو بہت شفیق خاتون تھیں۔

"جب تک روحان بیٹا آرہے تھا میں ہمیشہ ڈرتی رہتی تھی۔ لیکن جب وہ شاہ بنا تو میرا ڈر ختم ہو گیا تھا۔۔ تب میں پر سکون ہو گئی تھی کہ اب جب بھی وہ شادی کرے گا حویلی کے مقام کی بہو لائے گا۔۔" حانم کو بی جان کی بات تھوڑی عجیب لگی تھی لیکن وہ پھر بھی مسکرا دی تھی۔ پیلے سادہ سے جوڑے میں ملبوس دونوں بہنوں کو ابٹن لگایا تھا۔ حانم نے شکر ادا کیا تھا روحان ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ رسم کے بعد بی جان، مدیحہ اور مہرو تینوں سیدھاؤں جا چکی تھیں۔ اور انکے تھوڑی دیر بعد ماہم، ماہی ایلا اور آسیہ بیگم بھی۔ صرف حانم نہیں گئی تھی۔ اور اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ چونکہ فروری کا مہینہ تھا سردی کی شدت میں ابھی تک کمی نہیں ہوئی تھی۔ باہر موسم ابر آلود ہوا تھا۔ حانم کو سونے کا موقع ملا تھا اور وہ کمبل اوڑھ کر سو گئی تھی۔

لاؤنج میں موجود سبھی لوگ روحان کو گھیرے بیٹھے تھے جسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ وہ ابٹن نہیں لگوانا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی بھی بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"بی جان کیا یہ ضروری ہے؟؟" وہ رونی صورت لئے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں شاہ بیٹا۔۔ سکون سے بیٹھ جاؤ اب۔۔ یہ ہم سب کی خوشی ہے۔۔" بی جان نے اسے سمجھایا۔

"بی جان مجھے کوفت ہو رہی ہے۔۔ میرے کپڑے خراب کر دیے ہیں مدیحہ نے۔۔" روحان نے اپنے سفید کلف لگے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا جس پر ابٹن لگ چکا تھا۔

"ارے بھائی آپ پریشان نہ ہوں۔۔ جتنا آپ ابٹن لگوائیں گے اتنا ہی حانم بھابھی کو آپ سے پیار ہو گا۔۔" مدیحہ نے شرارتی لہجے میں کہا تھا۔

"کیا واقعی۔۔؟؟" روحان کا منہ حیرت سے کھلا تھا۔

"ہاں نا۔۔سچ کہہ رہی ہوں میں۔۔ آپ چاہیں تو یہاں موجود ساری لڑکیوں سے پوچھ سکتے ہیں۔۔"

"نہیں نہیں مجھے یقین ہے اب جتنا چاہے لگا دو۔۔ میں تیار ہو۔۔" روحان کی باچھیں کھلی تھیں۔۔ اسکی بات سن کر سب نے قہقہہ لگایا تھا۔

حشام اپنے کمرے میں تھا اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس نے میز کے دراز سے اپنی دوائی نکالی تھی اور پھر یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا کہ دوائی ختم ہو چکی تھی۔

"شٹ۔۔" حشام نے اپنے جسم میں اٹھتی درد کی ٹھیسوں کو برداشت کرتے ہوئے کہا تھا۔

کچھ دیر کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے کے بعد اس نے ڈاکٹر کا نمبر ملایا تھا۔ سلام دعا کے بعد اس نے اپنی طبیعت کا بتایا تھا۔

تکلیف کے باعث حشام کے چہرے پر پسینہ نمودار ہوا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل آپکی رپورٹس تیار ہیں۔۔ آپ ہر حال میں ہسپتال آجائیں میں آپکو پچھلے دو دن سے کال کر رہا ہوں جبکہ آپ کوئی ریسپانس نہیں دے رہے ہیں۔۔" ڈاکٹر کا لہجہ سخت تھا۔

"معذرت ڈاکٹر صاحب۔۔ میرے بھائی کی شادی ہے۔ بس اسی لئے نہیں آ سکا۔۔"

حشام نے شرمندہ لہجے میں بتایا تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ کل صبح بلکہ ہو سکے تو ابھی ہسپتال پہنچ جائیں۔۔" ڈاکٹر صاحب اسے تلقین کرتے فون بند کر چکے تھے جبکہ حشام ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ اسکے چہرے پر کرب کے سائے واضح تھے۔

اگلے دن ڈاکٹر باسط اور مقدس آپی اپنے بچوں سمیت سید ہاؤس میں پہنچ چکے تھے۔ ایسا ممکن نہیں تھا کہ روحان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی میں وہ دونوں شامل نہ ہوتے۔۔

"زندگی کی نئی شروعات کرنے جا رہے ہو برخوردار خدا تمہیں ہزاروں خوشیوں سے نوازے۔۔" ڈاکٹر باسط نے اسے دل سے دعا دی تھی۔ روحان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اسے تو اس بات پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ حانم رخصتی کیلیئے مان گئی تھی۔ لیکن پچھلے دو دنوں سے اسکا حانم سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ اس سے مل کر پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ خوش تھی یا نہیں_ لیکن موقع نہیں مل پا رہا تھا۔ وہ حانم سے ملنے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا جب سید جبیل اسکے کمرے میں داخل ہوئے۔

"ڈیڈ آپ۔۔؟؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"مجھے بلا لیا ہوتا۔۔ میں آجاتا۔۔" سفید کلف لگے سوٹ پہنے کندھوں پر چادر پھیلائے سید کی جبیل کی شخصیت اور رعب ہی الگ ہوتا تھا۔۔۔

روحان نے ہمیشہ انہیں ایسے ہی کپڑوں میں دیکھا تھا جو انکی شخصیت پر خوب جچتے تھے۔

"کاش آج عائشہ زندہ ہوتی وہ اپنی آنکھوں سے تمہاری اس خوشی کو دیکھتی۔۔" سید جبیل کی آواز بھرا گئی تھی۔ انہیں اس موقع پر وہ بہت یاد آئی تھیں۔

"ڈیڈ آپ پریشان نہ ہوں۔۔" روحان جبیل نے انہیں تسلی دی تھی۔ یہ الگ بات تھی جب سے وہ آرجے سے روحان جبیل بنا تھا اسے اپنی ماں شدت سے یاد آتی تھی۔

"تمہارے لئے وہ خاندان کی ہر روایت کو توڑنے کیلیئے تیار رہتی تھی۔۔ اور میں نے بھی صرف اسکا سوچ کر تمہیں خاندان سے باہر شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔۔ کہ کہیں قیامت کے روز وہ میرا گریبان نہ پکڑ لے۔۔" وہ حقیقت بیان کر رہے تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ایک خوشگوار زندگی جیو۔۔" سید جبیل نے اسے کندھوں سے پکڑ کر کہا تھا۔

"شکریہ ڈیڈ۔۔" روحان مسکرا کر انکے گلے لگ گیا تھا۔ باہر رم جھم برستی بارش میں اندر دونوں کے دل بھیگ گئے تھے۔

مہندی کی رسم جاری تھی۔ ماہم اور حانم دونوں سجی سنوری بیٹھی تھیں۔ آسیہ بیگم نے دونوں کی نظر اتاری تھی۔ ماہم کی ساس اور نند اپنی بہو کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں۔

پورے گھر میں گہما گہمی تھی۔ ماہی کی خوبصورت آنکھوں میں انتظار کے دیپ جل رہے تھے۔ وہ حشام کو ایک نظر دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ کل سے نہیں آیا تھا۔ اسکی بیتاب نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ لیکن نہ اسے آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا تھا۔ ماہی دل مسوس کر رہ گئی تھی۔

"کتنی دیر اور لگے گی۔۔؟؟" حانم نے تھکن سے بھرپور لہجے میں پاس بیٹھی ماہی سے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟؟" ماہی حیران ہوئی۔

"اتنا بھاری سوٹ نہیں پہنا جا رہا مجھ سے گھٹن ہو رہی ہے۔۔" حانم نے اپنی پریشانی بیان کی۔

"منہ بند کر کے بیٹھ جاؤ۔۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔۔ ماہم کو دیکھو کتنے مزے سے بیٹھی ہے اور کتنی خوش نظر آ رہی ہے۔۔ جبکہ تم سارا دن سوتی ہو۔۔ پھر بھی تھکن۔۔؟؟" ماہی نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا جس پر حانم خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

رات کے ایک بجے کا وقت تھا۔ حانم سنگھار میز کے سامنے بیٹھی اپنا زیور اتار رہی تھی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اسکا بھاری بھر کم ڈوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا۔ وہ پوری توجہ سے چوڑیاں اتار رہی تھی جب کمرے میں کسی کے موجودگی کے احساس سے چونکی۔ حانم نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو دھک سے رہ گئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر سینے پر بازو باندھے، دیوار سے ٹیک لگائے۔۔ روحان کھڑا تھا۔ جو فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آ۔۔ آپ۔۔ یہاں۔۔؟؟" وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ گود میں رکھی چوڑیاں نیچے گر چکی تھیں۔

"کیسی ہو مسز؟؟" وہ چمکتی آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ وہ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ سیاہ رنگ کی واسکیٹ پہنے اسکی شخصیت نکھر آئی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟" حانم نے اپنے لہجے میں غصہ سموتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آسکتا۔۔؟؟" الٹا سوال کیا گیا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

"نہیں۔۔" حانم نے سخت لہجے میں جواب دیا تھا۔

"کیوں۔۔ میرے سسر کا گھر ہے میں کیوں نہیں آسکتا۔۔؟؟" وہ اب بیڈ پر پڑا اسکا بھاری ڈوپٹہ اٹھاتے پوچھ رہا تھا۔ اسکا لہجہ شوخ تھا۔ حانم کو حیرت ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے پھر آپکو اپنے سسر سے اس وقت ملاقات کرنی چاہیے۔۔ میں انہیں بلاتی ہوں، یہاں اس وقت وہ آپکو دیکھ کر خوش ہونگے۔"

حانم غصے سے کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے مسز۔۔ ظالم سماج کو درمیان میں مت لاؤ۔۔ پہلے ہی بی جان نے مجھے مہندی کی رسم میں شریک نہیں ہونے دیا۔۔"

وہ اسکے راستے میں حائل تھا۔ اسکا دکھ سن کر حانم نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"تمہیں پتا ہے پچھلے دو تین دنوں سے میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔۔ یقین مانو سب کچھ پھیکا لگنے لگا تھا۔۔" حانم کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی روحان جبیل تھا جسے وہ پچھلے ایک سال سے جانتی تھی۔ یہ اتنا شوخ کیسے ہو سکتا تھا۔

روحان نے ہاتھ بڑھا کر وہ ڈوپٹہ حانم کے سر پر اوڑھایا تھا۔ حانم کے سنہری بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔ ہلکے میک اپ سے مزین چہرہ ڈوپٹے کے ہالے میں مزید خوبصورت ہو گیا تھا۔

"یقین نہیں ہوتا۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟" وہ اسے آنکھوں میں جذب کرتے پوچھ رہا تھا۔

"ایسا لگ رہا ہے جیسے ہزاروں چراغ جل اٹھے ہوں۔۔" وہ حانم سے کچھ فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ حانم کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ڈائیلاگز اچھے بول لیتے ہیں آپ۔۔" حانم نے رخ پلٹتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اب آئینے کے سامنے کھڑی باقی چوڑیاں اتار رہی تھی۔ مقصد صرف روحان سے دوری تھی۔۔ وہ اپنے تیز دھڑکتے دل کو نارمل کرنا چاہتی تھی۔

"تمہیں میری باتیں ڈائیلاگز لگتی ہیں؟؟" روحان کو صدمہ ہوا۔

"جی بالکل۔۔" حانم نے نظریں جھکائے کہا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم بھی ملنا چاہتی ہو۔۔ میں اسی لئے آ گیا۔۔" وہ لہجے میں بیچارگی سموتے کہہ رہا تھا۔

"خوش فہمیاں بہت ہیں آپکو۔۔" حانم نے طنز کیا۔

"کسی نے ایک سال تک محبت کی ہے مجھ سے، خوش فہمیاں تو ہونگی نا۔۔ اب اگر تم بھول گئی ہو یا نہ مانو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔۔"

حانم کے جھمکے اتارتے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے۔

"تب میں غلط فہمی میں مبتلا تھی۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میں جس شخص کو چاہنے کی حماقت کر رہی ہوں وہ چہرے سے ایسا ہو گا۔۔" حانم نے سچ کہا تھا۔

"میری بد نصیبی کہ میرا چہرہ آرجے سے ملتا ہے۔ میں تو چہرہ بدل کر تمہارے سامنے آیا تھا۔۔ درحقیقت جلے ہوئے چہرے کے ساتھ۔۔ لیکن اللہ توبہ تم نے تب بھی مجھے قبول نہیں کیا۔۔"

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟؟" اسکی بات سن کر حانم کو جھٹکا لگا تھا۔ اس نے رخ موڑ کر روحان کو دیکھا تھا جو اسکے بیڈ پر آرام سے بیٹھا تھا اور نظریں حانم پر جمی تھیں۔

"مجھے لگا تھا کہ اینجل ایک نرم دل لڑکی ہو گی۔ لیکن اس سے ملنے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو ڈائن ہے۔۔" روحان نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بتایا۔

حانم کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔ اسے اب کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔

"تو۔۔ آپ۔۔ ہی مون تھے؟؟" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں لیے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔ مون بنا پڑا تھا مجھے۔۔" روحان نے بیڈ کے ساتھ میز پر رکھی پلیٹ سے سیب اٹھایا تھا۔۔ اور اب وہ مزے سے کھا رہا تھا۔ جبکہ حانم حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے شاک دے کر وہ کتنا پر سکون تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کون ہیں؟ آر جے، مون یا پھر روحان جبیل؟؟" اسکی بات سن کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ سیب کو واپس پلیٹ میں رکھنے کے بعد وہ ایک بار پھر اسکے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں میں حانم کیلئے جذبات مچل رہے تھے۔

جبکہ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"میں ہانی کیلئے آر جے، اینجل کیلئے مون جبکہ ام حانم کیلئے روحان جبیل ہوں، تم زندگی کے سارے پہروں میں جتنے بھی روپ بدلو گی ہر پہر میں ایک نئے روپ میں، مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔۔"

روحان نے حانم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔

"تم چاہے سات براعظموں کی سیر کو جاؤ یا سات سمندروں کی، تم چاہے ساتویں آسمان کو چھو کر آؤ یا سمندر کی گہرائی سے سیپ نکالنے۔ جاتم مجھے ہر جگہ پر اپنے ساتھ پاؤ گی میں نے زندگی کے بہت سے پہر تمہارے بنا گزارے ہیں، میں اب تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں، تم میرا ہر قدم پر ساتھ نبھاؤ گی تو میں ہر مشکل کا مقابلہ کروں گا، میں ہر طوفان سے ٹکرا جاؤں گا، کیا تم مجھے اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہو؟ کیا تم میرا ساتھ نبھاؤ گی؟؟" وہ دل سوز آواز میں سحر پھونک رہا تھا۔

حانم نے اسکے پھونکے گئے سحر میں اپنے وجود کو گم ہوتے محسوس کیا تھا۔ کتنے ہی پل خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔

"بولو حانم میری طاقت بن کر میرا ساتھ نبھاؤ گی؟؟" اسکی آواز سن کر حانم جیسے ہوش میں آئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ وہ سٹپٹا گئی تھی۔ اس نے روحان کا یہ روپ آج دیکھا تھا_ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسکے کتنے روپ تھے۔

"آپکو اب جانا چاہیے مجھے سونا ہے۔ شدید نیند آئی ہے اور اگر کسی نے آپکو یہاں دیکھ لیا تو"

"کوئی نہیں دیکھتا حانم بس تم میرے سوال کا جواب دو۔۔" روحان نے اسکی بات کاٹی۔

"ماہی آجائے گی، کہاں نا آپ جائیں یہاں سے۔۔"

"کہا نا نہیں آئے گی وہ جانتی ہے میں ایسے موقعوں پر تمہیں دیکھنے ضرور آتا ہوں۔۔" وہ ایک بار پھر اسے چونکا گیا تھا۔

"کیا مطلب آپکا؟؟" حانم ٹھٹکی۔

"مطلب وہ جانتی ہے کہ جب میں نکاح والے دن تمہیں دیکھنے آسکتا ہوں تو آج کیوں نہیں۔۔؟؟"

یہ دیا تھا ایک اور شاک روحان جبیل نے ام حانم کو۔۔ وہ بے بسی سے اپنے سامنے کھڑی اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو رشتے میں اسکا شوہر تھا لیکن حانم کا اس وقت دل کر رہا تھا کہ کوئی چیز مار کر اسکا سر پھاڑ دے۔ اگر وہ ایسے ہی شاک دیتا رہتا تو یقیناً کچھ دنوں تک وہ پاگل ہو سکتی تھی۔ حانم نے خاموشی سے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"جواب تو دیتی جاؤ۔۔" وہ احتجاجاً چلایا۔

"اگر آپ میرے باہر نکلنے سے پہلے یہاں سے نہیں گئے تو سچی میں۔۔" حانم نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم سر پھاڑ دو گی۔۔" روحان نے اسکی بات پوری کی۔

"آپ۔۔ آپکو تو میں بعد میں پوچھوں گی"

حانم نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا اور ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا۔ پیچھے روحان کا قہقہہ گونجا تھا جسے وہ کب سے ضبط کئے ہوا تھا۔

وہ روح تک سرشار ہو گیا تھا۔ اسکا رواں رواں خدا کا شکر گزار تھا جس نے اسے اسکی محبت سے نوازا تھا۔

دونوں باراتیں آچکی تھیں۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ دونوں دلہے بہت وجیہہ لگ رہے تھے۔ مہرون رنگ کی شیروانی پہنے روحان بہت خوش نظر آرہا تھا۔ حشام کی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد اسے ماہی نظر آگئی تھی۔ وہ ایلا کے ساتھ تھی۔ اسے ماہی سے ضروری بات کرنی تھی۔ وہ ماہی کی جانب بڑھا۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے" حشام نے ماہی سے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"میں ابھی آتی ہوں" ایلا نے وہاں سے کھسکنا ضروری سمجھا۔

"جی بولیں۔۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولی تھی۔ دو دنوں سے وہ اس دشمن جان کو دیکھنے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اور آج جب وہ سامنے آیا تو نظروں نے دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پلکیں جھک گئی تھیں۔

"کیسی ہیں آپ؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا جو دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اتنے سالوں بعد آج ماہی کی طبیعت کا خیال آیا تھا۔ ایک پھانس سی ماہی کے گلے میں اٹک گئی تھی۔ آنکھوں میں نمی ابھری۔ جسے دیکھ کر حشام نظریں چرا گیا تھا۔

تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟"

جی چاہے تو پیار جتاؤ

جی چاہے تو ہاتھ چھُڑا کر

گم ہو جاؤ

دل چاہے تو مجھ سے میرے بارے پوچھو

کیسی ہوں؟

کیسا دن گزرا؟

کیا کھایا؟

کیسا دن گزرا؟

اور دل چاہے تو،

__ مرتی بھی رہوں

تب بھی خاموشی اوڑھے

تم میرے ہونے کو نہ ہونا کر ڈالو

تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟

مجھ پر لازم ہے ہر پل میں تم کو سوچوں

جو لکھوں بس تم پر لکھوں

جو بھی بات کروں اس میں ہو ذکر تمہارا

جو بھی خواب بُنوں اس خواب کے راجہ ہو تم

___ اور تم جب دل چاہے

بیگانے ہو جاؤ

کون ہوں،؟؟ کیا ہوں؟؟

اس سے انجانے ہو جاؤ

میرے سب جذبوں کو کھیل تماشہ کہہ دو

جو دل میں آتا ہے مجھ کو ویسا کہہ دو

__ اور یہ چاہو

میں پھر بھی دل کے مندر میں تمہیں سجاؤں

اپنی ہر اک سانس تمہارے نام لگاؤں

تم کو پانے کی خواہش میں خود کو کھو دوں

جب تم بولو ہنس دوں جب تم بولو رو دوں

تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟

__ سچ پوچھو تو

__ جھوٹ نہیں

میں ایسی ہی ہوں

__ تم کو جیسی لگتی ہوں

__ میں ویسی ہی ہوں

تم کو پاگل میں لگتی ہوں،

"!!__ تمہارے لئے پاگل ہوں

"دل توڑنے کی معافی تو نہیں ہوتی لیکن میں پھر بھی معافی مانگتا ہوں آپ سے۔۔" حشام نے اپنے اندر اٹھتے درد کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا جو جسم کے ساتھ ساتھ دل میں بھی اپنے پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔

"جب آپ جانتے ہیں کہ معافی نہیں ہوتی تو مانگ کیوں رہے ہیں؟؟" ماہی نے نم آنکھیں لئے پوچھ رہا تھا۔

"ماہی بیٹا ادھر آؤ۔۔"اس سے پہلے حشام کچھ کہتا آسیہ بیگم نے اسے پکارہ تھا۔اور وہ شکایتی نظروں سے حشام کو دیکھتی انکی طرف بڑھ گئی تھی۔ حشام ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

پہلے ماہم کی رخصتی ہوئی تھی وہ مہرون بھاری کامدار لہنگے میں روایتی دلہن بنے بہت خوبصورت لگی تھی۔آسیہ بیگم نے ابھی اسے بھیگی آنکھوں سے نم کیا ہی تھا جب سید جبیل نے رخصتی کی بات کی تھی۔وہ سب لوگ شادی ہال میں تھے۔

اور خراب موسم کے پیش نظر جلدی نکلنا چاہتے تھے۔ آج روحان جبیل بہت خوش تھا۔اتنا کہ اسکی خوشی کا کوئی نعمل وبدل نہیں تھا۔

اس نے حانم کو ایک نظر دیکھا تھا۔اپنے بالوں سے امتزاج یعنی گولڈن رنگ کے لہنگے میں وہ سجی سنوری روحان کے دل کے ساز چھیڑ گئی تھی۔

حشام جبیل جو کافی فاصلے پر موجود ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جنہیں شاید ایک دوسرے کیلئے بنایا گیا تھا۔روحان کے چہرے سے چھلکتی خوشی اسکے چہرے کی مسکراہٹ نے جہاں حشام کو خوش کیا تھا وہیں ام حانم پر نظر پڑتے ہی اسکے اندر اذیت کی ایک گہری لہر اٹھی تھی۔اپنی محبت کو چھوڑ دینا اتنا آسان نہیں ہوتا اسے اب ماہی کی محبت کا احساس ہوتا تھا جسے اس نے ایک بار ٹھکرایا تھا۔وہ تو حانم کے پیچھے ایک بار گیا تھا جبکہ ماہی تو پاگل تھی اسکے لئے
لیکن محبت صرف پالینے کا نام ہی تو نہیں ہے کچھ لوگوں کے حصے میں بس ہجر اور قربانی ہی آتی ہے۔اور یہ ہجر حشام کے حصے میں آیا تھا اور کون جانتا تھا وقت کے ساتھ ساتھ شاید سبھی لوگ ہجر کی آگ میں جلنے والے تھے
_

حانم کیلئے یہ سب بہت مشکل تھا۔ آسان نہیں تھا اس شخص سے شادی کرنا جسکے ساتھ اسکی ماضی کی ایک خوفناک یاد جڑی ہوئی تھی۔

بیشک آرجے اب روحان جبیل بن چکا تھا۔ لیکن انسان تو انسان ہوتے ہیں وہ دوسرے انسان کے مرنے کے بعد بھی اسکی غلطی نہیں بھولتے_ جو غلطی ہم انجانے میں کرتے اور جو غلطی ہمارے نزدیک غلطی نہیں ہوتی وہ دوسروں کے نزدیک گناہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اس انسان کی الجھنوں کو کون سمجھ سکتا ہے جسے نفرت بھی اور چاہت بھی ایک ہی شخص سے ہوئی ہو

_

شام سات بجے کے قریب وہ لوگ بارات واپس لے کر سید ہاؤس پہنچ چکے تھے۔ سردی اور خراب موسم کے پیش نظر مختلف رسومات سے جلدی فارغ ہونے کے بعد حانم کو اسکے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ حانم نے ایک لمبی سانس خارج کی تھی اور پھر اپنے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے بیڈ سے پشت ٹکائے بیٹھی تھی جب اچانک اٹھتی آوازوں اور شور نے اسے ہڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ شادی ہال میں ہی تھا جب حشام کو اپنے سر میں شدید درد اٹھتا محسوس ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ہسپتال آنے کی ہدایت کی تھی جسے وہ نظر انداز کر کے شادی کی تیاریوں میں مگن ہو گیا تھا۔

بارات سے واپسی پر حشام کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ اسکے پورے جسم میں شدید درد تھا۔ وہ ناجانے کیسے ضبط کئے ہوئے تھا۔

"حشام تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟؟" وہ کانپتے ہاتھوں سے پانی کا گلاس تھامے کھڑا تھا جب روحان اسکے پاس آیا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔" وہ زبردستی مسکرایا تھا۔

"تمہارا رنگ پیلا پڑ رہا ہے۔۔" روحان کو تشویش لاحق ہوئی۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں بس ہلکہ سا بخار تھا۔" وہ پھر مسکرایا تھا۔ ناجانے کیوں روحان کو اپنا دل دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔ حشام اسکے لئے بہت معنی رکھتا تھا۔ وہ اسکا سب کچھ تھا۔ اسکا شاموکاکا_ اس سے پہلے حشام کچھ کہتا روحان اسکے گلے

لگ گیا تھا۔ وہ حشام سے چھ سال چھوٹا تھا اور حشام نے اسکی ہر خواہش اور لاڈ کو سر آنکھوں پر رکھا تھا۔ حشام اسکی اس حرکت پر دھک سے رہ گیا تھا۔

" تمہیں پتا ہے شاموکا کا میری زندگی میں دو لوگ ایسے آئے ہیں جنکا نام ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہوتا ہے ایک حشام اور دوسری حانم میں تم دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں تم دونوں روحان جبیل کی طاقت ہو اسکے مسکرانے کی وجہ ہو

" تم پاگل ہو روحان۔" حشام اسکی بات سن کر مسکرا دیا تھا۔

" ہاں میں پاگل ہوں سنو مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا" جانے کیا تھا روحان کے لہجے میں حشام تڑپ کر رہ گیا تھا۔ اسکا اعلیٰ ظرف دل دہائی دے رہا تھا۔ حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا اٹک گیا تھا۔ حشام نے اپنے دائیں ہاتھ سے روحان کے بالوں کو سہلایا تھا۔

" میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہونگا ہمیشہ تمہارے دل کے بہت قریب" حشام نے اپنے ساتھ لگے روحان کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ روحان کسی ضدی بچے کی طرح اس سے چپکا ہوا تھا۔ حشام کی آنکھوں کے سامنے ماضی کی فلم چلنے لگی تھی۔

بچپن میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ جب حشام چودہ سال کا تھا اور روحان آٹھ سال کا۔ حشام اسے اپنے ساتھ سکول لے کر جاتا تھا۔ جب بھی روحان کو غصہ آتا تھا یا اسے کچھ چاہیے ہوتا تھا وہ حشام سے کہتا تھا کہ "شاموکا کا نیچے بیٹھو"

اور حشام ایک گھٹنے کے بل بیٹھ جاتا تھا۔ اور روحان پھولے گالوں کے ساتھ اپنی چھوٹی چھوٹی بازوؤں کو حشام کے گلے میں ڈال لیتا تھا اور اسکے چپک جاتا تھا۔ اور کتنی دیر تک ایسے ہی حشام سے لپٹا رہتا تھا۔ پھولے منہ سے اپنے غصے کی وجہ بتاتا تھا یا پھر اپنی خواہش ظاہر کرتا تھا۔ اس وقت حشام کو اس معصوم بچے پر ٹوٹ کر پیار آتا تھا اور وہ اسکی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پوری کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ بڑے ہوتے ہوتے آج وہ حشام کے قد کے برابر آگیا تھا لیکن تھا ویسا ہی ضدی، آج بھی اسی انداز میں اس سے لپٹا کھڑا تھا اور ضد کر رہا تھا کہ وہ ہمیشہ روحان کے ساتھ رہے۔

ایسا ممکن کب ہے؟؟ انسان کب کسی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، انسان تو بے وفا ہے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

"لگتا ہے آج دونوں بھائیوں میں خاصا پیار ہو رہا ہے۔۔" عقب سے مدیحہ کی آواز ابھری تھی۔ وہ ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ اسے اپنے دونوں بھائی بہت عزیز تھے۔

روحان کا حصار بہت تنگ تھا۔ نا جانے کیوں آج اسکا دل ڈر رہا تھا وہ حشام کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

"کھیر اکھلا کرو جناب اب بچے کی جان لو گے کیا؟؟" حشام نے شرارتی لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھو شامو کاکا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی نا تو میں تمہیں جان سے ماڑ ڈالوں گا۔۔"

روحان بے ضدی لہجے میں کہا تھا اور پھر اس سے الگ ہوا۔

"ماشاء اللہ اللہ آپ دونوں کا پیار یونہی سلامت رکھے۔۔" مدیحہ نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"ادھر آؤ۔۔" حشام نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلایا تھا۔ اور مدیحہ تیز تیز قدموں سے بھاگنے کے انداز میں ان دونوں کی جانب بڑھی۔

"اللہ تم لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔۔" حشام نے مدیحہ کے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا تھا جسے مستقیم نے کیمرے کی آنکھ میں مقید کر لیا تھا۔

"واہ۔۔ پیار ہو تو ایسا ہو۔۔" وہ مسکرایا تھا۔

وہ روحان کے بلانے پر ہی شادی میں آیا تھا۔

اور بہت خوش تھا۔ اس نے سالوں پہلے جب حانم یونیورسٹی آئی تھی تب سے اسے روحان کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ ان دونوں کیلئے دل سے خوش تھا۔

"بھائی آپکو تو بخار ہو رہا ہے۔۔" مدیحہ کو احساس ہو گیا تھا۔ حشام کا جسم تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔

"ارے نہیں تو۔۔ایسی کوئی بات نہیں"

"دکھاؤ ادھر۔۔"روحان نے اسکی پیشانی کو چھو کر دیکھا تھا۔

"ہاں تمہیں واقعی بہت بخار ہے۔۔"روحان پریشان ہوا تھا۔

"نہیں تم لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"حشام نے ٹالنا چاہا تھا۔

"بھائی میں ڈاکٹر ہوں آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔۔ آپکو واقعی بہت تیز بخار ہے۔۔"
مدیحہ خفگی لئے کہہ رہی تھی۔

"چلیں اندر میں آپکو دوا دیتی ہوں اور چائے بھی۔۔"مدیحہ نے اسکا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

وہ تینوں اسے کچن کے باہر سے لاؤنج میں لے آئے تھے۔ وہ اسے صوفے پر بیٹھا چکے تھے۔ حشام کی رنگت اب نیلی پڑ رہی تھی۔

"بھائی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔۔؟؟"مدیحہ نے حشام کی نبض چیک کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مدیحہ کہاں ہو تم اسے سنبھالو۔۔"ارحم کی آواز ابھری تھی۔ اسکی ایک سالہ بیٹی رو رہی تھی جو ارحم کی گود میں تھی۔ جبکہ مدیحہ پوری سنجیدگی سے حشام کی نبض ٹٹول رہی تھی جو آنکھیں بند کئے صوفے سے ٹیک لگائے بے سود سا پڑا تھا۔

"بھائی۔۔ کب سے ہے آپکو بخار اور آپ نے بتایا نہیں۔۔"مدیحہ نے حشام کو مخاطب کیا جسے کوئی ہوش نہیں تھی۔ اسکے جسم میں جو درد تھا وہ اسے بے ہوشی کی دنیا میں جانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"کیا ہوا حشام جواب دو۔۔"روحان نے اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا لیکن روحان کے ہاتھ لگاتے ہی حشام صوفے پر ایک جانب ڈھلک گیا تھا۔

"بھائی کیا ہوا آپکو آنکھیں کھولیں۔۔"

"حشام۔۔۔ حشام آنکھیں کھولو۔۔" ہر طرف چیخ وپکار تھی۔ حشام نے چیخوں کی آواز سن کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں کر پایا تھا۔ تیز ابھرتا شور مدھم ہوا تھا۔اور پھر ایک گہری خاموشی چھاگئی تھی۔

شور کی آواز حانم کے سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

"یااللہ خیر۔۔" وہ اپنا بھاری بھر کم لہنگا سنبھالتے ہوئے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔ابھی وہ کمرے کے دروازے تک نہیں پہنچی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور ملازمہ اندر داخل ہوئی۔ اسکے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"کیا ہوا ہے یہ آوازیں کس چیز کی ہیں۔۔؟؟ سب ٹھیک تو ہے نا۔۔؟؟" حانم نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔

"وہ جی چھوٹے سائیں کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے سب انہیں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔۔" ملازمہ نے بتایا تھا۔

"کون چھوٹے سائیں؟؟" حانم کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"روحان کی بات کر رہی ہیں آپ؟؟" حانم سوالیہ انداز لئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں جی۔ میں حشام سائیں کی بات کر رہی ہوں۔۔" ملازمہ کی بات سن کر حانم سن سی رہ گئی تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ حشام کو کیا ہوا تھا۔

"بی جان کہاں ہیں؟؟"

"وہ جی نیچے ہیں۔۔باقی سب ہسپتال چلے گئے ہیں۔۔" ملازمہ کو حانم سے ہمدردی ہوئی تھی اسکی شادی کے دن اتنی بڑی پریشانی آگئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ جائیں میں آتی ہوں۔۔" حانم نے اپنے بھاری ڈوپٹے کو سر سے آزاد کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسے حالات کا کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔

"جی اچھا۔۔" ملازمہ سر کو ہلاتی جا چکی تھی۔ جبکہ پیچھے حانم کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اسکا نازک سا دل تیزی سے دھڑک رہ تھا۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ سادہ سے حلیے میں لاؤنج میں بی جان کے پاس بیٹھی تھی۔ بی جان کافی پریشان نظر آرہی تھیں۔ انکا جوان بیٹا جو بے ہوش ہو چکا تھا اور وجہ بھی نہیں معلوم تھی۔۔ بی جان کے دل میں سو طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ جنہیں وہ جھٹکتی دعا مانگنے میں مشغول رہیں۔

"بی جان پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔۔" حانم نے بی جان کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"ان شاء اللہ۔۔" بی جان اپنے آنسوں ضبط کر رہی تھیں۔

"بیٹا تم نے دلہن کا جوڑا کیوں اتار دیا۔۔ پہنے رہتی بلکہ آرام کرو اپنے کمرے میں سب ٹھیک ہو گا۔" بی جان کچھ سنبھلیں تو حانم کو اس حلیے میں دیکھ کر پیار سے کہا۔

"کوئی بات نہیں بی جان۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔۔" حانم نے تسلی دی تھی۔ پورا گھر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔

"غلام دین شاہ بیٹے کو فون ملاؤ اور پتا کرو حشام کیسا ہے اب۔۔" بی جان نے اپنے برسوں پرانے ملازم سے کہا تھا جو سر جھکائے ایک جانب کھڑا تھا۔

"جی بی بی جان ابھی کرتا ہوں۔۔" غلام دین نے حکم کی پیروی کی تھی۔ بی جان جو ایک بلند حوصلہ خاتون تھیں صبر کئے بیٹھی تھیں۔

ایک ہی پل میں سب بدل گیا تھا۔ خوشیوں والے گھر میں اب ایک گہری خوفناک خاموشی چھائی تھی۔ روحان کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ وہ ہسپتال کی راہدری میں کھڑا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص پریشان تھا۔ ابھی کچھ پل ہی گزرے تھے جب روحان کی جیب میں رکھا فون تھرتھرایا۔

یہ حشام کا موبائل تھا جسے وہ آتے ہوئے بے دھیانی میں صوفے سے اٹھا لایا تھا۔ کسی ڈاکٹر راحیل کی کال تھی۔

روحان نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"مسٹر جبیل آپ آج پھر نہیں ہاسپٹل آئے آپ جانتے ہیں آپکی جان کو کتنا خطرہ اور نا آپ اپنی رپورٹس لائے ہیں جو میں نے آپکو کہا تھا۔۔"

کسی مرد کی آواز ابھری تھی جسے سن کر روحان گنگ رہ گیا تھا۔

"ڈاکٹر راحیل۔۔" روحان کانپتی آواز میں بولا تھا۔

"یس۔۔" دوسری جانب سے کہا گیا تھا۔

"میں روحان جبیل ہوں۔۔ حشام جبیل کا بھائی۔۔"

روحان خود پر ضبط کرتے راہداری سے نکل آیا تھا۔

باہر بارش ہو رہی تھی۔ جو ابھی ہلکی تھی۔ موسم خراب ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ڈاکٹر راحیل کی آواز مدھم ہو جاتی تھی۔ روحان اب پارکنگ ایریا میں آگیا تھا۔ ڈاکٹر راحیل اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ جسے فق ہوتے چہرے کے ساتھ روحان سن رہا تھا۔ اور پھر فون بند کر کے وہ گاڑی نکالنے کے بعد تیز رفتاری سے اسے بھگاتے ہائے گھر کی جانب جا رہا تھا۔

"بی بی جان کوئی بھی فون نہیں اٹھا رہا۔۔" غلام دین نے اطلاع تھی۔

"یا اللہ رحم کر میرے مالک۔۔" باہر بادلوں کی گرجنے کی زوردار آواز گونجی تھی۔ بی جان کا دل کانپ کر رہ گیا تھا۔ حانم خود ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ بیٹھی تھی۔ پریشانی اسکے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ دس منٹ بعد پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ غلام دین باہر کی جانب بھاگا تھا۔

"کیسے ہیں حشام بابا اب؟؟" غلام دین بھیگے کپڑوں کے ساتھ اندر آتے روحان سے پوچھ رہا تھا۔

جبکہ روحان ان سنی کرتا حشام کے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ گیلی ہو چکی شیروانی کے بٹن کھول رہا تھا۔

روحان کو دیکھ کر حانم کو تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔ لیکن وہ جس انداز میں حشام کے کمرے کی جانب بڑا تھا حانم کو تشویش ہوئی تھی۔ پانچ منٹ بعد وہ ایک فائل سمیت کمرے سے باہر نکلا تھا۔

"شاہ بیٹا حشام کیسا ہے؟؟" بی جان نے پوچھا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے بی جان آپ دعا کریں۔۔" روحان زبردستی مسکرایا تھا۔ حانم اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حانم سے نظریں ملنے پر وہ نظریں چرا گیا تھا۔ اور باہر کی جانب لپکا۔ اسکے گیلے ہو چکے بال پیشانی پر پڑے تھے۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"میں آپکے ساتھ چلوں۔۔؟" حانم کی آواز پر روحان کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

"یہاں بی جان اکیلی ہیں۔۔ تم ابھی بی جان کے پاس رہو۔۔" روحان نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ اور اکیلی نہیں ہوں۔۔" بی جان نے جواب دیا تھا

"ٹھیک ہے۔۔ آپ جائیں میں بھول گئی تھی میں ادھر ہی رکتی ہوں۔۔" حانم کا جواب سن کر وہ تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ تھا۔

کبھی کبھی اچانک قیامت آجاتی ہے اس طرح وارد ہوتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا_ ساری خوشیاں جیسے ملیامیٹ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

روحان ڈاکٹر راحیل سے مل کر باہر نکلا تھا۔ وہ سن دماغ اور ہارے ہوئے جواری کی طرح راہداری سے گزر رہا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اسکے کانوں نے سنا وہ سچ تھا۔۔؟؟

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

حشام کو

blood cancer

تھا۔۔ کب سے تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا اور نا حشام نے بھنک پڑنے دی تھی۔ ڈاکٹر راحیل نے بتایا تھا کہ اکثر اسے سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی۔ رات کو اسکا سانس اکھڑ جاتا تھا۔ سینے میں اکثر درد رہتا تھا۔ اسکی صحت تیزی سے گر رہی تھی۔ روحان کے ہاتھ میں اس وقت

CBC

کے ٹیسٹ کی رپورٹس تھیں جو حشام نے کروایا تھا۔ روحان کا دل چاہا تھا کہ وہ چیخے چلائے۔۔ وہ کیوں اسکی تکلیف کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ جانے کتنے سالوں سے وہ اس بیماری میں مبتلا تھا۔ پاکستان آکر ڈاکٹر راحیل کے کہنے پر اس نے دوبارہ ٹیسٹ کروائے تھے۔

فائل کو گاڑی میں رکھنے کے بعد وہ کتنی ہی دیر تیز برستی بارش میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اسکے جسم کے ساتھ ساتھ جیسے اسکی روح بھی جل رہی تھی۔ کچھ آنسو اسکی آنکھ سے نکلے تھے اور بارش میں پانی میں مل کر بہہ گئے۔

حانم نے فون کر کے حمدان صاحب کو سب بتا دیا تھا۔ کچھ ہی دیر وہ سب لوگ گھر آ گئے تھے۔

"میں ہسپتال جانا چاہتی ہوں۔۔" حانم نے جواد سے کہا تھا جس نے کچھ سوچنے کے بعد اسے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی تھی۔ اب بی جان کے پاس سب تھے۔ حمدان صاحب گھر سے ہی ہسپتال روانہ ہو گئے تھے۔ کوئی کچھ نہیں بتا رہا تھا۔ بی جان کا ڈر اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

مدیحہ کو جب حشام کی بیماری کا پتا چلا اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔ ضیاء جبیل جیسے ڈھہ گئے تھے۔ ہر شخص شدید صدمے کے زیر اثر تھا۔ حشام کو انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رکھا تھا۔ اسے آکسیجن لگی

ہوئی تھی۔ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ وہ لوگ کافی لیٹ ہو گئے تھے لیکن وہ اپنی طرف سے حشام کا علاج کرنے کی پوری کوشش کرینگے۔

_انہوں نے کہا تھا بلڈ کینسر کے مریض کبھی کبھی تو کافی عرصہ جی لیتے ہیں لیکن کبھی کبھی بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں

"میرے بھائی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔"

روحان نے اپنے سامنے براجمان ڈاکٹر سے کہا تھا۔

"دیکھیے مسٹر جبیل امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی ہر نومنٹ میں ایک انسان بلڈ کینسر سے مر جاتا ہے۔۔یہ تو پھر پاکستان ہے البتہ ہم پوری کوشش کرینگے۔۔"ڈاکٹر کی بات پر روحان بس انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

پورے جبیل خاندان میں ایک خوف وہراس پھیل گیا تھا۔ماہی کو اپنا آپ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔وہ بنا پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ جذبات واحساسات کو کس سے بیان کرے؟؟وہ اندر ہی اندر رو رہی تھی۔خاک ہو رہی تھی۔وہ حشام کو دیکھنا بھی چاہتی تھی اور دیکھنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔

"تم مجھے یوں دھوکہ نہیں دے سکتا مسٹر حشام جبیل۔۔سنا تم نے۔۔تم دھوکے باز نہیں ہو سکتے۔۔"

وہ موبائل میں اسکی تصویر دیکھتے ہوئے چلائی تھی۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ضیاء جبیل کی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی۔ جوان بیٹے کی بیماری کا سن کر وہ سہم گئے تھے۔ مدیحہ کو اور انہیں گھر بھیج دیا تھا گیا تھا۔ ہسپتال میں موجود ہر شخص ایک دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔سب لوگ اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہے تھے حالانکہ ان میں سے کسی کا قصور نہیں تھا۔سادے سے جوڑے میں بڑی سی چادر لپیٹے وی

ہسپتال آئی تھی۔ راہداری میں رکھے صوفے پر روحان اکیلا بیٹھا تھا۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا۔ حانم نے اسے اس طرح دیکھا تو اسکی جانب بڑھی۔ وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی جبکہ روحان کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔

حانم نے اپنا سر دہاتھ روحان کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ وہ ایک دم چونکا۔ چہرہ اٹھا کر دیکھا تو حانم کو اپنے پاس پایا تھا۔

:سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان مت ہوں" وہ تسلی دے رہی تھی۔ روحان کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔ ان میں نمی جھلملا رہی تھی۔ وہ جانے کیسے خود پر ضبط کئے بیٹھا تھا۔

"حشام میرا سب کچھ ہے۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تھا۔ حانم نے اسے کبھی اتنا دکھی اور سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود ڈر گئی تھی کہ حشام کی حالت جانے کتنی خراب تھی۔

حشام کے ساتھ پیرس میں گزارے وہ دن اسکی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے تھے جب وہ ایک اچھے سامعین اور ایک اچھے ہمدرد کی صورت میں موجود تھا۔ اس نے روحان کو نہیں بتایا تھا بتایا تھا کہ حانم زندہ تھی۔ وہ اسکی خوشی میں خوش تھا۔ ایک بار اپنی خواہش کا اظہار کرنے اور حانم کا انکار سننے کے بعد اس نے کبھی حانم کو تنگ نہیں کیا تھا۔ وہ سطحی مرد ہر گز نہیں تھا۔ اسکی باتوں میں، اور اسکی ذات میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ حانم نے اسے شدت پسند نہیں پایا تھا۔۔ وہ مضبوط کردار کا مالک تھا۔ جانے اللہ نے اسے کس مٹی سے بنایا تھا کہ کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا تھا اس نے، ہمیشہ روحان کا ساتھ دیا تھا۔

حانم نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگا لیا تھا۔ اسکا ہاتھ ابھی تک روحان کے ہاتھ پر تھا۔

روحان کو اسکے ہاتھ کا سرد پن محسوس ہوا تھا جو ٹھنڈ اور موسم کی وجہ سے تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں حانم کا نازک ہاتھ دبا لیا تھا۔ وجہ اپنے گرم ہاتھوں سے اسکے سرد پڑتے ہاتھ کو گرمائش پہچانا تھا۔ بارش میں بھیگی رات آہستہ آہستہ سرکنے لگی تھی۔

اگلے دن شام کے وقت حشام کو ہوش آیا تھا۔بی جان بھی ہسپتال میں موجود تھیں۔وہ تھوڑی دیر سب سے ملا تھا۔اس سے بولا نہیں جا رہا تھا لیکن پھر بھی حوصلے پر تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا کہ شامو کا کا مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔۔" روحان نے شکوہ کیا تھا۔حشام مسکرا دیا تھا۔پھیکی سی مسکراہٹ

"میں حانم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔۔"

حشام نے اپنی خواہش ظاہر کی تھی۔روحان نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔حانم اسکی خواہش کا سن کر حیران رہ گئی تھی۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں گلابی پن ابھر آیا تھا۔ وہ کافی تھکی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کانپتے قدموں سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ حشام کو اس طرح بستر پر لیٹے دیکھ کر حانم کو دکھ ہوا تھا۔ ڈاکٹر ناجانے کن کن ٹیسٹوں کیلیے اسکی رگوں سے خون نکال رہے تھے۔

حانم کو اپنے سامنے دیکھ کر حشام کی آنکھوں میں ایک دم چمک ابھری تھی۔وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ساحروں والی مسکراہٹ۔۔حانم اسکے بیڈ سے کچھ فاصلے پر رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔

"معاف کر دو مجھے میں نے آپکی زندگی کی سب سے حسین پل تباہ کر دیے ہیں۔۔" حانم نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔۔"

حانم کی بات سن کر حشام کے لبوں پر استہزاہیہ مسکراہٹ ابھری تھی۔وہ جیسے خود پر ہنسا تھا۔

"میں آپکو آج ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں ایک خوبصورت کہانی۔۔" حشام کی بات پر حانم الجھی۔

"یہ کہانی ہے ہانی اور آرجے کی

یہ کہانی ہے اینجل اور مون کی

یہ کہانی ہے ام حانم اور روحان جبیل کی

اور یہ داستان ہے زندگی کے سات پہروں کی

میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، عشق کی داستانیں لیکن آج میں اپنی پسندیدہ داستان سنانے جا رہا ہوں کیا سنیں گی آپ دو سلفائیٹس کی داستان۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی۔۔" حانم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یہ کہانی جو ہانی اور آرجے سے شروع ہوئی ایک بہت ہی عجیب موڑ سے، جس میں میں نا جانے کہاں سے شامل ہو گیا تھا__؟؟ مجھے خود سمجھ نہیں آئی۔۔ ایک لڑکی کا پیدائشی نشان، جس نے مجھے سالوں پاگل کئے رکھا۔ مجھے باندھے رکھا، لیکن وہ چمک وہ نشان میرے لئے نہیں تھا۔۔

میں جب بھی اسے دیکھنا چاہا اس نشان کی چمک نے مجھے نظریں جھکانے اور رخ موڑنے پر مجبور کیا کہ "مجھے دیکھنے کی اجازت نہیں"

ہر کہانی میں ایک تیسرا ہوتا ہے لیکن میں حیران ہوں اس کہانی میں کسی تیسرے کو آنے ہی نہیں دیا گیا، جب مکی نے آنے کی کوشش کی تو آرجے موجود تھا۔ جب میڈی نے آنے کی کوشش کی تو مون موجود تھا۔ جب حشام نے آنا چاہا تو روحان جبیل دیوار بن کر کھڑا تھا، کسی تیسرے کو آنے ہی نہیں دیا گیا، دو لوگوں نے ایک دوسرے سے نفرت کی اور پھر محبت بھی۔۔ نہ کوئی تیسرا ان لوگوں کو بدظن کر سکا اور نہ ہی ملا سکا۔۔

آپکو لگتا ہے کہ آرجے نے آپکے ساتھ غلط کیا تھا لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کیا ہوتا؟؟

کیا وہ کبھی آرجے سے روحان جبیل تک کا سفر طے کر پاتا؟ اللہ کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جنہیں آزمایا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے دوسروں کو امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔۔

آپکو لگتا ہے کہ آپکے ساتھ برا ہوا؟ کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟؟

اگر اللہ نے کسی اور کو چن لیا ہوتا تو کیا آج آپکو روحان ملتا۔۔؟؟ یقیناً نہیں اسی لڑکی کو ملتا جسے اس کرب سے گزارا جاتا۔ آپ خوش نصیب ام حانم آپکو آزمایا گیا اور آزمائش اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کی ہی کرتا ہے۔ جو آرجے نے کیا وہ ایک سلفائیٹ کی طرف سے فطری عمل تھا۔

"وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ انسان کو شدت پسند ہونا چاہیے امریکہ میں اسکا سکول ٹیچر تھا جو کہتا تھا کہ فیل ہو جاؤ یا ٹاپ کر جاؤ۔۔ یہ پاس ہونے والے لوگ مجھے نہیں پسند۔ اور یہ شدت پسندی اسکی شخصیت کا خاصہ بن گئی۔ وہ مکی والی بات جان کر دو طرح سے ہی رد عمل کا اظہار کر سکتا تھا۔۔ وہ ایک سلفائٹ ہے یا تو بالکل خاموش رہتا۔۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا اور نمبر دو ویسا ہی کرتا جیسا آرجے نے کیا تھا۔ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا جو تھوڑا غصہ کرتا ناراض ہوتا یا پھر مان جاتا، اس نے وہی کیا جو اسکی فطرت میں تھا جو ہمارے نزدیک گناہ ہے" حانم غور سے اسے سن رہی تھی۔

"پانی۔۔" حشام کا گلہ خشک ہو چکا تھا۔ حانم نے اٹھ کر اسے گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔ حشام نے گھونٹ گھونٹ پیا تھا۔

"مجھے لگتا تھا کہ وہ صرف ام حانم سے معافی مانگنا چاہتا ہے، اسکی محبت کا اندازہ بعد میں ہوا۔۔

میں شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی پسندیدگی کی وجہ سے شادی کا کہا۔۔ حالانکہ مجھے اسکا کوئی حق نہیں تھا۔ پتا ہے جس دن اس نے نکاح کا ڈرامہ کیا تھا اسی دن اسکی زندگی سے ہر لڑکی نکل گئی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اسکا دل بھر گیا ہے۔۔ لیکن یہ معاملہ ہی کچھ اور تھا جو مجھے بعد میں سمجھ آیا۔

دو سال پہلے میں حج پر گیا تو روحان سے کہا کہ چلو حج پر چلتے ہیں اس نے کہا کہ "میں نے حانم سے کہا تھا نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی" آج مجھے لگ رہا ہے کہ یہ محاورہ مجھ پر ہی فٹ ہوتا ہے میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ وہاں جاؤں شرم آتی ہے مجھے اللہ سے، کسی کا دل دکھا کر کسی کو موت کے منہ میں دھکیل کر اس مالک کے گھر پر حاضری لگاتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے" اور پھر میرے بار بار کہنے پر بھی وہ نہیں گیا۔ لندن میں وہ اکیلا نہیں تھا ام حانم

کی یادیں اسکے ساتھ تھیں۔ اس نے شمائل نیازی کے ہاتھوں خود کی جان کو گنوایا تھا۔۔ اور پھر ایلف کو نہیں اپنایا جو ایک بہترین لڑکی تھی۔

میں جب سوچتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کوئی اتنی محبت بھی کر سکتا؟؟ اس داستان کے چھ پہر گزر چکے ہیں۔ نمبر ایک جس میں حانم اور آرجے کی ابتدائی زندگی تھی، نمبر دو جس میں وہ دونوں یونیورسٹی میں اکٹھے ہوئے، نمبر تین جس میں حانم اندھیروں کی دنیا کی باسی بنی، جس میں اس نے اینجل کی زندگی جی، نمبر چار جس میں آرجے کی تڑپ کا دور چلا، اس نے نگر نگر حانم کو ڈھونڈا، نمبر پانچ جس میں آرجے کو اندھیروں کا باسی بنایا گیا اس سے اسکا سب کچھ چھین کر اللہ نے اسے انسان کی اوقات دکھائی، اور نمبر چھ جس میں وہ آرجے روحان جبیل بنا لوگوں کے دلوں کو فتح کیا حانم کو دوبارہ پایا، اور اب نمبر سات سب سے خوبصورت پہر کا آغاز ہوا ہے۔۔ جو سب سے مشکل بھی ہے اور سب سے حسین بھی، مشکل اس لئے کہ روحان جبیل نے جو راستہ چنا ہے وہ سچائی کا راستہ ہے مشکلات سے بھرا ہوا۔۔ لیکن حسین اس لئے ہے کہ آپ دونوں ایک دوسرے
کے ساتھ ہو۔ ہر مشکل میں ہر قدم پر اور ہمیشہ ساتھ رہو گے۔۔"

حانم کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔ اسکے لب کپکپائے تھے۔ لیکن وہ کچھ بول نہیں پائی تھی۔

"میری ایک آخری خواہش ہے کیا آپ اسے پورا کریں گی؟؟" حشام نے بات پر حانم نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

"روحان جبیل کا ساتھ کبھی بھی مت چھوڑنا ام حانم، اس نے اپنی زندگی میں بہت تکلیف برداشت کی ہے اسکا ہر قدم پر ساتھ نبھانا شاید میں نہ رہوں اسکی مشکل میں اسے حوصلہ دینے کیلئے اسکے پاس صرف آپ رہو گی، صرف آپ ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہونے والی حانم، م یعنی محبت، جو لوگ محبت پر ختم ہو جاتے اور آپکا نام بھی م پر ختم ہوتا حانم کی انتہا بھی محبت ہی ہے وعدہ کریں مجھ س آپ روحان کا ہمیشہ ساتھ نبھائیں گی۔۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ہمیشہ ساتھ نبھاؤں گی۔۔" حانم نے روتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔

حشام کے اندر سکون سا اتر گیا تھا۔ اسے بس یہی چاہیے تھا۔ اور اسے پورا یقین تھا حانم ساتھ نبھانے والوں میں سے تھی۔

حشام نے سکون سے آنکھیں موندھ لی تھیں۔ شاید اس سے مزید بولا نہیں جا رہا تھا۔ حانم کپکپاتے لبوں اور گلابی آنکھوں سے اپنے سامنے پڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو شہنشاہوں جیسا مزاج رکھتا تھا۔ جو پیرس میں ایفل ٹاور کے قریب اگر رک کر ایک نظر کسی کو دیکھ لیتا تھا تو اسے پتھر کا بننے پر مجبور کر دیتا تھا۔۔

"حش۔۔شام۔۔" ٹوٹے پھوٹے الفاظ اسکے لبوں میں دم توڑ گئے تھے۔

"کچھ لوگوں کے منہ سے اپنا نام سننا بہت اچھا لگتا ہے" حشام نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اسکی پلکیں نم تھیں۔

"اب آپکو جانا چاہیے ورنہ سانس لینا مشکل ہو جائے گا" وہ زبردستی مسکرایا تھا۔ حانم کو اپنا آپ لرزتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے سے باہر آئی تھی۔ حانم کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔

"حانم تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" روحان جو باہر انتظار کر رہا تھا حانم کو یوں لڑکھڑاتے دیکھا تو اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔" حانم نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"تمہیں گھر جانا چاہیے حانم مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، تم کافی کمزور نظر آ رہی ہو۔۔" روحان فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔

حانم واقعی بہت تھک گئی تھی۔ پہلے شادی کی تھکن اور اب کل سے وہ ہسپتال میں ہی تھی۔ ٹھیک سے کھا نہیں پائی تھی اور اوپر سے پریشانی۔

"ٹھیک ہے۔۔" حانم نے جانے کیلیئے حامی بھری تھی۔ وہ مزید یہاں نہیں رک سکتی تھی۔ اسے رونا آ رہا تھا۔

"تم بیٹھو یہاں میں جواد کو بلاتا ہوں۔۔"

حشام نے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تھا اور خود باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

"تمہیں کھانے پر توجہ دینی چاہیے مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔۔" روحان اسے زبردستی کھانا کھلا رہا تھا۔

جبکہ حشام نخرے کر رہا تھا۔

"تم ہو نا۔۔ سمجھدار انسان۔۔" حشام مسکرایا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا۔۔" روحان نے اسے گھوری سے نوازا۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔" حشام کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"دیکھو شاموکا کا زیادہ

Over acting

کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یہ نخرے اپنی بیوی کو دکھانا مجھے نہیں۔۔ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔" روحان چڑ گیا تھا۔

جبکہ حشام اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔ اسے روحان کا یہ انداز بہت پسند تھا۔

ماہی نے یہ منظر کمرے کے باہر سے دیکھا تھا۔ شیشے کے اس پار، فاصلہ کم تھا اسکے اور حشام کے درمیان لیکن اس میں یہ فاصلہ مٹانے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ حشام کو ہنستا دیکھ کر وہ بھی مسکرادی تھی۔ اور اسکی حالت دیکھ کر پھر سے رودی تھی۔

کچھ دیر بعد روحان کمرے سے باہر نکلا تو وہ رخ بدل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ڈوپٹے کی مدد سے آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"یوں رونے سے کیا ہو گا؟؟" عقب سے روحان کی آواز ابھری تھی۔ ماہی ایک دم اچھلی۔

"کب۔۔ میں تو نہیں رو رہی۔۔" وہ بڑبڑائی۔

"ایک بار بات کر لیں اس سے، اچھا لگے گا۔۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا جا چکا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر حشام کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

جواب آنکھیں موندھے لیٹا تھا۔

تو مجھ کو بھولتا ہی نہیں"

"میں نے کوشش رہی سہی کر لی

"یہ مت کہنا کہ ماہین حمدان مجھے معاف کر چکی ہے۔۔" حشام اسکی موجودگی کو محسوس کر چکا تھا۔وہ آنکھیں بند کئے ہی جواب دے رہا تھا۔

ماہی اسکی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ ماہین حمدان مجھے کبھی معاف نہ کرے بلکہ نفرت کرے"

"ماہین حمدان تو بس محبت کرنا جانتی ہے اس نے اور کچھ سیکھا ہی نہیں"

حشام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ان آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی الوہی چمک، کچھ دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی تھی۔ حشام اسے دیکھتا رہا تھا۔پھر وہ پلٹی اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

ابھی کچھ دیر میں محسن وہ پتھر ٹوٹ جائے گا"

"__ میں اسکی سرد مہری پر محبت مار آیا ہوں

کبھی کبھی ہماری تمام دعائیں جیسے آسمان تک پہنچ ہی نہیں پاتیں امیدیں جیسے ٹوٹ جاتی ہیں کچھ ایسا ہی سید جبیل خاندان میں ہوا تھا__

پچھلے دو دنوں ٹھیک گزرے تھے جبکہ شام سے حشام طبیعت بگڑ گئی تھی۔ اسے سانس نہیں آرہا تھا_سینے میں شدید درد تھا اور پھر وہی ہوا تھا جس سے ہر شخص ڈر رہا تھا۔وہ چلا گیا تھا ہمیشہ کیلئے کبھی نہ واپس آنے کیلئے روحان اسکے پاس تھا جب اسکی روح نے پرواز کیا تھا۔

قیامت کا لمحہ تھا۔اسکے چہرے پر پسینہ اور اسکی ٹوٹتی سانسیں روحان جبیل کو پتھر کا بنا گئی تھیں۔

"حشام تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔۔سنا تم نے۔۔تم دھوکا نہیں دے سکتے ہمیں"

لیکن جانے والے کب پلٹتے ہیں،وہ کب آہیں سنتے ہیں انہیں کب ترس آتا ہے سسکیوں پر انہیں تو بس جانا ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے اور حشام جبیل ان میں سے ایک تھا۔روحان جبیل کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔باہر بادل زور سے گرجا تھا اور اندر جیسے روحان جبیل کا دل پھٹ گیا تھا۔وہ حشام جبیل کے بے جان وجود سے لپٹ گیا تھا۔راہداری میں پریشانی سے ٹہلتی اور دعائیں مانگتی ماہی نے ایک پکار سنی تھی۔ڈاکٹر معذرت کرنے کے بعد جا چکے تھے۔ماہی کے ہر طرف گھٹی گھٹی سسکیاں گونج گئی تھیں۔ ماہی کو لگا تھا وقت رک گیا تھا۔ اس نے شیشے کے پار حشام کے بے جان وجود کو ایک نظر دیکھا تھا۔ مدیحہ اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ بی جان جیسے بے جان ہوچکی تھیں۔ ہر شخص کے چہرے پر خوف پھیل گیا تھا۔

"میں تمہیں یہی ملوں گا آج کے دن اسی وقت"

ایفل ٹاور کے قریب وہ جادوگر سحر پھونک رہا تھا۔ماہی کا دل ڈوب گیا تھا۔دس سال بے لوث محبت کی تھی اس نے حشام جبیل سے کہہ دینا آسان ہوتا ہے،کوئی دس سالوں کو محبت میں گزارے تو پتا چلے اور اس سال وہ سب کو چھوڑ گیا تھا۔ وہ شخص جتنا مضبوط تھا اتنا ہی کمزور ثابت ہوا تھا۔ نا وہ اپنی خوشی پوری کرسکا تھا، نہ بی جان کی اور نہ ماہی کی،وہ کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ آج سب کو ایک گہرا زخم دے گیا تھا۔

"بھائی اٹھ جائیں نا۔۔ آپ تو کبھی اتنی کسی کو پریشان نہیں کرتے تھے۔۔ کبھی کسی کو رونے نہیں دیتے تھے۔۔ آج سب رو رہے ہیں آپ اٹھیں آنکھیں کھولیں۔۔ دیکھیں نا۔ سب آپکی وجہ سے پریشان ہیں۔۔" مدیحہ جیسے پاگل ہوگئی تھی۔ ارحم سے اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا۔

ماہی نے ایک نظر بی جان اور ضیاء جبیل کو دیکھا جنکی زندگی کی جمع پونجی جیسے لٹ گئی تھی۔

بی جان ضیاء جبیل کے سینے سے سر ٹکائے رو رہی تھیں۔

"چپ کر جاؤ سب۔ حشام سو رہا ہے اسے نیند آئی ہے۔۔" روحان دبی دبی آواز میں چلایا تھا اور پھر اسکے سرہانے کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسکے خوبصورت ہاتھوں کو تھام رکھا تھا۔

اس شخص کے درد کا اندازا تو ماہی بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ جو بچہ پیدائش کے بعد چار سال تک خاموش رہا تھا۔ جب وہ بولا تو پہلا لفظ اسکی زبان نے "حشام" ادا کیا تھا۔ اور حشام آج اسے چھوڑ گیا تھا اسکا مرنا یقینی تھا۔

وہ شخص جو اپنی ماں کے مرنے پر نہیں رویا تھا۔ وہ اب حشام کے پہلو میں بیٹھا اسے اٹھنے کی گزارشیں کر رہا تھا۔ ایک دم سب کچھ ساکت ہوا تھا۔ ماہی نے اپنا دھڑکتا دل بند ہوتے محسوس کیا تھا۔ اسکی سماعت جواب دے گ ئ ی تھی۔ اسکا دماغ سن ہو چکا تھا۔ وہ تو حشام سے محبت کی دعوے دار تھی۔۔ وہ جا چکا تھا اور وہ اب تک زندہ تھی۔

"ماہی۔۔" کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ پلٹی تھی۔ حانم اسکے پاس کھڑی تھی۔ بھیگی پلکیں لئے اسکے نازک ہونٹوں پر خشکی تھی۔ اسکے چہرے پر جیسے ویرانی تھی۔

"ہانی۔۔ وہ۔۔ وہ حشام۔۔" ماہی کے لب پھڑپھڑائے تھے۔

"حوصلہ کرو ماہی۔۔" جانے یہ الفاظ حانم کے منہ سے کیسے ادا ہوئے تھے۔

"وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا نا۔۔ وہ زندہ ہے نا۔۔ حشام زندہ ہے نا۔۔" ماہی نے حانم کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ حانم نے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"بولو نا۔۔ حشام کو کچھ نہیں ہوا۔۔ حشام زندہ ہے نا۔۔" وہ ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے نا۔۔وہ زندہ ہے۔۔بولونا۔وہ زندہ ہے۔۔"آہستہ آہستہ ماہی کی آواز مدھم چل گئی تھی۔ وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔ اسکا وجود ہولے ہولے کانپ رہاتھا،اسکے دماغ ماننے سے انکاری تھا کہ وہ حشام جاچکا تھا۔

نہ آسمان پھٹا تھااور نہ ہی زمین ہاں البتہ آسمان روضرور رہاتھا۔

"حشام کو کچھ نہیں ہوا۔۔حشام زندہ ہے۔۔۔حشام زندہ ہے۔۔"ماہی کی زبان حشام کاورد کررہی تھی۔جانم اسکے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔

"چپ کرجاؤ نا سب لوگ۔۔ میرا حشام سویا ہوا ہے۔۔"اندر روحان حشام کے چہرے کو تکتے ہوئے سب کو چپ کروا رہا تھا۔

"بولونا۔۔حشام ٹھیک ہے نا۔۔سب سے کہہ دوخاموش ہوجائیں۔۔ اسے تنگ نا کریں۔۔"باہر ماہی اس سب سے خاموش ہونے کی التجا کر رہی تھی۔

ان دولوگوں نے ایک شخص سے جیسے عشق کیا تھا۔اسکی ذات سے اسکے کردار سے۔

"إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"

سید جبیل نے آگے بڑھ کر حشام کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اچھے سے بند کیا تھا۔ روحان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو رو رہے تھے۔

اور پھر جیسے اندھیرا چھا گیا تھاماہی کو سب پس منظر میں جاتا ہوامحسوس ہوا تھا۔وہ حواس کھورہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد ہر طرف مکمل اور گہری خاموشی چھاگئی تھی۔۔"

بچھڑا اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی"

"__اک شخص بھرے شہر کو ویران کر گیا

وہ ایفل ٹاور کے سامنے بیٹھی تھی۔ آج ایک ماہ ہو گیا تھا۔ ماہی نے نم آنکھوں سے ایفل ٹاور کو دیکھا تھا۔ جہاں وہ شخص پہلی بار اس سے ملا تھا اور پھر یہیں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

اسے وہاں ہنستے مسکراتے لوگ، محبت کے پنچھی کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے اپنے سامنے وہ شخص کھڑا نظر آ رہا تھا جو اسکا سب کچھ تھا۔

وہ دونوں اسکے سامنے کھڑے تھے ماہین حمدان اور حشام جبیل۔۔ وہ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص کی آنکھوں میں پاگل پن تھا تو دوسرا تھوڑا بیزار تھا۔

"میں تمہیں یہی ملوں گا۔" جانے اس نے یہ جملہ کیوں کہا تھا۔ وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی۔ اسکے اجڑی حالت اور ویران آنکھوں پر پیرس بھی اداس ہو گیا تھا۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ وہ آج ہی پیرس آئی تھی۔ یہ ایک مہینہ اس نے پاکستان میں کیسے گزارا تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔

کچھ دکھ ناقابل بیان ہوتے ہیں کچھ حادثے ناقابل فراموش ہوتے ہیں ماہی کا دکھ کوئی نہیں لکھ سکتا تھا وہ زندہ تھی لیکن زندگی تو جیسے روٹھ گئی تھی۔

"ماہی چلو اٹھو بہت دیر ہو چکی ہے۔۔" ایلا نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔ اس سے ماہی کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ماہی بنا کوئی ضد کئے اٹھ گئی تھی۔ اور ایلا کسی روبوٹ کی طرح پکڑ کر اسے وہاں سے لے گئی تھی۔

حانم چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ کمرے میں نیچے قالین پر روحان بیٹھا تھا اسکے ہاتھ میں حشام کی تصویر تھی مسکراتا ہوا حشام جبیل۔ روحان اس سے باتیں کر رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حانم کا دل جیسے پھٹتا تھا۔ لیکن وہ پچھلے ایک مہینے سے یہی منظر دیکھتی آ رہی تھی۔ روحان جبیل دوسروں کے سامنے کتنا ہی مضبوط اور سمجھدار کیوں نہ نظر آتا ہو۔۔ لیکن اکیلے میں وہ یہی کام کرتا تھا حشام سے باتیں، حانم کبھی اسکے اس کام

میں دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ لیکن آج وہ روحان کی طرف بڑھی تھی۔ وہ چائے کا کپ میز پر رکھنے کے بعد روحان کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔

اور غور سے حشام کی تصویر دیکھنے لگ گئی تھی۔

"حشام آپ سے زیادہ پیارے تھے۔۔ ہیں نا۔۔؟؟" وہ عام سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ روحان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے حشام کی تصویر کو سینے سے لگا لیا تھا۔ حانم نے ہاتھ بڑھا کر وہ فوٹو فریم روحان کے ہاتھ سے لیا تھا۔

جس پر روحان نے چونک کر حانم کو دیکھا تھا۔

"کچھ لوگوں سے باتیں کرنے کیلئے ہمیں چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔" وہ مسکرائی تھی۔

"کچھ لوگ یہاں بستے ہیں، ہنستے مسکراتے ہیں کچھ لوگوں کو مسکن یہ ہوتا ہے۔۔" اس نے روحان کے سینے پر دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہاں جھانک کر دیکھیں وہ آپکو یہاں ملے گا۔۔" حانم کی بات سن کر روحان نے آنکھیں بند کی تھیں۔

"مسٹر سلفائٹ تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔۔" حشام جبیل اسے چڑا رہا تھا۔ روحان نے فٹ سے آنکھوں کھول دی تھیں۔

"کچھ لوگ ہمارے اندر بستے ہیں، وہ ہم سے دور کبھی نہیں جاتے اور بھول گئے آپ جب ام حانم کو آپ نے مردہ سمجھا تھا کیا وہ آپکو چھوڑ کر گئی تھی۔۔؟؟ وہ ہمیشہ آپکے ساتھ رہی تھی نا۔ یقین کریں حشام ہمیشہ آپکے ساتھ رہے گا۔۔" حانم نے روحان کا ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔ روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی نم آنکھوں سے لگایا تھا۔

اور اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ حانم مسکرا دی تھی۔

وہ اسکے درد کو کم نہیں کر سکتی تھی لیکن بانٹ تو سکتی تھی نا اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔

وہ بی جان کے کمرے میں انکے گھٹنوں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ بی جان صوفے پر بیٹھی تھیں۔
باہر چمکیلی دھوپ نکلی تھی لیکن ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھی۔
"میں جانتا ہوں میں حاشام کی جگہ نہیں لے سکتا بی جان۔۔ لیکن میں

Try

کرونگا کہ اس جیسا بن سکوں۔۔" وہ کافی حد تک بہتر اردو بول رہا تھا۔ اسکا لہجہ برٹش تھا۔
"تمہیں پتا ہے بیٹا حشام کہا کرتا تھا کہ اس حویلی میں اسکی دلہن بن کر ایسی لڑکی آئے گی جو اس حویلی کی شان و شوکت کا مقابلہ کرسکے۔ جو پروقار ہو اور مجھے اپنے حشام کیلیے ایسی لڑکی مل چکی ہے، اب تم میرے لئے حشام ہو جاؤ اس لڑکی کو لے آؤ جسکی تلقین تمہیں حشام نے کی ہے۔۔" بی جان نم آنکھوں اور بھیگے لہجے میں کہا تھا۔ جورڈن نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ بی جان اسکے بالوں کو سہلا رہی تھیں۔ وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔
جورڈن کو حشام کے انتقال کی خبر ایلا نے دی تھی۔ جسے سن کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا تھا وہ شخص تو خود ہی دنیا چھوڑ گیا تھا۔ وہ پاکستان آگیا تھا۔
جب وہ حویلی پہنچا تو ضیاء جبیل اس سے لپٹ کر روئے تھے۔ جورڈن کا دل سخت نہیں تھا بلکہ وہ بدلے کی آگ میں اتنا سخت دل بن گیا تھا۔
اس نے ایک بار ماہی کے اسکی ماں کے واسطہ دینے پر ہاتھ سے پسٹل پھینک دیا تھا۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا لیکن نا جانے کیوں وہ آگیا تھا۔
اور بی جان کو دیکھ کر اسے اپنی ماں یاد آگئی تھی۔ وہ ایک دم ڈر گیا تھا اسے لگا تھا اسے دھتکار دیا جائے گا لیکن نہیں بی جان نے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔

وہ انکا بھی بیٹا تھا سگا نہ سہی سوتیلا ہی سہی۔۔ حشام نے مرنے سے پہلے بی جان کو سب بتا دیا تھا اور وعدہ کیا تھا بی جان جورڈن کو اپنا بیٹا ہی سمجھیں گی۔۔ اس نے ساری زندگی یتیمی میں گزاری تھی_ اور پھر بی جان جانتی تھی نفرت کو نفرت سے نہیں محبت سے ختم کیا جاتا ہے۔ سید جبیل نے بھی جورڈن کو کھلے دل سے قبول کیا تھا۔ حشام خود تو چلا گیا تھا لیکن خاندان کی خودساختہ روایات پر کاری ضرب لگا کر گیا تھا جنہوں نے مارتھا کی جان لے لی تھی۔

ضیا جبیل کو کبھی خوش نہیں ہونے دیا تھا۔

بی جان کو اداس رکھا تھا۔ حشام کو باندھ کر رکھا تھا، جنہوں نے ماہی کا دل توڑا تھا۔

اسکی موت ایک بہت بڑا پیغام چھوڑ گئی تھی جسے سب پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں بی جان میں حشام کی ہر خواہش کو پورا کرونگا۔۔" جورڈن نے صدق دل سے وعدہ کیا تھا۔ اور بی جان نم آنکھیں لئے مسکرا دی تھیں۔

"مسٹر آر جے عرف سلفائیلٹ آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔۔ جلدی تشریف لے آئیں۔۔" جورڈن نے اسٹڈی روم میں کتابوں کے درمیان بیٹھے روحان سے کہا تھا۔

روحان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسکا انداز بالکل حشام جیسا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسے تکتا رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟؟" جورڈن نے سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔ روحان نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا تھا۔ وہ کافی حد تک حشام سے مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور جورڈن کی طرف بڑھا تھا۔ جورڈن کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیوں دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا روحان نے اسکے گلے میں اپنے بازو ڈال دیئے تھے۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ حشام کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اب وہ اس سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"حشام نے کہا تھا وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہے گا"

اور آج روحان کو اسکی بات کی سمجھ آئی تھی۔ وہ دونوں بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتے تھے۔ جورڈن اسکی اس حرکت پر دنگ رہ گیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ جورڈن تم اس حویلی میں آئے ہو۔۔" روحان نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ایک لمبی بات ہے۔۔ جس میں میرا معافی مانگنا بھی بنتا ہے لیکن اس وقت تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔۔ جاؤ پہلے مل لو۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔" روحان اثبات میں سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

روحان لاؤنج میں آیا تو حانم صوفے پر بیٹھی تھی اور اسکے پاس وہیل چیئر پر ایک لڑکی بیٹھی تھی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

"شمائل نیازی۔۔ اور وہ بھی ملتان میں" روحان کو یقین نہیں آرہا تھا وہ وہیل چیئر پر تھی۔

روحان کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

"میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں۔۔ میں نے اپنی ضد اور انا میں تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی اور اپنی طرف سے لے بھی چکی تھی۔۔ لیکن میں بھول گئی تھی یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ دیکھو آج میں چلنے کے قابل نہیں میں خود کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔۔" وہ ندامت و شرمندگی لئے کہہ رہی تھی۔

"آپکو کیا لگتا ہے مس شمائل نیازی کہ مجھے خبر نہیں ہوگی میرے ساتھ یہ حادثہ کس نے کروایا تھا۔۔؟" روحان کی بات پر وہ چونکی تھی۔

"ٹھیک ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا اور سراغ بھی لگا لیا تھا۔ لیکن جب پتا چلا کہ اس حادثے کے پیچھے تمہارا ہاتھ تھا تو خاموش ہو گیا اور معاف کر دیا۔۔ شاید تم اپنی جگہ ٹھیک تھی۔۔"

شمائل اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہورہا تھا کہ اسکے سامنے بیٹھا شخص آرجے ہی تھا۔

"میں آرجے نہیں ہوں۔۔ آپکا تعلق اور دشمنی آرجے سے تھی۔ میں روحان جبیل ہوں مجھ سے نا آپکا کوئی تعلق ہے اور نا کوئی دشمنی۔۔"وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔ شمائل کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ برے حادثے بڑے بڑے لوگوں کا غرور توڑ دیتے ہیں۔ اور شمائل نیازی بھی منہ کی کھاچکی تھی۔

"تمہیں اب واپس آجانا چاہیے روحان بیٹا النور کو تمہاری ضرورت ہے"ڈاکٹر باسط اسے لندن واپس جانے کا کہہ رہے تھے۔سب کچھ ادھورا تھا۔

یہاں ملتان کی زمین میں حشام دفن تھا۔روحان کا دل نہیں کرتا اس شہر کو چھوڑ جانے کو۔

"میں کوشش کرونگا۔۔"

"کوشش نہیں تمہیں جلد آنا ہوگا۔۔اور حشام بھی تو یہی چاہتا تھا کہ تم بہت آگے جاؤ"

"جی۔۔"روحان نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے امید ہے تم سب سنبھال لوگے کیونکہ تم اب حشام ہو۔۔"روحان نے اپنے سامنے کھڑے جورڈن سے کہا تھا۔وہ اور حانم لندن واپس جارہے تھے۔

"اپنے حشام پر پورا بھروسہ رکھو،سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔"اس نے مسکرا کر یقین دلایا تھا۔

بی جان نے حانم کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

وہ انکے حشام کی پسند تھی اور انکے شاہ بیٹے کی بیوی۔بی جان کو وہ ہر لحاظ سے عزیز تھی۔

ایک بوجھل شام میں ڈھیروں دعاؤں کے حصار وہ دونوں لندن کیلئے روانہ ہو چکے تھے۔

وہ کلف لگے سفید کپڑے پہنے، کندھوں پر سیاہ چادر پھیلائے لاؤنج میں اس دیوار کے سامنے کھڑا تھا جس پر ایک تصویر لگی تھی۔

حشام جبیل کی تصویر، وہ بھی کلف لگے سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، کندھوں پر چادر پھیلائے، ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ خوبصورتی سے مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی۔ تصویر کے باہر کھڑا حشام تصویر کے اندر موجود حشام کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو آج میں نے بہت کچھ سنبھال لیا ہے جیسا تم چاہتے تھے تم نے اپنی آخری خط میں جو جو کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا ہے۔۔ بس ایک کام رہ گیا ہے۔۔ سب سے اہم کام۔۔ میں کل پیرس جا رہا ہوں۔۔ تم دعا کرنا کہ وہ مان جائے۔۔" وہ تصویر سے مخاطب تھا۔ واقعی اس نے سب سنبھال لیا تھا۔ علاقے کے معاملات، گدی پر بیٹھنے کے معاملات، سید جبیل اس سے بہت خوش تھے۔

"تمہیں پتا ہے انسان زندہ ہوتے ہوئے دنیا فتح کرتا ہے اور تم نے مر کر سب کچھ فتح کر لیا۔۔" وہ نم آنکھیں لئے کہہ رہا تھا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ روحان اور حانم کو ملوا گیا تھا۔

وہ بی جان اور سید ضیاء جبیل کے درمیان کی سرد مہری کو ختم کر گیا تھا۔ وہ اسے اس خاندان کا حصہ بنا گیا تھا۔ وہ سید جبیل کو انکی خود ساختہ روایات سے باہر نکلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

اس نے کیا خاص کام کیا تھا؟؟ کچھ بھی نہیں اس نے صرف محبت کی تھی۔۔ ہر شخص سے۔۔ انسان سے محبت کی تھی اس نے۔۔ اور آج محبت نے اسے فاتح بنا دیا تھا۔

"حشام بیٹا۔۔" عقب سے بی جان کی آواز ابھری تھی۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"جی بی جان۔۔؟؟" وہ انکی طرف بڑھا تھا۔

"میرا بیٹا اہم مقصد کیلئے جا رہا ہے۔۔ اللہ اسے کامیاب کرے۔۔ آمین۔۔" بی جان نے اسکا صدقہ اتارا تھا۔ انکی آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔

"آپ فکر نہ کریں میں کامیاب لوٹوں گا۔۔" وہ پر اعتماد تھا۔

"مجھے یقین ہے میرے بچے۔۔ یقین ہے مجھے۔۔" بی جان نم آنکھوں سے مسکرا دی تھیں۔

آج دو نومبر تھا۔ ماہی اسی جگہ پر بیٹھی تھی جہاں پہلی بار اسے حشام جبیل ملا تھا۔ اس نے کہا تھا وہ دوبارہ یہیں ملے گا۔ اور ماہی کو یقین تھا۔ اسکی دنیا جیسے اجڑ گئی تھی۔ چہرے کی اداسی آنکھوں کی ویرانی۔۔ وہ ایک زندہ لاش لگتی تھی۔ لیکن پھر بھی اسکے ملنے کے انتظار میں تھی۔ کتنے مہینے گزر گئے تھے۔ لیکن اسکے وجود میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ ساکت پتلیوں سے ٹاور کو گھور رہی تھی جب اسکی آنکھوں کی پتلیوں میں جیسے جنبش ہوئی تھی۔ ایک لڑکا جو اس سے کافی فاصلے پر تھا چلتا ہوا ٹاور کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر ٹھیک اسی جگہ پر جا کر رک گیا تھا جہاں حشام اسے پہلی بار کھڑا نظر آیا تھا۔

"حشام۔۔" ماہی کے لب پھڑپھڑائے تھے۔

"حشام۔۔" وہ اٹھتے ہوئے چلائی تھی اور اس طرف بھاگی تھی جہاں وہ کھڑا تھا۔ ہانپتی کانپتی وہ اس تک پہنچی تھی جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹاور کو گھو رہا تھا۔ ماہی نے کندھے سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ وہ اس وقت پاگل نظر آرہی تھی۔ اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

جو۔۔ جورڈن تم۔۔؟؟" اسے یقین نہیں ہو رہا تھا وہ وہی تھا۔۔ حشام جیسا۔۔ لیکن جورڈن۔؟؟"

"سوری۔۔۔ آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔ میرا نام حشام بن جبیل ہے۔۔" وہ آنکھوں سے چشمہ اتارتے ہوئے بتا رہا تھا۔ ماہی کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ وہ پیدائشی مسلمان تھا۔ جورڈن نام بدل کر روحان نے اسکا نام حشام رکھ دیا تھا۔

ماہی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی حشام جبیل لگ رہا تھا۔۔ چہرے پر وہی نرم سی مسکراہٹ۔۔ آنکھوں میں وہی محبت لوٹاتی الوہی سی چمک۔۔ وہ جورڈن تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔

"میں تمہیں یہیں ملوں گا۔۔" حشام جبیل نے وعدہ کیا تھا اور آج وہ واقعی آگیا تھا۔ وہیں اسی جگہ پر۔۔ انہی کپڑوں میں۔۔ سفید شرٹ پر کالی جیکٹ پہنے۔۔ وہ حشام جبیل تھا۔۔ اسکی شکل حشام سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ شاید وہ دونوں بھائی تھے اس لئے۔

جبکہ جورڈن تو جیسے ایک جانور تھا۔ جانوروں جیسے کمر پر بکھرے لمبے بال، چہرے پر کرختگی، الفاظ میں سختی جبکہ آنکھوں میں نفرت۔۔ یہ جورڈن تو نہیں تھا۔۔ یہ تو حشام جبیل تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" ماہی ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"میری بات سنو ماہی۔۔" حشام نے اسے روکنا چاہا تھا۔

"تم حشام نہیں ہو۔۔ تم اسکی جگہ نہیں لے سکتے۔۔" وہ ہیجانی انداز میں چلائی تھی۔

"میری بات تو سنو۔۔" حشام اسکی طرف لپکا تھا۔

"نہیں سننی مجھے کوئی بات۔۔" وہ پاگل ہوگئی تھی اور پھر وہاں سے بھاگی تھی۔

"تمہارے لئے میرے پاس حشام کی طرف سے ایک پیغام ہے۔۔" ماہی کے قدم ساکت ہوئے تھے۔ اس نے پلٹ کر بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

حشام پر وقار طریقے سے چلتا ہوا اسکی طرف آیا تھا۔ ماہی کو ایک بار پھر اس پر حشام کا ہی گمان ہوا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا وہ اب تھا ہی حشام جبیل۔

"یہ لو۔۔" حشام نے جیکٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکال کر ماہی کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ تمہارے حشام کا تمہارے لئے آخری پیغام ہے۔۔"

اسکی بات سن کر ماہی کا سانس اٹکا تھا جیسے۔۔

اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر عقیدت سے وہ لفافہ تھاما تھا جس میں حشام کا آخری خط تھا۔

جو ماہین حمدان کیلیے آب حیات کی مانند تھا۔

"میرے لئے حشام کا خط؟" اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"مجھے آپکے آنسو تکلیف دیتے ہیں مس ماہین حمدان۔۔" وہ جذبات سے چور لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ یہ تو اسکے حشام کا لہجہ تھا۔ وہ ایسے پکارتا تھا اسے اور ہسپتال میں بھی ایسے ہی پکارہ تھا۔

ماہی کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔ اسکے چہرے پر حیرانی پھیلی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے حشام جبیل کو دیکھ رہی تھی۔ اور پھر بھاگنے والے انداز میں تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ پیچھے حشام کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

گھر آنے کے بعد کتنی ہی دیر وہ اس خط کو آنکھوں سے لگائے بیٹھی رہی تھی۔ وہ اسکے حشام نے اسکے لیے لکھا تھا۔۔ ماہی کو یقین نہیں ہو رہا تھا۔ رات کے ناجانے کونسے پہر اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط کھولا تھا۔

" وہ نام لیتی ہے اور جان ڈال دیتی ہے"

الگ مزاج ہے اور معجزاؤں جیسا ہے"

ماہین حمدان کے نام،

ایک خوبصورت شعر اسکا نام خط کے شروع میں چمک رہا تھا۔ماہی کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسا اسکا خط نہیں بلکہ حشام خود اس سے مخاطب ہو۔

"سمجھ نہیں آرہا کیا لکھوں پچھلے کئی گھنٹوں سے میں قلم ہاتھ میں لئے بیٹھا ہوں ایک اتنی اچھی شخصیت کیلئے کیا لکھوں الفاظ نہیں مل رہے۔۔ میں جانتا ہوں جب تم اس کاغذ کے ٹکڑے کو پڑھوں گی تب تک میں دوسرے جہاں میں جا چکا ہونگا،یہ ایک تکلیف دہ فعل ہے، لیکن میں مطمئن ہوں،ماہین حمدان میں جب بھی آپکو دیکھتا ہوں حیران ہوتا ہوں،یقین نہیں ہوتا کوئی اتنی بےلوس محبت کیسے کر سکتا ہے؟؟ کوئی اتنا اعلیٰ ظرف کیسے ہوسکتا ہے کہ کم ظرف حشام جبیل سے اتنی محبت کرے؟؟ مجھے لگتا تھا "محبت" صرف حشام جبیل نے کی ہے لیکن جب ماہین حمدان کی محبت کو دیکھا تو دل رک سا گیا تھا،وہ رات،جب جورڈن حشام کو ختم کرنا چاہتا تھا اس رات مجھ پر ماہین حمدان کی محبت کی شدت عیاں ہوئی تھی کوئی اپنی محبت کیلیے کسی شخص کے پاؤں کیسے پکڑ سکتا ہے؟؟

اور اسی رات مجھ پر ایک اور محبت آشکار ہوئی تھی۔ جورڈن بن جبیل کی محبت___ حیران کن،"

ماہی کا دل زور سے دھڑکا تھا۔نا جانے وہ کس راز سے پردہ اٹھانے والا تھا۔

"آپکو پتا ہے ماہین ایک انسان جسکے پاس جان لینے کے سارے اختیارات ہوں اور پھر وہ جان بخش دے تو کیسا لگتا ہے؟؟ ہم عام لوگوں کیلئے یہ ایک معجزہ ہوتا ہے،اور ایسے معجزے صرف محبت میں ہوتے ہیں۔

میں نے اس رات دو پاگلوں کو دیکھا تھا،دونوں ہی محبت میں پاگل تھے،

ایک جان بچانے کیلئے پاگل تھا،

اور دوسرا جان بچانے والے کیلئے پاگل تھا،

میں نے ان آنکھوں میں نفرت کی چنگاریوں کو محبت کی برسات میں بُجھتے دیکھا تھا۔

میں اکثر سوچتا تھا کہ ماہین حمدان جیسی لڑکی جو حشام جبیل سے عشق کرتی ہے، حشام جبیل اسے اپنا کیوں نہیں لیتا؟؟ اگر حشام جبیل چاہتا تو غلط بھی کر سکتا تھا، لیکن اس رات مجھے سمجھ آیا کہ ماہین حمدان کو کسی اور کیلیئے بنایا گیا ہے، اسے مجھ جیسا انسان نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا، شاید کوئی اور اس سے عشق کرتا ہے، اور یہ عشق کب شروع ہوا ماہین حمدان اچھے سے جانتی ہے، پتا ہے اس رات اس لڑکے نے میرا دل جیت لیا تھا صرف اس وجہ سے نہیں کہ اس نے میری جان بخشی تھی۔۔ بلکہ اس لئے کہ اسکی نفرت پر محبت بھاری پڑ گئی تھی، جس انداز سے اس نے گن کو نیچے پھینکا تھا، جتنی اسکی آنکھوں میں اذیت تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے،"

ماہی کو وہ رات یاد آگئی تھی جب جورڈن نے اسکی منتیں کرنے پر حشام کی جان بخش دی تھی،

"مجھے امید ہے آپ اسکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گی، آپ اعلیٰ ظرف ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دو نومبر کو حشام جبیل اسی جگہ آپ سے ملے جس جگہ وہ پہلی بار ملے گا،"

"اور اس بار حشام جبیل ماہین حمدان سے اسکا ساتھ مانگے گا، اور مجھے امید ہے ماہین حمدان انکار نہیں کرے گی

ماہی کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ حشام نے اس سے کیا مانگ لیا تھا؟؟"

وہ آنکھیں پھاڑے اسکے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔

"یہ میری آخری خواہش ہے اسے میری گزارش سمجھ لیں، محبت کو دم توڑنے مت دیجیئے گا، اور رہی بات حشام جبیل اور ماہین حمدان کے رشتے کی تو حشام جبیل کو ماہین حمدان سے محبت نہیں لیکن عقیدت ضرور ہے، ماہین حمدان کی محبت سے حشام جبیل کو عقیدت ہے بے انتہا، بے پناہ۔۔

ایک کم ظرف انسان

حشام بن جبیل"

وہ الفاظ نہیں تھے، جانے کیا تھے؟ ماہی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ہنسے یا روئے، وہ اسکا خط اسکے الفاظ پڑھ کر ہنسی تھی اور اسکی گزارش پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"مجھ کو معلوم نہ تھی ہجر کی یہ رمز، کہ تو"
"جب میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سُو ہو گا"

موبائل پر ہوتی بیل نے حانم کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ وہ میز پر رکھی کتابوں کو ترتیب سے لکڑی کے شیلف میں رکھ رہی تھی۔

اس نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی کمرہ کافی حد تک صاف ہو چکا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر میز کی دوسری جانب رکھے موبائل کو اٹھایا تھا۔ ماہم کی کال تھی۔

"کیسا لگا لندن؟؟" سلام دعا کے بعد ماہم نے پوچھا تھا۔

"لندن ایک قدیم شہر ہے اور تم جانتی ہو ماہم کہ مجھے قدامت پسند ہے" حانم نے کھڑکی سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ باہر بڑے بڑے قدیم گھر تھے۔

اور سامنے ہی سبیل کا گھر تھا جہاں روحان پہلے رہتا تھا۔ لیکن جب وہ حانم کو لندن لے کر آیا تو اس نے گھر بدل لیا تھا۔

"روحان بھائی کیسے ہیں؟؟" ماہم نے سوال کیا تھا۔

"اچھے ہیں خاموش ہو چکے ہیں رات گئے تک باہر رہتے ہیں__" حانم نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"خیال رکھا کرو انکا اکیلے ہیں وہ۔۔" ماہم نے نصیحت کی تھی۔ اور حانم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

آج روحان کو النور کا ہیڈ بنایا جانا تھا۔ وہ پورا دن وہاں مصروف رہا تھا۔ اسے حانم سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ ورنہ وہ روزانہ اس سے دن میں دو تین بار فون کرتا تھا۔ چھوٹی سی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد، جس میں النور کو اسے سونپ دیا گیا تھا، روحان نے موبائل نکالا تھا۔

وہ حانم کو فون کرنے والا تھا جب اچانک ایمی کی طرف سے بھیجی گئی ایک تصویر کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ جینی تھی۔۔ جینی مارٹر، جسکے ساتھ مل کر کبھی اس نے گانے گائے تھے۔

اس نے خودکشی کرلی تھی۔ روحان کیلئے یہ خبر کافی حیران کن تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جینی جیسی لڑکی خودکشی کر سکتی تھی۔

اس نے فوراً انٹرنیٹ پر جینی کے متعلق سرچ کیا تھا۔ لوگ کافی صدمے میں تھا۔ وہ اچھی گلوکارہ تھی۔ کچھ لوگ اسکی خودکشی سے دکھی تھے جبکہ کچھ لوگ اسے قتل کرار دے رہے تھے۔

روحان گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"تم لوگوں نے کہا تھا کہ آرجے مرچکا ہے لیکن نہیں وہ زندہ ہے اور اس روپ میں زندہ ہوگا میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔" یہ وہی سیاہ کھڑکیوں اور دیواروں والا کمرہ تھے۔ اور اس تکونی میز کے گرد آج سالوں بعد بھی وہی تین لوگ موجود تھے۔ ایک باس اور دونوں وہ۔

"باس آپکو غلط فہمی ہوئی ہے آرجے مرچکا ہے۔۔"

لڑکی جو کہ سر سے پاؤں تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"آرجے زندہ ہے اور اس لڑکے کو دیکھ رہے ہو نا یہ آرجے ہی ہے پہلے میں اسے زندہ چاہتا تھا اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ دشمنوں میں شمار ہو چکا ہے اسے ہر حال میں ختم کرنا ہو گا۔۔ ہر طرح سے۔۔" باس کے چہرے پر کرختگی چھائی تھی۔ وہ لڑکی اور لڑکا اثبات میں سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

رات کے تقریباً پونے بارہ بجے کا وقت تھا۔ حانم نیند سے بوجھل آنکھیں لئے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ وہ روحان کا انتظار کر رہی تھی۔ ملازمہ کب کی سو چکی تھی اور حانم کو شدید غصہ آیا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد روحان اندر داخل ہوا تھا۔ حانم کو صوفے پر بیٹھا دیکھ ہر وہ چونکا تھا۔

"السلام علیکم!" روحان نے سلام کرتے ہوئے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا۔ حانم اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس نے سلام کا جواب بھی دل میں ہی دیا تھا۔

"تم آج ابھی تک جاگ رہی ہو؟؟ مجھے لگا سو گئی ہو گی۔۔ خیر جاگ ہی رہی تو کھانا مل سکتا ہے مجھے۔۔ کافی بھوک لگی ہے۔۔" روحان نے بند آنکھوں سے کہا تھا۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ حانم کا پارہ ہائی ہوا۔

"جہاں اتنی رات تک رہتے ہیں وہاں کھانا بھی کھا لیا کریں۔۔" حانم نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ وہ صوفے سے اتر کر جوتے پہن رہی تھی۔

روحان نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ جواب حانم نے ہی دیا تھا؟؟

وہ لندن آنے کے بعد کافی پرسکون ہو گئی تھی۔ اسکے کام بنا کہے کر دیتی تھی۔ اور آج۔۔ آج کیا ہوا تھا اسے؟؟

"ملازم سمجھا ہوا ہے مجھے، پاگلوں کی طرح جاگتی رہوں۔۔ ہنہہ" وہ دوپٹہ ٹھیک کرتی بڑبڑا رہی تھی۔ روحان اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکا پھولا ہوا منہ دیکھ کر روحان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تمہارے غصہ میرے کھانا مانگنے پر آیا ہے یا لیٹ گھر آنے پر؟؟" روحان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کافی تھکا ہوا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا وہ کافی مصروف رہنے لگا تھا۔ صبح صبح چلے جاتا تھا رات دیر سے واپس آتا تھا۔ دن میں فون کر لیا کرتا تھا لیکن کبھی بات ہو جاتی تھی کبھی نہیں۔۔ وہ اتنا الجھ گیا تھا پچھلے دنوں میں کہ حانم پر دھیان ہی نہیں دے پا رہا تھا۔

"میں کوئی مشین نہیں ہوں جسے اکیلے رکھا جائے گا تو رہ لوں گی۔۔ میں سارا دن یہاں اکیلی ہوتی ہوں، آپکو احساس بھی ہے؟؟" وہ کچن کی طرف قدم بڑھاتی غصے سے کہہ رہی تھی۔

روحان کو اسکا خالص بیویوں والے انداز میں شکوے کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے۔

"میں نے فون کیا تو تھا تم نے اٹھایا نہیں۔۔" وہ اسکے پیچھے لپکا تھا۔

"میں سوئی ہوئی تھی اس وقت" حانم نے دوبدو جواب دیا۔

"تو اس میں کس کی غلطی ہے؟؟" روحان نے پوچھا تھا۔

"آپکی مسٹر روحان جبیل۔۔" حانم کا جواب سن کر روحان حیران رہ گیا تھا۔

"آپ نے اس وقت فون کیوں کیا جب میں سو رہی تھی۔۔" وہ اب ساپن گرم کر رہی تھی۔

"مجھے کیسے پتا ہو گا تم اس وقت سو رہی ہو؟؟" وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں تو مجھے کیسے پتا ہو گا کہ آپ نے کس وقت فون کرنا ہے۔۔؟؟" حانم کا جواب سن کر روحان کا قہقہہ ابھرا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ حانم سے کم از کم ان معاملات میں نہیں جیت سکتا۔

"سوری میں آئندہ خیال رکھوں اور جلدی گھر آؤں گا۔۔" وہ اب سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا آنکھوں میں البتہ شرارت ناچ رہی تھی۔ حانم نے اسکا جواب سن کر کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا حانم کو واقعی نیند آ رہی تھی۔

وہ اب سپاٹ سا چہرہ لئے کھانا چھوٹی سی میز پر لگا رہی تھی جو کچن میں ہی رکھی تھی۔

اسے دیکھ کر جیسے روحان کی ساری تھکن اتر سی گئی تھی۔ وہ اب دلچسپ نظروں سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔

کھانا لگانے کے بعد وہ کچن سے جانے لگی تو روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم نہیں کھاؤ گی؟؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے"

"اچھا چلو پاس تو بیٹھ سکتی ہو نا؟؟"

"جی نہیں مجھے نیند آئی ہے۔ میں مزید نہیں جاگ سکتی۔۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر جا چکی تھی۔

"یہ کیسے کرے گی مجھ سے محبت اسکو تو نیند ہی بہت آتی ہے۔۔ سارا دن سوتی ہے۔۔ پھر رات کو بھی سوتی ہے۔۔ پھر بھی اسکی نیند پوری نہیں ہوتی۔۔ اور اوپر سے غصہ بھی مجھ پر ہی کرتی ہے۔" روحان سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ اور پھر سر جھٹک کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

کھانے کے بعد روحان جب کمرے میں آیا تو حانم سر تک کمبل تانے گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ کمرے میں ہیٹر کی گرمائش تھی۔ روحان کو گرمی کا احساس ہوا تھا لیکن اس نے ہیٹر بند نہیں کیا بلکہ اپنی جیکٹ اتار دی تھی۔ وہ جانتا تھا حانم سے سردی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ پیرس میں بھی اسکا یہی حال تھا اور اب یہاں آ کر بھی۔

"پاگل۔۔" روحان اسے دیکھ کر زیر لب بڑبڑایا تھا۔ چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اسکی نظروں کے سامنے تھی۔

وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ کچھ دنوں سے اپنے اکاؤنٹس میں کچھ غیر معمولی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔ آج وہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں تھا؟؟ اور اوپر سے جینی کی موت نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ جینی کے ساتھ جانے والا تھا لیکن اسکے پینڈنٹ میں اسے منی کیمرہ نظر آیا تھا_ اسکے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو ہیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔۔

اور آج سالوں بعد دوبارہ سے اسے وہی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ اپنی سکیننگ آنکھوں کو لیپ ٹاپ پر جمائے ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔

کچھ تو تھا جو ٹھیک نہیں تھا۔

اگلی صبح وہ کافی دیر سے جاگی تھی۔ روحان جا چکا تھا اس نے ناشتے کیلئے حانم کو نہیں اٹھایا تھا۔

"اچھا کیا نہیں اٹھایا اب انہیں یہ تو لگے گا نا کہ میں ناراض ہوں اس لئے نہیں اٹھی"

دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی اسکے موبائل پر تھرتھراہٹ ہوئی تھی۔ حانم نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو روحان کا ہی میسج تھا۔

"گھر میں دھیان سے رہنا، بلاوجہ کسی کیلیئے بھی دروازہ مت کھولنا، اور مشکوک افراد سے ہر گز بات مت کرنا، اور گھر سے باہر بھی مت نکلنا۔۔"

روحان کا میسج پڑھ کر حانم کی تیوری چڑھی تھی۔ آج تو اس نے بستی (ٹاؤن) میں گھومنے کا ارادہ کیا تھا۔ آج ہی وہ اسے گھر میں رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں جو یہاں کھو جاؤں گی میں باہر لازمی جاؤں گی۔" حانم نے جواب دیا تھا۔ اسے خود سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اس سے کیوں ناراض تھی۔ اطمینان سے ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھی۔ تیار ہوئی۔ ٹخنوں سے ذرا اوپر تک کے اوور کوٹ میں وہ پوری طرح سے چھپ گئی تھی۔

اپنے پسندیدہ چنکی بند جوتے پہننے کے بعد چھاتہ لے کر باہر نکل گئی تھی۔

" سمجھتا کیا ہے خود کو میں کوئی چار سال کی بچی ہوں یا مجھے لندن کا نہیں پتا، بی جان سے شکایت کرنی پڑے گی۔ مجھے یہاں قید کر کے رکھا ہے" وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔

باہر موسم کافی سرد تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح صبح ہی شام کا گمان ہو رہا تھا۔ یقیناً کچھ دیر تک برف باری ہونے والی تھی۔ گھروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک گھر پر پڑی تھی۔ ہر گھر کے سامنے باڑ لگی تھی اور اندر جانے کیلیے جنگلے نما گیٹ۔

"ایلف آسکر۔۔" دروازے کے ایک طرف ایلف کا نام پڑھ کر وہ چونکی تھی۔ اس نے یہ نام پہلے بھی سنا تھا۔ اچانک ایک جھماکہ ہوا اور اسے یاد آگیا تھا۔ حشام نے یہ نام لیا تھا اس نام کی لڑکی کو روحان نے ریجیکٹ کیا تھا۔

"اچھا تو موصوف کی پنکھیاں ادھر ہی رہتی ہیں۔۔" وہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے حلیے سے وہ ہرگز کوئی پاکستانی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ اسکا سر پہلے سکارف اور پھر اونی ٹوپی سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور پورا جسم بھاری بھرکم کوٹ میں چھپا تھا۔۔ وہ بنا کسی خود کے ہر چیز کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"پاکستان واپس چلیں۔۔" حشام پوچھ رہا تھا۔ جب ماہی کی آنکھیں رونے سے سوجھ چکی تھیں۔

"اس طرح سے روؤ گی تو آپکے حشام کو سکون کیسے ملے گا۔۔؟؟" اسکے کچھ نہ بولنے پر وہ دوبارہ کہا تھا۔

"سنو۔۔ بہت ہو گیا یہ رونا دھونا۔۔ بی جان بہت خفا ہیں، انہیں رونے دھونے والی بہو نہیں پسند۔۔"

ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ عجیب تھا وہ شخص جانتا بھی تھا وہ پور پور کسی اور کی محبت میں ڈوبی تھی۔ پھر بھی۔۔؟؟

"سید حویلی کی شان کے برابر ایک ہی لڑکی ہے اور وہ آپ ہیں مس ماہین حمدان۔۔" وہ چمکتی آنکھوں سے بول رہا تھا۔

"میری لو اسٹوری تھوڑی عجیب ہے، ہاں میں جانتا ہوں میں ایک جنگلی انسان ہوں، جب میں پہلی بار ماہین حمدان سے ملا تھا تو اسکا سر پھاڑ دیا تھا لیکن یقین کرو میں ماہین سے حشام کی طرح محبت کرتا ہوں۔۔" حشام جبیل نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ اور ماہی۔۔ وہ تو حشام جبیل کی آخری خواہش سے بندھ گئی تھی

"آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے کبھی محبت نہیں ہو گی، میں ہمیشہ صرف اسی کو چاہوں گی پھر بھی آپ۔۔؟؟" وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

"ماہین حمدان کو صرف حشام جبیل سے محبت ہے، اور مس ذرا توجہ فرمائیں میں حشام جبیل ہوں۔۔" وہ خوشدلی سے مسکرایا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی۔۔"

"آپکو لگتا ہے مس ماہین میں آپ سے اتنے اہم موضوع پر مذاق کرونگا۔۔؟؟" وہ اب سنجیدہ چہرہ لئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

ماہی چونکی تھی۔ ایسی ہی سنجیدگی حشام کی آنکھوں میں ہوتی تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھنے کے بعد نظریں چرا گئی تھی۔

"آپ اچھی طرح سوچ لیں مس ماہین حمدان میں کل واپس جا رہا ہوں، علاقے کے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں، چھوٹے بابا سائیں اکیلے ہیں، اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو بی جان نے مجھے زبردستی کرنا نہیں سکھایا۔۔" وہ عام سے لہجے میں کہتا ماہی کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

"یہ جنگلی جانور بدل کیسے گیا؟؟ یقین نہیں ہوتا یہ وہی ہے۔۔" کچھ فاصلے پر بیٹھی ایلا نے اسے دیکھ کر پہلو بدلا تھا۔

دو بجے کے قریب وہ گھر واپس جا رہی تھی جب اسے جواد کا فون آیا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے ہانی آپی؟؟ اور آپ کہاں ہیں آپ ٹھیک تو ہیں نا؟؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" حانم حیران ہوئی۔

"آپکو نہیں پتا؟؟" جواد حیران ہوا۔

"نہیں تو۔۔ لیکن ہوا کیا ہے؟؟" وہ پریشان ہوئی۔

"آپ ذرا خبریں دیکھیں۔ روحان بھائی اس وقت پولیس کی حراست میں ہیں، اور پورے سوشل میڈیا پر عجیب عجیب سی خبریں پھیلی ہوئی ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔"

"کیا۔۔ پولیس۔۔؟؟" حانم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"ہاں آپ خبریں دیکھیں اور گھر سے باہر مت نکلیے گا___ انکے بہت سے سارے دشمن ہیں۔۔"

جواد نے تلقین کی تھی اور پھر وہ فون بند کر چکا تھا۔ حانم کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

وہ جانتی تھی اسکے بہت سارے دشمن ہو سکتے تھے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ لوگ اسے بدنام کرنے کیلیے کچھ بھی کر سکتے تھے۔۔ لیکن ابھی سے؟؟ ابھی تو اس نے شروع کیا تھا۔۔

حانم کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تھی۔ وہ جلد گھر پہنچ کر صورتحال کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔

"میں نے کہا تھانا اپنی رفتار آہستہ کرلو یہ لندن ہے۔" سبیل اسکے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکے چہرے پر سنجید گی چھائی تھی۔
"تو تمہیں لگتا ہے یہ سب میں نے کیا ہے؟؟"
روحان نے موبائل اسے واپس تھمایا جس میں وہ کچھ ویڈیوز دیکھ رہا تھا۔ ان ویڈیوز میں روحان جبیل تھا۔ جو اسلام کے خلاف باتیں کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی دوسرے مذاہب کو نشانہ بنا رہا تھا۔
اسکے ساتھ کچھ لوگ تھے جنکا چہرہ چھپا ہوا تھا اور وہ حلیے سے دہشت گرد لگ رہے تھے۔
یہ ویڈیوز صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ روحان جبیل کا تعلق دہشت گردوں سے تھا۔
"میرے ماننے یا نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔؟؟ فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ تمہاری پیروی کرنے والے تمہارے خلاف ہوگئے ہیں اور دہشت گردوں سے تعلق رکھنے پر لندن کی بڑی شخصیات اور مذہبی کمیونٹیاں بہت زیادہ غصے میں ہیں۔۔"
"میرا صرف ایمان بدلا ہے میرا دماغ سلفائٹ والا ہی ہے یہ جو میرے خلاف سازش کی گئی ہے اسکا تو میں پتا چلا ہی لونگا۔۔" روحان کا لہجہ اٹل تھا۔
"یہ کافی مشکل کام ہے، تمہارا دشمن کافی شاطر ہے۔ تمہارے بینک اکاؤنٹ ملین ڈالرز ٹرانسفر ہوئے ہی اور اس ویڈیو کے مطابق تم نے یہ لندن میں دہشت گردی پھیلانے کا معاوضہ لیا ہے۔۔"
"کمال ہے۔۔ یہ تو پتا چل گیا کہ میرے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانفسر ہوئے ہیں یہ معلوم نہیں کیا کسی نے کہ یہ کہاں سے آئے ہیں کیسے ٹرانسفر ہوئے ہیں۔۔"؟؟
"یہی کام ہے ہمارا۔ میں ایک وکیل ہوں اگر ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ یہ پیسے کیسے ٹرانسفر ہوئے ہیں تو یقیناً تم بے گناہ ثابت ہوگے۔ فی الوقت تو میں تمہاری ضمانت کرواتا ہوں۔۔"
سبیل نے میز پر رکھی فائل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ روحان گہری سوچ میں تھا۔

اسے اس بات سے فرق نہیں پڑ تا تھا کہ لوگ اسے کیا سمجھ رہے تھے بلکہ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسکے خلاف اتنی بڑی سازش کس نے کی تھی۔

حانم نے گھر پہنچنے کے بعد ٹی وی لگایا تھا۔ نیوز چینل پر چلتی خبروں کو سن کر وہ گنگ رہ گئی تھی۔ روحان کی ویڈیوز بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد النور کے باہر جمع ہوگئی تھی۔ لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اسکا سر چکرا گیا تھا۔

"روحان ایسا نہیں کر سکتے۔۔" وہ بڑبڑائی تھی اور پھر فون کی گھنٹی بجنے پر چونکی تھی۔

"ڈیڈ یہ آپ کیسے بیان دے رہے ہیں۔۔؟؟" ایلف مسٹر آسکر سے سخت لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"وہ لڑکا ایک دہشت گرد ہے جس سے پورے لندن کو خطرہ تم نے ویڈیوز نہیں دیکھیں؟؟"

"ڈیڈ وہ ایسا نہیں ہے میں اسے اچھے جانتی ہوں۔ یہ اسکے خلاف سازش کی گئی ہے۔ آپ تو سمجھنے کی کوشش کریں۔" ایلف اپنے باپ کے بیان سن کر پریشان ہوگئی تھی۔ وہ روحان جبیل کو سخت سزا دینے اور لندن سے نکالنے کی بات کر رہے تھے۔

مذہبی کمیونٹیاں النور کو بند کرنا چاہتی تھیں انکا کہنا تھا کہ یہ ادارہ دہشت گرد پیدا کر رہا تھا۔

"کوئی سازش نہیں ہے صاف ظاہر ہے اس نے لاکھوں ڈالرز لیے ہیں اس کام کیلئے۔" مسٹر آسکر غصے میں تھے۔ ایلف نے تنگ آکر فون بند کر دیا تھا۔ وہ دوسرے شہر آئی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کے شہر۔۔ وہ جانتی تھی روحان حانم کے ساتھ واپس آگیا تھا اور ایلف میں انکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ لیکن اب بات روحان کی آگئی تھی

_

وہ اٹھی اور اپنا بیگ پیک کیا۔ آج شام کی ٹرین سے وہ واپس لندن جا رہی تھی۔

"ان لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں گرفتار کرنے کی میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو بھی۔۔" ڈاکٹر باسط کافی غصے میں تھے۔ انکی رسائی کافی اوپر تک تھی۔ انہیں غصہ تھا۔ روحان کے سر الزام لگایا جا رہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ڈاکٹر صاحب میں ابھی تو گھر جا رہا ہوں سبیل ہے میرے ساتھ۔۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا ہے کہ مجھے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے میں گھر جا کر دیکھتا ہوں۔" روحان کافی پرسکون تھا۔ اسکی ضمانت ممکن نہیں تھی۔ یہ تو سبیل کا کام تھا وہ کافی ذہین اور شاطر وکیل تھا۔ کھیل کافی چالاکی سے کھیلا گیا تھا۔ جسکی روحان کو بھنک بھی نہیں پڑی تھی۔

روحان جب گھر پہنچا تو حیران رہ گیا تھا۔ ایمی آدھی سے زیادہ کلاس کے ساتھ اسکے گھر میں موجود تھی۔

"Hey Man are you okay??"

روحان کو دیکھ کر وہ بے تابی سے اسکی جانب بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرایا تھا۔ حانم حیرت سے کبھی اسے تو کبھی ایمی کو دیکھ رہی تھی۔

"السلام علیکم بھابھی۔۔" سبیل کی آواز پر وہ چونکی تھی اور سر ہلا کر آہستہ سے جواب دیا تھا۔

"مجھے لگا تمہاری وائف اکیلی ہوگی گھر میں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے میں فرینڈز کے ساتھ یہاں آگئی تھی۔" ایمی نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔

"بہت اچھا کیا۔ میں بھی حانم کے اکیلے ہونے کی وجہ سے پریشان تھا۔" روحان نے حانم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ حانم کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ جسے وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"اوکے اب ہم چلتے ہیں پھر آئیں گے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو ہمیں بتانا۔۔ ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے۔۔" امی نے اسے یقین دلایا تھا۔ روحان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ کم از کم وہ تو اسے بے گناہ سمجھتی تھی۔

انکے جانے کے بعد روحان صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ کافی تھک چکا تھا۔ یہ جسمانی نہیں بلکہ ذہنی تھکاوٹ تھی۔ کچھ ہی دیر بعد حانم چائے لے آئی تھی۔

"مجھے تمہارے سارے اکاؤنٹس کی ڈیٹیل چاہیے اور یہ بھی یاد کرو کہ ان ویڈیوز پر جو وقت درج ہے اس وقت، اس دن اور اس تاریخ کو تم کہاں تھے۔ کہنے کو تو یہ کیمرہ سے لی گئی ویڈیوز ہیں لیکن ایسا نہیں ہے یہ تم جانتے ہو۔ اگر ہمارے پاس ثبوت مضبوط ہوں تو کورٹ میں پہلی پیشگی پر ہی ہم تمہیں بے گناہ ثابت کر سکتے ہیں۔۔" سبیل کافی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ روحان نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ان دونوں کو مصروف دیکھ کر حانم وہاں سے کھسک گئی تھی۔

سبیل سے اہم باتیں کرنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو حانم کھڑکی میں کھڑی تھی۔ کمرے میں کافی ٹھنڈ پھیل چکی تھی۔ باہر اندھیرا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ وہ گہری سانس لے کر دھیمے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"ناراض ہو مجھ سے۔۔؟؟" وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ناراض ہونے کی؟؟" حانم کا لہجہ خفگی اور غصہ ظاہر کر رہا تھا۔

"لگ تو رہا ہے۔۔" اسکا پھولا ہوا منہ دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

"آپکو تو پتا نہیں کیا کیا لگتا رہتا ہے سب سچ تو نہیں ہوتا نا۔۔" حانم نے غصے سے گھورتے ہوئے کہا تھا اور پھر رخ باہر کی جانب موڑ لیا تھا۔

"مثلاً کیا لگتا ہے مجھے؟؟" وہ اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ کہتے ہوئے مڑی تھی۔ جب روحان نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"ناراض کیوں ہو؟؟ یا پھر مجھ پر یقین نہیں ہے؟ تمہیں لگتا ہے جو دکھایا جارہا ہے وہ سب سچ ہے؟؟" وہ اب سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ حانم نظریں جھکا گئی تھی۔

"بولو حانم۔۔ تمہارا یقین میرے لیے سب سے اہم ہے۔"

"اگر یقین اتنا اہم ہے تو پھر مجھے سب بتاتے کیوں نہیں ہیں آپ؟؟ مجھ سے کچھ بھی شیئر نہیں کرتے ہیں آپ۔۔ میں کیا ہوں؟؟ میری کیا حثیت ہے اگر آپکو مجھ پر یقین ہی نہیں۔۔۔؟؟"

وہ بولی تو آواز بھرا گئی تھی۔ روحان کو اسکی الجھن سمجھ آگئی تھی۔

"میں اپنی الجھنیں تم سے اس لیے شیئر نہیں کرتا کہ میں تمہارے پریشان نہیں کرنا چاہتا اور میں خود ہی سلجھا سکتا ہوں۔" روحان نے صفائی دی تھی۔ حانم کو لگتا تھا کہ روحان کے نزدیک اسکی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

"تم میرے لیے سب سے اہم ہو ام حانم۔۔ جب سب نے مجھے غلط سمجھا تب پہلا خیال تمہارا آیا تھا میرے ذہن میں۔۔ جانے تم مجھ پر بھروسہ کروگی یا نہیں۔۔" وہ بھی کہیں اندر سے ڈرا ہوا۔

"آنکھوں دیکھا بعض اوقات سچ نہیں ہوتا۔ میں جانتی ہوں یہ سب جھوٹ ہے لیکن مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آپ مجھے کچھ بتاتے نہیں ہیں۔۔"

"اوکے۔۔ اس بات کیلئے میں معافی مانگتا ہوں۔ آئندہ سے ہر بات تم سے شیئر کیا کرونگا اگر تم ناراض نہ ہوئی تو ویسے تم ہر وقت مجھ سے خفا ہی رہتی ہو۔۔" روحان نے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو انگلیوں کی مدد سے کان کے پیچھے کیا تھا۔

"میں کب ناراض ہوتی ہوں آپ منہ پھلا کر رکھتے ہیں ہر وقت اور تو اور مجھ سے لڑائی بھی کرتے ہیں مجھے گھر میں قید کرکے رکھتے ہیں یہ سب آج میں نے بی جان کو بتایا ہے۔۔" حانم نے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا تھا۔ روحان کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"تم نے بی جان سے میری شکایت کی؟؟" وہ گہرے صدمے میں تھا۔

"جی ہاں۔۔" حانم نے اقرار کیا تھا۔

"کیا واقعی حانم؟ سچ میں تم نے میری شکایت کی؟؟" اسکے اس طرح بار بار پوچھنے پر حانم نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ روحان کا منہ دیکھ کر اسے ہنسی آئی تھی جسے ضبط نہیں کر پائی تھی اور قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی۔ اسکے اس طرح ہنسنے پر روحان کو اسکی شرارت سمجھ میں آئی تھی۔

"تم بہت تیز ہوگئی ہو لندن آکر۔۔" وہ اسے ہنستا دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔

"ہونا پڑتا ہے آپکی پنکھیاں ہی اتنی ہیں بی جان نے مجھے ہوشیار رہنے کو کہا تھا۔" حانم نے سچ اگلا۔

"کیا۔۔؟؟ بی جان نے تمہیں یہ سکھایا ہے؟؟"

روحان کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ میری ماں اور میری بیوی دونوں میرے خلاف سازش کر رہی ہیں"

حانم اسکے اس طرح کہنے پر ایک بار پھر ہنس دی تھی۔ روحان سرشار ہو گیا تھا یہ جان کر کہ وہ اس پر اعتبار کرتی تھی۔ اور اس نے دل میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنی الجھنوں کو حانم سے ضرور ڈسکس کیا کرے گا۔ آخر کو وہ اسکی بیوی تھی اور اس رشتے کے ناطے اسکا حق تھا کہ وہ حانم کو اپنی ذاتی زندگی میں اتنی اہمیت دیتا۔

"قسم سے حانم۔۔ تم بہت بڑی۔۔"

"میں بہت بڑی فلم ہوں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟؟" حانم کی ہنسی کو بریک لگی تھی۔ وہ اب پھر سے روحان کو گھور رہی تھی۔

"نن۔۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" روحان گڑبڑا گیا تھا۔

"سب جانتی ہوں میں۔۔ یہ بھی بی جان کو بتاؤں گی کہ انکا بیٹا مجھے ڈرامہ کوئین اور فلم کہتا ہے اور کبھی کبھی تو پرانی سی ڈی اور

VCR

سے تشبیہہ دیتا ہے۔۔" وہ کمال سنجیدگی سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ اسکی باتوں سے یوں اپنے مطلب کے معنی نکالنے پر روحان اپنا سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

شہر میں ایک بے چینی سی پھیل گئی تھی۔ لوگ کشمکش کا شکار تھے۔ کچھ روحان جبیل کے ساتھ تھے تو کچھ اسکے خلاف ہو چکے تھے۔ شدت پسند لوگ سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ انکا کہنا تھا کہ روحان جبیل کو سزا دی جائے اور اسے لندن سے نکالا جائے۔

لوگوں کو اسکے گھر کا نہیں پتا تھا۔ سب النور کے باہر جمع تھے۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی کہ یہ نوجوان جو شاید اسے جانتے بھی نہیں تھے وہ اسکے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ کون تھے یہ لوگ؟؟ شہر میں امن کی خراب صورتحال کا ذمیدار اسے ٹھہرایا جا رہا تھا۔ وہ ساری رات سو نہیں پایا تھا۔ صبح ہوئی تو ایلف اسکے گھر آگئی تھی۔

"میں رات کو ہی لندن پہنچ گئی تھی۔ پھر پہلے تمہارے پاس آنے لگی تھی پھر سوچا اب تمہاری وائف بھی تمہارے ساتھ ہے اس لیے نہیں آئی۔۔"

وہ مسکرائی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔" روحان نے اسے لاؤنج میں بٹھایا تھا۔

"آپ بیٹھیں میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔۔"

"حانم کدھر ہے؟؟" ایلف نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"وہ سوئی ہوئی ہے۔ ملازمہ ابھی آئی نہیں شاید اسے بھی مجھ سے ڈر لگ رہا ہو گا۔۔" اپنی بات سے وہ محفوظ ہوا تھا۔

"پھر تو مجھے بھی ڈرنا چاہیے نہیں ہے نا؟؟"

"یقیناً۔۔" وہ مسکرا کر کہتا کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکے اتنے پر سکون ہونے پر ایلف حیران تھی۔ اور کوئی انسان ہوتا تو شاید ڈپریشن کا شکار ہو جاتا۔۔ لیکن وہ پر سکون اور مطمئن تھا۔

دس منٹ بعد وہ چائے لے کر واپس آ گیا تھا۔

"میں نے رات اپنے کچھ فرینڈز کو بلایا تھا وہ ہیکنگ کی دنیا سے واقف ہیں تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے کہاں سے ٹراسفر ہوئے ہم نے اسکا پتہ لگا لیا ہے۔۔" ایلف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان تو ابھی بارے میں سوچ ہی رہا تھا اور وہ اسکا آدھا کام آسان کر چکی تھی۔

"میں نے باقی کی تفصیل نہیں نکالی ہو سکتا ہے تمہارا کوئی جاننے والا ہو تم خود چیک کر لینا۔۔" ایلف نے لیپ ٹاپ اسکے سامنے کیا تھا۔

"بہت بہت۔۔ شکریہ آپ نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔۔" وہ مسکرایا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ان لوگوں کی تم پر بہت گہری نظر ہے۔۔ شاید سالوں سے۔۔" ایلف نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سالوں پہلے میرے ساتھ کچھ ایسی سرگرمیاں ہوئی تھیں۔ میرے اکاؤنٹس کو ہیک کیا گیا تھا اور ابھی بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔۔" سکرین پر نظریں جمائے وہ بتا رہا تھا۔

ایلف نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اچھا لگ رہا تھا پھر کچھ یاد آنے پر وہ نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی۔ البتہ دل میں ایک ہول اٹھا تھا۔

اسی دوران ایلف کی نظریں سیڑھیاں اترتے نفوس پر پڑی تھی۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور حیران تو حانم بھی ہوئی تھی ایلف کو دیکھ کر۔

گرم ٹراؤزر پر گھٹنوں تک آتی گرم شرٹ پہنے اور اس پر کیپ شال لئے، سر کو اونی ٹوپی سے ڈھانپے وہ حانم تھی ام حانم۔۔ ایلف اسے پہچان گئی تھی۔ لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا اسے لگتا تھا کہ روحان کی پسند کوئی بہت ہی رعب دار لڑکی ہو گی، جسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہو گی، لیکن یہ کیا؟؟ وہ تو بالکل لڑکی سی تھی۔ اسکے ذہن

میں پاکستانی لڑکیوں کو جانے کیا خاکہ بنا ہوا تھا۔۔ لیکن اس وقت حانم اسے نین نقش کے علاوہ کہیں سے بھی پاکستانی نہیں لگی تھی۔

"حانم تم اٹھ گئی ہو۔۔ شکر ہے۔۔ آؤ ایلف سے ملو۔۔"روحان نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

وہ سیڑھیاں اترتی انکی طرف بڑھی تھی۔

"گڈ مارننگ۔۔"ایلف مسکرائی تھی۔

گڈ مارننگ۔۔" حانم نے خوشدلی سے جواب دیا تھا۔"

"یہ تو بہت خوبصورت ہے۔۔"حانم نے دل میں اعتراف کیا تھا۔

"میری سب سے بڑی خواہش بن چکی تھی کہ میں ام حانم سے ملوں اور آج یہ پوری ہوگئی ہے۔۔ ویسے میں ایلف ہوں آرجے کی کلاس میٹ۔۔"

ایلف نے دھماکہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جسے حانم نے تھام لیا تھا۔

"میں نے بھی اکثر روحان سے آپکا ذکر سنا ہے آپ بہت اچھی ہیں۔۔"وہ دونوں اب بیٹھ چکی تھیں۔

"اور آپ خوش نصیب ہیں۔۔"ایلف کے منہ سے نکلا تھا۔حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا جسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔

"جی۔۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔۔"حانم کے اس طرح مان جانے پر روحان چونکا تھا۔مزید کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ایلف چلی گئی تھی۔۔ یا شاید ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر اس سے مزید وہاں بیٹھا نہیں گیا تھا۔حانم نے اسے ناشتے کیلیے روکا تھا لیکن وہ نہیں رکی تھی اور کہیں نا کہیں حانم اسکی کیفیت سمجھ سکتی تھی

یہ ایک پرانا سا علاقہ تھا۔جہاں موجود عمارتیں کافی بوسیدہ ہو چکی تھیں۔یقیناً یہاں پر بہت ہی غریب یعنی کے تھرڈ کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے تھے۔روحان نے سر اٹھا کر اپنی کئی منزلہ عمارت کو دیکھا تھا۔ اور پھر ہڈی سے

سر ڈھانپ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ لفٹ خراب تھی۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اپنی مطلوبہ فلیٹ تک پہنچ چکا تھا۔ ایک گہری سانس لے کر روحان نے بیل بجائی تھی۔ جس اکاؤنٹ سے اسے پیسے ٹرانسفر ہوئے تھے۔ اس اکاؤنٹ کی ڈیٹیل نکال چکا تھا وہ جس انداز میں اسے پھنسایا گیا تھا وہ بھی اسی انداز میں ان تک پہنچا تھا یہ اس لڑکی کا گھر تھا جسکے اکاؤنٹ سے پیسے ٹرانسفر ہوئے تھے۔ وہ کوئی مس روزی تھی۔ پانچ منٹ کھڑا رہنے کے بعد بھی دروازہ نہیں کھلا تھا۔ روحان نے دوبارہ بیل بجائے تھی۔ اب کی بار دروازہ کھلا تھا۔ اور اپنی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"شالنی۔۔" وہ بڑبڑایا تھا۔ وہ اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا۔ اور شالنی کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ وہ روحان کو دیکھ کر گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ پکڑا تھا۔

"مس شالنی۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔؟؟" روحان کا لہجہ تیکھا تھا۔ شالنی کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے دروازے کو چھوڑ کر اپنے دایاں ہاتھ منہ کی طرف بڑھایا تھا۔ روحان کی نظر پڑ چکی تھی۔ اس نے ایک انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ جس میں جڑا نگینہ یقیناً زہریلہ تھا۔ روحان نے دھکا دیا تھا۔ شالنی لڑکھڑائی تھی۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ ایسی حرکت کرتی وہ اسکا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔ اور اس پوری قوت لگا کر وہ انگوٹھی نکال لی تھی۔

"چھوڑو مجھے تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔۔؟؟" وہ دھاڑی تھی۔

"آج اتنے سالوں بعد آخر تم سے ملاقات ہو ہی گئی ہے۔۔ تم تو میری بڑی پکی مداح نکلی۔۔ آٹھ نو سال ہو گئے ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔۔"

روحان نے اسے ایک جھٹکا دیا تھا۔ وہ پیچھے صوفے پر گر گئی تھی۔

"جان لینے کی غلطی مت کرنا۔۔ تم ابھی آر جے کے رحم و کرم پر ہو۔۔ مس شالنی۔۔ اور تم آر جے کو اچھے سے جانتی ہو۔۔ بہتر ہو گا تم خود ہی سب سچ بتا دو۔۔" روحان نے سفاک لہجے میں کہا تھا۔ شالنی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔

چلو پھر لوٹ جائیں ہم
جہاں پر کچھ نہیں بدلا
نہ ماہ و سال بدلے ہیں
نہ ماضی حال بدلے ہیں
وہاں ہم لوٹ جائیں پھر
جہاں معلوم ہو ہم کو
نہیں کچھ اور ہے بدلا
فقط ہم تم ہی بدلے ہیں
وہی مٹی، وہی خوشبو
وہی سوندھی فضائیں ہیں
وہی گلزار منظر ہیں
وہی من چاہی راہیں ہیں
وہی بچپن، وہی بوڑھے
وہی سب ہیں جو ان قصے
مگر اب میں نہیں ہوں وہ

مگر اب تم نہیں ہو وہ

وہی بادل وہی بارش

وہی کشتی ہے کاغذ کی

وہی دھوپیں، وہی سائے

وہی دن رات من بھائے

وہی رونق، وہی خوشیاں

وہی جینے کی چاہت ہے

مگر بے کار ہے سب کچھ

کہ اب ہم تم نہیں ہیں وہ

سبھی کچھ پھر خیالوں میں

یہاں کیوں جی رہا ہوں میں

جو گھاؤ بھر چکا کب کا

یونہی پھر سی رہا ہوں میں

سبھی کچھ وہ پرانا ہے

سبھی کچھ پھر سہانا ہے

اگر کچھ ہے نیا تو بس

یہاں پر اب نہیں ہم تم

گیا وہ لوٹ آئے پھر

یہاں ایسا نہیں ہوتا

یہ رستہ ایک طرفہ ہے

کوئی واپس نہیں ہوتا

مگر کب کوئی سمجھا ہے

مگر کب کوئی مانا ہے

سبھی مڑ مڑ کے تکتے ہیں

گئے وقتوں پہ مرتے ہیں

چلو پھر لوٹ جائیں ہم

جہاں پر کچھ نہیں بدلا

نہ ماہ و سال بدلے ہیں

نہ ماضی حال بدلے ہیں

ماہی خاموشی سے اپنا بیگ پیک کر رہی تھی۔ آج اسے واپس جانا تھا پاکستان ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے۔ جو حشام باہر بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا وہ اس سے محبت کرتا تھا لیکن جس حشام سے اس نے محبت کی تھی وہ اسے بہت بڑی آزمائش میں ڈال گیا تھا۔ باہر انتظار کرتا حشام جانتا تھا کہ وہ اس سے شاید کبھی بھی محبت نہیں کر پائے گی۔ لیکن وہ اسے پھر بھی لینے آیا تھا کیونکہ وہ اسے چاہتا تھا اور محبت میں صرف دیا جاتا ہے۔ واپس نہیں لیا جاتا۔

"میں تمہیں بہت یاد کرونگی ماہی۔۔ لیکن میں خوش ہوں تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔۔" ایلا نے اسے گلے لگایا تھا۔

"میں حشام کی خواہش کیسے نہیں پوری کرتی؟؟ اس نے پہلی اور آخری بار کچھ مانگا تھا میں کیسے انکار کر دوں؟؟" وہ رو دی تھی۔

"ہم سب بہت خوش ہیں ماہی اور مجھے یقین ہے تم بھی بہت خوش اور پر سکون رہو گی حشام تمہیں بہت خوش رکھے گا" ایلا نے یقین دلایا تھا ماہی صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

شالنی کا تعلق ایک خفیہ تنظیم سے تھا جسکا نام اینٹی اسلامک لیگ تھا اس تنظیم کا کام اسلام کے خلاف کام کرنا تھا یہ تنظیم مسلمانوں میں انتشار پھیلاتی تھی۔ شک وشبہات والے سوال نکال کر نوجوان نسل کی برین واشنگ کر کے انہیں ملحد بنانا تھا_ اس تنظیم کا سربراہ کون تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔۔ البتہ شالنی جس شخص کیلیے کام کرتی تھی وہ ایک ہندو ہی تھا_ تنظیم میں بہت سے دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شامل تھے۔ جنکا راج سوشل میڈیا تک تھا۔

سالوں پہلے شالنی کی نظر آر جے پر پڑی تھی۔ جو ایک ملحد تھا اور اسے لگتا تھا کہ وہ لوگ بہتر طریقے سے اسے اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن آر جے نے شالنی کو نظر انداز کیا تھا۔۔ پھر جینی مارٹر کو بھیجا گیا تھا۔ اسے اغوا کر کے مارنے کی دھمکی دی گئی تھی_ لیکن اس رات وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ حشام کی دعاؤں نے اسے بچا لیا تھا۔ جینی کو انہوں نے نشہ آور ادویات کا عادی بنا دیا تھا اور اسے زندگی میں اتنا الجھا دیا تھا کہ اس نے خودکشی کر لی تھی۔

شالنی نے روتے روتے سب بتایا تھا۔ روحان کو سب جان کر افسوس ہوا تھا۔

"اگر تم ایسے ظالم لوگوں کا پردہ فاش کرنے میں میری مدد کرو میں تمہاری مدد کرونگا، میں تمہیں ان ظالموں کے چنگل سے نکال سکتا ہوں۔۔"

روحان نے تسلی دی تھی۔ شالنی اور اس جیسی کئی لڑکیاں جو روزی کی تلاش میں نکلتی ہیں اور پھر غلط لوگوں کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔

"میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔۔"

"یہ تو مجھے پتا چل ہی چکا ہے وہ پیسہ تمہارے اکاؤنٹ سے ٹرانسفر ہوا ہے میں عدالت میں پیش کرونگا۔ تم ماری جاؤ گی اس سے بہتر ہے تم میرا ساتھ دو۔۔"

"اب تک ان لوگوں کو خبر مل چکی ہوگی کہ کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے۔۔ اور وہ سارے ثبوت مٹا دینگے۔۔" شالنی ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"تم بس میری بے گناہی ثابت کرنے میں مدد کرو۔ ایسے لوگوں کے خلاف میں بعد میں جنگ لڑونگا۔۔"

اسکی بات سن کر شالنی سوچ میں پڑ گئی تھی۔

آج روحان نے کورٹ میں پیش ہونا تھا۔ ایک ہفتے کا وقت ملا تھا اسے۔۔ ڈاکٹر باسط بھی لندن آچکے تھے۔ اس پر کیس دائر کرنے والے وکیل نے پہلے اپنے ثبوت پیش کئے تھے۔ سبیل بھی پوری طرح سے تیار تھا۔ عدالت لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سامنے ایک قطار میں امی، ایلف اور حانم بیٹھی تھیں۔ اور اس تنظیم کے خفیہ لوگ بھی یقیناً وہاں موجود تھے۔ دو گھنٹے بعد وہ لوگ عدالت سے باہر نکلے تھے۔۔ اور پہلی ہی پیشگی پر روحان جبیل کو باعزت بری کر دیا گیا تھا۔

شالنی نے سچ اگلا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ زیادہ نہیں جانتی لیکن اس نے اپنی کہانی بتائی تھی، اسے استعمال کیا گیا تھا، شالنی کو گواہ کے طور پر دیکھ کر عدالت میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی، یقیناً تنظیم کے لوگ چوکنے ہو گئے تھے۔

روحان نے شالنی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے حفاظت سے جہاں وہ چاہے وہاں پہنچا دے گا_ لیکن شاید شالنی جانتی تھی وہ دنیا کے دوسرے کونے پر بھی چلی جاتی تو اسے ڈھونڈ لیا جانا تھا_ اسے النور پہنچا دیا گیا تھا۔ لیکن رات کے وقت اس نے ویڈیو ریکارڈ کرنے کے بعد پنکھے سے لٹک کر خودکشی کرلی تھی۔ یہ خبر بہت بری تھی۔ شالنی کے دیے گئے بیانات سے ایک بار پھر سوشل میڈیا پر کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

جو لوگ روحان کو غلط سمجھ رہے تھے وہ اب خاموش تھے۔

"تم جیت گئے روحان جبیل بہت بہت مبارکباد"

ایلف نے میسج کیا تھا۔

"ابھی تو جنگ شروع ہوئی ہے، ابھی تو میں نے شروعات کی ہے ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا لیکن بہت بہت شکریہ آپ نے اتنی مدد کی میری۔۔"

وہ مسکرادیا تھا۔

"تمہاری بے گناہی نے ثابت کر دیا کہ گورے آج بھی اسلام سے ڈرتے ہیں۔۔" سبیل نے اسکا کندھا تھپتھپایا تھا۔

"لندن میں ایک بار پھر سے ایک نئی جنگ چھڑ گئی ہے، لوگ اسلام کے اتنے خلاف کیوں ہیں؟؟ کیوں اتنا خوف کھاتے ہیں اس سے؟؟ اور جو لوگ اس مذہب کو خاطر میں نہیں لاتے وہ بھی آج سوچ میں پڑ گئے ہیں کہ آخر اس مذہب میں ایسا کیا ہے جسے ختم کرنے کیلیے خفیہ تنظیمیں بنائی جاتی ہیں" یہ بات کرتے ہوئے روحان کو ایمی کافی سمجھدار لگی تھی۔

"جس جنگ کی تم نے شروعات کی ہے، یقیناً بہت مشکل ہے، قربانیاں دینی پڑیں گی، لیکن ایک وقت آئے گا جب سچ کھل کر سامنے آجائے گا، رات کا اندھیرا کبھی اجالے کو نگل نہیں سکتا، تم فاتح ٹھہرو گے، جیتے رہو میرے بچے!!" ڈاکٹر باسط نے اسے گلے لگایا تھا۔

اس طوفان نے جو روحان کی زندگی میں آکر گزر گیا تھا اسے مزید مضبوط بنا دیا تھا اسکے ارادے چٹان کی مانند پختہ ہو چکے تھے۔

"سالوں پہلے میں نے بس ایک خواہش کی تھی ایک چھوٹی سی خواہش میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ پوری ہو جائے گی آج میں نے لندن کے ہر چینل پر روحان جبیل کا نام سنا تو احساس ہوا، واقعی میں سکالر کی بیوی ہوں جسے دین کی خدمت کرتے دیکھ کر لوگ سازشیں کر رہے ہیں، انسان کے خلاف ہونے والی سازشیں ہی انسان کے

کا پتہ دیتی ہیں اسے ہی مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے جسکا کوئی وجود ہوتا ہے بہت بہت مبارکباد مسٹر روحان جبیل آج آپ اپنا ایک وجود بنا چکے ہیں،اس وجود سے ٹکرانے سے پہلے لوگ سینکڑوں دفعہ سوچیں گے۔۔"

حانم نے مسکرا کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسز روحان جبیل۔۔" اسے خوش دیکھ کر روحان جبیل مسکرا دیا تھا۔

ماہی اور حشام کا سادگی سے نکاح کر دیا گیا تھا۔

حانم اور روحان آنا چاہتے تھے لیکن اس نئے واقعے نے النور پر منفی اثرات چھوڑے تھے جنھیں مٹانے کی روحان کوشش کر رہا تھا اسی وجہ وہ دونوں نہیں آ پائے تھے لیکن وہ بہت خوش تھے۔

اس موقع پر حشام جبیل کو یاد کر کے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ سب کو ملا کر سب میں خوشیاں بانٹ کر جا چکا تھا، شاید کچھ لوگ صرف دوسروں کو ملانے کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں۔ ماہی کا نازک سا دل بہت تڑپا تھا لیکن وہ اپنی محبت کی خواہش بھی پوری کرنا چاہتی تھی۔ حمدان صاحب کے دل سے ایک بوجھ سے اتر گیا تھا۔ بالآخر انکی بیٹی بھی عملی زندگی میں داخل ہو چکی تھی۔ اسے یاد کر کے سب روئے تھے۔ اور پھر دونوں کو ایک ساتھ بیٹھا دیکھ کر سب کے چہرے پر چمک ابھری تھی،وہ بالکل حشام جیسا ہی لگ رہا تھا بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

حشام نے ایک نظر اپنے پہلو میں گردن جھکائے بیٹھی ماہین کو دیکھا تھا۔ یقیناً وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مس ماہین حمدان میں آج اور ابھی آپ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں وہ بھی سب کے سامنے" سب اسکی بات پر متوجہ ہوئے تھے۔ ماہی کی نم آنکھوں میں الجھن تھی۔

میں سارے جذبے"
تمام وعدے
دعائیں ساری
سبھی ارادے
ہر اک تمنا
ہر ایک خواہش
خواب اپنے
خمار سارے
محبتوں کے نصاب سارے
جو تم کو دے دوں
تو اتنا کہہ دو
"وفا کرو گے___؟؟

وہ گھمبیر لہجے میں گنگایا تھا، ماہی حیرت سے اسکے چہرے کو تک رہی تھی۔

"وفا کرو گے؟؟" وہ اس سے محبت نہیں وفا مانگ رہا تھا۔

"ہاں۔۔" ماہی نے ناچاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ گھر کے سارے افراد مسکرادیے تھے۔ جواد نے ہوٹنگ کی تھی۔

"ہاں وفا کرونگی۔۔" اور یہ پورا پیرس جانتا تھا ماہین حمدان ایک وفادار لڑکی تھی۔ حشام جبیل مسکرادیا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔

"ارے ماہین بیٹا یہ دیکھو تمہارے لئے ایک پارسل آیا ہے" بی جان نے پکارہ تھا۔

بی جان کی آواز پر ماہی لاؤنج میں آئی تھی۔
یہ لندن سے آیا تھا حانم نے کچھ بھیجا تھا۔
"بی جان یہ آپکی دوسری بہو یعنی ہانی نے بھیجا ہے۔۔" ماہی مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
"یہ پر وقار حویلی اس پر وقار لڑکی کے نام جو اس میں رہتی ہے اور اسکے قابل ہے روایت کے مطابق بھی اس حویلی پر تمہارا حق ہے ماہی کیونکہ گدی کو حشام بھائی نے سنبھالا ہوا ہے_ شادی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک جوڑی سلامت رکھے۔!!" کارڈ پڑھ کر ماہی مسکرادی تھی۔
اندر سے ایک فائل نکلی تھی۔ حانم نے سید حویلی ماہی کے نام کردی تھی۔ جسکی ماہی کو ضرورت تو نہیں تھی لیکن اتنے قیمتی تحفے پر وہ مسکرادی تھی حانم کیلیے اسکے دل میں محبت مزید بڑھ گئی تھی۔

"مبارک ہو محترمہ تمہارا کپل سیلیکٹ ہو چکا ہے۔۔"
ماہم کا فون تھا۔ حانم گھر کے باہر لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ ملازمہ اسکے ساتھ ہی تھی۔
"کیا مطلب میں سمجھی نہیں ؟؟؟" حانم کے چہرے پر الجھن پھیلی۔
"مطلب یہ کہ لندن میں بیسٹ کپل اور آف دی ایئر کا ایک بہت بڑا شو شروع ہوا ہے۔۔ جو ایک گیم کی طرح ہے بیسٹ کپل کو ایوارڈ دیا جائے گا اور میں نے اس گیم کیلیے تمہارے اور روحان بھائی کا تعارف دے دیا تھا اور اب تم لوگوں کو سیلیکٹ کرلیا گیا ہے کچھ دیر تک لیٹر مل جائے گا دیکھ لینا۔۔"
"کیا؟؟ تم پاگل ہوگئی ہو ماہم۔۔؟؟"
"نہیں تو۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔ میں اپنا اور حارث کا نام دے دیتی لیکن شرط یہ کہ وہ جوڑا لندن میں ہی رہتا ہو_ اتنے لوگوں میں سے صرف نو جوڑے چنے گئے ہیں ان میں سے ایک تم لوگوں کا ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے"

"لیکن مجھ سے پوچھ تو لیتی۔۔" حانم کو کوفت ہو رہی تھی۔

"مقررہ وقت ختم ہونے والا تھا اس لئے میں نے تم دونوں کا تعارف دے دیا ہے باقی معلومات وہ خود نکلوا لیتے ہیں اور پھر انہوں نے چن لیا ایک یا دو راؤنڈ ہونگے تم فکر مت کرو بس یہ ایوارڈ جیت لینا۔۔" ماہم اپنی دھن میں بول رہی تھی جبکہ حانم سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

"تم نے حانم سے ہی شادی کیوں کی؟؟ میرا مطلب محبت کے علاوہ کوئی وجہ بتاؤ؟؟" ایلف نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے روحان سے پوچھا تھا۔ وہ دونوں لیب سے باہر نکلے تھے۔ ایلف پروفیسر جسٹن سے ملنے لیب آئی تھی اور وہیں اسے روحان ملا تھا۔

"وہ میرے جیسی ہے" روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"اچھا لیکن مجھے ایسا محسوس نہیں ہوا، میں اس سے دو بار ملی ہوں یا شاید میں اسے سمجھ نہیں پائی" ایلف نے اپنے دل کی بات کی تھی۔

"وہ ام حانم ہے ایلف ایک سلفائیٹ آپ اسے اتنی جلدی سمجھ نہیں پائیں گی" روحان کے لہجے میں سرشاری تھی، مان تھا، سب کچھ تھا۔ ایلف بس دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"تم ابھی تک اسے گھمانے نہیں لے کر گئے؟؟" ایلف نے بات بدلی تھی۔

"وقت نہیں ملا پہلے تو اور ابھی میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں اسے دنیا کی سیر کروا سکوں۔"

"کیا واقعی؟؟ میں نے سنا تمہارے آباؤ اجداد کافی امیر رہے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں تمہارے نام کروڑوں کی "جائیداد ہے پھر تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟؟

"لیکن وہ سب میری کمائی سے تو نہیں بنا نا؟؟ وہ مجھے وراثت میں ملا ہے اسے میں کسی اور مقصد کیلئے استعمال کرونگا۔ میں چاہتا ہوں حانم کی ہر ضرورت ہر خواہش کو میں اپنی محنت کی کمائی سے پورا کروں وہ میری ذمیداری ہے اور میری ہی ہے، اس پر جو بھی خرچ ہو وہ میرا ہو"روحان کافی سنجیدہ تھا۔

"وہ تم سے کچھ نہیں مانگتی کیا؟؟"ایلف نے اپنی تیز ہوتی دھڑکن کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ابھی تک تو نہیں"

"چلو اچھی بات ہے لیکن یاد رکھو کہ اسے پورا وقت دیا کرو اگر تم اسے وقت نہیں دوگے تو وہ تم سے دور ہو جائے گی اور یہ وقت بار بار نہیں آتا"ایلف نے اسے سمجھایا تھا۔ اور روحان اسکی بات سمجھ بھی گیا تھا۔

"میں پوری کوشش کروں گا"وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوکے پھر ملیں گے۔"وہ مسکرا کر کہتی جا چکی تھی۔ روحان کی نگاہوں نے دور تک برف کی ملکہ کا پیچھا کیا تھا جسکے دل کی حالت وہ سمجھ سکتا تھا وہ کوئی عام یا سطحی لڑکی نہیں تھی جو اپنے جذبات کے سامنے کمزور پڑ جاتی، وہ ایلف تھی، دنیا بدلنے کی صلاحیت رکھنے والی ایلف آسکر۔

"روحان مجھے پیسے چاہیے"وہ کتاب پڑھنے میں مگن تھا جب حانم وہاں وارد ہوئی۔

"کتنے __ ؟؟"وہ حیران ہوا تھا۔ حانم نے پہلی بار اس سے کچھ مانگا تھا۔

"ایک لاکھ۔۔"حانم نے بنا دیکھے جواب دیا تھا۔

"ایک لاکھ؟؟ خیریت؟؟"وہ اب سیدھا ہوا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ حانم کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا وہ شاید دیکھنا چاہتا تھا کہ اسکے نظر انداز کرنے سے حانم کو فرق پڑتا تھا یا نہیں اور شاید پڑتا تھا اسکا انداز بتاتا تھا۔

"شاپنگ کرنے جانا ہے۔"

"کس کے ساتھ؟؟"روحان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے یوں اچانک بیٹھے بٹھائے شاپنگ کا شوق کیسے چڑھ گیا تھا۔

"امی کے ساتھ۔۔" وہ اسے دیکھنے سے مکمل اجتناب کر رہی تھی۔

"امی۔۔؟؟" روحان چونکا۔

"اچھا تو امی میری بیوی کو ورغلا رہی ہے۔" اس نے دل میں سوچا تھا۔

"وہ تم میرے ساتھ بھی جا سکتی ہو۔"

"آپ کے پاس میرے لئے وقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میری قدر ہے آپکو اب بس میں اپنی فرینڈز کے ساتھ شاپنگ پر جایا کرونگی۔" وہ خفا خفا سی کہہ رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ حانم۔۔" روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔ اسکی لرزتی پلکوں سے وہ اندازہ لگا سکتا کہ اس وقت وہ خود پر اور اپنے غصے پر ضبط کر رہی تھی۔

"ایک لاکھ کی شاپنگ کرو گی؟؟"

"ہاں۔۔"

"لیکن میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں۔" روحان کی بات سن کر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

اسکا ہاتھ ابھی بھی روحان کے ہاتھوں میں تھا۔

"ہاں نا۔۔ میری تنخواہ ابھی بہت کم ہے۔ اس گھر کے کچھ پیسے ادا کرنے تھے وہ ادا کئے ہیں میں نے میرے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار بچے ہوئے ہیں اگر تم چاہو تو وہ سارے لے سکتی ہو۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم شاپنگ کرنے میرے ساتھ جاؤ۔۔ نہ کہ امی یا کسی اور کے ساتھ ہاں البتہ تم گھومنے جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ کیا تم کم تنخواہ میں گزارا کرلو گی میرے ساتھ؟؟ تب تک جب تک میں امیر نہیں ہو جاتا؟؟" وہ سادگی لئے پوچھ رہا تھا۔

اسکی امیر ہونے کی بات سن کر حانم کو ہنسی آئی تھی جسے وہ ضبط کر گئی تھی۔ اسے وہ وقت یاد تھا جب انکے گھر میں مہینے کے بیس ہزار مشکل سے آتے تھے۔ وہ وقت بھی اس نے بنا کوئی شکوہ کئے گزارا تھا۔

"کچھ بولو بھی۔۔" اسے خاموش دیکھ کر روحان بولا تھا۔

"لندن میں رہ کر بھی آپ غریب ہیں کمال ہے لوگ تو لاکھوں کماتے ہیں۔" حانم نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا تھا۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں سوچ رہا ہوں ایک اور جاب شروع کر دوں"

"ضرورت نہیں ہے" حانم نے خفگی سے کہا۔

"بی جان نے میرے اکاؤنٹ میں کافی بڑی رقم ٹرانسفر کی ہوئی ہے اور بابا سائیں بھی کرواتے رہتے ہیں آپ ان سے نہیں لیتے لیکن وہ جانتے ہیں ہمیں لندن جیسے شہر میں کبھی بھی بڑی رقم کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اگر آپکو پیسوں کی ضرورت ہو تو آپ مجھ سے ادھار لے سکتے ہیں بعد میں واپس کر دیجئے گا!!" حانم نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا تھا۔ اسکی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"شکریہ میری بات سمجھنے کیلئے" اس نے حانم کے ہاتھ کو ہولے سے دباتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن آپکو میرا ایک کام کرنا ہو گا۔۔"

"حکم کرو" وہ مسکرایا۔ اسکے پوچھنے پر حانم نے اسے بیسٹ کپل آف دی ایئر کے شو کے بارے میں بتا دیا تھا۔

"ہمیں وہاں جانا ہو گا ایک راؤنڈ میں کھیل چکی ہوں جو آنلائن ہوا تھا ہم فائنل میں پہنچ چکے ہیں میں بہت خوش ہوں، ایک منٹ رکیں میں آپکو دکھاتی ہوں" وہ پرجوش سی اٹھی تھی کچھ دیر بعد وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر لائی تھی۔

"یہ دیکھیں دو کپل پہنچ چکے ہیں فائنل تک دوسرا کپل بہت مضبوط ہے پہلا راؤنڈ میری طرح اس لڑکی نے کھیلا ہے" حانم نے لڑکی کا نام بتایا تھا۔ روحان اشتیاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"مجھے جیتنے میں دلچسپی نہیں ہے، میرے لئے یہ گیم دلچسپ ہے آپ چلیں گے نا میرے ساتھ؟؟" حانم کی آنکھوں میں امید تھی۔ روحان محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ ابھی تک اسے کچھ نہیں دے پایا تھا سوائے اس گھر کے اور حلال رزق کے، وہ پہلی بار کچھ مانگ رہی تھی۔

"ہاں میں چلوں گا۔" وہ مسکرایا۔

"کیا واقعی ؟؟" حانم کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔ وہ ایک دم ہی کھل اٹھی تھی۔

"لیکن ایک شرط پر جیتنا ہمیں ہی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے یہ دیکھیں یہ آخری سوال ہے، اسکا جواب آپ دیں یہ اضافی ہے اس سے ہمارے پوائنٹس بڑھیں گے۔" حانم نے لیپ ٹاپ اسکی طرف کھسکایا تھا۔ جسے روحان نے مسکرا کر پکڑا تھا۔

"شاعری بھی بارش ہے۔۔!!

جب برسنے لگتی ہے،

سورج کی زمینوں کو رنگ بخشتی ہے

نت نئے خیالوں کی کونپلیں

نکلتی ہیں

اور پھر روانی پر یوں بہار آتی ہے۔۔

جیسے ٹھوس پربت سے گنگناتی

وادی میں آبشار آتی ہے،

شاعری بھی بارش ہے۔۔۔!!

ان دلوں کی دھرتی پر

غم کی آگ نے جن کو راکھ میں بدل ڈالا تھا،

ذہن و دل کا ہر جذبہ جیسے خاک کر ڈالا تھا،

ایسی زمینوں پر۔۔۔،

بارش برسنے سے فرق کچھ نہیں پڑتا

مگر اب

دل کی زمین پر بارش برسنے سے

فرق پڑنے لگا تھا ___!!

بارشوں کا موسم تھا۔ حانم کو سالوں بعد آج بارش بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ ٹھنڈ کی فکر نہ کرتے ہوئے بارش میں بھیگنے لگی تھی

دل میں ایک عجیب سی ہلچل مچی تھی۔ سب اچھا لگ رہا تھا

گرجتے بادل، برستی بارش، اسکے دل کی سوکھی زمین پر پھوار سی پڑی تھی

اسے اپنے اندر ٹھنڈک اترتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے، چہرہ اوپر کیے کھڑی تھی

وہ چاہتی تھی آج کی بارش اتنا برسے کہ جل تھل کر دے

"حانم تم کیا کر رہی ہو؟؟ بیمار ہو جاؤ گی پاگل لڑکی۔" روحان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔ جو ابھی گھر آیا تھا۔ آج وہ جلدی آگیا تھا۔ شام سات بجے شو تھا۔ انہیں جانا تھا۔ روحان تیز تیز قدم اٹھاتا اس تک گیا تھا اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے اندر لایا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟ پتا ہے ابھی ٹھنڈ بہت ہے۔۔" وہ اسے پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ حانم کو اسکا یوں پریشان ہونا اچھا لگا تھا۔

"آج کی بارش حسین ہے نا روحان؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں کی چمک دیکھ کر روحان کو سالوں پہلے والا وہ منظر یاد آگیا تھا جب اسکا دل وہ نم آنکھوں والی لڑکی کا شکار ہوا تھا۔

جو اپنا فون اس سے چھین کر لے گئی تھی اور وہ "ڈونٹ ٹچ مائی فون یو مگلز" والے الفاظ پر دیر تک ہنستا رہا تھا۔

"ہاں بارش بہت حسین ہے" وہ اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"لیکن شاید تم بھول گئی ہو ہمیں شو میں جانا ہے اور پانچ بج چکے ہیں۔۔"روحان نے اسے یاد دلایا۔

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی پیچھے ہٹیں آپ نے بھی نا مجھے باتوں میں لگا لیا اور دیر کروادی۔ابھی تو تیار بھی ہونا ہے"وہ اس پر الزام لگاتی اسے ہاتھوں سے پرے دھکیلتی کمرے کی جانب بھاگی تھی۔

"میں نے باتوں میں لگایا؟؟"روحان تو اسکے نئے الزام پر عش عش کر اٹھا تھا اور پھر مسکرا کر اسکے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

وہ دونوں تیار ہو رہے تھے۔حانم نے اپنا کوٹ پہنتے ہوئے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑے روحان کو دیکھا تھا جو _مصروف سا اپنی کف کے بٹن بند کر رہا تھا۔ وہ کافی وجیہہ لگ رہا تھا

"ایک بات بتائیں مجھے"

"ہمم پوچھو۔۔"

"جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو عورتوں کے لیے کیا ہے؟؟ قرآن کریم کے مطابق کوئی شخص جنت میں داخل ہو گا تو اسے حور، یعنی خوبصورت دوشیزہ دی جائے گی۔سوال یہ ہے کہ جب کوئی عورت جنت میں جائے گی تو اسے کیا دیا جائے گا؟"حانم کے سوال پر روحان کے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ اسکا دل اچانک دھڑکا تھا۔ حانم نے یہ سوال کیوں کیا تھا۔۔ کچھ کچھ وہ سمجھ رہا تھا لیکن اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کیا واقعی وہ ایسا سوچ رہی تھی۔

اگر روحان جنت میں جاتا تو اسے حوریں ملتیں اور حانم؟؟وہ کسی اور کا ہو جاتا۔حانم کے دل میں کسک سی اٹھی تھی۔وہ اسکی عادی ہو رہی تھی۔اسکا دل بے چین تھا۔اور اسکی یہ بے چینی سوال کی صورت میں باہر آئی تھی۔

"لفظ حور قرآن کریم میں کم از کم چار مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

"یوں ہی ہو گا اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔"

(سورۃ الدخان 44 آیت 54)

اور ہم ان کا نکاح بڑی بڑی اور روشن آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔"(سورۃ الطور 52 آیت 20) "

"خیموں میں ٹھہرائی گئی حوریں۔"

(سورۃ الرحمن 55 آیت 72)

اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔۔"(سورۃ الواقعہ " 56 آیات 22 تا 23)

"حور کا مطلب کیا ہے ؟؟" روحان نے اسے کندھوں سے تھام کر اسکا رخ اپنی جانب کیا تھا اب وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"حور مطلب خوبصورت دوشیزہ۔۔۔" حانم نے جواب دیا تھا۔ جسے سن کر روحان کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ٹھیک کہا تم نے۔۔ قرآن کریم کے بہت سے مترجمین نے لفظ حور کا ترجمہ خصوصاً اردو تراجم میں خوبصورت دوشیزائیں یا لڑکیاں کیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف مردوں کے لیے ہوں گی۔ تب جنت میں جانے والی عورتوں کے لیے کیا ہو گا؟

لفظ "حُور" فی الواقع اَحوَر (مردوں کے لیے قابل اطلاق یعنی مذکر) اور حَورَاء (عورتوں کے لیے قابل اطلاق یعنی مونث) دونوں کا صیغہ جمع ہے اور یہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی آنکھیں حَوَر سے متصف ہوں، جو جنت میں جانے والے مردوں اور خواتین کی صالح ارواح کو بخشی جانے والی خصوصی صفت ہے اور یہ روحانی آنکھ کے سفید حصے کی انتہائی اجلی رنگت کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسری کئی آیات میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جنت میں تمہارے ازواج، یعنی جوڑے ہوں گے۔ اور تمہیں تمہارا جوڑا یا پاکیزہ ساتھی عطاء کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، انہیں خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جب بھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہم کو دنیا میں دیا جاتا تھا۔ ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔"(سورۃ البقرہ 2 آیت 25)

"اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیئے، ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔"

(سورۃ النساء 4 آیت 57)

لٰہذا لفظ (حُور "کسی خاص جنس یا صنف کے لیئے مخصوص نہیں، علامہ محمد اسد نے لفظ حور کا ترجمہ خاوند یا بیوی

(Spouse)

کیا ہے جبکہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اسکا ترجمہ

(Companion)

یعنی ساتھی کیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک جنت میں کسی مرد کو جو حور ملے گی وہ ایک بڑی بڑی چمکتی ہوئی آنکھوں والی خوبصورت دوشیزہ ہو گی جبکہ جنت میں داخل ہونے والی عورت کو جو ساتھی ملے گا وہ بھی بڑی بڑی روشن "آنکھوں والا ہو گا" سمجھ آئی؟؟

روحان نے اسکے سر سے اپنا سر ہولے سے ٹکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ حانم کو سمجھ آگئی تھی لیکن اسکی الجھن دور نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں لیکن" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"لیکن کیا؟؟" روحان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔" حانم نے اپنا رخ دوبارہ آئینے کے سامنے کیا۔ وہ اپنے احساسات کو روحان پر عیاں نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

"بولو بھی۔۔" وہ اسے ان جان بوجھ کر چڑا رہا تھا۔

"کیا بولوں۔۔؟؟" وہ روہانسی ہوئی۔

"ایک جنتی عورت حوروں سے کئی درجے بہتر ہوگی اور تم فکر نا کرو میں نے اس دنیا میں تمہیں چُنا ہے اور آخرت میں بھی تمہیں ہی چُنوں گا مجھے حوروں کی طلب نہیں رہی مجھے ام حانم سے سروکار ہے" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حانم کا سانس اٹک سا گیا تھا۔ وہ اسکی الجھن سمجھ گیا تھا۔

"باتیں اچھی کرلیتے ہیں آپ۔۔" حانم نے خوابناک ماحول کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اور تم جتنی مرضی باتیں چھپا لو میں تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہوں۔۔" وہ شریر ہوا تھا۔

"تنگ کر رہے ہیں مجھے۔۔؟؟" حانم نے گھوری سے نوازا۔

"نہیں ابھی تو تنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے ابھی تو میں چاہتا ہوں ہم وقت پر مقررہ جگہ پر پہنچ جائیں کیونکہ اگر ہم لیٹ ہوئے تو ہمیشہ کی طرح الزام مجھ پر ہی آئے گا" وہ معصوم سی صورت بناتے ہوئے بولا تھا۔ جبکہ حانم اسے خفگی سے دیکھنے کے بعد جوتے پہننے لگ گئی تھی۔

وہ واقعی لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

وہ دونوں تیار ہو کر گھر سے نکلنے ہی لگے جب اچانک حانم کو چھینکیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔

وہ بری طرح سے چھینک رہی تھی۔ اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"اف دیکھا یہ بارش میں نہانے کا نتیجہ ہے۔۔"

روحان خفا ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔" حانم نے سر میں اٹھتی درد کی لہر کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسکی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے فلو ہو گیا ہے۔۔" حانم کو اپنے گلے میں بھی خراش سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا تم یہ ماسک پہن لو اس سے تمہاری ناک ٹھنڈی ہوا سے بچی رہے گی۔" حانم نے فرمانبرادی سے وہ ماسک لے کر پہن لیا تھا۔

"چلیں اب دیر ہو رہی ہے۔۔" حانم پریشانی سے بولی تھی۔ جس پر روحان سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

شام بہت خوبصورت تھی۔ شو دیکھنے کیلیئے سینکڑوں لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ٹی وی پر آنے والے تھے۔ ایک بڑی سی خوبصورت ٹرافی جس پر ایک خوبصورت کپل بنا ہوا تھا سامنے رکھی تھی۔ حانم کو نہیں پتا کہ وہ کس میٹریل سے بنی ہوئی تھی۔ لیکن وہ خوب چمک رہی تھی۔

حانم نے نظر اٹھا کر کچھ فاصلے پر اپنے سامنے بیٹھے دوسرے کپل کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں بہت پیارے تھے۔ لڑکی نے حانم کی طرح ہی حجاب کیا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے بہت اچھے لگ رہے تھے مکمل جیسے ایک دوسرے کیلیئے ہی بنے ہوں۔ حانم نے ایک نظر ان دونوں کو اور پھر اس ٹرافی کو دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ سامنے بیٹھی وہ معصوم سی لڑکی بھی حانم اور روحان کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔

سوال وجواب کا سلسلہ چلا تھا جو کافی دلچسپ رہا تھا۔

"اوکے اب آپ دونوں کپلز میں سے ایک دوسرے کیلیئے کچھ لکھے گا وہ شاعری بھی ہو سکتی ہے اور خوبصورت الفاظ بھی کوئی پیغام بھی اور دلنشین اظہار بھی" میزبان کے کہنے پر وہاں بیٹھے لوگوں نے تالیاں بجائی تھیں۔ ہوٹنگ کر کے انکا حوصلہ بڑھایا گیا تھا۔ دونوں جوڑوں نے گیم کو سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"جی تو کپل 7 آپ لوگوں سے شروع کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے سامنے یہ لیپ ٹاپ رکھا ہے اس پر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کیلیئے کچھ لکھنا ہے جو اس بڑی سکرین پر شو ہو گا" میزبان نے اپنے پیچھے دیوار پر لگی سکرین کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں "لڑکی نے اپنے ساتھ بیٹھے اپنے

Husband

سے کہا تھا۔ جو ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"میرے رہنما تیرا شکریہ،

___ کہ ہزار بار شکریہ

میرے رہنما میری

___ زندگی کو

،__ حسین تر بنا دیا

لڑکی کی انگلیاں تیزی سے ٹائپ کر رہی تھیں۔

اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

میرے رہنما تیرا شکریہ"

مجھے طلسماتی

___ شہر میں لا کر

ایک ساحرہ بنا دیا،

میرے رہنما تیرا شکریہ

میں حسین تو تھی

لیکن مجھے ___

حسین تر بنا دیا،

ہال سے واؤ اور امیزنگ کی آوازیں ابھرنے لگی تھیں۔ حانم اور روحان بھی دلچسپی سے سکرین پر ابھرنے والی شاعری پڑھ رہے تھے۔

میرے رہنما تیرا شکریہ"

میں محبتوں کی

منکر تھی ___

مجھے محبتوں سے نواز دیا،

میرے رہنما تیرا شکریہ

میں اندھیروں میں

تھی کھوئی ہوئی ___

مجھے روشنی سے ملا دیا،

میرے رہنما تیرا شکریہ

میں آج کہنا چاہتی ہوں

کہ زندگی کے ہر

ایک پل میں ___

میں ساتھ رہنا چاہتی

ہوں،

مجھے اداسیوں سے نکال کر

مسکرانا سکھا دیا،

میں خاموشیوں کی تھی شاعرہ

مجھے سحر پھونکنا

سکھا دیا،

مجھے راستوں کی خبر نا تھی

___مجھے رہنما بنا دیا

میرے رہنما تیرا شکریہ

"!!__میرے رہنما تیرا شکریہ

اسکے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ حانم کسی ٹرانس میں وہ شاعری پڑھ رہی تھی۔ اسکی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی.

"ویل ڈن مسز آغا" میزبان نے حیران ہوتے ہوئے تعریف کی تھی اور ایک بار پھر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

"جی تو کپل 1 آپ دونوں میں سے کون اپنے احساسات کا اظہار کرے گا؟؟" میزبان نے اب حانم اور روحان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں۔۔" روحان تیار تھا۔

جفاوجود کی دنیا سنوار دی ہم نے

زہے نصیب کہ ہنس کے گزار دی ہم نے

کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے

کہ پت جَھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے

خیالِ یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر

جمالِ یار کی عظمت نکھار دی ہم نے

وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی

تمہاری زلف پریشاں پہ وار دی ہم نے

حانم کی نظریں سکرین پر جمی تھیں۔وہ بنا دیکھے بھی روحان کے تاثرات سمجھ سکتی تھی۔
وہ اسکے جذبات کو محسوس کر سکتی تھی۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ رخسار وہ پیشانی؟

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے؟؟

اسے نہ جیت سکے گا غمِ زمانہ اب

جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے

حانم نے محسوس کیا تھا روحان کے لکھے الفاظ دھندلے پڑ رہے تھے شاید اسکی آنکھوں میں نمی امڈ آئی تھی۔

"یہ بات بہت ہی حیران کن ہے کہ آج اس پلیٹ فام پر دو کپل آئے ہیں جنکے پوائنٹس ابھی تک برابر ہیں اور تو اور وہ دونوں کپل ہی ایشین ہیں۔ دیکھتے ہیں اس آخری سوال کا جواب کون سا کپل دے کر آج کا بیسٹ کپل کہلائے گا۔"میزبان کافی پرجوش تھا۔

"تو کپل 7 پہلے سوال آپ لوگوں سے ہو گا۔ مسز آغا آپ جانتی ہیں کہ مسٹر آغا پہلے سے شادی شدہ تھے پہلے بھی محبت ہوئی ہو گی انہیں، اور کیا پتا آپ کے بعد بھی کسی سے ہو جائے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسٹر آغا کی کونسے والی محبت ہیں؟؟" حانم نے دیکھا تھا میزبان کا سوال سن کر مسٹر اور مسز آغا دونوں کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

ہال میں ایک پل کیلیئے سناٹا چھا گیا تھا۔

"وہ۔۔"مسز آغا نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"داستان ختم ہونے والی ہے"

"تم میری آخری محبت ہو"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی مسٹر آغا نے اسکا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔لوگ ایک بار پھر حیران رہ گئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس ایک شعر نے انکی حقیقت بیان کر دی تھی۔

"ویری گڈ۔۔تو مسز جبیل، جیسے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے آپ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔میرا آپ سے سوال یہ کہ وہ کونسی چیز تھی جس سے مسٹر جبیل اپنی سٹوڈنٹ لائف میں شدید ناپسند یا نفرت کرتے تھے۔۔؟؟"میزبان حانم سے پوچھ رہا تھا۔

حانم کے پاس ایک منٹ کا وقت تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے کپل کو دیکھا پھر ٹرافی کو اور پھر روحان کو جسکی آنکھوں میں امید سی تھی، حانم کے تاثرات کو کوئی جانچ نہیں سکتا تھا کوئی فلو کی وجہ سے وہ ماسک پہنے ہوئے تھی۔ حانم نے آنکھیں بند کی ایک گہری سانس لی اور پھر جواب دیا۔

"میوزک۔۔انہیں میوزک سے شدید نفرت تھی۔۔"

حانم نے گویا دھما کہ کیا تھا۔ روحان نے بے یقینی کی کیفیت سے حانم کو دیکھا تھا۔ اس نے غلط جواب دیا تھا۔۔ وہ حیرانگی سے حانم کو دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں میں کوئی الجھن نہیں تھی۔

"Are you sure??"

میزبان نے دوبارہ پوچھا۔

"جی۔۔" حانم نے اثبات میں سر ہلایا۔ حانم کی نظریں مسز آغا پر جا کر رکی تھیں جو حیرانی سے حانم کو دیکھ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر بھی بے یقینی سی پھیلی تھی۔ شاید اسے بھی حانم سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

حانم اور روحان ایک خوبصورت گول میز کے گرد بیٹھے تھے۔ آج کے بیسٹ کپل کا اعلان ہو چکا تھا۔ مسٹر اور مسز آغا جیت چکے تھے۔ وہ دونوں ٹرافی ہاتھ میں لئے ایک ساتھ کھڑے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ حانم نے روحان کی طرف دیکھا تھا جسکی آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔

"حانم تم نے غلط جواب کیوں دیا؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو میں نے درست جواب دیا تھا۔ مجھے لگا اس نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز بہت زیادہ پسند تھی تو میں نے میوزک بول دیا" وہ جھوٹ بول رہی تھی۔

"مجھے ہارنے کا دکھ نہیں ہے بلکہ اس بات کا دکھ ہے کہ ہم بیسٹ کپل نہیں ہیں۔۔" وہ بچوں جیسی باتیں کر رہا تھا۔ حانم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، کچھ لوگ انکی طرف بڑھے شاید انہوں نے روحان جبیل کو

پہچان لیا تھا۔ وہ اس سے آٹو گراف لے رہے تھے۔ کچھ لوگ اسکی بیوی یعنی ام حانم کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن وہ ماسک پہنے ہوئے تھے جسے لوگ نقاب سمجھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ جا چکے تھے۔

"آپ کو پتا ہے وہ لوگ کیوں جیتے ہیں؟؟ وہ اس لئے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں، ان دونوں میں کوئی کمی نہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہیں۔۔" حانم بتا رہی تھی۔

"کیا ہم میں کوئی کمی ہے؟؟ کیا ہم مکمل نہیں ہیں؟؟ کیا ہماری محبت میں کمی ہے؟؟" روحان اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"کمی ہے۔۔" حانم نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ روحان چونک گیا تھا۔ کچھ پل وہ اسے دیکھتا رہا تھا اور پھر اسے سمجھ آگیا تھا

حانم اس سے اتنی محبت نہیں کرتی بلکہ شاید کرتی ہی نہیں تھی، لیکن اسٹیج پر جو لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اپنے ساتھ کھڑے محافظ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ روحان کو وجہ سمجھ آگئی تھی۔

"اگر میں درست جواب دیتی تو یقیناً ہم بھی بیسٹ کپل کہلاتے لیکن زیادتی ہوتی ہم دونوں جانتے ہیں حقیقت کچھ اور ہے" حانم کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح روحان کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔ اسے افسوس ہو رہا تھا صد افسوس وہ حانم کے دل میں اپنے لئے محبت پیدا نہیں کر سکا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انہوں نے مسز آغا کو اپنی طرف بڑھتے پایا تھا۔ وہ مسکرا کر انکی طرف آرہی تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے سلام کیا تھا جسکا جواب دونوں نے خوشدلی سے دیا تھا۔

"میرا نام حرم ہے حرم نور اور وہ میرے ہسبنڈ ہیں ڈاکٹر فرہاد آغا، ایک نیورولوجسٹ ہیں شاید آپ دونوں ہمیں نہیں جانتے لیکن میں آپ دونوں کو بہت اچھے سے جانتی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹرافی حانم کے سامنے کی تھی۔

”میری طرف سے یہ ایوارڈ آپ دونوں کیلئے ہے دو عجیب لوگوں کیلئے جنکی زندگی کے سات پہروں کو میں جانتی ہوں“ وہ پر اسرار سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"پکڑلیں۔۔“ حانم کے ٹرافی نہ پکڑنے پر اس نے دوبارہ کہا تھا۔ جس پر حانم نے وہ ٹرافی لے کر میز پر رکھ دی تھی۔

"میں آتا ہوں۔۔“ روحان ایکسکیوز کرتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ وہ اب دونوں کو باتیں کرنے دینا چاہتا تھا۔

"پتا ہے میں سمجھتی تھی کہ دنیا میں صرف میں اور ہادی ہی وہ واحد کپل ہیں جنکی زندگی کی کہانی عجیب و غریب ہے لیکن جب میں نے اپنے مدمقابل دو مزید لوگوں کو تو پایا تو مجھے تجسس ہوا روحان جبیل جسے پورا لندن جانتا ہے جس انسان کے لیکچر میں بہت شوق سے سنتی ہوں جو ایک سلفائٹ ہے اسکا کپل ہمارے مقابلے میں تھا۔ پتا ہے میں یہاں جیتنے کیلئے نہیں آئی تھی بلکہ میں دو ایسے لوگوں سے ملنا چاہتی تھی جو سلفائٹ تھے۔۔"

حانم حیرت سے اس لڑکی کو سن رہی تھی جو نازک سی تھی۔ شاید وہ اس سے کم عمر تھی۔

"میری اور ہادی کی شادی کو چار سال ہونے والے ہیں اور ہم پچھلے دو سالوں سے لندن میں ہیں، ہادی یہاں ہاسپٹل میں ایک نیوروسرجن کے طور پر کام کرتے ہیں، میں کبھی اتنے تجسس کا شکار نہیں ہوئی تھی
مجھے کبھی کسی جوڑے کے متعلق جاننے کا اتنا اشتیاق نہیں ہوا تھا، جتنا روحان جبیل اور ام حانم کو جاننے کا ہوا، میں نے زندگی میں پہلی بار ایش بن کر اپنے سیم سے کچھ مانگا تھا اور وہ تھا روحان جبیل اور ام حانم کی ابتدائی زندگی کے بارے میں معلومات

!! جسے لندن میں کوئی نہیں جانتا لیکن میں جان گئی اور پہچان بھی گئی

اور میں آرجے کو جان کر حیران رہ گئی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آپ دونوں کے درمیان کچھ غیر معمولی تھا اور جب میں نے

اس کہانی کے زندگی چھ پہر جانے تو میں رو دی تھی۔

آپ دونوں کی شادی کو شاید دو سال ہوئے ہیں لیکن آپ دونوں کا رشتہ سالوں سے چلتا آرہا ہے تب سے جب میں اور ہادی ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں تھے، جب ہادی کی زندگی میں کوئی اور تھی۔ میں دل سے چاہتی تھی کہ اس جوڑے کو آج کا ایوارڈ ملے جنہوں نے بہت کچھ کھویا ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں آپ نے غلط جواب دیا تھا ایسا کیوں؟؟

حانم جو سانس روکے اسے سن رہی تھی اسکے سوال پر چونکی تھی۔ اسکی زندگی کی ساری فلم آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔

"کیونکہ میری طرف سے محبت کی کمی ہے شاید اس لئے" حانم نے سچ بولا تھا۔

"کوئی بات نہیں ایک دن یہ کمی آخری محبت کا روپ دھار لے گی" وہ مسکرائی تھی۔

"پتا ہے میں آپ دونوں کی بہت عزت کرتی ہوں خاص طور پر مسٹر روحان جبیل کی، میرے دل میں آپ دونوں کیلئے ایک عقیدت سی پیدا ہو گئی ہے__!!" حرم کی باتیں حانم کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

"ایک بار آنکھیں بند کر کے محسوس کرنے کی کوشش کریں آپکو ہر طرف محبت ہی نظر آئے گی کیونکہ خاص لوگوں کے نزدیک نفرت کا کیا کام؟؟ مجھے خوشی ہوئی ایک سلفائٹ سے مل کر۔۔"

اس نے میز پر رکھے حانم کے ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر حانم مسکرا دی تھی۔ اسے یہ معصوم سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔

"مجھے لگتا تھا کہ ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہونے والے نام کی لڑکی صرف میرے پاس ہی ہے لیکن میرا اندازہ غلط تھا" روحان جبیل اس وقت فرہاد آغا کے پاس کھڑا تھا۔ یقیناً اسکا اشارہ حرم کی طرف تھا۔

"بہت کچھ ایک سا ہو کر بھی بہت الگ ہوتا ہے ہر کہانی دوسری کہانی سے ایک فرق رکھتی ہے جو کہ کہانی کا امتیاز ہوتا ہے، دو الگ دنیاؤں کے لوگ جب ملتے ہیں تو خوشگوار سا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس احساس کو میں اس

وقت محسوس کر سکتا ہوں ینگ مین تم ایک بہترین فریضہ سر انجام دے رہے ہو مجھے امید ہے اگلے سال ایک اور ٹرافی تم لوگوں کی نظر ہو گی۔"

فرہاد نے اسکا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

پھر وہ دونوں اس میز کی طرف بڑھ گئے۔

"چلیں حرم مجھے ہاسپٹل جانا ہے ایک مریض کا چیک اپ کرنے" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"بہت جلد آپ لوگوں سے دوبارہ ملاقات ہو گی"

وہ اپنی بڑی سی اونی شال سنبھالتے ہوئے بولی تھی اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر اس نے اپنا ہاتھ ڈاکٹر فرہاد آغا کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں تھما دیا تھا چند ہی لمحوں کے بعد وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

"اس ٹرافی کا کیا کرنا ہے؟؟" روحان نے میز پر رکھی چمکتی ٹرافی کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔

"یہ ایک خوبصورت تحفہ ہے میرے لئے میں اسے سنبھال کر رکھوں گی۔" حانم مسکراتے ہوئے اٹھی تھی۔

"اور اگلے سال؟؟" روحان نے عجیب سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"اگلے سال شاید ہم جیت جائیں۔۔" حانم نے مسکرا کر پراسرار لہجے میں جواب دیا تھا۔

آج صبح سے ہی روحان پروفیسر جسٹن کے ساتھ انکی لیب میں کام کر رہا تھا۔ حانم سے اسکی پورا دن بات نہیں ہوئی تھی جبکہ اسکا خیال روحان کے دماغ سے ایک پل کیلیئے بھی نہیں نکلا تھا۔

وہ آج کچھ کرنا چاہتا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا حانم سے، اپنے نرم گرم جذبات کا احساس دلانا چاہتا تھا، اسے لگتا تھا جو اس نے کیا تھا وہ معافی کے قابل نہیں لیکن آج وہ سوچ رہا تھا کہ گھٹنوں کے بل جھک کر وہ اس لڑکی سے معافی مانگے گا جو اسکی شریک حیات تھی۔

وہ جس وقت لیب سے گھر کیلیئے نکلا تو موسم خراب ہو چکا تھا۔ بادلوں کی گرج چمک نے لندن کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے بارش شروع ہو چکی تھی۔

وہ گیراج میں گاڑی کھڑی کرنے بعد سیدھا کمرے کی طرف آیا تھا۔ ملازمہ سے اس نے کہا حانم کا پوچھا تھا۔ ملازمہ نے اسکے سونے کی اطلاع دی تھی۔

"اُفف یہ لڑکی جانے اتنا کیوں سوتی ہے؟" وہ جھلاتا ہوا کمرے میں پہنچا تو حانم کو خواب خرگوش کے مزے لوٹتے ہوئے پایا۔ وہ اسے اٹھانا چاہتا تھا لیکن ایک پل کو رک گیا۔ وہ پرسکون نیند کے زیر اثر تھی اور یہ نیند روحان کی اسکے زندگی میں آنے کے بعد شروع ہوئی تھی۔

وہ مسکراتا ہوا اسکی جانب بڑھا اور پھر آہستہ سے اسکے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا۔ کچھ پل یوں ہی اسکے چہرے کو دیکھتا اور پھر ہولے سے سرگوشی کی۔

"حانم۔۔ اٹھ جاؤ۔۔" وہ اسے جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

'حانم اٹھو نا۔۔" اسے ایسے سوتا دیکھ کر روحان کو کچھ ہو رہا تھا۔ اسکے بار بار پکارنے پر حانم کسمسائی تھی۔

"اٹھ جاؤ جناب بارش بند ہو جائے گی پھر تمہاری خواہش کیسے پوری کروں گا؟" وہ اسکی پیشانی سے بال ہٹاتے کہہ رہا تھا اسکی اس حرکت پر حانم نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ وہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ حانم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور پھر مندھی مندھی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے نیند سے اٹھانے پر روحان کو برا لگ رہا تھا لیکن جو اس نے سوچا تھا اس پر عمل کرنا بھی لازمی ہے۔

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نا؟" وہ بکھرے بالوں میں الجھی پوچھ رہی تھی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے تم یہ کوٹ پہنو۔۔" روحان نے کبرڈ کے ساتھ لٹکا اسکا موٹا اونی کوٹ اٹھایا اور اسکے قریب لایا۔

"جلدی پہنو اسے ٹائم نہیں ہے پھر بارش بند ہو جائے گی" آج وہ عجیب سی حرکتیں کر رہا تھا جبکہ حانم الجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"خود پہنو گی یا میں پہناؤں؟" وہ اسے ساکت بیٹھا دیکھ کر سنجیدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ حانم نے ہڑبڑا کر کوٹ اٹھایا اور خاموشی سے پہن لیا۔

"یہ بھی لازمی ہے؟" ایک موٹی اونی ٹوپی اسکے سر پر اوڑھاتے وہ بڑبڑایا تھا۔ "چلو اب فٹافٹ" اسکے بند جوتے پاؤں کے قریب رکھنے کے بعد وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ جانے وہ کیا کر رہا تھا؟ حانم کو تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"میرے خیال سے مجھے تمہیں اٹھا کر لے جانا چاہیے؟" روحان نے اپنی سوچ کو الفاظ دیئے اور حانم اسکی بات سنتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکی یہ حرکت روحان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے باہر لایا تھا۔

باہر بارش جاری تھی۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا حانم کے چہرے سے ٹکرایا تو اسکی سستی پل بھر میں غائب ہوئی اب وہ سوالیہ نظروں سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری ایک پرانی خواہش پوری کرنی ہے، تم یہاں سے ہلنا مت" وہ اسے لان ملحقہ راہداری میں کھڑا کر کے خود برستی بارش میں، لان میں پہنچ گیا تھا۔ حانم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پاگل ہو گئے ہیں کیا؟" اسے بارش میں بھیگتا دیکھ کر حانم جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"تم وہیں رکو باہر مت آنا۔۔" روحان نے ہاتھ اٹھا کر اسے لان میں آنے سے منع کیا تھا۔ پھر روحان نے ایک نظر آسمان کو دیکھا جو سیاہ نظر آ رہا تھا۔ بارش زیادہ تیز نہیں تھی لیکن کچھ ہی پل میں وہ بھیگ گیا تھا۔ اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ رات کے اس پہر پتھریلے فرش پر بارش کا پانی موتیوں کی طرح چمک رہا تھا۔

"روحان۔۔" حانم نے بسی سے پکارہ تھا۔

"تم بھی پاگل ہی ہو مسز ایک میوٹنٹ جسے دوسروں کی نسبت ٹھنڈ کم لگتی ہے، جو سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں سوئمنگ کرتا رہا ہے اسے ٹھنڈ لگ جانے کے ڈر سے پریشان ہو رہی ہو۔" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا جبکہ حانم کا اٹکا

ہوا سانس بحال ہوا۔ اسے روحان سے اس پاگل پن کی امید نہیں تھی جانے وہ کیا کرنے والا تھا۔ روحان نے اپنی نظریں حانم کے چہرے پر جمائیں اور دھیمی آواز میں گنگنانا شروع کیا۔

کبھی جو بادل برسیں
میں دیکھوں تجھے آنکھیں بھر کے
تو لگے مجھے پہلی بارش کی دعا
تیرے پہلو میں رہ لوں
میں خود کو پاگل کہہ لوں
تو غم دے یا خوشیاں سہہ لوں ساتھیا

وہ بارش میں اسکے لئے گنگنا رہا تھا یہ خیال ہی حانم کو ساکت کر رہ گیا۔

کوئی نہیں تیرے سوا میرا یہاں
منزلیں ہیں میری تو سب یہاں
مٹا دے سبھی آجا فاصلے
میں چاہوں مجھے مجھ سے بانٹ لے
ذرا سا مجھ میں تو جھانک لے میں ہوں کیا؟

حانم نم آنکھوں سے اسکے پاگل پن کو دیکھ رہی تھی، کتنی محبت کرتا تھا وہ اس سے، سالوں پہلے کی گئی اسکی خواہش کو آج بھی یاد رکھے ہوئے تھا۔ اور اسے پورا کرنے کیلئے کسی بھی حد جا سکتا تھا۔ وہ اسے ساکت دیکھ کر دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا اسکی جانب آیا۔ وہ پورا بارش میں بھیگ گیا تھا۔ چہرے سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے۔

"میں نے کوشش کی کہ تمہاری دونوں خواہشوں کو پورا کر سکوں" وہ اسکے قریب کھڑا اسکی نم آنکھوں دیکھتا کہہ رہا تھا جبکہ حانم کی نگاہیں اسکے چہرے پر جمی تھی۔

"میں نہیں جانتا کہ میں کس انداز میں تمہیں دی گئی اذیتوں کا ازالہ کروں؟ کن الفاظ میں تم سے معافی مانگوں؟ ایسا کیا کروں کہ تم مجھ سے محبت کرنے لگو؟ محبت نہ سہی تم مجھ سے اپنی نفرت کو ختم کر دو، میں ایسا کیا کروں؟" وہ بولا تو اسکا لہجہ اذیت سے بھرپور تھا۔ حانم کو بنے پلکیں جھپکائے اسکے چہرے کو تک رہی تھی۔

"میں زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتا شاید لیکن ایک کام کر سکتا ہوں" وہ کہتے ہوئے جھکا اور دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کر دو حانم ہر تکلیف کے بدلے جو میں نے انجانے میں تمہیں دی۔۔" وہ ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہا تھا۔ حانم کو گویا کرنٹ لگا تھا وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی، اسے روحان سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ اسے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ روحان؟" حانم نے جھک کر اسکے بندھے ہاتھوں کو تھاما تھا۔ "پلیز ایسا مت کریں" وہ رو دی تھی۔ وہ کیسے بتاتی کہ اسے نئی دنیا سے روشناس کرانے والا وہی تھا۔ اسے سلفائٹ بنانے والا بھی وہی تھا۔ وہ اب اسی کے انداز میں اسکے سامنے بیٹھی تھی۔ دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔ ایک درد دے کر رو رہا تھا، جبکہ دوسرا درد کی سزا دے، اگر روحان نے حانم کو درد دیا تھا تو وہ اسکا خمیازہ اب تک بھگت رہا تھا اور حانم جو اسے پچھلے کافی عرصے سے سزا دے رہی تھی وہ خود بھی رو دی تھی۔

"تو تم نے مجھے معاف کیا نا۔۔؟" وہ اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکائے، نم آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ تھک گیا تھا، ساری دنیا سے لڑ سکتا تھا لیکن حانم کی بے رخی اسکی برداشت سے باہر تھی۔

"ہمم۔۔ہاں۔۔" حانم نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی اسکی اس حرکت پر روحان مسکرا دیا تھا۔

"میں اس وقت پورا بھیگا ہوا ہوں مسز ورنہ دل کر رہا ہے تمہیں اپنے حصار میں قید کر لوں، مجھے لگتا ہے میری قسمت ہی خراب ہے تم قریب بھی آئی تو کس حالت میں۔۔" وہ بیچارگی سے بولا تو اسکی بات سن کر حانم نم آنکھوں سے ہنس دی تھی۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ رخسار وہ پیشانی؟"

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

" تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے؟؟

روحان نے اپنا پسندیدہ شعر حانم کی نظر کیا اور جھک کر اسکی پیشانی پر مہر ثبت کی تھی جبکہ حانم کے چہرے پر کوئی ناگواری نہیں ابھری تھی۔

باہر بارش اب تیز ہو چکی تھی اور بھیگی رات آہستہ آہستہ سرکنے لگی تھی۔

لندن میں یہ پورا ہفتہ بارشوں کا تھا۔ موسم ابر آلود ہو رہا تھا روحان گھر نہیں تھا۔ حانم کو بوریت ہو رہی تھی۔ وہ باہر نکلی تو ٹھنڈی ہوا نے اس پر ایک خوشگوار سا احساس چھوڑا تھا۔ وہ فٹافٹ اندر گئی برساتی پہننے کے بعد باہر آئی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے اسے ہلکا ہلکا بخار تھا۔ روحان نے آج جلدی آنے کا کہا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ خود کو اچھی طرح کور

کرنے بعد باہر نکل گئی تھی۔ کھلی بڑی سیاہ پتھروں سے بنی سڑک پر چلتے ہوئے وہ آس پاس موجود گھروں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک خوشگوار سا احساس اسکے ارد گرد لپٹا تھا۔وہ لائن کے آخر تک بھی نہیں پہنچی تھی جب ہلکی ہلکی بارش نے لندن کو بھیگانا شروع کیا۔ حانم نے سر اٹھا کر ایک نظر آسمان کو دیکھا جو سیاہ ہو رہا تھا اور پھر زمین کو جو گیلی ہو رہی تھی۔ وہ واپس جانے کیلئے مڑی ہی تھی کہ دھک سے رہ گئی۔

اسکے پیچھے روحان کھڑا تھا۔ جسکے ہاتھ میں چھاتہ تھا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"بس ایسے ہی دل کیا تو باہر نکل آئی۔ آپ کب آئے؟؟"

"جب تم گھر سے باہر نکلی تھی تب ہی میں آیا تھا۔۔ میں نے تمہیں چھتری کے بغیر دیکھا تو اسے اٹھا کر تمہارے پیچھے ہی آگیا تم خود کا خیال نہیں رکھتی ہو۔۔" وہ نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

"میں تمہارے لئے کچھ لایا ہوں۔۔" روحان کی بات پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا۔۔؟؟" روحان نے ایک ہاتھ اپنی جیکٹ کے اندر ڈالا اور ایک فوٹو فریم باہر نکالا۔

"تم وہ واحد لڑکی ہو اُم حانم جسکے ساتھ آرجے بیٹھا ہوا دل سے مسکرا رہا تھا میں نے ایسی چمک کبھی آرجے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹتی روشنی تم دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت مکمل لگ رہے تھے جب بھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو۔۔"

"مرتضیٰ"

" سالوں پہلے یہ مجھے کسی نے گفٹ دیا تھا کہ کسی طرح تم تک پہنچا دوں۔"

حانم حیرت سے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اس تصویر میں وہ دونوں بہت مکمل نظر آرہے تھے۔غصے سے گھورتی ہوئی ہانی اور قہقہے لگاتا آرجے۔

"یہ کافی خوبصورت ہے" حانم کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"ہاں جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تو مجھے بھی یہی محسوس ہوا تھا۔"

"اس تصویر میں مرتضی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ کیا تم اُسکا پیغام سمجھ سکتی ہو؟؟" روحان نے امید سے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جانتی ہوں، اور پیغام بھی سمجھ چکی ہوں۔۔"

وہ مسکرائی تھی۔

بائیں سائیڈ پر بنے گھر کی اوپری منزل کی بالکونی میں جس میں کھڑکی تھی ایلف کھڑی اپنی بند ہوتی دھڑکن کے ساتھ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر اتنے فاصلے کیوں حانم؟؟" اس نے حانم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ اب التجائیہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس رات کے بعد ان میں فاصلے سمٹے تھے لیکن ابھی بھی کچھ باقی تھے۔ حانم کا ہاتھ روحان کے سینے پر دل کے مقام پر رکھا تھا۔ وہ اسکے دل کی دھڑکن محسوس کر سکتی تھی۔ وہ دونوں ایک چھاتے کے نیچے تھے۔

"اور کتنے امتحان لو گی۔؟؟"

"کیوں تھک گئے آپ؟؟" حانم نے الٹا سوال کیا تھا۔

"نہیں، ڈر لگتا ہے امید ٹوٹ نہ جائے۔۔" اسکے جواب پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

روحان کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ پھر سے نظریں چرا گئ تھی۔

"چلو۔۔ کر لو ستم جتنے تمہارا دل چاہے ظالم لڑکی" روحان نے ایک گہرہ سانس لیا تھی۔ حانم خاموش کھڑی تھی اسکی نظریں روحان کے سینے پر تھی۔ اسکے ہاتھ میں حرکت ہوئی تھی۔

روحان کو کچھ محسوس ہوا تھا اور پھر اسے اپنی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

"حانم" حانم نے شہادت کی انگلی سے اسکے دل کے مقام پر اپنا نام لکھا تھا۔

"مجھے اور کوئی امتحان نہیں لینا بس اب جینا ہے، ایک نئی زندگی جینی ہے آپکے ساتھ۔۔" وہ چہرے پر ہزاروں دلکش رنگ سجائے کہہ رہی تھی۔ روحان کو اسکا یہ انداز پسند آیا تھا۔ ایلف نے دونوں کو قریب کھڑے پایا تھا، وہ دونوں ہی بہت خوش نظر آرہے تھے۔ مکمل ایلف کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور پھر اس نے کھڑکی بند کردی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی اسکے آنسوں ان دونوں کی زندگی میں کوئی مشکل لائیں۔

"There is no GOd"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اچانک ابھرنے والی آواز ان دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکا عجیب و غریب حلیے میں "کوئی خدا نہیں" کے نعرہ لگا رہے تھے۔ اسکے پیچھے کچھ اور لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ وہ شاید سٹوڈنٹس تھے۔

روحان نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور اسے آرجے یاد آگیا تھا۔

"There is no DOD"

وہ پھر چلایا تھا۔

"BUT Allah"

"لیکن سوائے اللہ کے" حانم چونکی تھی۔ دوسرا فقرہ روحان نے بولا تھا۔

"There is no DOD"

وہ لڑکا غصے سے چلایا تھا اور کھا جانے والی نظروں سے روحان کو گھور رہا تھا۔

"BUT Allah"

روحان جبیل کونسا باز آنے والا تھا۔

"What the Hell"

وہ بپھرا ہوا انکی طرف بڑھا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں؟؟" وہ روحان جبیل کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اور پھر اچانک چونک کر خاموش ہو گیا تھا۔

"آرجے۔۔۔؟؟" اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

"تم آر جے ہو نا؟؟ وہی آر جے جو کہتا تھا کہ کوئی خدا نہیں۔۔؟؟" وہ حیرت سے دنگ چہرے کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

ہاں کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے "روحان نے جواب دیا تھا۔"

اسکی بات سن کر لڑکے کی تیوری چڑھی تھی۔

"نہیں میں نہیں مانتا" وہ غصے سے غراتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"There is no GOd"

اس نے پھر نعرہ لگایا تھا۔

"BUt Allah"

روحان نے پھر جواب دیا تھا۔ حانم دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ گروپ ابھی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا البتہ کافی دور جا چکا تھا۔ وہ لڑکا اب خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے نعرے لگانے بند کر دیے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے حانم کیا ہونے والا ہے؟؟" روحان نے اس لڑکے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کوئی حانم پھر سے ڈپریشن میں جانے والی ہے۔۔" حانم نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

وہ لڑکا اب ایک گھر کے سامنے رکا تھا جہاں سے ایک لڑکی باہر نکلی تھی۔ وہ لڑکی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ روحان کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔ اور پھر لڑکی نے ہاتھ گھما کر اس لڑکے کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔

"اور مجھے لگتا ہے ایک بار پھر سے کسی آر جے کی بینڈ بجنے والی ہے" روحان نے محفوظ ہوتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر حانم کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"اچھی بات ہے، آر جے کی بینڈ بجنی چاہیے"

حانم اب ہنس رہی تھی۔

"بہت ظالم لڑکی ہو تم" روحان نے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔ حانم نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ برا سا منہ بنائے ہوئے حانم کو اچھا لگا تھا۔ بارش تیز ہوئی تھی۔

'گھر چلیں بارش تیز ہو گئی ہے__!!" حانم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ روحان نے چونک کر حیرت سے اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا اور پھر کھلے دل سے مسکرا کر اسکا نازک ہاتھ تھاما تھا۔ اس نے چھتری کو حانم کے اوپر کر کے اسے بارش سے بچانے کی پوری کوشش کی تھی۔

دونوں نے قدم واپس گھر کی طرف بڑھا دیے تھے۔

"اچھا سنو جب دو سلفائٹ ملتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟؟" وہ شریر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"بارش آتی ہے۔۔" حانم مسکرائی۔

"وہ تو روز ہی آتی ہے، اور ابھی بھی ہو رہی ہے"

"آج کی بارش کا انداز نرالا ہے آپ سنیں یہ کچھ کہہ رہی ہے" حانم اسکے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں چاہتا ہوں ہم پیرس جائیں کچھ دنوں کیلئے، حشام کے شہر میں اسکی یاد میں ہر اس جگہ پر جائیں جہاں وہ جاتا تھا" روحان کو وہ نہیں بھولتا تھا۔

"کیا آج کی بارش یہ کہہ رہی ہے؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"ہاں یہ بھی، بہت کچھ اور بھی"

"اور کیا؟؟"

"یہی کہ محبت کا آغاز ہو چکا ہے، دو سلفائٹ کی محبت ایک ایسی داستاں شروع ہونے والی ہے جسے لندن برسوں یاد رکھے گا_" وہ سرشار لہجے میں بتا رہا تھا۔ جس پر حانم مسکرا دی تھی۔ اس نے آج خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔

جب دل تمہارا اپنا ہو"
پر باتیں ساری اسکی ہوں
جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں
اور خوشبو آتی اسکی ہو
جب حد درجہ مصروف ہو تم
وہ یاد اچانک آئے تو__
جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں
تم پاس اسے ہی پاؤ تو
پھر خود کو دھوکہ مت دینا
اور اس سے جا کے کہہ دینا
اس دل کو محبت ہے تم سے__!!

اور آج ام حانم نے ایک خوبصورت انداز میں اس جذبے کا اظہار کیا تھا جو ابھی اسکے دل میں پھوٹا تھا جسے روحان جبیل نے دل و جان سے قبول کیا تھا دو سلفائٹ ہمیشہ کیلئے ایک ہو گئے تھے!!

وہ دونوں آج بہت خوش تھے، زندگی کا یہ ساتواں پہر بہت خوشگوار تھا، ابھی بہت سے پہر باقی تھے، ہر ایک نیا پہر ایک نئی کہانی لانے والا تھا اور اسکا کچھ کچھ اندازہ ان دونوں

Sulphites

کو ہو چکا تھا جو پتھریلی گیلی سڑک پر مسکرا کر آگے بڑھتے جا رہے تھے
آج کی بارش نے ان دونوں کی دائمی خوشی کی دل سے دعا کی تھی۔۔۔

ختم شد